کو گرادیا مالکِ اشتر جنگ جمل میں عبداللہ ابن زبیر کو دیکھتے ہی ان سے لپٹ گئے اور دونوں نے گھوڑے ہی پر کشتی لڑنا شروع کردی اور زمین پر گر پڑے عبداللہ نے مالکِ اشتر کے نیچے پڑے ہوئے چیخنا شروع کیا مجھے اور مالک کو قتل کردو لیکن غبار اڑنے کے سبب سے لوگ یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ اور اگر عبداللہ نے یہ کہا ہوتا کہ مجھے اور مالکِ اشتر کو قتل کردو تو دونوں آدمی قتل کردیئے جاتے جب دونوں آدمی ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو جناب مالکِ اشتر نے یہ اشعار پڑھنا شروع کئے۔

''اگر میں تین دن سے بھوکا نہ ہوتا تو تم اپنے بہن کے بیٹے کو مقتول پاتیں''۔ یہ اس صبح کا واقعہ ہے جب نیزے اسے اس طرح کھا رہے تھے جس طرح کانٹے چبھتے ہیں اور وہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ مجھے اور مالک کو قتل کردو۔ عبداللہ کو مجھ سے ان کی جوانی اور پیٹ بھرا ہونے نے بچالیا اور میں بوڑھا ہوں اس لیے اسے بھاگنے سے روک نہ سکا۔

جناب مالکِ اشتر کی انتہائی شجاعت تھی جس سے بقول شارح ابنِ الحدید جلد ۲، صفحہ :۸۱ حضرت امیرؑ نے انھیں اور عمار یاسر کو اس وقت بلایا جب آپ نے دیکھا کہ لوگ حضرت اُمّ المومنین کے مہار ناقہ پر فنا ہو رہے ہیں اور ہاتھ کٹ کٹ کے گر رہے ہیں اور جانیں جا رہی ہیں تو آپ نے ان دونوں حضرات سے فرمایا کہ تم دونوں اونٹ کو ہلاک کر ڈالو اس لیے کہ جب تک یہ اونٹ ان لوگوں میں رہے گا جنگ کی شدّت باقی رہے گی اس لیے کہ ان لوگوں نے جنگِ جمل کے اونٹ کو اپنا قبلہ اور مذہب بنالیا ہے جناب عمار اور مالکِ اشتر کے ساتھ قبیلہ مراد کے معمر بن عبداللہ بھی تھے حکم پاتے ہی دونوں جانبازوں نے تلوار سونت کر جنگ شروع کردی اور اونٹ تک پہنچ گئے مرادی نے بڑھ کر اس کے

Presented by Ziaraat.Com

تلوے کے اوپر کی رگ پر ایسی تلوار ماری کہ وہ زور شور سے چیخنے لگا اور پہلو کے بھل گر پڑا یہ دیکھتے ہی جولوگ اونٹ کو گھیرے ہوئے تھے بھاگ کھڑے ہوئے۔

۴۔ جناب مالکِ اشتر نے جس طرح جنگِ جمل میں اپنی عدیم المثال شجاعت کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں اسی طرح جنگِ صفّین میں ان کی نبرد آزمائی وشجاعت بہادری نے دشمنوں کے دلوں پر اپنا سکہ جما دیا تھا۔ جس کے سبب سے تعصب کے گہرے پردوں کے باوجود مورخین ان پر پردے نہ ڈال سکے۔ اگرچہ صفّین کا پورا معرکہ مالکِ اشتر کی شجاعت و بہادری کا ایک روشن باب ہے لیکن ان میں سے چند نمونے اس مختصر کتاب میں پیش کیے جاتے ہیں۔ تفصیل کے لیے کتب تاریخ کا مطالعہ کیا جائے۔

۱۔ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام جنگ صفّین کے لیے روانہ ہوئے اور مقام رقہ پہنچے تو وہاں پر آپ نے فرات کو عبور کرنا چاہا آپ نے اہلِ رقہ کو حکم دیا کہ مرے عبور کے لیے کشتیوں کا پل تیار کرو ان لوگوں نے اس سے انکار کیا حضرت امیر جناب مالکِ اشتر کو سردار بنا کر آگے بڑھ گئے تاکہ منبج کے پل سے فرات کو عبور کریں حضرت کے جانے کے بعد جناب مالکِ اشتر نے قلعہ رقہ کے لوگوں سے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ فوراً پل تیار کرو ورنہ میں تم لوگوں کو تباہ و برباد کردوں گا یہ دھمکی سن کر اہلِ رقہ تھرا گئے اور پل تیار کیا اور جناب مالکِ اشتر مع اپنے ساتھیوں کے دریا کے اس پار پہنچ گئے۔ (طبری جلد ۵، صفحہ: ۲۳۷)

۲۔ حضرت امیر علیہ السلام نے مقدمۃ الجیش کے طور پر زیاد بن نضر اور شریح بن ہانی کو راستے سے روانہ کیا تھا سوروم میں ان لوگوں سے ابوالاعور سلمی سردار فوج معاویہ سے ملاقات ہوئی ابوالاعور شجاع و بہادر بھی تھا فوج کثیر ہمراہ لیے تھا ان دونوں حضرات نے حضرت علیؑ کو اطلاع دی آپ نے فوراً مالکِ اشتر کو روانہ

Presented by Ziaraat.Com

کرنا لیکن ابوالاعور نے جنگ چھیڑ دی جناب مالکِ اشتر نے کئی دن تک اس کا مقابلہ کیا پھر خود اسے مقابلے کے لیے طلب کیا مگر اس کی ہمت نہ پڑی مالکِ اشتر نے اس سے پھر زبردست جنگ کی دوسرے دن ابوالاعور مع اپنے ساتھیوں کے بھاگ کھڑا ہوا۔ (طبری جلد ۵، صفحہ: ۲۳۹)

۳۔ جنگِ صفین میں جب معاویہ کی فوج نے گھاٹ سے حضرت امیر کے لشکر کو پانی نہیں لینے دیا تو حضرت نے گھاٹ چھیننے کے لیے فوج روانہ کی اور آخری دستہ مالک اشتر کی سرکردگی میں روانہ کیا آپ نے وہاں پہنچ کر ابوالاعور سلمی اور عمرو بن عاص کی فوج سے ایسی شدید جنگ کی کہ بالآخر پانی کا گھاٹ دشمن سے چھین ہی لیا۔ (شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید جلد: ۱ صفحہ: ۳۲۴)

۴۔ ذی الحجہ ۳۶ھ میں جب مقامِ صفین میں حضرت علیؑ اور معاویہ کا لشکر مجتمع ہوئے اور طرفین میں جنگ شروع ہوئی اور ایک ایک نامی بہادر اور سردار لشکر جنگ کے لیے آنے لگا تو حضرت امیر جسے سب سے زیادہ مقابلہ کے لیے بھیجتے تھے وہ جناب مالک اشتر ہی تھے۔ (طبری جلد، ۵، صفحہ: ۳۴۳)

۵۔ ابومخنف اپنے استاد سے عبداللہ بن عامر فاشی سے نقل کرتا ہے کہ میری قوم کے ایک شخص نے نقل کیا ہے کہ جناب مالکِ اشتر ایک دن قاریانِ قرآن و شہسواران عرب کی ایک جماعت کے ساتھ جنگ کے لیے نکلے بڑا زبردست رن پڑا اسی اثناء میں شامی لشکر سے ایک پہلوان نکلا خدا کی قسم ہم نے ایسا لمبا چوڑا موٹا تازہ آدمی کم دیکھا تھا اس نے اپنا مقابل طلب کیا کسی کی ہمت نہ پڑی کہ اس کے مقابلے کے لیے جائے مگر جنابِ مالکِ اشتر اس کے مقابلہ کے لیے میدان میں آئے ہی تو گئے بس صرف دو ضربتوں کی ردوبدل ہوئی تھی کہ مالکِ اشتر نے اسے تہِ تیغ کر ڈالا یہ حال دیکھ کر اس کے ساتھیوں میں سے ایک

Presented by Ziaraat.Com

شخص نے پکار کر کہا کہ اے سہم بن ابی عیزار اور اے وہ جسے ہم نیوراز میں بہترین آدمی جانتے ہیں اس کے بعد اس نے قسم کھا کر کہا کہ اب میں تیرے قاتل کو قتل کروں گا یا تیرا قاتل مجھے قتل کر دے یہ کہہ کر مالکِ اشتر پر حملہ آور ہوا جنابِ مالکِ اشتر اس کی طرف مڑے اور زمین پر ڈھیر کر دیا بمشکل اس کے ساتھی مالکِ اشتر کے پنجے سے اسے چھڑا کر لے گئے۔ (طبری جلد ۵، صفحہ: ۲۴۳)

۶۔ راوی ناقل ہے کہ عراقی فوج سے کیت گھوڑے پر سوار ایک شخص نکلا جو اسلحے میں ڈوبا ہوا تھا صرف اس کی آنکھیں نظر آ رہی تھیں ہاتھ میں نیزہ لیے تھا اہلِ عراق کے سروں پر نیزہ مار مار کر کہتا جاتا تھا کہ خدا تم پر رحم کرے اپنی صفیں درست کرو جب صفیں اور علم ٹھیک ہو گئے تو شامیوں کی طرف پشت کر کے خطبہ پڑھا اور کہا خدا کا شکر جس نے ہمارے درمیان اپنے نبی کے چچا زاد بھائی کو قرار دیا ہے جو ہجرت میں سب سے مقدم اسلام لانے میں سب سے پہلے خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے خدا نے اسے اپنے دشمنوں پر انڈیل دیا ہے۔ نظر میں رکھو جب شدت کی جنگ شروع ہو جائے غبار اڑنے لگے نیزے ٹوٹنے لگیں بہادروں کو لے کر گھوڑے گردش کرنے لگیں تو میں صرف بہادروں کی چیخ پکار اور ہمہمہ کی آواز سنوں دیکھو ایسے وقت میں تم میری پیروی کرنا اس کے بعد اہلِ شام سے اس شدت کی جنگ کی کہ نیزہ ٹوٹ گیا اس کے بعد واپس آیا اب جو میں نے دیکھا تو وہ مالکِ اشتر تھے۔ (شرح ابنِ ابی الحدید جلد ۱، صفحہ: ۱۸۳)

جنگ لیلۃ الہریر

صفین کے معرکے میں ایسا وقت بھی آیا جب فوجیں فوجوں کی طرف بڑھیں غضب کا رن پڑنے لگا تیروں اور پتھروں کی بارش شروع ہوئی یہاں تک کہ تیر اور پتھر ختم ہو گئے۔ نیزہ بازی شروع ہوئی اور نیزے ٹوٹ گئے اس کے بعد

Presented by Ziaraat.Com

لوگ تلواریں اور خیموں کی چوبیں لے کر ایک دوسرے کی طرف بڑھے پھر کیا تھا سوائے لوہے کے کھنکھناہٹ کے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی یہ خوفناک آوازیں لوگوں کے دلوں پر بجلیوں کی کڑک اور تہامہ کے پہاڑوں کو ایک دوسرے سے ٹکرانے سے زیادہ ہولناک معلوم ہوتی تھیں۔ غبار سے فضا تاریک ہو رہی تھی۔ آفتاب کو گہن لگ گیا تھا۔ فوج کے نشان چھپ گئے تھے مالک اشتر ہر ہر فوج کے میمنے و میسرے کے درمیان میں آتے تھے قاریانِ قرآن کو حکم دیتے تھے آگے بڑھو لوگ نماز صبح سے نصف شب تک مسلسل اسی طرح لڑتے رہے کسی کو اس اثناء میں نماز پڑھنے کا موقعہ بھی نہیں ملا مالک اشتر برابر یہی کرتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی لیکن آتش جنگ پھر بھی اسی طرح بھڑکتی رہی۔ اب جو فریقین ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو معلوم ہوا فریقین کے ستر ہزار آدمی قتل ہو چکے ہیں جنگ لیلتہ الھریر کے نام سے اس رات کی جنگ مشہور ہے اس لڑائی میں مالک اشتر کے ہاتھ میں لشکر کا میمنہ ابنِ عباس کی سرکردگی میں میسرہ تھا حضرت امیر علیہ السلام قلب لشکر میں تھے۔ لڑائی اب بھی جاری تھی اور دوسری رات کے نصف شب سے صبح تک اسی شدت کی جنگ ہوتی رہی اس جنگ میں مالکِ اشتر اہلِ شام پر حملہ کرتے ہوئے اپنا برچھا زمین پر ڈال کر ساتھیوں سے کہتے جاتے تھے اس برچھے پر آگے بڑھو جب وہ مسافت طے ہو جاتی تھی تو کمان دوش سے اتار کر زمین پر ڈالتے تھے اور کہتے تھے بس ایک کمان اور آگے بڑھو جب وہ ایسا کر لیتے تھے تو پھر ایسا ہی کرتے تھے، اس طرح اس قدر فوج کو آگے بڑھایا کہ ساری کی ساری فوج تھک کر چور ہو گئی اور اس میں آگے بڑھنے کی قوت نہ رہ گئی۔

مالکِ اشتر نے جب لوگوں کی یہ کیفیت دیکھی تو کہنے لگے کہ میں خدا سے پناہ

Presented by Ziaraat.Com

مانگتا ہوں کہ تم لوگ سارے دن بھیڑوں کا دودھ دوھوتے رہو (یعنی راحت وآرام و اطمینان سے بسر کرو) اس کے بعد اپنا گھوڑا طلب کیا اور اپنے علمدار حیان بن ہودہ نخعی سے علم لے کر زمین پر گاڑ کر فوج کے درمیان یہ کہتے ہوئے گزرے کہ خوشنودیٔ خدا کے لیے مالک اشتر کے ساتھ کون اپنی جان کو بیچتا ہے یہاں تک کہ دشمن پر غالب آجائے یا شہید ہو کر بارگاہِ ربّ العزّت میں پہنچ جائے بس یہ آواز سنتے ہی لوگ صفوف لشکر سے نکلنے لگے اور مالکِ اشتر کے ساتھ دشمنوں سے جنگ کرنے لگے۔ (شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید جلد ۱، صفحہ: ۱۸۵)

جنگِ مالکِ اشتر کی یہ چند تصویریں ہیں ورنہ میدانِ جنگ میں کتنے ہی ایسے مقامات نظر آئیں گے کہ وہ بپھرے ہوئے شیر کے مانند دشمنوں کا شکار کر رہے تھے یا بقول طرتاح بن عدی معاویہ نے طرماح سے اپنے فوج کی کثرت بیان کی تھی تو طرتاح نے جواب میں کہا کہ، میرے مولا نے مالک اشتر نامی ایک مرغ پال رکھا ہے جو رائی کے مانند تیری فوج کو ایک ایک کر کے چُگ جائے گا۔

خصوصیت سے صفّین میں جناب مالکِ اشتر نے ایسی جنگ کی تھی کہ بالاخر معاویہ کے خیمے تک پہنچ ہی گئے جس سے اس کے حواس باختہ ہو گئے اور عمرو بن عاص کے مشورے سے نیزوں پر قرآن بلند کر کے یہ درخواست پیش کرنا پڑی کہ قرآن مجید کو حکم بنایا جائے۔

مکارم اخلاق جنابِ مالکِ اشتر

مالک اشتر جس طرح شجاعت و بہادری اخلاق کے اعلیٰ مدارج پر فائز تھے۔ بڑے جواد وسخا بھی تھے کریم النفس بھی تھے زاہد و متقی و پرہیزگار و خداترس بھی تھے۔

ایک دن کی حکایت ہے کہ وہ کوفے کے بازار سے گزر رہے تھے سوتی کپڑے کی قمیص اور عمامہ پہنے ہوئے تھے ایک بازاری آدمی نے انھیں اس

Presented by Ziaraat.Com

کپڑے کی قمیص اور عمامہ پہنے ہوئے تھے ایک بازاری آدمی نے انھیں اس حالت میں دیکھا تو ان کی یہ ہیئت اس کو پسند نہیں آئی اور ذلیل کرنے کے لیے اپنے دروازے سے ایک تیر ان کی طرف پھینکا جناب مالک گزر گئے اور اس کی طرف توجہ بھی نہ کی اس سے کہا گیا تم نے پہچانا بھی کہ کس کو تیر مارا ہے اس نے کہا میں نے تو نہیں پہچانا اس سے کہا گیا یہ مالک اشتر صحابی امیر المومنین علیہ السلام ہیں یہ سُن کر وہ کانپنے لگا اور معذرت کرنے کے لیے ان کی خدمت میں آیا لیکن وہ اس وقت مسجد میں داخل ہو چکے تھے اور کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے جب نماز ختم کر چکے تو وہ شخص قدموں پر گر کر معذرت کرنے لگا جناب مالک اشتر نے کہا کیا بات ہے تم میرے قدموں پر کیوں گر پڑے اس نے عرض کیا میں نے ابھی جو برتاؤ آپ کے ساتھ کیا تھا اس کی معذرت کرتا ہوں میں آپ کو نہ پہچانتا تھا مجھ سے بہت بڑی جسارت ہوئی ہے مجھے معاف کر دیجیے۔ جنابِ مالک اشتر نے فرمایا تم گھبراؤ نہیں مسجد میں صرف اس لیے آیا ہوں کہ تمہارے لیے استغفار کروں۔ (بحار الانوار جلد ۹، صفحہ: ۷۲۳)

یہ ہے سیرت امیر المومنین و پیغمبرِ اسلام علیہم السلام پر عمل اور یہ ہے اسلامی تعلیمات کا اثر۔ حقیقتاً اسلام نے اپنے تبعین کو اسی کا حکم دیا ہے اور بزرگان دین کا اسی پر عمل تھا مالکِ اشتر چونکہ سچے مسلمان تھے اس لیے صاحب جاہ وحشم و اقتدار ہونے کے باوجود بجائے اس کے کہ اس سے مواخذہ کرتے خاموش چلے آئے اور مسجد میں آکر نماز پڑھ کے اس کے لیے استغفار کرنے کیلئے آ گئے۔ کاش ہم بھی اسی طرح اپنی زندگی کو ان مکارم اخلاق سے آراستہ کر لیں۔

دورِ حکومت امیر المومنینؑ میں مالک اشتر کی خدمات:

جناب مالک اشتر رؤسائے کوفہ میں داخل تھے حجر بن عدی بن حاتم طائی،

Presented by Ziaraat.Com

صعصعہ بن صوحان اور ان کے امثال سے ان کے گہرے تعلقات تھے اور زمانہ خلافتِ ثالثہ ہی میں ساری دنیا پر یہ چیز عیاں تھی کہ یہ محبِ امیر المومنین ہیں۔ لیکن جب ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت کی گئی تو مدینے میں بیعت کرنے والوں میں مالک اشتر داخل تھے۔

جب جنگِ جمل کے لیے حضرت امیر المومنینؑ روانہ ہوئے تو جناب مالکِ اشتر حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہِ رکاب تھے۔

راستے ہی میں حضرت علی علیہ السلام کو علم ہوا کہ ابوموسی اشعری میری امداد کے لیے اہلِ کوفہ کو آنے سے مانع ہے حضرت نے اہلِ کوفہ کے پاس پہلے محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر طیار کو بھیجا تھا پھر امام حسن علیہ السلام اور عمار یاسر کو روانہ کیا۔ جب وہاں کی امداد آنے میں تاخیر ہوئی تو طبری کے بیان کے مطابق مالکِ اشتر نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ نے امام حسنؑ اور عمار یاسر سے پہلے بھی کسی کو کوفے بھیجا تھا لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں ہوا یہ دونوں بزرگوار نہایت مناسب ہیں لیکن مناسب ہو تو مجھے کوفے بھیج دیجئے۔ اس لیے کہ وہاں کے لوگ میرے مطیع وفرمانبردار ہیں مجھے اُمید ہے کہ کوئی شخص میری مخالفت نہیں کرے گا حضرت نے مالکِ اشتر کو اجازت دی وہ کوفہ روانہ ہوئے جب کوفے پہنچے تو لوگ مسجد اعظم میں جمع تھے مالکِ اشتر جس قبیلے کی طرف سے گزرتے تھے اور دیکھتے تھے کہ مسجد یا کسی نشست گاہ میں جمع ہیں تو حکم دیتے تھے کہ میرے ساتھ دارالامارہ چلو مالک اشتر ان لوگوں کو لیے ہوئے قصرِ حکومت میں داخل ہوئے ادھر ابوموسی اشعری مسجد میں کھڑا ہوا لوگوں کو حضرت کی نصرت سے روک رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ اندھا اور بہرہ فتنہ ہے اس کی مصیبت عظیم لوگوں کو کچل کر رکھ دے گی اس میں سونے والا بیٹھنے والے سے بہتر ہے، بیٹھا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے،

Presented by Ziaraat.Com

کھڑا چلنے والے سے بہتر ہے، کھڑا چلنے والا سوار سے بہتر ہے، یہ پیٹ کے درد کی طرح کا فتنۂ عظیم تمہارے جائے امن سے آیا ہے جو عاقل کو کل کے مولود بچّے کی طرح حیران و پریشان چھوڑ دے گا ہم گروہ اصحاب پیغمبرِ اسلام فتنہ کو اچھی طرح جانتے ہیں فتنہ جب آتا ہے تو شبہ میں ڈال دیتا ہے جب جاتا ہے تو بے نقاب ہو جاتا ہے۔

عمار یاسر ابو موسیٰ اشعری کو متوجہ کر کے باتیں کر رہے تھے امام حسنؑ اس سے کہہ رہے تھے ہماری دی ہوئی حکومت سے الگ ہو جا ہمارے منبر سے ہٹ جا عمار نے کہا جو کچھ کہہ رہا ہے اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی سنا تھا ابو موسیٰ نے کہا جو کچھ میں نے کہا میرے ہاتھ اس کے ضامن ہیں عمار یاسر نے کہا حضرت نے خاص طور سے تجھ سے یہ فرمایا ہوگا کہ فتنہ میں جو بیٹھا ہو کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے پھر کہا کہ جو خدا سے مقابلہ کرے گا اور انکار کرے گا خدا اس پر غالب آجائے گا۔

غرض ابھی یہ ردّ و بدل ہو رہی تھی کہ ابو موسیٰ اشعری کے دو غلام دوڑے ہوئے آئے کہ دیکھئے مالکِ اشتر قصر میں داخل ہو گئے ہیں اور ہم کو مار کے نکال دیا ہے یہ سُن کر ابو موسیٰ اشعری منبر سے اتر کر قصر میں آیا مالک اشتر نے ڈانٹ کر کہا ہمارے قصر سے نکل جا خدا کی قسم تو قدیم زمانے سے منافقین میں داخل ہے ابو موسیٰ اشعری نے ایک رات کی مہلت مانگی مالکِ اشتر نے کہا مہلت ہے لیکن اس محل میں شب نہیں بسر کر سکتے ہو۔ کوفے کے لوگ ابو موسیٰ اشعری کا مال لوٹنے آئے مالک اشتر نے ان کو منع کیا اور قصر سے نکال دیا اور کہا کہ میں نے ابو موسیٰ اشعری کو قصر سے نکال دیا ہے (طبری جلد ۵ صفحہ:۱۹۱)

اس واقعہ کے بعد پورے بارہ ہزار کا لشکر کوفے سے حضرت علیؑ کی امداد کے لیے بصرے آیا اور جنگ میں شریک ہوا۔ میدانِ جنگِ جمل کے خدمات کی ایک

Presented by Ziaraat.Com

جھلک ہم جناب مالکِ اشتر کی شجاعت کے تذکرے میں دکھا چکے ہیں۔

جنگِ صفین میں مالکِ اشتر میمنے کے سردار تھے اور اس جنگ میں جس شجاعت و بہادری و جانبازی سے لڑے ہیں تاریخ میں یادگار رہے گا۔

جنگِ صفین سے واپسی کے بعد حضرت امیر علیہ السلام نے مالکِ اشتر کو جزیرہ کا حاکم بنا کر روانہ کیا۔

جب حکمین کا واقعہ ہو چکا تو آپ نے جناب مالک کو آزربیجان کا والی بنا دیا۔

لیکن جب مصر کی حالت زمانہ حکومت محمد بن ابی بکر میں تشویش ناک ہوئی تو جناب مالکِ اشتر کو مقام نصیبین سے طلب کر کے مصر کا حاکم بنا کر روانہ کیا راستے میں معاویہ نے شہد میں زہر ملوا کر شہید کر دیا۔ مصر کی صوبہ داری سپرد کرتے وقت آپ کو ایک فرمان عطا کیا تھا وہ سیاست و جہاں بانی کا ایسا مکمل دستور ہے جسے دیکھ کر اس عصر کے عقلاء بھی دنگ رہ جاتے ہیں۔

جناب مالکِ اشتر کی ادبی خدمات

عربستان میں ریاست و امارت کے لیے لازم تھا کہ رئیس خطیب بھی ہو شاعر بھی ہو زمانۂ جاہلیت میں جب کسی قبیلے میں کوئی شاعر یا خطیب پیدا ہو جاتا تھا تو پورا قبیلہ جشن مناتا تھا۔ دوسرے قبائل پر فخر و مباہات کرتا تھا۔

جناب مالکِ اشتر اپنے قبیلے کے مانے ہوئے رئیس تھے اور کوفے میں بڑا اثر و نفوذ رکھتے تھے۔ ادب عربی کے بہترین ماہر تھے اوراق تاریخ پر ان کے مغزز خطبات اب بھی موجود ہیں نصرت امیر المومنین علیہ السلام میں جا بجا ان کا فصیح و بلیغ کلام پایا جاتا ہے۔ خطابت کے ساتھ ساتھ شعر و سخن میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ مالکِ اشتر کا ادبی کمال ہی تھا جس سے حبیب بن اوس طائی نے جب بکھرے ہوئے اشعار عرب کو جمع کرنا شروع کیا اور اپنے اوپر لازم قرار دے لیا

Presented by Ziaraat.Com

کے اعلیٰ معیار پر ہوں گے تو ان کی نظر انتخاب جناب مالکِ اشتر کے اشعار پر بھی پڑی چنانچہ اب تک ان کے اشعار کتاب حماسہ کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

میں اپنے کثیر مال کو خرچ نہ کروں اور مکارم اخلاق سے روگردانی کرلوں اور مہمانوں سے ترش روئی سے ملوں اگر میں معادیہ ابنِ ابی سفیان پر ایسا حملے پر حملہ نہ کروں جس میں کوئی ان لوگوں کی جانوں کے لوٹنے سے خالی نہ ہو۔ اور ایسے گھوڑوں پر سوار ہو کر حملہ کروں جو لاغر اور غول بیابان کی طرح ہوں اور وہ ایسے کریم النفس آدمیوں کو پیٹھ پر بٹھا کر میدان جنگ میں دوڑتے ہوں جو جو غضبناک ہوں شدت گرما سے ان کے لوہے (اسلحے) گرم ہو رہے ہوں اور اس طرح چمک رہے ہوں جس طرح بجلیاں یا آفتاب کی کرنیں چمکتی ہیں۔

جنگِ صفین میں جب پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی جناب عمار بن یاسر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تو جہاں اور افراد نے اس نیک نہاد عابد و زاہد صحابی کا ماتم کیا ہے جناب مالکِ اشتر نے بھی ان پر اشکِ حسرت بہائے ہیں چنانچہ مرثیہ جناب عمار میں فرماتے ہیں۔

نحن قتلنا خوشبا لما	ہم نے جوشب کو قتل کیا ہے جب وہ اپنے کو
عذا قد اعلما، و ذر الکلاء	آشکارا پیش کر رہا تھا اس سے پہلے ہم نے ذوالکلاع اور سعید کو قتل کیا جب وہ قریب
ان تقتلوا منا ابا الیقطان	آ گئے تھے اگر تم نے ہم میں سے
شیخا	ابوالیقتان (عمار)

Presented by Ziaraat.Com

مسلما فقد قتلنا منکم — ایسے مسلمان بزرگ کو قتل کیا ہے تو ہم نے تم میں
سبعین کھلا مجوما اضعوا — ستر مجرم بوڑھوں کو قتل کیا ہے جو جنگ صفین
بصفین وقد، لاقوانکا — میں آگے تھے اور ان کو ایسی سخت سزا ملی
لاموتما — جو ہمیشہ باقی وقائم رہے گی۔

احتجاجات مالکِ اشتر

جناب مالکِ اشتر جہاں شجاع و بہادر و ادیب و شاعر تھے اسی کے ساتھ ساتھ جس جگہ اس کا موقع آ گیا کہ مخالفین کو تلوار نہیں بلکہ زبانِ تکلم سے شکست دیں تو اس سے بھی دریغ نہیں کیا چنانچہ جب جناب مالکِ اشتر کو علم ہوا کہ اُمّ المومنین مکّے میں جنگ کی تیاری میں مشغول ہیں اور حضرت امیر علیہ السلام پر خروج کا ارادہ رکھتی ہیں تو بطور احتجاج ان کو مدینے سے ایک خط تحریر کیا فرماتے ہیں۔

''آپ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہیں حضرت نے آپ کو حکم دیا ہے کہ گھر میں بیٹھیں اگر آپ ایسا کریں تو آپ کے لیے بہتر ہے لیکن اگر آپ اس سے انکار کرتی ہیں اور جس چیز کی ممانعت ہے اسی کو اختیار کرنا چاہتی ہیں اور اپنی چادر اتار دینا چاہتی ہیں اور لوگوں کے سامنے اپنے بال کھولنا چاہتی ہیں تو میں اس وقت تک آپ سے جنگ کرونگا جب تک آپ اپنے اس گھر میں نہ آ جائیں جہاں خدا نے آپ کا رہنا پسند کیا ہے۔ (شرح نہج البلاغۃ جلد ۲، ۸۰)

مخالفین حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ میں مالکِ اشتر کے اور بھی مکالمات ہیں لیکن اختصار کے خیال سے ہم انھیں ترک کرتے ہیں۔

شہادت مالکِ اشتر

زمانۂ حکومت حضرت علیؑ میں جب مصر کی حالت دگرگوں ہوئی اور محمد بن ابی

Presented by Ziaraat.Com

بکر کے خلاف لوگوں نے ہنگامہ شروع کر دیا اور اس کی اطلاع امیر المومنین حضرت علیؑ کو ہوئی تو آپ نے مالکِ اشتر کو طلب کیا جو اس وقت مقام نصیبین میں تھے اور والی آذربائیجان تھے آپ نے مالکِ اشتر کو خط میں تحریر فرمایا تھا۔ مالک تم وہ ہو کہ دین کو درست کرنے میں میں تم سے امداد چاہتا ہوں اور عاصیوں کے تکبر کو تمہارے ذریعہ سے دور کرتا ہوں خوفناک سرحدوں کی تمہارے ذریعہ حفاظت کرتا ہوں محمد بن ابی بکر کو میں نے حاکم مصر بنایا تھا وہ نوجوان ہیں لڑائیوں کا تجربہ نہیں رکھتے ہیں اس لیئے تم آجاؤ تا کہ اس مسئلہ پر بھرپور نظر ڈالی جائے۔

یہ خط پاتے ہی جناب مالک اشتر حاضر خدمت ہوئے آپ نے ان سے مصر کے حالات بتائے اور ارشاد فرمایا کہ تمہارے علاوہ کوئی اور وہاں کے حالات کو درست نہیں کر سکتا ہے تمہاری سوجھ بوجھ کے سبب سے میں تم کو کوئی وصیت بھی نہیں کرتا ہوں دیکھو مالکِ اشتر سخت امور پیش آئیں تو خدا سے طالبِ امداد ہو سختی کے ساتھ ساتھ نرمی بھی ہو جہاں نرمی مناسب ہو وہاں نرمی کرنا لیکن جب بغیر سختی کے کام نہ چلے تو وہاں پورے طور سے سختی کرنا۔

حضرت علیؑ کی ہدایات کے بعد مالک اشتر مصر کیلئے روانہ ہوئے معاویہ کے جاسوسوں نے اس کی اطلاع اسے دی یہ امر اس کو بہت شاق گزرا اس لیے کہ وہ پہلے ہی سے مصر کا خواہاں تھا وہ سمجھ گیا کہ اگر مالکِ اشتر مصر پہنچ گئے تو وہ اس کے لیے محمد بن ابی بکر سے بھی زیادہ سخت ہوں گے۔ اس لیے اس نے اہل خراج میں سے ایک ایسے شخص کے پاس قاصد بھیجا جس پر اسے بڑا اعتماد تھا اور کہلا بھیجا کہ مالکِ اشتر مصر کے حاکم ہو کر جا رہے ہیں اگر تو ان کو ہلاک کر دے گا تو جب تک میں اور تم زندہ رہو گے خراج نہیں لوں گا اس لیے ان کے قتل کے لیے کوئی تدبیر کرو۔

مالکِ اشتر کوفے سے مصر روانہ ہوئے مقام قلزم پہنچے جہاں سے مصری

Presented by Ziaraat.Com

کشتیاں حجاز جایا کرتی ہیں معاویہ نے جس کو قتل جناب مالکِ اشتر کے لیے ہدایات کی تھیں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا میں خراج ادا کرتا ہوں میرا مکان یہیں ہے آپ میرے گھر چلیے وہاں آپ قیام کرکے آرام لیجئے (پھر سفر کیجئے گا) جناب مالکِ اشتر اس کے ساتھ گئے وہ شخص اشتر کے لیے کھانا لایا جب فارغ ہوئے تو شہد کا شربت پیش کیا جس میں زہر ملا ہوا تھا جناب مالکِ اشتر اس کے پینے کے بعد اسی مقام پر شہید ہو گئے۔

شرح نہج البلاغۃ میں اسی مقام پر شہادت مالکِ اشتر کے بارے میں ایک اور روایت تحریر ہے کہ معاویہ نے مکروفریب سے آلِ عمر میں سے ایک غلام کو اشتر کے پاس بھیجا تھا جو اس سفر میں ان کے ساتھ تھا یہ غلام مالک اشتر سے برابر حضرت علیؑ اور بنی ہاشم کے فضائل کا تذکرہ کیا کرتا تھا جس سے مالک اشتر اس سے مطمئن اور مانوس ہو گئے تھے ایک دن راستے میں مالک اشتر نے پینے کے لیے پانی مانگا اس غلام نے زہر ملا ہوا ستو ان کو پلا دیا جس سے ان کی موت واقع ہو گئی۔

اس تدبیر کے بعد معاویہ نے اہل شام سے کہنا شروع کیا کہ علی بن ابی طالبؑ نے مالکِ اشتر کو مصر کا حاکم بنایا ہے تم اس کی ہلاکت کی دعا کرو چنانچہ ہر نماز کے بعد بددعا ہونے لگی یہاں تک کہ وہ شخص آیا جس نے زہر دیا تھا اور شہادت مالک اشتر کی خبر دی معاویہ نے اسی وقت خطبہ پڑھا اور اور کہا کہ علی بن ابی طالب کے دو ہاتھ تھے ایک کو میں نے صفین میں کاٹ دیا وہ عمار یاسر تھے اور دوسرے کو میں نے آج کاٹا ہے وہ مالک اشتر تھے۔ (شرح نہج البلاغۃ جلد ۲، صفحہ: ۲۹)

شہادت اشتر پر حضرت امیر کا رنج و غم

ایسے وفادار جانباز مخلص اور سچے دوست کی موت کا جو اثر بھی حضرت پر نہ ہوتا کم تھا اسی لیے آپ نے مالک اشتر کی موت کی خبر سننے کے بعد ارشاد فرمایا خدا

Presented by Ziaraat.Com

مالک پر رحم کرے اس نے اپنا عہد پورا کر دیا۔ اپنی موت تمام کر دی۔ پروردگار عالم سے ملاقات کی اگر ہم نے وفات جناب رسول خدا صلی اللہ و آلہٖ وسلم کے بعد یہ عہد نہ کر لیا ہوتا کہ ہر مصیبت پر صبر کریں گے تو ہم اس مصیبت کو عظیم ترین مصیبت خیال کرتے۔

شیوخ قبیلہ نخع بیان کرتے ہیں کہ مالک کی شہادت کے بعد ہم لوگ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کو اس حالت میں پایا کہ رنج و غم سے آہ آہ اور افسوس کر رہے تھے اس کے بعد فرمایا کہ خدا مالک کا بھلا کرے مالک اشتر بھی کیا خوب انسان تھا۔ مالک اگر پہاڑ ہوتا تو بڑا اونچا ہوتا اگر پتھر ہوتا تو بہت سخت ہوتا بخدا اے مالک تیری موت نے ایک عالم کو رنج و غم میں مبتلا کیا ہے اور ایک عالم کو یقیناً خوش کر دیا ہے مالک کے مانند انسان پر رونے والوں کو رونا چاہیے اور آیا مالک کی طرح کوئی انسان موجود بھی ہے یہ تھی مالک کی شخصیت و عظمت و جلالت''۔ (اصحاب امیر المومنین کی قربانیاں حصہ سوئم صفحہ: ۵ تا ۳۸)

Presented by Ziaraat.Com

مالکِ اشتر

محمد اطہر زائرؔ سیتاپوری

روحِ صداقت صاحب جوہر ناز شجاعت شیر غضنفر
دستِ یمینِ حیدرِؑ صفدر مالکِ اشتر مالکِ اشتر
نصرتِ حق میں کڑیاں جھیلے فوج میں دھنسا وہ بھی اکیلے
خون کا دریا اور وہ شناور مالکِ اشتر مالکِ اشتر
معرکہ صفین کو دیکھو فرد، ورائے ذاتِ علیؑ جو
تیغ زنی کا یکتا محور مالکِ اشتر مالکِ اشتر
مردِ مجاہد، ہاتھ کا سچا مثلِ علیؑ، جھرمٹ کا لڑنا
عکسِ جہادِ فاتحِ خیبر مالکِ اشتر مالکِ اشتر
ذوقِ عمل ایمان بنا تھا جانِ وفا عرفان بنا تھا
ہمسرِ سلماں ہمسرِ بوذر مالکِ اشتر مالکِ اشتر
نرم دل و پاکیزہ طینت لیکن حق کے حسبِ ضرورت
غیظِ مجسّم قہر کا پیکر مالکِ اشتر مالکِ اشتر
بندۂ مومن، کاملِ ایماں حق پہ کئے قربان دل و جاں
کفر کی خاطر قاتلِ اکبر مالکِ اشتر مالکِ اشتر
نصرتِ ایماں زیست کا مقصد عارفِ حقِّ آلِ محمدؐ

Presented by Ziaraat.Com

نقش و نگارِ مرضیِ داور
مالکِ اشتر مالکِ اشتر
عِلم و عمل میں یکساں کامل
حکم جو اُس کا اس پر عامل
یعنی مجسّم الفتِ حیدرؑ
مالکِ اشتر مالکِ اشتر
مسلکِ حیدرؑ کا دلدادہ
لیکن ہم سب کا شہزادہ
رہروِ بینا مقصدِ رہبر
مالکِ اشتر مالکِ اشتر
محفلِ عرفاں کا صہبائی
خود بھی پی ہم کو بھی پلائی
ساقیِ بزمِ ساقیٔ کوثر
مالکِ اشتر مالکِ اشتر
پیشِ نظر درسِ قرآنی
دل میں بھرا ذوقِ ایمانی
حُسن کا پَرتو عشق کا جوہر
مالکِ اشتر مالکِ اشتر

مشکل کُشا کا دست و بازو

قاسم شبیر صاحب نقوی نصیر آبادی

مالکِ اشتر! صحابیٔ امیر المومنینؑ
سلطنت تیری، مودّت، ملکیت تیری یقیں
میرا پیرو مالکِ اشتر ہے، کہتے تھے علیؑ
راہِ حق میں جس طرح میں ہوں فداکارِ نبیؐ
فرض کا پابند تھا اور مردِ حق آگاہ تھا
منزلِ عرفاں میں اک روشن نشانِ راہ تھا
ہر تشدّد ہر ستم سے ہر جگہ ٹکرا گیا
بحرِ غم پر عشق کا طوفان بن کر چھا گیا
قوتِ ایماں اُٹھائے تھی ترا بارِ حیات
ہر نفس میں تجھ کو ملتی ہوگی خوشبوئے نجات
پھول تھے "حاجت روا" تو پھول کی بو بن گیا
مرحبا! مشکلکشا کا دست و بازو بن گیا

Presented by Ziaraat.Com

آ گہی تیری تھی روشن شمع اپنے وقت کی	جس میں ہر انسان پائے معرفت کی روشنی
یا علیؑ کہہ کر اُٹھاتا ہوگا جب تیغِ اصیل	ہاتھ تیرے چومتی ہوگی تری فتحِ جمیل
تو شرافت کا صداقت کا شریعت کا معین	تو رسالت کا امامت کا خلافت کا معین
تیرا استقلال تیرا جذبۂ مردانگی	دوسروں کو بخشتا تھا ہمّتِ منزل رسی
امتحانِ نفس تھا یا جنگ تھی صفین کی	ہر قدم پر جان سے کی ہے حفاظت دین کی
دے گیا تو کیا سبق اہلِ شجاعت کے لیے	تھی سندِ شیرِ خدا کی، تیری جرأت کے لئے
اک حصارِ سخت و ناہموار تیرے گرد تھا	ہر نفس پر پھر بھی بس نامِ علیؑ کا وِرد تھا

ہم گنہگاروں کو تیری خاکِ پا مِل جائے کاش
آج کی ظلمت میں حق کا راستہ مِل جائے کاش

سب میں ممتاز ہوا مالکِ اشتر کا شرف

سیّد محمد ضامن اثر جائسی

پہنچی معراج پہ یوں معرفتِ شاہِ نجف	سب میں ممتاز ہوا مالکِ اشتر کا شرف
گو سب اصحابِ علیؑ عارفِ کامل تھے مگر	ہے انھیں کے لئے مخصوص یہ قولِ حیدرؑ
جس طرح مَیں تھا محمدؐ کے لئے تا بہ حیات	میرے قدموں کو تھا خدمات میں جس حد کا ثبات
رابطہ مجھ سے ہے بس مالکِ اشتر کو وہی	ہر زماں دل میں وِلا، وردِ زباں نامِ علیؑ
یومِ اظہارِ خلافت کی جو نوبت آئی	سرفرازیٔ غلامی سے یہ عزت پائی
سب تھے لیکن نہ بنا کوئی سواری کا نقیب	یہ سعادت بھی ہوئی مالکِ اشتر کو نصیب
دی خبر اب درِ دولت سے چلے شاہِ انام	دونوں شہزادۂ کونین ہیں ہمراہِ امامؑ
یہ خبر سنتے ہی ہونے لگا ڈیوڑھی پہ ہجوم	ہر طرف بخِ بخ کی تھی اصحاب میں دھوم

Presented by Ziaraat.Com

جنگ میں کشتوں کی پائی جو مساوی تعداد — ہوا ارشاد کہ ہے علم علیؑ تم سے زیاد
تم نے تو ظاہری آثار سے کی تیغ زنی — کار فرمائی ہوئی باطن میں مگر تیغِ علیؑ
صلب میں جس کے تھی مومن کی سعادت پنہاں — نہ کیا اُس کو تہِ تیغ بہ علمِ یزداں
یہ بھی اک خاص شرف مالکِ اشتر کو ملا — ناصرِ حق ہوا اس شان سے اُن کا بیٹا
میر مختار کے لشکر کا ملا جبکہ علَم — کر دیا دشمنوں کو حملوں سے درہم برہم
اُس کی تلوار سے فی النار ہوا ابنِ زیاد — قلبِ مغموم ہوا سیّدِ سجّادؑ کا شاد
نہ ہوا آپ کے اصحاب میں کوئی ایسا — جس کی نصرت ہوئی ہو زخمِ جگر کا پھایا
واہ اے مالکِ اشتر کے پسر کیا کہنا — آج تک بجتا ہے اُس تیغ زنی کا ڈنکا
بے گماں لائقِ تحسیں ہیں وہ اصحابِ کرام — سب کا ممدوح ہے جس بزم کا قنبر سا غلام
جس میں ہیں بوذر و سلمان و حجر ابنِ عدی — ابی رافع کے پسر اور رشیدِ ہجری
میثم و سعد بن قیس کمیل ابنِ زیاد — جابر و حضرتِ عمّار و جنابِ مقدادؓ
بنِ صوحان ، ابوایوب و اویس قرنی — ابوالاسود، بنِ عباس و سُلیم و سندی
یہ وہ ہیں جو رہے ہر حال میں شیدائے امامؑ — ان کے اوصافِ حمیدہ میں نہیں جائے کلام
یہ امامت کے قمر کے تھے نجوم تاباں — ان کے انوار سے روشن رہی بزمِ ایماں
ان کے پرتَو میں مودّۃ کا تھا جلوہ ایسا — یہ امامت کے، امامت رہی ان کی شیدا
سب کے سب معرفتِ خاص تھے حق آگاہ — کر گئے حُسنِ عقیدت سے رفاقت کا نباہ
حق پرستی میں مصائب پہ مصائب جھیلے — راہِ حق سے نہ مگر ایک قدم بھی بہکے
ان کے ہر اسوۂ حسنہ کی تاسّی ہو اگر — قلبِ عارف میں نکھر آئے گا حق کا جوہر
اے اثرؔ مدحِ صحابہ کی ہے مسنون مگر — اہلیت ہی نہ ہو تو مدح سرائی کیونکر

Presented by Ziaraat.Com

جناب رشید ہجری

آپ بھی حضرت امیرالمومنینؑ کے اصحاب سے تھے اور حضرتؑ نے آپ کا نام رشید البلایا رکھا تھا۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آپ کو دشمنانِ دین حضرت علیؑ کی محبت کی وجہ سے سخت ترین ظلم و تشدد سے قتل کریں گے۔ آپ اس مصیبت میں صبر کا جوہر دکھائیں گے اور اپنے رشد کو محبت و ریاضت میں ظاہر کریں گے۔ حضرتؑ نے ان کو علمِ منایا و علمِ بلایا (لوگوں کی موتوں اور مصیبتوں کا علم) بھی تعلیم فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ کو یہ ملکہ ہو گیا تھا کہ جس شخص کے بارے میں چاہتے بتا دیتے کہ فلاں مقام میں اور فلاں روز تم مرو گے اور ویسا ہی ہوتا تھا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے ان کو مطلع کر دیا تھا کہ ابنِ زیاد ان پر دباؤ ڈالے گا کہ حضرتؑ سے تبرّا کریں اور جب وہ اس بے دینی کی حرکت سے انکار کریں گے تو وہ ان کے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ ڈالے گا۔ چنانچہ حضرت نے ان سے فرمایا اے رشید اس وقت تم کیسے اعلیٰ درجے کا صبر کرو گے جس وقت بنی اُمیہ کا حاکم ابنِ زیاد تم کو بلائے گا اور تمہارے دونوں ہاتھوں، دونوں پاؤں اور تمہاری زبان کاٹ ڈالے گا۔ رشید نے پوچھا کیوں حضرتؑ اس کے بعد تو میں بہشت ہی میں جاؤں گا؟ حضرت نے فرمایا تم دنیا میں بھی میرے ساتھ رہے اور آخرت میں بھی ضرور میرے ساتھ ہو گے۔ حضرتؑ کو یہ فرمائے ہوئے کچھ ہی مدت گزری تھی کہ

Presented by Ziaraat.Com

ابنِ زیاد نے رشید کو بلا بھیجا اور کہا علیؑ سے تبرّا کرو۔ انھوں نے اس سے انکار کیا۔ تب اُس نے پوچھا اچھا بتاؤ علیؑ نے تمہارے بارے میں کیا پیشین گوئی کی تھی کہ تم کس طرح مرو گے۔ انھوں نے جواب دیا میرے آقا و مولا حضرت امیر المومنینؑ نے مجھے خبر دی تھی کہ تو مجھے بلا کر حضرتؑ سے تبرّا کرنے کو کہے گا مگر میں ایسا نہیں کروں گا تو مجھے آگے بلا کر میرے ہاتھوں، پاؤں اور زبان کو کاٹ ڈالے گا۔ ابنِ زیاد نے کہا خدا کی قسم میں علیؑ کی بات کو جھٹلا دوں گا (یعنی زبان نہیں کاٹوں گا) غرض اس کے حکم سے لوگوں نے ان کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر زبان چھوڑ دی اور ان کو وہاں سے نکال دیا۔ جب آپ قصر سے باہر نکل آئے تو لوگ آپ کے پاس جمع ہونے لگے۔ اس وقت آپ نے ان لوگوں سے کہا کہ میرے پاس کچھ کاغذ اور قلم دوات لاؤ میں تمہارے لیے کُل وہ باتیں لکھ دوں جو قیامت تک ہونے والی ہیں۔ غرض رشید ہجری نے واقعات لکھوانے اور حضرت امیر المومنینؑ کے فضائل و مناقب بیان کرنا شروع کیے۔ جب ابنِ زیاد کو معلوم ہوا کہ رشید ہجری اب اطمینان سے حضرت علیؑ کی خوبیاں بیان کر کے لوگوں کو ان کی طرف جذب کرنے لگے تو اس نے حجام کو بھیجا کہ جا کر ان کی زبان کاٹ دے۔ اس طرح حضرت امیر المومنینؑ نے جو جو فرمایا تھا بالکل ویسا ہی ہوا۔

جنابِ رشید ہُجری کی معرفت اور ایمانِ علی اللہ والرّسول والائمہ کی یہ حالت تھی کہ ایک مرتبہ حضرت اپنے اصحاب کے ساتھ برنی باغ کی طرف تشریف لے گئے اور کھجور کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر فرمایا کہ اس کو جھاڑ کر اس کی کھجوریں چنو۔ چنانچہ اس سے کھجوریں گرائی اور حضرتؑ کے پاس لائی گئیں۔ حضرتؑ نے وہ سب ان لوگوں کے سامنے رکھ دیں۔ رشید ہُجری نے کہا یا حضرتؑ یہ کیسی اچھی کھجوریں ہیں۔ اس وقت حضرتؑ نے فرمایا اے رشید تم اسی درخت کی شاخ پر

Presented by Ziaraat.Com

سولی دیئے جاؤ گے۔ رشید کو اس درخت سے محبت ہو گئی۔ وہ بیان کرتے تھے کہ میں اس وقت سے برابر اس درخت کے پاس آیا کرتا اور صبح و شام اس کو سینچتا رہتا۔ اس کے کچھ دنوں بعد حضرت امیر المومنینؑ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد میں ایک روز اس درخت کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ اس کی شاخیں کاٹ دی گئی ہیں۔ تب میں نے کہا اب میرے انتقال کا وقت قریب ہو گیا۔ پھر ایک روز میں آیا تو ابنِ زیاد کا پیادہ میرے پاس پہنچا اور کہا امیر تم کو بلاتے ہیں فوراً چلو میں وہاں گیا جب قصر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ اس درخت کی وہ لکڑی لٹک رہی ہے۔ پھر دوسرے دن بھی میں آیا تو دیکھا کہ اس کا دوسرا نصف حصہ کنویں کا زرنوق بنا دیا گیا ہے جس پر لوگ پانی کھینچتے تھے۔ یہ دیکھ کہ میں نے کہا میرے آقا اور مولا کی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد پھر وہی پیادہ میرے پاس آیا اور کہا چلو امیر تم کو بلاتے ہیں۔ میں گیا اور جب قصر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ لکڑی لٹک رہی ہے اور اس میں وہ زرنوق بھی لگا ہوا ہے، میں اس کے پاس گیا اور زرنوق کو اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگا کر کہا کہ میں تیرے ہی لیے غذا پاتا ہوں اور تو میرے ہی لیے پیدا ہوئی ہے پھر میں ابنِ زیاد کے پاس پہنچایا گیا تو اس نے کہا اپنے امام (حضرت علیؑ) کی جھوٹی خبریں مجھ سے بیان کرو۔ میں نے کہا خدا کی قسم نہ میں جھوٹا ہوں نہ میرے آقا و مولا ایسے تھے۔ حضرتؑ نے مجھے خبر دی تھی کہ تو میرے دونوں ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ دے گا۔ ابنِ زیاد نے کہا دیکھو خدا کی قسم میں ان کی بات جھوٹی کر دیتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے لوگوں کو حکم دیا اور میرے دونوں ہاتھ، پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ لوگوں نے جناب رشید ہُجری کو وہاں سے باہر کر دیا۔ جب ان کی بیٹی اور دوسرے اعزّہ ان کو اٹھا کر مکان پر لے گئے تو وہ لوگوں سے عجیب و غریب باتیں بیان کرنے لگے (جو حضرت امیر المومنینؑ سے

Presented by Ziaraat.Com

سنی تھیں)۔ وہ ان سب سے یہ بھی کہتے تھے کہ اے لوگو جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے جلد پوچھ لو کہ ابھی یہ لوگ مجھ پر ایک اور ظلم کریں گے اُس وقت تم کو مجھ سے کچھ پوچھنے کا موقع نہیں ملے گا۔ یہ حالات دیکھ کر ایک شخص ابنِ زیاد کے پاس گیا اور کہا اے امیر آپ نے کیا کیا؟ رشید ہُجری کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور زبان چھوڑ دی!!! اسی زبان سے وہ لوگوں کے دلوں کو کھینچ رہے ہیں۔ ابنِ زیاد نے کہا اچھا انھیں میرے پاس واپس لاؤ۔ جب آئے تو حکم دیا کہ ان کے ہاتھ، پاؤں کے علاوہ اب زبان بھی کاٹ دی جائے۔ چنانچہ زبان کاٹ دی گئی اور پھر وہ سُولی دے دیئے گئے (رجال کشی صفحہ ۵۲) اس طرح حضرت امیر المومنینؑ کی پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ہوئی۔

رشید ہُجری کے حالاتِ زندگی:

جناب رشید امیر المومنین علیہ السلام کے مخصوص اصحاب میں شامل تھے حضرت کے بڑے محبوب زبردست مخلص اور فدائی تھے جناب رشید نفس پاکیزہ وسیرت پسندیدہ رکھتے تھے خود امیر المومنین علیہ السلام ان کو رشید البلایا کہا کرتے تھے بات یہ تھی کہ ان کے صفائے باطن ونفس پاکیزہ کے سبب سے حضرت نے ان کو علم البلایا والمنایا کی تعلیم دی تھی، یعنی حضرت کی تعلیم کی برکت سے یہ باخبر تھے کہ کس پر کیا مصیبت آنے والی ہے کس کی موت کب واقع ہوگی۔

ان کا یہ علم ایسا تھا کہ آئمہ معصومین علیہم السلام جب غیب کی خبر دیتے تھے اور اصحاب میں سے کسی کو اس میں شک وشبہ ہوتا تھا تو ان کے غیب دانی کو بطور ثبوت وشاہد پیش کرتے تھے چنانچہ اس طرح دو روایتیں علامہ مجلسی نے بحار الانوار جلد ۹، صفحہ: ۱۴۰، پر تحریر کی ہیں جن میں سے ایک روایت میں ہے کہ ''عبد صالح

Presented by Ziaraat.Com

ابوالحسن (امام رضا علیہ السلام) ایک شخص کو اس کے موت کی خبر دے رہے تھے تو میں نے (راوی) اپنے دل میں کہا کہ کیا حضرت یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کے شیعوں میں سے کوئی شخص کب مرے گا۔ جیسے ہی میرے دل میں خیال پیدا ہوا حضرت نے مجھ سے غصّے کے لب و لہجے میں فرمایا اے اسحاق رشید ہجری تو علم المنایا والبلایا کو جانتے تھے پھر امام تو بدرجہ اولیٰ ان چیزوں کو جانے گا۔

جناب رشید بڑے عابد و زاہد و متقی و پرہیز گار تھے ایک دن ان کی کثرتِ عبادت کو دیکھ کر ان کی بیٹی قنوا نے کہا بابا آپ تو عبادت میں بڑی محنت و مشقت کرتے ہیں فرمانے لگے بیٹی میرے بعد ایک قوم آئے گی جس قوم کے لوگ اپنے دینی سمجھ بوجھ کے اعتبار سے اگلے لوگوں کی بہتر سے بہتر عبادتوں سے اشرف و افضل ہوں گے۔ (بحار الانوار جلد ۹، صفحہ: ۱۴۳۷)

بیٹی سے جناب رشید کی یہ گفتگو زمانۂ غیبت کے مخلص شیعوں کے فضل و شرف کو ظاہر کر رہی ہے اس لیے زمانۂ رشید میں تو امام ظاہر بظاہر موجود تھے جناب رشید نے امیر المومنین علی بن ابی طالب کی زیارت بھی کی تھی آپ سے علوم وفنون کو حاصل بھی کیا تھا آپ کے معجزات بھی دیکھے ہوں گے۔ اس لیے ان کا مذہب کی سچائی پر یہ یقین کہ ہاتھ پیر کٹوا دیئے ہیں زبان گدی سے کھنچوا دی اور مذہبِ حق پر باقی رہے اخلاص سے عبادت خالق اکبر کرتے رہے لیکن زمانۂ غیبت کے شیعہ باوجودیکہ امام علیہ السلام کی خدمت میں نہ پہنچیں گے ان کے معجزات کا مشاہدہ نہ کریں گے لیکن ان کو اپنے مذہب پر ایسا یقین ہوگا کہ اپنے مذہب پر ثابت قدم رہیں گے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام کی امامت کا سچا یقین رکھیں گے احکام خدا اور رسولؐ و آئمہ کے پابند رہیں گے اس لیے ان کی یہ دینی سمجھ بوجھ عبادت گزار افراد کی بہتر سے بہتر عبادت سے افضل و بہتر ہوگی۔

Presented by Ziaraat.Com

جب انسان اپنے خالق کا ہو جاتا ہے اور ہر چیز میں مرضیٔ باری کو مقدم کرتا ہے۔ ہر امر میں اسی کا مطیع فرمانبردار رہتا ہے اور کثرت عبادت انتہائے زہدو ورع وتقویٰ سے نفس میں جلا اور باطن میں پاکیزگی پیدا کر لیتا ہے تو پھر اس سے ایسے ایسے کرامات ظاہر ہوتے ہیں جنھیں دیکھ کر عقل حیران وششدر رہ جاتی ہے ہر انسان اس کا تحمل نہیں کر سکتا ہے۔

بدقسمتی سے ہم ایک ایسے زمانے میں ہیں جب انبیاء مرسلین وآئمہ کے معجزات کو سن کر بعض روشن خیال اور مغرب زدہ افراد چیں بہ جبیں ہو جاتے ہیں پھر اگر ان کے سامنے خاصانِ خدا اور بزرگانِ دین میں سے کسی کی کرامت بیان کی جائے خدا جانے ان کی کیا حالت ہو گی۔ تعجب نہیں ہے کہ وہ اسے سُن کر آپے سے باہر ہو جائیں لیکن دنیا میں شاید ہی کوئی قوم ایسی ہو جو اس کی قائل نہ ہو کہ دنیا میں ایسے افراد گزرے ہیں جن سے ایسے افعال سرزد ہوئے ہیں جن کو عام طور سے لوگ نہیں کر سکتے ہیں۔ ہر قوم وملت اپنے بزرگانِ قوم ملت کے لیے اس کی قائل ہے۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم تو انبیاء ومرسلین کے علاوہ جب اولیا اللہ کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کی زندگی کرامات سے لبریز نظر آتی ہے اور بکثرت ایسے واقعات ملتے ہیں جو خلاف عادت ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو قائل ہونا پڑتا ہے کہ وہ با کرامت تھے۔

خود قرآن مجید نے متعدد مقامات پر ایسے افراد کی کرامتوں کو ذکر کیا ہے جو نبی نہیں تھے ان میں کچھ مرد ہیں کچھ عورتیں ہیں۔

مردوں میں سے آصف بن برخیا ہیں جن کا ذکر قرآن ان الفاظ میں کرتا ہے۔

قَالَ يَآاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ (جناب سلیمان نے) کہا اے لوگو تم میں سے کون شخص

Presented by Ziaraat.Com

یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ (بلقیس) کے تخت کو ان کے مسلمان مُسْلِمِیْنَ

قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ ہو کر آنے سے پہلے میرے پاس لائے گا اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ ایک عفریت جن نے کہاں کہ میں آپ کے مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ اس کی جگہ سے کھڑے ہونے سے پہلے لے آؤں گا اور میں اس کی طاقت رکھتا

ہوں اور امین ہوں

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا اس الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ نے عرض کیا کہ میں تخت بلقیس آپ کے یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔

(سورۂ نمل، آیت، ۳۸، ۳۹، ۴۰)

آصف بن برخیا کا یہ واقعہ جسے قرآن مجید نے نقل کیا ہے اُن کے ایسے باکرامت ہونے کی خبر دے رہا ہے کہ چشم زدن میں ملکِ صبا سے جناب سلیمان کے پائے تخت تک بلقیس کا تخت لے آئے جب جناب سلیمان کے اصحاب ایسے باکرامت ہو سکتے ہیں تو کیا اصحاب امیر المومنینؑ باکرامت نہیں ہو سکتے۔

اگر یہ کہا جائے کہ جناب آصف کے لیے اقوال ہیں کہ وہ جناب سلیمان کے وصی تھے اور وصی نبی کا صاحب اعجاز کرامت ہونا تعجب خیز نہیں اس لیے ان پر غیر وصی نبی کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اگر ہم اسے تسلیم بھی کر لیں تو بھی قرآن نے اور بہت سے افراد کا تذکرہ کیا ہے جو نہ نبی تھے نہ وصیٔ نبی تھے لیکن صاحب کرامت تھے جیسے اصحابِ کہف یہ محقق ہے کہ یہ افراد پہلے کافر تھے پھر ایمان لائے اور بعدِ ایمان ایسے باکرامت

Presented by Ziaraat.Com

کہ حسب تصریح قرآن تک موجود ہیں زندہ ہیں غذا کھاتے ہیں کروٹیں بدلتے ہیں اس واقعہ کو قرآن یوں بیان کرتا ہے۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا(۹) اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا(۱۰) فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا(۱۱) ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا (سورہ کہف ۹ تا ۱۲)

کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ اصحاب کہف ورقیم ہماری نشانیوں میں سے عجیب نشانی تھے۔ جب کچھ جوان ایک غار میں آپہنچے اور دعا کی پالنے والے ہم کو اپنی بارگاہ سے رحمت عطا کر اور ہم کو ہمارے امر میں ہدایت عطا کر تب ہم نے ان کے کانوں پر کئی سال تک پردے ڈال دیئے پھر ہم نے ان کو بیدار کر کے بھیجا تا کہ یہ معلوم کریں کہ دو گروہوں میں سے کس کو غار میں ٹھہرنے کی مدت یاد ہے۔

یہ واقعہ ہم کو چند چیزیں بتا رہا ہے۔

اصحاب کہف با کرامت ہیں

اصحاب کہف زندہ ہیں

اصحاب کہف دنیا میں موجود ہیں بیدار ہوئے۔ پھر سو گئے۔

اصحابِ کہف دنیا میں موجود ہیں غار میں سو رہے ہیں دنیا کو اب تک نہ وہ نظر آئے نہ وہ غار ہی دکھائی دیا۔ حیرت یہ ہے کہ جس زمانے میں غار میں آکر وہ پوشیدہ ہوئے تھے اس زمانے کے لوگوں کو نہ وہ نظر آئے نہ غار نظر آیا۔ پس اگر اصحابِ حضرت علیؑ میں یہ کرامتیں پائی جائیں تو کیا محلِ حیرت واستعجاب ہے۔

عورتوں میں والدہ جناب موسیٰؑ والدہ جناب عیسیٰؑ با کرامت معظمہ تھیں قرآنی

Presented by Ziaraat.Com

آیات اس کا بھی تذکرہ کر چکی ہیں۔

ان تذکروں کے بعد ایک مسلمان تو انکار کر ہی نہیں سکتا ہے کہ دنیا میں کچھ افراد ہو سکتے ہیں جن سے ایسے افعال سرزد ہوں جو عام طور سے طاقت بشری سے خارج ہوں۔

قرآن مجید اور احادیث سے قطع نظر کر کے اگر خالص عقلی اعتبار سے نظر ڈالی جائے تو بھی یہ ممکن ہے محال و ناممکن نہیں ہے خود معجزات کا تعلق بھی انھیں چیزوں سے ہے جو محالِ عقلی نہ ہو ہاں عادۃً اس طرح کی بات نہ ہوتی ہو۔ اس لیے عقل اس کو ناممکن سمجھتی ہے کہ ایک شخص کسی مجمع کی طرف گزرے وہ لوگ اسے دیکھ سکیں یا کسی ایسے شخص کے پاس آئے جو اس کو دشمن رکھتا ہو اور وہ اسے نہ پہچانے اور نہ سمجھ سکے کہ یہ وہی شخص ہے جو فلاں جرم میں مطلوب ہے بلکہ اسے اپنا دوست خیال کرے جب عقلی اعتبار سے یہ محال نہیں اور اس طرح کے مسائل میں داخل نہیں ہے کہ بیک وقت ایک ہی اعتبار سے ایک ایک بھی ہو اور دو بھی۔ تو پھر اگر کسی خدا رسیدہ شخصیت سے اس طرح کے افعال سرزد ہوئے ہوں تو کیا خرابی لازم آتی ہے۔

اس تمہید کے بعد اب عظمت جنابِ رشید کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے کمالات روحانی و نفسانی کو دیکھیے۔ علامہ مجلسی بحار الانوار جلد ۹ صفحہ: ۱۸۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

''جب محبتِ حضرت علیؑ کے جرم میں زیاد نے جناب رشید کی گرفتاری کا حکم دے دیا اور وہ روپوش ہو گئے تو ایک دن ابوارا کہ (جو کوفے کے ایک رئیس تھے) کے گھر آئے ابوارا کہ اس وقت اپنے مصاحبین کے ساتھ اپنے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے ابوارا کہ نے جب یہ دیکھا کہ رشید میرے گھر میں چلے گئے ہیں

Presented by Ziaraat.Com

تو بہت گھبرائے خوف زدہ رشید کے پاس آئے کہنے لگے تم نے مجھے بھی قتل کیا اور میرے بچوں کو یتیم بھی کر دیا اور ہلاک بھی کر دیا رشید نے کہا کیا بات ہے تم کیوں گھبرا رہے ہو۔ ابوارا کہ نے کہا کہ تم کو زیاد گرفتار کرنا چاہتا ہے تم بھرے مجمع میں لوگوں کے سامنے میرے یہاں آ گئے سب نے تم کو یہاں آتے دیکھ لیا زیاد کو خبر ہو گئی تو وہ نہ مجھے زندہ رہنے دے گا نہ میرے بچوں کو رشید نے کہا گھبراؤ نہیں مجھ کو تمہارے یہاں آتے ہوئے کسی نے بھی نہیں دیکھا ہے۔ ابوارا کہ نے کہا کیا تم جادو بھی کرنے لگے (ابھی ابھی سب کے سامنے آئے ہو انھوں نے ضرور دیکھا ہوگا) رشید نے کہا نہیں تم مطمئن رہو مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔ ابوارا کہ نے رشید کے ہاتھ پیر باندھے اور ایک کوٹھری میں بند کر دیا اور اپنے اصحاب کے پاس آئے کہنے لگے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بزرگ اس وقت میرے گھر میں گئے ہیں سب نے کہا یہ غلط ہے ہم تو یہاں بیٹھے ہوے ہیں ہماری موجودگی میں تمہارے یہاں کوئی شخص نہیں گیا ہے ابوارا کہ نے کئی مرتبہ یہ بات کہی ان کے اصحاب اس سے انکار کرتے رہے۔ لیکن ابوارا کہ کو اطمینان نہ ہوا دل میں کہنے لگے ممکن ہے ان لوگوں نے رشید کو میرے گھر آتے ہوئے دیکھا ہو مگر مجھ سے چھپا رہے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی شخص اس کی اطلاع ابن زیاد کو دیدے یہ اسی شش و پنج میں گھبرائے ہوئے زیاد کے پاس آئے تا کہ یہ معلوم کریں کہ اسے رشید کو میرے گھر آنے کی اطلاع تو نہیں ہوئی ہے اگر اسے اطلاع دے دی گئی ہے تو میں خود اس سے کہہ دوں گا کہ رشید میرے گھر میں موجود ہیں۔ ابوارا کہ زیاد کے پاس آئے ان سے اور زیاد سے دوستی بھی تھی اس سے بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ دیکھا انھیں کے خچر پر سوار ہو کر رشید زیاد کے پاس آئے ابوارا کہ کے حواس جاتے رہے چہرے کا رنگ اتر گیا اور یہ یقین کر لیا کہ میں قتل کر دیا جاؤں

Presented by Ziaraat.Com

گا۔ رشید خچر سے اتر کر زیاد کے پاس آئے اسے سلام کیا زیاد نے ان کی تعظیم کی گلے سے لگایا بوسا لیا پوچھنا شروع کیا کیسے آئے ہو راستے میں کوئی زحمت تو نہیں ہوئی تمہارے بچے کیسے ہیں محبت سے داڑھی میں ہاتھ دیا۔ رشید تھوڑے دیر ٹھہرے اور چلے گئے۔ ابوارا کہ نے زیاد سے دریافت کیا اے امیر یہ کون سے بزرگ تھے زیاد نے کہا یہ تو برادرانِ شام میں سے ایک شخص تھے مجھ سے مل کر واپس چلے گئے۔ ابوارا کہ یہ سب دیکھ کر جب گھر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رشید اسی طرح گھر میں موجود ہیں جس طرح چھوڑ کر گئے تھے۔ اس وقت ابوارا کہ نے رشید سے معذرت کی اور کہنے لگے جب تمہارے پاس ایسا علم موجود ہے تو تمہارا جو جی چاہے کرو اور جب تمہارا دل چاہے میرے یہاں آؤ۔

اس پُر آشوب دور میں جب دشمنیٔ اہل بیتؑ طاہرین کی آگ بھڑک رہی ہو۔ ان کے فضائل مٹائے جا رہے ہوں کمالات پر پردے ڈالے جا رہے ہوں جھوٹی حدیثیں بنائی جا رہی ہوں حضرت علیؑ پر علی الاعلان سب و شتم ہو رہا ہو اس طرح کی با کرامت شخصیتوں کی ضرورت تھی تا کہ اربابِ ایمان کے عقائد میں پختگی اہلِ بیت کی محبت میں اضافہ اور ائمہ کی صحیح معرفت حاصل ہو جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ رشید اور ان کے مانند اصحاب کی سیرت پڑھ کر ہماری سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت علیؑ اور ان کی ذرّیتِ طاہرہ کے کمالات کیا تھے۔

ان کی شہادت کے سلسلے میں روایتیں مختلف ہیں علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد ا، صفحہ: ۲۱۱ اور علامہ مجلسی نے بحار جلد ۹، صفحہ: ۱۴، پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ زیاد ابنِ ابیہ نے ان کے ہاتھ پیر اور زبان کٹوائی اور سولی پر چڑھا دیا لیکن علامہ مجلسی نے اس سے قبل صفحہ: ۲۱۳ پر ان کا قاتل زیاد کے بیٹے عبداللہ بن زیاد کو تحریر کیا ہے اس کی تائید بحار جلد ۱۰، کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے

Presented by Ziaraat.Com

جس میں حبیب اور میثم کی بازار کوفہ میں ملاقات و گفتگو اور ایک دوسرے کے قتل کا ذکر ان کے جانے کے بعد وہاں رشید کا آنا اور انھیں دریافت کرنا کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رشید واقعۂ کربلا سے قبل تک زندہ تھے اس لیے ان کا قاتل عبیداللہ بن زیاد تھا۔

جناب رشید کی بیٹی امتہ اللہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ سے میرے حبیب امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ رشید جب تم کو بنی اُمیہ کا زنا زادہ بلا کر ہاتھ پیر زبان کاٹے گا تو تمہارے صبر کی کیا کیفیت ہوگی رشید نے عرض کی اے امیر المومنین کیا اس کا آخر نتیجہ جنت ہوگا حضرت نے فرمایا ہاں تم دنیا اور آخرت میں میرے ساتھ رہوگے خدا کی قسم اس گفتگو کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ عبیداللہ بن زیاد نے بلوایا اور کہا کہ امیر المومنینؑ سے اظہارِ بیزاری کرو میرے والد نے اس سے انکار کر دیا اس نے کہا اچھا یہ بتاؤ تمہارے آقا نے کس طرح تمہاری موت واقع ہونے کی خبر دی ہے بابا نے کہا کہ میرے حبیب صلوٰۃ اللہ علیہ نے خبر دی ہے کہ تو مجھ کو حضرت سے اظہار برائت کے لیے کہے گا میں اس سے انکار کروں گا تو تو میرے ہاتھ پیر اور زبان کاٹے گا ابن زیاد نے کہا میں آج ضرور تمہارے آقا کی تکذیب (معاذ اللہ) کروں گا اس کے بعد حکم دیا۔ کہ رشید کے ہاتھ اور پیر کاٹ دو اور زبان چھوڑ دو چنانچہ دونوں ہاتھ دونوں پیر کاٹ دیے گئے زبان رہنے دی گئی (اور دارالامارہ کے باہر ڈال دیا گیا) لوگ اٹھا کر ہمارے گھر لائے میں نے عرض کیا بابا آپ کچھ ہاتھ پیر کٹنے سے درد محسوس کر رہے ہیں بابا نے کہا اے بیٹی خدا کی قسم کوئی تکلیف نہیں محسوس ہو رہی ہے اس طرح کی اذیت ہے جیسے کہ آدمیوں کے مجمع میں سے گزرا ہوں۔

Presented by Ziaraat.Com

پڑوس کے لوگ اور جان پہچان والے افراد آئے اور اظہار رنج وغم شروع کیا بابا نے ان سے کہا (اس سے کیا فائدہ) کاغذ ودوات لادو تاکہ امیر المومنینؑ نے مجھے جو آئندہ کی باتیں بتائی ہیں انھیں لکھوادوں لوگ کاغذ ودوات لے کر آئے اور میرے باپ نے امیر المومنین علیہ السلام کی طرف نسبت دے کر غیب کی باتیں لکھوانا شروع کیں اس کی خبر ابن زیاد کو ہوئی اس نے حجام کو بھیجا کہ زبان کاٹ دے حجام نے زبان کاٹ دی اسی شب ان کا انتقال ہوگیا۔ (بحار الانوار، صفحہ: ۱۳۷)

ایک روایت میں ہے کہ جب حجام زبان کاٹنے کے لیے آیا تو انھوں نے کہا ذرا دیر ٹھہر جا میں ایک بات کہہ لوں۔ حجام رک گیا جناب رشید نے کہا دیکھو میرے مولا نے جو کچھ کہا تھا اس کی تصدیق ہوگئی۔

ہماری جانیں ان شہیدوں پر فدا ہو جائیں کیا ثابت قدم تھا کیا یقین تھا محبت میں کیسے کامل تھے۔ حضرت علیؑ ان کو رشید المبتلی (گرفتار بلا رشید) کہتے تھے یہ لوگوں سے ملتے تھے تو کہہ دیتے تھے اے شخص تیری موت اس طرح واقع ہوگی اے فلاں تو اس طرح قتل کیا جائے گا رشید جیسا کہہ دیتے تھے ویسا ہی ہوتا تھا اور اس میں سرمو فرق نہیں ہوتا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

جنابِ میثم تمّار

آپ بھی حضرت امیر المومنینؑ کے بہترین اصحاب سے تھے، وطن کوفہ تھا۔ آپ وہاں کے ایک بڑے جتھے والے خاندان سے تھے جس کو وہاں بیت التمارین (کھجوروں والے خاندان) کہتے تھے اور سب کے سب شیعہ حضرت علیؑ تھے۔ جنابِ میثم بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ نے مجھے بلایا اور فرمایا ''کیوں میثم اُس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب بنی امیہ کا حاکم ابنِ زیاد تمہیں طلب کرکے کہے گا کہ مجھ سے تبرّا کرو''۔ میں نے عرض کی ''اے امیر المومنینؑ خدا کی قسم میں حضور سے تبرّا نہیں کروں گا''۔ حضرتؑ نے فرمایا ''تب وہ تم کو قتل کرکے سولی دے دے گا''۔ میں نے عرض کی ''کیا مضائقہ ہے میں صبر کروں گا کہ خدا کی راہ میں یہ معمولی بات ہے حضرتؑ نے فرمایا ''اے میثم اگر تم صبر کرو گے تو بروزِ قیامت میرے ساتھ میرے ہی درجے میں رہو گے''۔ اس کے بعد میثم اپنی قوم کے چودھری کی طرف سے گزرتے اور اس سے کہتے ''اے بھائی میرے پیشِ نظر وہ زمانہ ہے جب تم کو بنی اُمیہ کا حاکم ابنِ زیاد بلا کر میری گرفتاری کو بھیجے گا اور چند روز تک تم مجھے طلب کرتے رہو گے۔ پھر جب میں آؤں گا تو مجھے تم اُس کے پاس پہنچا دو گے جس کے بعد وہ مجھے عمرو بن حریث کے دروازے پر قتل کردے گا۔ جب چوتھا دن ہوگا تو میری ناک

Presented by Ziaraat.Com

کے دونوں نتھنوں سے تازہ خون جاری ہوگا'' اور عمرو بن حریث کے مکان سے متصل کھجور کا ایک درخت تھا۔ جنابِ میثم اکثر اُس درخت کے پاس سے گزرتے اور اپنے ہاتھ سے اس کو تھپک کر کہتے ''اے درخت تو اسی لیے غذا پا رہا ہے کہ میں تجھ پر سولی دیا جاؤں اور میں اسی لیے غذا پا رہا ہوں کہ تجھ پر سولی پاؤں''۔ آپ عمرو بن حریث کے پاس سے بھی گزرتے اور اس سے کہتے ''اے عمرو جب میں تمہارے پڑوس میں آؤں گا تو میرے ساتھ اچھے پڑوسی کا برتاؤ کرنا''۔ عمرو بن حریث اس کا اصلی مطلب نہیں سمجھتا اور خیال کرتا کہ معلوم ہوتا ہے میثم اس محلّے میں کوئی مکان خرید کر رہنا چاہتے ہیں۔ اس وجہ سے اُن کو جواب دیتا سبحان اللہ تم اس محلّے میں آؤ گے تو مجھے کیسی خوشی ہوگی۔ اس کے بعد میثم حج کرنے کے لیے مکۂ معظّمہ روانہ ہو گئے۔ ان کے جانے پر ابن زیاد نے ان کے محلہ کے اسی چودھری کو بلا کر کہا میثم کو گرفتار کر لاؤ۔ اُس نے بیان کیا وہ تو مکۂ معظّمہ گئے ہوئے ہیں۔ ابنِ زیاد نے کہا ''یہ سب میں نہیں جانتا اگر تم ان کو نہیں لاؤ گے تو میں تم کو قتل کر دوں گا''۔ چودھری نے اس کام کے لیے کچھ مہلت طلب کی۔ ابنِ زیاد نے مہلت دے دی جس کے بعد وہ چودھری میثم کے انتظار میں شہر قادسیہ کی طرف چلا گیا میثم مکّے سے واپس آ کر دربارِ ابنِ زیاد میں پہنچے تو اس نے پوچھا ''تم ہی میثم ہو''۔ انھوں نے کہا ''ہاں میں ہی میثم ہوں''۔ اس نے کہا ابوتراب سے تبرّا کرو۔ انھوں نے کہا ''میں ابوتراب کو کیا جانوں؟ کہا علی ابنِ ابی طالب سے تبرّا کرو''۔ آپ نے جواب دیا اگر نہ کروں تو کیا ہوگا؟ کہا خدا کی قسم میں تم کو ضرور قتل کر دوں گا''۔ آپ نے جواب دیا۔ میرے آقا و مولا تو مجھے پہلے سے خبر دیتے تھے کہ تو مجھے قتل کرے گا اور عمرو بن حریث کے دروازے پر سولی بھی دے گا اور جب چوتھا دن آئے گا تو میری ناک کے دونوں نتھنوں سے تازہ خون جاری ہو جائے

Presented by Ziaraat.Com

گا۔ غرض ابنِ زیاد کے حکم سے آپ سولی پر چڑھا دیئے گئے۔ آپ نے اسی طرح سولی پر چڑھے ہوئے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ جو کچھ تمہیں پوچھنا ہو مجھ سے میرے قتل ہونے سے پہلے پوچھ لو کہ خدا کی قسم قیامت تک جتنی باتیں ہونے والی ہیں وہ سب میں تم کو بتا سکتا ہوں اور ''جو کچھ فتنہ وفساد ہوں گے ان سب کی خبر بھی دے دوں گا''۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا اور آپ ابھی ان کو ایک ہی بات بتانے پائے تھے کہ ابنِ زیاد کا آدمی آیا اور ایک لگام آپ کے منہ میں لگا دی۔ آپ ہی وہ بزرگ ہیں جن کے منہ میں اُس وقت لگام لگائی گئی جب آپ سولی پر تھے۔ چنانچہ اس لگام کی وجہ سے آپ کی زبان رُک گئی اور پھر کوئی بات آپ نہ بیان کر سکے۔

حضرت امام علی رضاؑ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میثم حضرت امیر المومنینؑ کے دولت خانے پر حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ حضرت سوتے ہیں۔ انھوں نے حضرتؑ کو بیدار کیا اور عرض کی حضور کی داڑھی حضور کے سر کے خون سے سرخ کی جائیگی؟ حضرتؑ نے فرمایا سچ کہتے ہو اور تمہارے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں اور زبان بھی کاٹ دی جائے گی اور کھجور کا وہ درخت بھی کاٹا جائے گا جو کناسیہ میں ہے۔ اس کے چار ٹکڑے کیئے جائیں گے۔ ایک ٹکڑے پر تم کو سولی دی جائے گی، دوسرے پر حجر بن عدی کو، تیسرے پر محمد بن اکثم کو اور چوتھے پر خالد بن مسعود کو۔ میثم کہتے تھے کہ حضرتؑ کی ان باتوں پر مجھے شک ہوا اور میں نے دل میں کہا کہ حضرتؑ ہم لوگوں سے غیب کی خبریں بیان کر رہے ہیں اور حضرتؑ سے عرض کی حضور! کیا واقعاً یہ باتیں ہونے والی ہیں؟ حضرت نے فرمایا ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہوگا کیونکہ حضرت رسول خدا صلعم مجھے اسی طرح خبر دے گئے ہیں۔ میں نے عرض کی مجھے یہ سزا کس جرم میں دی جائے گی؟ حضرتؑ نے فرمایا ''اس

Presented by Ziaraat.Com

لیے کہ ابنِ زیاد تمہیں گرفتار کرے گا (اور مجھ سے تبرّا کرنے کو کہے گا۔ تم نہیں کرو گے'') میثم یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضرتؑ جبانہ کی طرف تشریف لے جانے لگے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ وہاں سے حضرت محلہ کناسہ کے اسی کھجور کے درخت کے پاس سے گزرے تو مجھ سے فرمانے لگے اے میثم تمہارے اور اس درخت کے درمیان بڑا تعلق ہے'' میثم کہتے تھے کہ جب (حضرت امیر المومنینؑ کے بہت دنوں بعد) ابن زیاد کوفے کا حاکم بنایا گیا اور وہ اس میں پہنچا تو اس کا علَم محلۂ کناسہ کے اسی کھجور کے درخت سے لپٹ کر پھٹ گیا۔ اس نے اس سے فال بدلی اور حکم دیا کہ وہ درخت کاٹ دیا جائے۔ تب اس درخت کو ایک شخص نے خرید لیا اور اس کے چار ٹکڑے کر ڈالے۔ میثم کہتے تھے کہ میں نے اپنے بیٹے صالح سے کہا کہ لوہے کی ایک کیل لاؤ اور اس پر میرا اور میرے باپ کا نام لکھ کر اس درخت کی کسی شاخ میں ٹھوک دو۔ جب اس واقعے کو کچھ دن گزر گئے اور میں ابنِ زیاد کے پاس گیا تو عمرو بن حریث نے ابنِ زیاد سے کہا ''اے امیر آپ اس کو پہچانتے ہیں''۔ اُس نے پوچھا کون ہے۔ اس نے کہا (معاذ اللہ) کذّاب علی ابن ابی طالبؑ کا کذّاب غلام، میثم تمار ہے۔ یہ سنتے ہی ابنِ زیاد برابر ہو بیٹھا اور مجھ سے پوچھا تم کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا۔ یہ (عمرو بن حریث) بالکل غلط بیان کرتا ہے بلکہ میں صادق ہوں اور میرے آقا و مولا علی ابنِ ابی طالبؑ بھی بالکل صادق تھے۔ اُس نے کہا اچھا تم علیؑ سے تبرّا کرو، ان کی برائیاں بیان کرو، عثمان کو دوست رکھو اور ان کی خوبیاں بیان کرو ورنہ میں تمہارے دونوں ہاتھ کٹوا کر تم کو سولی دے دوں گا۔ یہ سنتے ہی میں رونے لگا۔ ابنِ زیاد نے کہا ''ابھی تو تم قتل نہیں کیے جاتے صرف قتل کی خبر سنتے ہی رونے لگے''؟ میں نے کہا خدا کی قسم میں اپنے قتل کی خبر سے نہیں روتا بلکہ اپنے اُس شک کی وجہ سے روتا ہوں جو مجھے

Presented by Ziaraat.Com

اُس روز ہو گیا تھا جس دن میرے آقا، میرے مولا، میرے سردار نے میرے متعلق مجھے خبر دی تھی۔ ابنِ زیاد نے پوچھا ''انھوں نے تم کو کس بات کی خبر دی تھی''؟ میں نے کہا، حضرت نے فرمایا تھا کہ ''میرے دونوں ہاتھ، پاؤں، زبان کاٹ دی جائے گی اور میں سولی دے دیا جاؤں گا''۔ میں نے پوچھا تھا کہ حضور کون مجھ پر یہ ظلم کرے گا۔ حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ ظالم ابنِ زیاد۔ یہ سنتے ہی ابنِ زیاد غصّے سے بھوت ہو گیا۔ پھر کہا ''خدا کی قسم میں تمہارے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ دوں گا اور تمہاری زبان چھوڑ دوں گا کہ دنیا سمجھ لے تم بھی جھوٹے ہو اور تمہارے مولا بھی جھوٹے تھے''۔ غرض میثمِ تمار کے دونوں ہاتھ، پاؤں کاٹ کر ان کو سولی دے دی گئی۔ اس پر انھوں نے بلند آواز سے کہا لوگو! جو شخص حضرت علی علیہ السلام کی راز والی حدیثیں سننا چاہے وہ جلد آ کر سن لے۔ لوگ وہاں جمع ہو گئے اور میثم تمار اُن سے حضرتؑ کی عجیب و غریب حدیثیں بیان کرنے لگے۔ اتنے میں عمر ابنِ حریث اُدھر سے گزرا تو پوچھا یہ کیسی بھیڑ ہے لوگوں نے کہہ دیا کہ میثمِ تمار حضرت علیؑ کی حدیثیں بیان کر رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ فوراً پلٹ گیا اور جا کر ابنِ زیاد سے کہا ''حضور جلد کسی کو بھیج کر میثم کی زبان کٹوا دیجئے ورنہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ اپنی باتوں سے کوفے والوں کے دل آپ لوگوں کی طرف سے پھیر دے گا اور لوگ حضور سے بغاوت کر بیٹھیں گے''۔ یہ سنتے ہی ابنِ زیاد نے ایک جلاد سے کہا کہ جا اور ابھی میثم کی زبان کاٹ آ۔ وہ فوراً ان کے پاس پہنچا اور کہا میثم! انھوں نے پوچھا کیا کہتا ہے؟ کہا اپنی زبان نکالو کہ امیر ابنِ زیاد نے اس کے کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سنتے ہی میثم خوشی سے جھومنے لگے اور کہا کیا وہ یہ نہیں کہتا تھا کہ وہ میری بات کو بھی جھوٹی کر دے گا اور میرے آقا و مولا کی خبر کو بھی غلط ثابت کرے گا۔ کیا یہ ممکن تھا کہ حضرتؑ کی بات غلط ہو جائے؟ اب میری

Presented by Ziaraat.Com

زبان خوشی سے کاٹ لے غرض جلاد نے آپ کی زبان کاٹ ڈالی جس کے بعد اس کثرت سے ان کا خون بہا کہ وہ فوراً مر گئے اور سولی پر چڑھا دیئے گئے۔ صالح بیان کرتے تھے کہ اس واقعہ کے چند دنوں بعد میں وہاں گیا تو دیکھا کہ وہ اس کھجور کی اسی شاخ پر سولی دیئے گئے ہیں جس میں میں نے ان کا نام لکھ کر کیل ٹھوک دی تھی۔ آپ کی خبریں بالکل سچی ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ جمعہ کے روز آپ کشتی میں جا رہے تھے۔ ہوا تیز ہوئی تو آپ نے اس کی طرف نظر کر کے کہا کشتی کے بادبان باندھ دو۔ معاویہ اس وقت مر گیا۔ جب دوسرا جمعہ آیا تو شام سے قاصد نے آ کر بیان کیا کہ معاویہ گزشتہ جمعہ کو مر گیا۔ وہی وقت اس نے بتایا جو میثم تمار نے ایک ہفتے پہلے بتایا تھا۔ یہ واقعہ بھی میثم کے کرامات سے تھا۔

(رجال کشی صفحہ ۵۳)

جناب میثم تمّار:

ابو سالم میثم تمار بن یحییٰ التمار امیر المومنین کے آزاد کردہ غلام، آپ کے مخصوص صحابی و حواری، آپ کے رُموز و اسرار اور علوم کے خزینہ دار تھے۔ علّامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

''میثم کو امیر المومنینؑ نے بے شمار علم اور مخفی اسرار پر مطلّع کیا تھا''۔

ضروری تو یہ تھا کہ حدیث و سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں اُن کے تفصیلی حالات اور اُن کے علمی آثار کا ذکر ہوتا کیوں کہ میثم ایسے بزرگ کی زندگی اسلام اور مسلمانوں کے لئے فخر و ناز کا سرمایہ اور مسلمانوں کے لئے محاسن افعال کا بہترین محرک ہے مگر افسوس کہ میثم اور اُن کے جیسے مجسمۂ علم و عمل بہت سے بزرگوں کے اوراقِ حیات ضائع و برباد ہو گئے۔ کتابوں میں اُن کے بہت مختصر حالات ملتے ہیں۔ اُن کی زندگی کے بہت سے پہلوؤں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ

Presented by Ziaraat.Com

کس قوم و قبیلے کے تھے، اُن کا اصلی وطن کہاں تھا اور کہاں سے چل کر کوفہ پہنچے؟ کب مسلمان ہوئے؟ کیا اُن کے باپ اُن سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے؟ کیا اُن کے باپ بھی غلام تھے؟ کس عمر میں میثم تمار درجہ شہادت پر فائز ہوئے؟ اُن کے علمی آثار کیا ہیں؟ اسی قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو کتابوں میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتیں۔ بہر حال ہمیں جو کچھ اُن کے حالات معلوم ہو سکے نذرِ ناظرین کر رہے ہیں۔

میثم تمّار کا قوم وقبیلہ اور اُن کا وطن:

میثم اور اُن کے باپ، دونوں کے نام عربی ناموں پر ہیں جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ اصلاً عربی ہیں۔

عجم والے بھی اگرچہ عربی نام رکھتے تھے مگر اس کا سلسلہ اُس وقت شروع ہوا جب اسلام ہر طرف پھیل چکا تھا اور عربوں کے اقتدار کے ساتھ ساتھ عربی زبان کا غلبہ بھی بلادِ عجم پر ہو چکا تھا۔ کوئی تاریخ ہمیں نہیں بتاتی کہ ایرانی حکومت واقتدار کے زمانے میں بھی وہاں کے باشندوں کے نام عربی ناموں جیسے ہوا کرتے تھے۔

یہی حال اُن کی وطنیت کا بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ نہروانی تھے نہروان ایک بڑا علاقہ ہے بغداد اور واسط کے مشرقی جانب، یاقوت حموی نے معجم البلادان میں بس اسی ایک نہروان کا ذکر کیا ہے۔

ان دونوں باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ جناب میثم عرب ہی کے رہنے والے تھے عجمی نہ تھے۔ البتہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصل میں وہ عجم کے رہنے والے ہوں۔ رہ گیا نام تو ممکن ہے اہلِ عجم بھی عربی ناموں پر اپنے نام رکھتے ہوں خصوصیت کے ساتھ اس علاقہ کے باشندے جو عرب کے پڑوس میں واقع تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس طرح نہروان کے متعلق بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر چہ یہ عراق میں واقع ہے لیکن عراق، خصوصیت کے ساتھ عراق کا وہ حصہ جو دجلہ کے مشرق میں واقع ہے۔ ایرانی حکومت میں واقع تھا اور شاہانِ فارس کے دارالسلطنت سے بہت قریب تھا۔

جناب میثم کے عجمی ہونے کا ثبوت امیر المومنین کے لفظوں سے بھی ملتا ہے۔ جب امیر المومنین نے قبیلہ بنی اسد کی ایک خاتون سے انھیں خرید کیا اور آپ نے اُن کا نام پوچھا اور اُنھوں نے اپنا نام میثم بتایا تو آپ نے فرمایا:

''تمہارے باپ نے عجم میں تمہارا نام میثم رکھا تھا''

اسی طرح ابنِ زیاد نے بھی اُنھیں عجمی کہہ کر یاد کیا تھا۔ ان تمام باتوں سے یقین اسی بات کا ہوتا ہے کہ میثم عجمی تھے لیکن بلادِ عجم میں سے کس جگہ کے تھے اور اگر نہروان کے رہنے والے تھے تو مشرقی نہروان کے یا مغربی نہروان کے؟ اس کے متعلق یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

اسی طرح یہ بات بھی طے شدہ نہیں کہ عجم خاص کر ایران والوں کو کہا جاتا تھا یا دوسرے علاقوں کو بھی۔ عام طور پر اہلِ عرب اپنے کو چھوڑ کر باقی ساری دنیا کے لوگوں کو جس میں ایران وغیرہ سب ہی شامل ہیں عجم کہتے تھے۔ پھر انھیں نہروانی جو کہا جاتا ہے تو آیا اس وجہ سے کہ یہ نہروان میں پیدا ہوئے تھے یا کہیں اور سے آ کر نہروان میں بس گئے تھے۔ ان تمام باتوں میں سے ہم کسی بات کے متعلق قطعی طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔

میثم تمّار نہروان سے کوفہ آئے

میثم کا مولد اور اصل وطن سب ہی مجہول ہیں لہٰذا ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کہاں سے کوفہ آئے، کس طرح آئے، کب غلام بنے اور قبیلۂ بنی اسد کی عورت

Presented by Ziaraat.Com

کیوں کر ان کی مالک ہوئی۔ بس زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ فارس کے رہنے والے تھے اس لئے کہ اسلام نہروان سے پہلے اور اسلام آنے کے کچھ دن بعد تک فارسی ہی علاقہ تھا۔

میثم تمّار کی طینت میں اسلام تھا:

تاریخ یا اور کسی کتاب سے ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ میثم کب اسلام لائے۔ البتہ گمان ہوتا ہے کہ امیر المومنین کی غلامی میں آنے سے پہلے ہی وہ مسلمان ہو چکے تھے کیوں کہ میثم ایسا ہوش مند اور زیرک و دانا انسان زیادہ دنوں تک کفر پر باقی نہیں رہ سکتا جب کہ اُن کا قیام مسلمانوں کے درمیان تھا اور اسلام کی حقانیت و صداقت کے دلائل و براہین عالم آشکار تھے بلکہ ایک بات تو ایسی ہے جس سے ثبوت ملتا ہے کہ وہ امیر المومنین کے پاس آنے سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔ امیر المومنینؑ نے جب اُن سے کہا تھا کہ رسول اللہ مجھے خبر دے چکے ہیں کہ تمہارے وطن (عجم) میں تمہارے باپ نے تمہارا نام میثم رکھا تھا تو میثم نے کہا تھا "صدق اللہ و رسولہ و صدق امیر المومنین" سچ کہا خدا اور رسولؐ نے اور سچ فرماتے ہیں امیر المومنینؑ! اس جملے سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں ہی نہیں بلکہ مومن اور امیر المومنینؑ کی خدمت میں آنے سے پہلے ہی آپ کے دوست داروں اور ارادت مندوں میں سے تھے۔ اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں اس لئے کہ میثم ایسے صاحب فضل و کمال کو ایمان اور محبت امیر المومنینؑ کا حامل ہونا ہی چاہئے جب کہ امیر المومنینؑ کے فضائل و مکارم کا عرب کے گوشے گوشے میں چرچا تھا۔ کوفہ امیر المومنینؑ کا مرکز سلطنت ہونے سے پہلے ہی علوی شہر تھا۔ امیر المومنینؑ سے عقیدت و ارادت رکھنے والوں کی خاصی تعداد وہاں موجود تھی۔ البتہ ہم یہ جاننے سے قاصر ہیں کہ وہ کب اسلام

Presented by Ziaraat.Com

لائے۔ اسلام لانے کے وقت اُن کی کتنی عمر تھی۔ اسی طرح ہمیں میثم کے باپ کا حال اور اُن کے اسلام لانے کی تاریخ بھی قطعی طور پر معلوم نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ وہ فارس فتح ہونے کے بعد پیدا ہوئے اور بعد فتح چوں کہ فارس بھی اسلامی علاقہ بن چکا تھا اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ اسلامی علاقے میں پیدا ہوئے اور اسلامی ماحول ہی میں اُن کی نشوونما ہوئی۔

میثم تمّار عجمی ایرانی تھے

جناب میثم قبیلۂ بنی اسد کی ایک عورت کے غلام تھے۔ (ارشاد شیخ مفیدؒ) امیر المومنینؑ نے انھیں خرید کر آزاد کیا لیکن اُن کے غلام ہونے کی وجہ سے یہ ضروری نہیں کہ وہ اسود یعنی حبشی بھی رہے ہوں اس لئے کہ عربوں نے فارس اور آس پاس کے تمام ممالک کو فتح کر لیا تھا جہاں کے باشندے سفید رنگ کے تھے اور فتح کے نتیجے میں جتنے کافر قید ہوئے وہ غلام بنائے گئے۔ اس بناء پر ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ میثم حبشی تھے بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ سفید رنگ کے رہے ہوں گے کیوں کہ اُن کا اصلی وطن نہروان تھا اور وہاں کے لوگ سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ ہاں اگر اُن کا وطن حبش، سوڈان نوبہ وغیرہ ہوتا تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ میثم حبشی تھے۔

حضرت علیؑ کے مخلص اصحاب وانصار:

پیغمبرؐ کے بعد امیر المومنینؑ کی زندگی کو دو ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک دور تو وہ تھا جس میں امیر المومنینؑ گھر میں گوشہ نشین تھے۔ بہت کم لوگ آپ سے ملنے آتے اور آپ بھی بہت کم لوگوں سے ملنے کے لئے جاتے اس لئے کہ امیر المومنینؑ کے پاس لوگوں کی آمد و رفت یا امیر المومنینؑ کا کسی سے ملنا جلنا آپ کے

Presented by Ziaraat.Com

لئے بھی مصیبت کا باعث ہوتا اور ملنے جلنے والوں کے لئے بھی غاصبانِ حکومت اس چیز کو کسی صورت برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے البتہ آپ نماز کے لئے یا مسئلے مسائل بیان کرنے کے لئے ضرور مسجد میں جایا کرتے اور اُس میں کسی کو تعرض کرنے کی گنجائش ہی نہ تھی۔

دوسرا زمانہ وہ تھا کہ جب آپ خود مسند خلافت پر متمکن تھے۔ دونوں زمانوں میں آپ کے بہت سے مخلص اور منتخب صحابہؑ کرام رہے جنھوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ دوسرے دور میں بھی پہلے دور کے کئی ایک صحابہؑ کرام بچ رہے تھے جیسے عمار بن یاسر، جابر انصاری، عبداللہ بن عباس، حبیب بن مظاہر، عمرو بن حمق خزاعی، قیس بن سعد، ابورافع، محمد بن ابی بکر، حجر بن عدی کندی اور انھیں جیسے دوسرے بہت سے افراد۔

امیر المومنینؑ کی زندگی کے دوسرے دَور نے بہت سے ایسے یگانہ روزگار افراد پیدا کئے جن کی زمانہ مثال لانے سے قاصر رہا جیسے زید وصعصعہ فرزندانِ صوحان، اویس قرنی، اصبغ بن نباتہ، علی وعبیداللہ فرزندانِ ابی رافع، مالک اشتر، رشید ہجری، میثم تمار، کمیل بن زیاد اور انھیں جیسے دوسرے لوگ، یہ لوگ فضائل و محامد کا نمونہ، پاکیزہ اخلاق کے پیکر اور علوم و اسرار کے مخزن تھے۔ امیر المومنینؑ نے ان لوگوں کو اپنے چشمۂ علم سے پوری طرح سیراب کیا اور ایسے رُموز و اسرار کا اُنھیں امین بنایا جن کا حامل بننے کی دوسروں میں صلاحیت نہیں تھی۔ ان لوگوں نے ظاہری و باطنی علوم، خلقی و نفسی فضائل و مکارم اپنے دامن میں سمیٹ لئے تھے۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ پہلے دَور کے یگانہ روزگار اور منتخب صحابہؑ کرام نے امیر المومنینؑ کے پاکیزہ افعال اور خصائلِ حمیدہ سے کیوں کر استفادہ کیا اور رُموز و اسرار علم کس طرح حاصل کئے جس کی وجہ سے اُن کے نفوس میں ایسی تابندگی پیدا

Presented by Ziaraat.Com

ہو گئی کہ وہ ملائکۂ مقربین سے ٹکر لینے لگے اور ملاءِ اعلیٰ کے ملائک اُن کے کمالِ ذات وصفات پر غبطہ کرنے لگے جب کہ امیر المومنینؑ بحالت بے بسی ولاچارگی تھے۔ گھر میں گوشہ نشیں، نہ آپ لوگوں سے ملتے نہ کوئی دوسرا آپ سے ملنے آتا۔ اسی طرح دوسرے دور میں مومنین صالحین کو کیوں کر اس کا موقع ملا کہ امیر المومنینؑ سے علومِ الٰہیہ اور فضائل علویہ کا اس طرح اکتساب کریں کہ وہ اس قابل بن جائیں کہ امیر المومنینؑ اُنھیں مخفی رُموز و اسرار کا امانت دار بنائیں اور اپنی پاکیزگی و صفائی نفس کی بدولت وہ ملائکہ کے ہمسر ہو گئے جب کہ امیر المومنینؑ کے شب و روز لڑائیوں میں گزرے۔ آپ کی خلافت کا زمانہ بہت مختصر گزرا۔ اتنا وقت ہی نہیں ملا کہ یکسوئی خاطر سے تعلیم و تعلّم کے منازل طے ہو سکیں۔ بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ امیر المومنینؑ کی انتہائی مسیحا نفسی تھی اور پرورش و پرداخت پر غیر معمولی قدرت تھی نیز ان مومنین میں خود ذاتی طور پر ایسی صلاحیت و استعداد تھی کہ تھوڑی ہی مدّت آپ کی صحبت میں رہ کر وہ ہدایت وارشاد کا مجسمہ بن گئے جس طرح چراغ چراغ سے مل کر روشن ہو اُٹھے۔

میثم تمّار پر حضرت علیؑ کے اخلاقیات کے اثرات:

بنی نوعِ انسان بھی کانوں میں بٹے ہوئے ہیں جس طرح سونے کی کان ہوتی ہے، چاندی کی کان ہوتی ہے اُسی طرح لوگوں کی کان بھی ہوتی ہے۔ سونے کی کان سے سونا ہی نکلے گا، چاندی نہیں اسی طرح چاندی کی کان سے چاندی ہی نکلے گی سونا نہیں۔ والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ

بے شک مٹی اور نگہداشت و پرورش کا بھی معدن کی سُرعت یا تاخیر نمو میں اور پاکیزگی یا گندگی میں بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو سونا صاف کرنا آتا ہے وہ ایسا صاف کر ڈالتے ہیں کہ ماہر کاری گر جیسا جی چاہے اُس سے زیور بنا

Presented by Ziaraat.Com

ڈالے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نہ تو صرف زمین کی زرخیزی پیداوار کی عمدگی کے لئے کافی ہے اور نہ صرف تربیت ونگہداشت اور صناعی وکاری گری کسی چیز کو عمدہ و نفیس بنا سکتی ہے۔ کسی چیز کی اچھائی یا خرابی کے لئے زمین اور تربیت ونگہداشت دونوں ہی برابر کی ذمے دار ہیں۔ چاندی بڑے سے بڑے کاری گر کے ہاتھ میں جانے کے بعد چاندی ہی رہے گی سونا نہیں بن سکتی اسی طرح اگر کاری گر ماہر نہ ہو تو کان سے نکلنے والا ہیرا بھی معمولی پتھر سمجھا جاتا ہے۔

میثم تمار کی پاکی طینت اور امیر المومنینؑ کی بہتریں تربیت نے اُنھیں ہر پاکیزہ خصلت کا نمونۂ کامل بنا دیا تھا۔ بہت سے اچھے خاندان اور بہترین نسل کے افراد ایسے ملیں گے جنھیں کسی باکمال کی تربیت ونگہداشت نصیب نہیں ہوئی اسی لئے اُن سے وہ نفاست و پاکیزگی ظاہر نہیں ہوئی نہ اُن کی ذات سے دنیا کو کوئی فائدہ پہنچا۔ بہت سے کم اصل اور خبیث معدن کے افراد ملیں گے کہ اُنھیں تربیت سُدھارنے میں قاصر رہی اور اُن کی بدبو پھیل کر رہی۔ کڑوے پھل کے درخت کو لاکھ قیمتی خوشبو یا شہد سے نہلا دیا جائے مگر جب بھی اُن کا پھل آئے گا کڑوا ہی آئے گا۔

امیر المومنینؑ کے اصحاب میں مالک اشتر تھے اور اشعث بن قیس بھی دونوں بہت بڑے سردار اور اپنے قوم و قبیلے کے مانے ہوئے قائد تھے۔ یہ دونوں امیر المومنینؑ کی صحبت میں رہے۔ آپ کی لڑائیوں میں شریک ہوئے اور آپ کی طرف سے لڑائی لڑی لیکن چوں کہ مالک اشتر کی طینت پاکیزہ تھی اور اشعث بدسرشت اور خبیث طینت کا تھا اس لئے مالک اشتر کو امیر المومنینؑ کی صحبت اور تعلیمات سے بیش از بیش فائدہ پہنچا اور اشعث بن قیس پر ساری ریاضت ومحنت رائیگاں گئی۔

Presented by Ziaraat.Com

تربیت دینے والے نے تربیت دینے میں کوئی کمی نہیں کی۔ نہ اُس کی مہارت میں کسی کو کلام ہوسکتا ہے مگر اس کو کیا کیا جائے کہ بڑے سے بڑا ماہر فن کار بھی پیتل کو سونا نہیں بنا سکتا نہ کنکر و پتھر کو ہیرا بنا سکتا ہے۔

اگر امیر المومنینؑ جیسا مربی نہ ملتا تو مالک اشتر، مالک اشتر نہ ہوتے اور اگر مالک اشتر پاک طینت نہ ہوتے تو امیر المومنینؑ کی ریاضتیں اس طرح بارآور نہ ہوتیں جیسا کہ ہوئیں ورنہ اشعث بھی ویسا ہی کیوں نہ بن گیا جیسا امیر المومنینؑ بنانا چاہتے تھے۔ یہ بھی تو آپ کے ہمراہیوں میں تھا بلکہ آپ کے لشکر کا ایک سردار تھا۔ امیر المومنینؑ کے لشکر میں مالک اشتر جیسے بھی بہت سے تھے اور اشعث جیسے بھی بہت جن کی طینت پاکیزہ تھی اُنھوں نے اس سرچشمۂ فیض کی قربت سے فیض اُٹھایا اور جن کی طینت خبیث تھی وہ اس سرچشمے کے قریب رہ کر بھی محروم رہے۔

پاکیزہ اور خوشبودار کے پہلو میں آ کر مُردار کی بدبو اور بڑھ جاتی ہے اُسی طرح میٹھے پانی کے قریب کھارے پانی کا کھاراپن اور زیادہ ہوجاتا ہے۔ پیتل کا عیب سونے کے قریب آ کر کھل جاتا ہے۔ اسی طرح نفیس چیز کی نفاست وعمدگی اُس وقت ظاہر ہوتی ہے جب خراب و واہیات چیز کے مقابلے میں رکھ کر دیکھی جائے۔ مشک کی خوشبو کا احساس ہمیں کب ہوسکتا تھا اگر مُردار کی بدبو کا احساس نہ ہوتا، سونے کی قدروقیمت کب معلوم ہوسکتی تھی اگر پیتل کی ناقدری ہمیں نہ معلوم ہوتی، ہیرے جواہرات کی گراں قدری ہمیں کب معلوم ہوتی اگر کنکر پتھر کی ناقدری نہ ظاہر ہوتی اسی طرح مالک اشتر، میثم تمار، اویس قرنی، قیس بن سعد اور امیر المومنینؑ کے دیگر نیکوکار صحابہ کی بلندیٔ منزلت اور پاکی طینت کو ہم کب اچھی طرح سمجھ سکتے تھے اگر اشعث، زیاد، ابن ملجم اور شمر جیسوں کی خباثت اور کمینگی ہم پر ظاہر نہ ہوجاتی۔ گھٹیا اور بے قیمت چیزوں ہی سے نفیس اور گراں بہا چیزوں

Presented by Ziaraat.Com

کی تمیز نہیں ہوتی بلکہ نفیس چیز بھی گھٹیا چیز کی بے قدری ظاہر کرنے کو کافی ہے۔ وہ کب؟ جب کہ دونوں چیزیں ایک جگہ اکٹھا ہو جائیں اور دونوں کا باہمی موازنہ کیا جائے۔ اگر بلند تر چیز نہ ہوتی تو گھٹیا چیز کا گھٹیاپن نہ معلوم ہوتا اور اگر گھٹیا چیز نہ ہوتی تو نفیس چیز کی نفاست ظاہر نہ ہوتی۔

میثمِ تمار کا تذکرہ بزمِ رسالت میں:

حضرت رسولؐ خدا اکثر اوقات تنہائی میں علی ابن ابی طالبؑ سے راز کی باتیں کیا کرتے اور وہ کون سی راز کی باتیں ہوا کرتیں، کن باتوں کی آپ انھیں وصیت کرتے اس کو کون جان سکتا ہے۔ پیغمبرؐ اور علیؑ ایک جان دو قالب تھے۔ علیؑ بمنزلۂ نفس پیغمبرؐ تھے ان دونوں کا علم ایک تھا، علم کے خزانے دو تھے۔ ان دونوں میں بس فرق نبوت کا تھا۔ "یا علیؑ انت منّی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی"۔ آپ کی ازواج تک کو ان باتوں کی خبر نہیں ہوتی تھی جو علیؑ و پیغمبرؐ میں ہوا کرتیں۔ سوا وصی پیغمبرؐ کے پیغمبرؐ کے علوم کا حامل ہو بھی کون سکتا تھا؟

حدیث میں وارد ہوا ہے "ان حدیثنا صعب مستصعب لا تحمله الا نبی مرسل او ملك مقرّب او مومن امتحن الله قلبه للایمان"

''ہماری حدیثیں بہت سخت و دشوار ہیں اُن کا متحمل بس نبی مرسل ہو سکتا ہے یا ملکِ مقرب یا ایسا مومن جس کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے پرکھ لیا ہو''۔

ہاں کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض راز کی باتیں یا امیر المومنینؑ کو پیغمبرؐ کی وصیتیں بعض ازواج کے کانوں تک پہنچ گئیں جن کے سُن لینے میں کوئی مضائقہ نہ تھا۔ اگر پیغمبرِؐ خدا کو معلوم ہوتا کہ ہماری راز کی باتیں سننے والی بیوی ان باتوں کے

Presented by Ziaraat.Com

تحمل کی صلاحیت نہیں رکھتی تو یقیناً پیغمبرؐ خدا وہ باتیں کرتے وقت اُن کو دُور ہٹا دیتے یا اتنی مخفی طور پر وہ گفتگو کرتے کہ اس کی بھنک تک کسی کے کان میں پہنچنے نہیں پاتی۔

جناب اُمِّ سلمہ جیسی پاک و پاکیزہ کردار زوجہ پیغمبر نے علیؑ و پیغمبرؐ کی مخفی گفتگو کے بعض فقرے سن لئے تھے منجملہ ان باتوں کے پیغمبرؐ کی وہ وصیت بھی تھی جو آپ نے میثم کے متعلق امیر المومنینؑ کو فرمائی۔ جناب میثم نے حج کا ارادہ کیا جب اُمِّ سلمہ سے ملنے آئے تو آپ نے فرمایا میں نے اکثر و بیشتر رات کے سناٹے میں رسولؐ اللہ کو تمہارا ذکر اور علیؑ سے تمہارے متعلق وصیت کرتے سُنا۔

جناب اُمّ سلمہ کے ان لفظوں سے صریحی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ میثم کا تذکرہ اور اُن کے متعلق پیغمبرؐ کی تاکیدیں کئی مرتبہ عمل میں آئیں۔ جناب اُمّ سلمہ کی تصدیق امیر المومنینؑ کے اس فقرے سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے میثم سے پہلی ملاقات کے موقعے پر کہا تھا:

"مجھے رسولؐ اللہ نے بتایا ہے کہ عجم میں تمھارے باپ نے تمہارا نام میثم رکھا تھا"۔

تو میثم کی یہ شان منزلت تھی کہ پیغمبرؐ خدا نے رات کے سناٹے میں اُن کا کئی مرتبہ ذکر کیا اور اُن کے فضل و شرف اور بلندیِ مرتبہ کا یہ عالم تھا کہ آپ نے امیر المومنینؑ کو اُن کے متعلق وصیتیں فرمائیں۔ پیغمبرؐ خدا کے بعد کے آنے والوں میں ہمیں تو گنتی کے دو چار افراد ہی ایسے ملتے ہیں جن کا ذکر پیغمبرؐ خدا کی زبان پر آیا ہو جیسے زید بن صوحان، اویس قرنی، میثم تمار وغیرہ حالانکہ بعد کے آنے والے مسلمانوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی اور اُن میں مجاہدین و علماء صالحین بھی اچھی خاصی تعداد میں ہوئے۔

Presented by Ziaraat.Com

میثم تمار نے حضرت علیؑ سے اکتسابِ علم کیا:

میثم کو امیر المومنینؑ سے وہی نسبت تھی جو جناب سلمان فارسی کو پیغمبرؐ خدا سے تھی۔ جناب سلمان مدینے کی ایک یہودی عورت کے غلام تھے۔ پیغمبرؐ خدا نے منہ مانگی قیمت دے کر اُنھیں خرید لیا۔ اُنھیں اتنا تقرب اور نزدیکی بخشی کہ وہ پیغمبرؐ کے اہلِ بیتؑ میں شمار ہونے لگے اور سلمان فارسی سے سلمانِ محمدی ہو گئے۔ میثم بھی کوفے کی ایک بنی اسد کی خاتون کے غلام تھے۔ امیر المومنینؑ نے اُنھیں خرید کیا، آزاد کر کے اپنا مقربِ خاص بنالیا۔ ابنِ زیاد نے اُنھیں محض اسی تقرب اور صحابی امیر المومنینؑ ہونے اور آپ کی محبت میں مشہور ہونے کے سبب قتل کیا۔ ابنِ زیاد نے اُنھیں قتل کرتے وقت کہا تھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم سب سے زیادہ علیؑ کے چہیتے تھے۔

سلمان نے پیغمبرؐ خدا سے اکتسابِ علم کیا یہاں تک کہ وہ علم میں تمام صحابہ سے بڑھ گئے۔ پھر پیغمبرؐ خدا کی رحلت کے بعد امیر المومنینؑ سے اکتساب کیا۔ اسی طرح میثم نے امیر المومنینؑ سے اتنا علم حاصل کیا کہ آپ کے صحابہ میں بلحاظِ علم سب پر فوقیت کے حامل ہوئے پھر امیر المومنینؑ کی رحلت کے بعد آپ کے فرزند امام حسنؑ و امام حسینؑ سے اکتساب علم کیا۔

سلمان کی پہلی ملاقات پیغمبرؐ سے مدینے میں ہوئی اور میثم کی امیر المومنینؑ سے پہلی ملاقات کوفے میں ہوئی۔ سلمان کو بھی بہت تھوڑا عرصہ ملا پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر رہنے کا اور میثم کو بھی امیر المومنینؑ کی خدمت میں رہنے کا کم موقع ملا بلکہ میثم کو تو جناب سلمان کے مقابلے میں اور بھی کم موقع ملا اس لئے کہ پیغمبرؐ خدا مکے سے مدینے آ کر دس برس حیات رہے اور امیر المومنینؑ کوفے آ کر صرف چار برس زندہ رہے۔ انتہائی حیرت کی بات یہ ہے کہ اتنی مختصر مدت میں امیر المومنینؑ

Presented by Ziaraat.Com

نے میثم کو کس طرح اتنے علوم کا حامل بنا دیا یہی کہنا پڑے گا کہ میثم کی طینت پاکیزہ تھی اور علیؑ جیسا اُستاد انھیں نصیب ہوا۔ طینت جب پاکیزہ ہو تو رسولؐ یا وصی رسولؐ کی گھنٹے بھر کی تعلیم بھی بہترین نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ آپ نے امیر المومنینؑ کا یہ ارشاد سنا ہی ہو گا کہ:۔

رسولؐ اللہ نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم کئے اور ہر باب سے ہزار باب خود مجھ پر منکشف ہو گئے۔ رسولِؐ خدا نے مختصر مدت میں کیونکر اتنے ابواب علم کے علیؑ کو تعلیم کئے اور علیؑ نے باوجود ان ابواب کی انتہائی وسعت کے کیونکر مختصر مدت میں حاصل بھی کر لئے۔ بس یہی کہنا پڑے گا کہ یہ علیؑ کی صلاحیت تھی اور وہ پیغمبرؐ کی انتہائی قدرت تھی زیورِ علم سے آراستہ کرنے کی۔

امیر المومنینؑ مسجد سے چل کر میثم کی دکان پر تشریف لاتے۔ میثم کھجوریں بیچا کرتے اور امیر المومنینؑ اُن سے مصروفِ گفتگو ہوا کرتے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ آپ میثم کو کسی کام سے بھیج دیتے اور اُن کی غیر موجودگی میں کوئی خریدار آتا تو میثم کی جگہ خود اُسے کھجوریں تول کر دے دیتے۔ ایک دن اسی طرح میثم کی عدم موجودگی میں آپ نے کسی خریدار کو کھجور تول کر دی اور خریدار کھوٹا سکہ دے کر چلتا بنا۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کھجوریں وہاں جا کر کڑوی ہی نکلیں گی۔ تھوڑی ہی دیر میں گاہک کھجوریں لے کر واپس آیا کہ یہ تو کڑوی ہیں۔ امیر المومنینؑ نے اُس کا کھوٹا درہم اُسے واپس کر دیا۔ (بحار الانوار جلد ۹، ص ۵۷۳، بحوالہ مناحب شہر ابن آشوب)

کتنا عظیم المرتبت تھا یہ امام اور کتنا عظیم المرتبت تھا یہ ماموم۔ امام بازار میں ایک راعیت کی دکان پر بیٹھے ہیں اور اُس کی طرف سے کھجوریں فروخت کرتے ہیں۔ یہ امام کی تواضع کی انتہا اور اہل ایمان و علم کے ساتھ محبت و مہربانی کی بہترین مثال تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

اور ماموم ایسا رفیع المنزلت کہ امامِ وقت اور بادشاہِ زمانہ اُس کے پاس بیٹھتا ہے حالانکہ اُن کی حیثیت ایک کھجور بیچنے والے سے زیادہ کی نہ تھی۔ شہر میں اُنھیں نہ کوئی خاص وجاہت حاصل تھی نہ کسی بڑے قبیلے کے تھے بلکہ وہ تو ایک آزاد کردہ غلام تھے۔

امیر المومنینؑ اُنھیں پاکیزہ علوم تعلیم فرماتے، اُنھیں اسرار کی باتوں پر مطلع کرتے یہاں تک کہ آپ اکثر و بیشتر ابنِ زیاد کے اُن ہولناک مظالم کا تذکرہ کرتے جو اُن پر وہ اپنے زمانے میں ڈھانے والا تھا اور جناب میثم کہا کرتے راہِ خدا میں یہ سب بہت کم ہے۔

امیر المومنینؑ جب تنہائی میں مناجات فرماتے یا رات کے وقت صحرا کی طرف نکلتے تو میثم آپ کے ساتھ ہوتے اور آپ کی دعائیں اور مناجات سنتے۔

(بحار الانوار، جلد ۹، ص ۳۷۴)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ میثم کو آپ سے خاص خصوصیت حاصل تھی اور امیر المومنینؑ اُنھیں ایسی باتوں سے آگاہ کرتے جن باتوں سے کسی کو آگاہ نہ فرماتے۔ تنہائی اور مناجات کے وقت امیر المومنینؑ کے پاس بس وہی ہو سکتا تھا اور آپ کا انداز تعبد اور خضوع و خشوع وہی مشاہدہ کر سکتا تھا جس کا ایمان و یقین مضبوط ہو، جو سراسیمگی و اضطراب کا شکار نہ ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے اوقات میں امیر المومنینؑ بس گنتی کے دو چار ہی اصحاب کو اپنے پاس رکھتے جیسے میثم، کمیل بن زیاد اور انھیں جیسے دو ایک حاملین اسرار صحابۂ کرام۔

امام حسنؑ و حسینؑ بھی میثم کے ساتھ والد بزرگوار ہی جیسا برتاؤ کرتے بس فرق اتنا ہوا کہ امیر المومنینؑ کی شہادت کے چند ہی مہینوں کے بعد امام حسنؑ و حسینؑ مدینے چلے گئے اور میثم کوفے میں رہ گئے۔ بہت ممکن ہے کہ کوفے میں اُن کا

Presented by Ziaraat.Com

قیام ان دونوں شاہزادوں کے حکم ہی سے ہو کیوں کہ کوفے والے میثم کے زیادہ اطاعت گزار اور اُن کی باتوں کو گوشِ دل سے سُنا کرتے۔ اگر میثم اور انھیں جیسے دوسرے امیر المومنینؑ کے اصحاب نہ ہوتے جنھوں نے امیر المومنینؑ کے فضائل و مناقب کی نشر و اشاعت میں اپنی تمام توانائیاں صرف کر ڈالیں تو بہت ممکن ہے کہ دشمنانِ امیر المومنینؑ آپ کے فضائل و مناقب چھپانے میں کسی حد تک کامیاب ہو جاتے۔

میثم تمار اور معرفتِ اہلِ بیتؑ:

میثم نے اپنے امام کو پہچانا، اُن کی اطاعت کی جس طرح اپنے پروردگار اور رسولؐ کی معرفت حاصل کر کے اُن کے اوامر و نواہی کے پابند ہوئے۔ امام کی اطاعت جبھی کی جب دل سے اُن کو دوست رکھا اور اُنھیں اپنی جان کا مالک و مختار سمجھا۔ میثم اُن صاحبانِ معرفت میں سے تھے جنھیں بخوبی اس کی واقفیت تھی کہ امامت کیا چیز ہے اور کون امام برحق ہے۔ یہ سمجھ لینے کے بعد کہ امامت کیا ہے اور کون سزاوارِ امامت ہے وہ علی الاعلان امامت کا چرچا کرتے۔ وہ بڑی سے بڑی رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لائے حتیٰ کہ اپنی جان کی بھی اُنھیں پروا نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبرؐ خدا اور امیر المومنینؑ کے بعد ائمۂ طاہرین برابر اُن کا ذکر کیا کیے اور مدح و ستائش بھری نظمیں اُن کے بارے میں کہیں۔ جناب اُمّ سلمہ نے میثم سے امام حسینؑ کے متعلق کہا کہ وہ برابر تمھیں یاد کیا کرتے تھے۔ (رجال کشی) امام محمد باقر فرمایا کرتے "انی لا حبّہ حبا شدید" ''میں اُنھیں حد سے زیادہ دوست رکھتا ہوں''۔ (خلاصہ)

امام جعفر صادق علیہ السلام اُن کے لیے دعائے رحمت کیا کرتے اور اکثر اُن کا ذکر آپ کی زبان پر آیا کرتا۔ ظاہر ہے کہ امام ایسے ہی شخص کے متعلق دعائے

Presented by Ziaraat.Com

رحمت کر سکتے تھے جس کا ایمان ثابت اور جس کا علمی درجہ بہت بلند ہو۔

یہ درجہ و منزلت تھی میثم کی ائمۂ اہلبیتؑ کے نزدیک جیسا کہ خود میثم کے دل میں ان ائمۂ طاہرین کی قدر و منزلت تھی۔ انھیں ائمۂ طاہرین کی محبت میں اُنھوں نے جان دینا اور سُولی پر چڑھنا گوارا کیا اور اظہارِ برأت کرنے کے مطالبے کو ٹھکرا دیا۔

میثم تمار حضرت علیؑ کے عزیز ترین شاگرد تھے:

شاگرد علم میں اپنے استاد کی مثال ہوا کرتا ہے علم ہی میں نہیں بلکہ اخلاق و مکارم میں بھی اس کا نمونہ ہوا کرتا ہے۔ استاد اپنے شاگرد میں اپنی رُوحانی و علمی زندگی دیکھتا ہے اور اُسے اپنے فضائل و کمالات کا مظہر سمجھتا ہے۔

امیر المومنینؑ میثم کو حد سے زیادہ محبوب رکھتے تھے اور محبوب رکھنا بھی چاہیے تھا کیونکہ میثم آپ کے علم و عمل، ارشاد و ہدایت اور رفتار و گفتار کا نمونہ تھے، آپ کے پاکیزہ اخلاق اور خیر و صلاح کا نمونہ تھے۔ میثم ہی جیسے اصحاب کے ذریعے حجت قائم، دین سر بلند اور شریعت زندہ ہوئی۔ وہ آپ کی درس گاہ کے ہونہار شاگرد، آپ کے علوم کے حامل، آپ کے رُموز و اسرار کا مخزن تھے۔ ایسے رُموز و اسرار جن کا متحمل بس وہی شخص ہو سکتا ہے جس کے ایمان کو اللہ نے پرکھ لیا ہو۔

امیر المومنینؑ میثم کو اتنی اہمیت دیتے، اتنی عزت و توقیر فرماتے کہ بازار میں اُن کے پاس بیٹھا کرتے۔ آنے جانے والے آپ کو دیکھتے کہ آپ اُن سے مصروفِ گفتگو ہیں، اُن کو تعلیم فرما رہے ہیں، علومِ الٰہیہ سے اُنھیں فیض یاب کر رہے ہیں۔ اہلِ علم و دیندار مومنین کی امیر المومنینؑ کی نگاہوں میں وہ قدر و منزلت تھی اور اسی طرح اُن سے پیش آتے جیسے اُنھیں میں سے ایک ہوں۔ آپ اُن کے پہلو بہ پہلو بیٹھتے اور ہر بات میں اُن کو اپنے برابر کا درجہ دیتے۔

Presented by Ziaraat.Com

میثمِ تمار کا علم:

خداوند عالم اور اہلِ ایمان کے نزدیک کوئی شخص علمِ دین ہی کی وجہ سے سربلند وسرفراز ہوتا ہے جس کا جتنا علم ہوگا اُسی لحاظ سے اُس کا درجہ ہوگا۔ میثم دین و شریعت کے بیش از بیش علوم کے حامل ہونے اور علم کے مطابق عمل کرنے ہی کی وجہ سے سربلند ہوئے۔ "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" اُن کا بے پایاں علم اور امیر المومنینؑ سے اکتساب و استفادہ باوجود کہ بہت مختصر مدت اس کے لئے اُنھیں ملی صرف اس وجہ سے تھا کہ اُن کی طینت پاکیزہ تھی اور مبداءِ فیض کی طرف سے صلاحیت واستعداد لےکر آئے تھے۔

میثم کا علمی درجہ کتنا بلند تھا اس کا اندازہ اُن کے فرزند صالح کی اس روایت سے ہوتا ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے درخواست کی کہ آپ مجھے حدیث کی تعلیم دیجئے۔ امام نے فرمایا کیا تم نے اپنے باپ سے حدیثیں نہیں سنیں۔ صالح نے کہا نہیں میں اُن کی زندگی میں بہت کمسن تھا۔ امام محمد باقرؑ کا صریحی مطلب یہ تھا کہ میثم نے امیر المومنینؑ سے اتنے علوم حاصل کئے تھے کہ اگر صالح کو اُن سے استفادے کا موقع ملتا تو اُنھیں کسی اور کے پاس جانے کی ضرورت نہ ہوتی۔

حضرت علیؑ نے علم المنایا والبلایا میثم تمار کو عطا کر دیا:

ارشادِ الٰہی ہے "ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شیء" ہم نے اے پیغمبرؐ آپ پر قرآن مجید ہر چیز کی وضاحت کے لئے نازل کیا یہ امر ثابت ومسلّم ہے کہ قرآنِ مجید کا پورا علم آئمۂ اہلبیت علیہم السلام کو حاصل تھا۔ اہلبیتِ پیغمبرؐ کتاب خدا کے ہمسر اور اُس کے عالم تھے اس بنا، پر اہلبیتؑ ہر چیز

Presented by Ziaraat.Com

کے عالم ٹھہرے۔ اُن کے علم کا نہ اندازہ ہی کیا جا سکتا ہے نہ حد بندی ہی ممکن ہے۔ اُنھوں نے جس میں صلاحیت و استعداد پائی اُسے علم سے فیض یاب کیا۔ "لو وجدنا اوعیۃً لقلنا" اگر ہم علم کی حفاظت کرنے والے ظرف پاتے تو ہم بیان کرتے۔ میثم اُنھیں محفوظ رکھنے والے ظروف میں سے تھے اسی لئے امیر المومنینؑ نے اُنھیں قیمتی علوم اور مخفی اسرار کا امانت دار بنایا۔ منجملہ ان علوم کے علم منایا و بلایا بھی ہے یعنی موتوں کا علم اور اُن واقعات و حادثات کا علم جن میں آئندہ لوگ مبتلا ہونے والے تھے۔ امیر المومنینؑ نے اپنے خاص الخاص اصحاب کو اس علم سے بہرہ مند کیا۔ چنانچہ رشید ہجری، حبیب بن مظاہر، محمد بن ابی بکر، اویس قرنی، عمار بن یاسر، عمرو بن حمق خزاعی، کمیل بن زیاد اور انھیں جیسے بعض دوسرے صحابہ کسی حد تک اس علم کے حامل ہوئے۔

میثم بھی اس علم کے امانت داروں میں سے تھے اُنھیں معلوم تھا کہ اُنھیں کون قتل کرے گا، کب قتل کرے گا اور کیوں کر قتل کرے گا۔ وہ صرف اپنی ہی پیش آنے والی مصیبتوں سے آگاہ نہ تھے بلکہ دوسروں پر جو پیش آنے والی تھیں اُن کا بھی اُنھیں علم حاصل تھا۔ چناں چہ بنی اسد کی بزم میں اُن کی ملاقات حبیب بن مظاہر سے ہوئی۔ دونوں دیر تک راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے۔ سلسلۂ گفتگو میں حبیب بن مظاہر نے کہا میں ایک پیشانی پر کم بال والے، پُرشکم شخص کو دیکھ رہا ہوں جو دار الرزق کے پاس خربوزے بیچا کرتا ہے۔ وہ اہلِ بیتؑ پیغمبر کی محبت میں لکڑی پر سولی دیا جائے گا اور اس کا پیٹ چاک کر ڈالا جائے گا۔ میثم نے کہا میں بھی ایک سُرخ رنگ کے انسان کو دیکھ رہا ہوں جو پیغمبرؐ کے نواسے کی نصرت میں نکلے گا اور قتل کیا جائے گا۔ کوفے میں اُس کے سر کی تشہیر ہوگی۔ یہ باتیں کر کے وہ دونوں اپنی اپنی راہ لگے۔ اس موقعے پر دوسرے لوگ جوان

Presented by Ziaraat.Com

دونوں کی باہمی گفتگو سُن رہے تھے ہنسے اور مذاق اُڑانے لگے۔ ان لوگوں نے کہا۔ ان دونوں شخصوں سے بڑھ کر جھوٹا ہم نے نہیں دیکھا۔ ابھی مجمع پراگندہ نہیں ہوا تھا کہ رشید ہجری ان دونوں کو پوچھتے آ پہنچے۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ ایسی ایسی باتیں کر کے اپنی اپنی راہ گئے۔ رشید نے کہا خدا رحم کرے میثم پر وہ یہ بات بھول ہی گئے کہ حبیب بن مظاہر کا سر لانے والے کی تنخواہ میں سو روپے کا اضافہ بھی ہوگا۔ حاضرین نے کہا خدا کی قسم یہ ان دونوں سے بھی بڑھ کر جھوٹے نکلے مگر تھوڑے ہی دن گزرے ہوں گے کہ یہ ساری باتیں پیش آ کر رہیں۔ (رجال کشی)

ایک مرتبہ میثم امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ سو رہے ہیں۔ اُنھوں نے بہ آواز بلند کہا۔ اے سونے والے اُٹھئے خدا کی قسم آپ کی ریشِ مبارک آپ کے سر کے خون سے رنگین ہوگی۔ (رجال کشی)

میثم کا مطلب یہ نہ تھا کہ امیر المومنینؑ اس بات سے ناواقف تھے اور میثم آپ کو خبر دے رہے تھے۔ میثم نے تو جو کچھ علم حاصل کیا، آپ ہی سے حاصل کیا تھا۔ اُن کا مطلب یہ تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ امیر المومنینؑ کے ساتھ کیا حادثہ پیش آنے والا ہے اور میثم کی معلومات کا بھی لوگوں کو اندازہ ہو جائے تا کہ لوگ اُن کی معلومات سے فائدہ اُٹھائیں اور اُن کی تعلیمات سے مستفید ہوں۔ اُن کی علمی منزلت کب ظاہر ہوتی اگر وہ ان معلومات کا اظہار نہ کرتے۔ جناب مسلمؑ کی شہادت کے بعد کوفے کے کچھ شیعہ اور میثم و مختار ایک ہی ساتھ ابن زیاد کی قید میں تھے۔ میثم نے مختار کو بتایا کہ تم عنقریب رہا ہو جاؤ گے اور ابنِ زیاد کو قتل کرو گے۔ تمہارے قدم اُس کی پیشانی اور رُخساروں کو روندیں گے۔

ابنِ زیاد نے جس دن مختار کو قتل کرنے کے لئے قید خانے سے نکالا، ٹھیک اسی دن یزید کے پاس سے قاصد ابنِ زیاد کے نام یہ فرمان لے کر پہنچا کہ مختار کو رہا

Presented by Ziaraat.Com

کر دو۔ مختار کو رہائی ملی اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ تمام باتیں رُونما ہو کر رہیں جو میثم نے بتائی تھیں (شرحِ نہج البلاغہ، جلد ا، ص ۲۱۰)

صالح بن میثم بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو خالد تمار نے بتایا میں میثم تمار کے ساتھ بدھ کے دن دریائے فرات میں کشتی پر تھا اتنے میں ہوا تیز چلنے لگی۔ میثم نے ہوا دیکھ کر کہا کشتی کو باندھ دو کہ آندھی چلنے والی ہے۔ اسی وقت معاویہ کی موت ہوئی۔ دوسرا بدھ آنے پر شام سے ایک قاصد پہنچا۔ میں نے اُس سے مل کر خبر پوچھی۔ قاصد نے کہا معاویہ مر گیا اور لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی۔ میں نے پوچھا معاویہ کس دن مرا اُس نے بتایا کہ بدھ کے دن۔

میثم کی یہ واقفیت حیرت انگیز نہیں جب کہ ہم بہت سی باتوں سے اُن کی واقفیت کا ذکر کر چکے ہیں اور یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے اُنھیں مخفی اسرار تعلیم کئے تھے۔ ممکن ہے، بہت سے لوگوں کو میثم کی ان معلومات پر حیرت ہو بلکہ میثم کے استاد اور مربّی امیر المومنینؑ پر وہ حیرت کریں جنھوں نے میثم کو ان باتوں کی تعلیم دی تھی۔ مگر یہ حیرت اُنھیں لوگوں کو ہو سکتی ہے جو یہ بھول جائیں کہ امیر المومنینؑ تمام لوگوں سے زیادہ کتابِ خدا کے عالم تھے۔ جو یہ بات بھول جائیں کہ کتاب خدا ہر چیز کی وضاحت اور تصریح بن کر نازل ہوئی ہے جنھیں اس بات کا یقین نہ ہو کہ کتابِ خدا کا عالم ہر چیز کا عالم ہوتا ہے، جو اس بات کا یقین نہ رکھیں کہ امیر المومنینؑ علوم و اسرار ودیعت کرنے کے لئے جس کسی کا ظرف اچھا پاتے ضرور ودیعت کرتے تا کہ علم کی لوگوں میں اشاعت ہو۔ خود یہی میثم جب سولی پر چڑھا گئے تو بہ آواز بلند کہا "لوگو: جو شخص علی ابن ابی طالبؑ کی مخفی حدیثیں سننا چاہے وہ میرے قتل کئے جانے سے پہلے آ کر سن لے خدا کی قسم میں قیامت تک کے پیش آنے والے واقعات اور جتنے فتنے رُونما ہونے والے ہیں سب کی

Presented by Ziaraat.Com

خبر دے سکتا ہوں۔ یہ مخفی حدیث اور آئندہ پیش آنے والے واقعات سے واقفیت کیا چیز تھی؟ کیا یہ حادثات و واقعات اور اموات کا وسیع تر علم نہ تھا۔

میثم تمار کو حضرت علیؑ نے علمِ تاویل بھی عطا کیا:

سورۂ عمران کی آیت ہے:-

هُوَ الَّذِیٓ اَنۡزَلَ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ ۚ وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ (سورۂ آلِ عمران آیت ۷)

”وہی وہ خدا ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی اس میں کی بعض آیتیں تو محکم (بہت صریح) ہیں وہی اصل کتاب ہیں اور کچھ متشابہ پس جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ انھیں آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو متشابہ ہیں تاکہ فساد برپا کریں اور اس خیال سے کہ انھیں اپنے مطلب پر ڈھال لیں حالاں کہ خدا اور اُن لوگوں کے سوا جو علم میں بڑے پائے پر فائز ہیں اُن کا اصلی مطلب کوئی نہیں جانتا“۔

اس آیت میں دو اہم باتوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ قرآن مجید میں کئی ایک متشابہ آیات ہیں۔ جن لوگوں کے دل میں کجی ہے، جو فتنہ و فساد برپا کرنا اور قرآن مجید کی اُس کی تنزیل کے برخلاف تاویل کرنا چاہتے ہیں وہ انھیں متشابہ آیتوں کے پھیر میں رہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہر شخص قرآن مجید کی آیات کی تاویل کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ تاویل کا اصل عالم اللہ تعالیٰ ہے اور وہ لوگ ہیں جن کے گھر میں قرآن نازل ہوا اور جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کیا۔ یہی لوگ راسخین فی العلم ہیں۔ آیات قرآنی کی تاویل اور کون آیت محکم ہے اور کون متشابہ یہ بس راسخین فی العلم ہی بتا سکتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

پیغمبرؐ خدا نے اُن لوگوں کی نشان دہی بھی کردی جو تاویل کے عالم اور راسخین فی العلم ہیں صرف اس لئے تاکہ پیغمبرؐ خدا کے اُٹھنے کے بعد ہر شخص اس کا دعوے دار نہ بن بیٹھے کہ آیات کی تاویل کا ہم بھی علم رکھتے ہیں، ہم بھی راسخین فی العلم ہیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:-

"انی تارك فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی اهل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلّوا ابعدی"

''میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑنے والا ہوں ایک خدا کی کتاب، دوسرے میرے اہلِ بیتؑ جب تک تم ان سے متمسک رہوگے کبھی گمراہ نہ ہوگے

"وانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض"۔

''یہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوں گے یہاں تک حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گے۔

یہ حدیث ثبوت ہے اس بات کا کہ اہلِ بیت پیغمبرؐ ہی کے جانشین ہیں، وہ قرآن کے ہمسر ہیں، اُنھیں کو قرآن کا مکمل علم ہے اور صرف قرآن کا نہیں بلکہ ہر چیز کا۔ جب تک دنیا رہے گی وہ یونھی باقی رہیں گے اور وہ قیامت تک کے لئے ہادی ہیں لہٰذا علیؑ اور اُن کی نسل سے گیارہ امام ہی وہ لوگ ہیں جن کے پاس کتاب الٰہی کا علم ہے۔ اُنھوں نے پیغمبرؐ خدا سے علم حاصل کیا۔ پیغمبرؐ خدا نے اللہ تعالٰی سے۔ دوسرے لوگ اپنے جیسے لوگوں سے علم حاصل کرتے ہیں برخلاف اہلِ بیت پیغمبرؐ کے کہ اُن کا سارا علم پیغمبرؐ خدا سے ماخوذ ہے۔

میثم تمار تفسیرِ قرآن کے بھی عالم تھے اور اُنھوں نے علم تفسیر امیر المومنینؑ سے حاصل کیا۔

ایک مرتبہ مدینے میں میثم اور عبداللہ ابن عباس کی ملاقات ہوئی میثم نے کہا

Presented by Ziaraat.Com

تفسیرِ قرآن کے متعلق جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لیجئے کیوں کہ میں نے امیر المومنینؑ سے پڑھا ہے اور آپ نے اُس کی تاویل کی مجھے تعلیم دی ہے۔ عبداللہ ابن عباس نے قلم و دوات منگایا تا کہ میثم جو کچھ بتاتے جائیں وہ لکھتے جائیں۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ لکھیں میثم نے اُن سے کہا آپ کا کیا حال ہوگا جب کہ آپ مجھے سولی پر لٹکا ہوا دیکھئے گا۔ ابنِ عباس نے کہا تم تو کاہنوں جیسی باتیں کرنے لگے (جو غیب کی خبریں بیان کیا کرتے ہیں) یہ کہہ کر انھوں نے کاغذ ہاتھ سے رکھ دیا۔ میثم نے کہا جلدی نہ کیجئے۔ میں جو کچھ بتاؤں اگر وہ حق بات ہو تو اُسے اختیار کیجئے گا ورنہ ترک کر دیجئے گا۔ پھر اُنھوں نے آیاتِ الٰہی کی وہ تفسیر بیان کی جو اُنھوں نے امیر المومنینؑ سے سُن رکھی تھی (رجال کشی، ص ۵۴)

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(۱) میثم پورے قرآن کی تاویل کے عالم تھے جب ہی اُنھوں نے ابنِ عباس سے کہا تھا تفسیرِ قرآن میں جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ لیجئے کیونکہ میں نے قرآن علی ابن ابی طالبؑ سے پڑھا ہے اور اُنھوں نے اس کی تاویل کی مجھے تعلیم دی ہے۔

(۲) میثم کو جو علم تھا وہ ابن عباس کو نہ حاصل تھا اسی لئے میثم جو کچھ بتاتے گئے ابن عباس لکھتے گئے۔ اگر ابن عباس کو بھی وہ باتیں معلوم ہوتیں تو اُنھیں لکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اسی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ میثم کا علم کچھ اور شان رکھتا تھا، اُن کی علمی منزلت کچھ اور تھی اور ابن عباس کی کچھ اور حالانکہ ابنِ عباس بھی امیر المومنینؑ ہی کے شاگرد تھے۔

(۳) میثم علم کے بلند درجے پر بھی فائز تھے اور قابلِ اعتماد و وثوق بھی تھے جبھی ابن عباس نے اُن کی بیان کردہ باتیں بغیر کسی تامل کے لکھ لیں۔

(۴) ابنِ عباس کو موتوں اور آنے والے حادثات و واقعات کا بالکل علم نہ تھا

Presented by Ziaraat.Com

ورنہ میثم کے یہ کہنے پر کہ اُس دن آپ کا کیا حال ہوگا جب آپ مجھے سُولی پر لٹکا دیکھے گا وہ انکار نہ کرتے اور اُن کی اس پیشین گوئی کو کہانت نہ قرار دیتے۔ حالانکہ ابن عباس نے امیر المومنینؑ کو دیکھا بھی اور اس قسم کے رُموز واسرار بیان کرتے بھی سُنا لیکن معلوم ہوتا ہے وہ ان علوم کے تحمل کی طاقت نہیں رکھتے تھے اسی لئے امیر المومنینؑ نے یہ مخفی علوم اُنھیں تعلیم کئے نہ کبھی ابن عباس نے اس بات کا دعویٰ ہی کیا کہ امیر المومنینؑ نے مجھے بھی ان مخفی رُموز واسرار کی تعلیم دی ہے اور نہ اُن سے کبھی اس قسم کا علمی مظاہرہ ہی ہوا جس سے اندازہ ہوتا کہ وہ بھی اُن مخفی رُموز واسرار کے عالم تھے۔

میثمِ تمار مخفی علوم کے امانت دار تھے:

پیغمبر خدا اور اہلِ بیت طاہرینؑ نے اپنی باتوں کو سخت ودشوار کہا ہے جن کا متحمل یا تو نبی مرسلؑ ہوسکتا ہے یا ملکِ مقرب یا وہ مومن جس کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے آزمالیا ہو۔

یہ بات کوئی تعجب انگیز بھی نہیں کیوں کہ پیغمبرؐ واہلِ بیت پیغمبرؐ بہت سی گوناگوں باتوں کے حامل تھے۔ کون انسان غرائب وعجائب کا متحمل ہوسکتا ہے، کون شخص ایسا ہے جو حیرت انگیز باتوں کو سُن کر بدحواس نہ ہو اور بے چوں وچرا تسلیم کرلے۔ ہم اوپر بیان کرچکے ہیں حبیب بن مظاہر، رشید ہجری اور میثم کی آپس کی گفتگو سُن کر کوفے والوں نے مذاق اُڑایا اور اُن کے مخفی علم کی باتیں سُن کر اُن کی تکذیب کی۔ حالانکہ وہ لوگ بخوبی واقف تھے کہ حبیب ابنِ مظاہر ومیثم وغیرہ سعی علوم کے حامل ہونے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں، مگر چوں کہ عام لوگوں کی عقل وفہم اور اُن کے سوچنے سمجھنے کا انداز ان مخفی علوم کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا لہٰذا جو بات اُن کے معیارِ علم سے ذرا اونچی ہوتی اُس کا فوراً انکار کردیتے۔ دوسروں کو کیا کہا جائے خود

Presented by Ziaraat.Com

ابن عباس بھی میثم کی باتیں سُن کر جھنجھلا اُٹھے تھے اور اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ اس مخفی علم سے خالی تھے جب کہ اُن کی صلاحیتوں میں کسی کو کلام نہیں۔ پھر وہ امیر المومنینؑ کے شاگرد بھی تھے۔ آج بھی بہت سے لوگوں پر یہ بات گراں گزرتی ہے کہ امیر المومنینؑ کو حوادث وواقعات کا اُن کے پیش آنے سے پہلے ہی کیوں کر علم حاصل تھا۔ مگر یہ لوگ یہ بات نہیں سمجھتے کہ امیر المومنینؑ کے علم کو اپنے پیمانے سے ناپنا انتہائی غلط ہے۔ ہم اگر کسی علم میں کورے ہوں تو یہ کب جائز ہے کہ ہم سرے سے اُس علم کا انکار کر دیں۔

میثم تمار کو آئندہ پیش آنے والی بہت سی باتوں کا علم تھا کون کب مرے گا، کس طرح مرے گا اُس کے متعلق بھی اُن کی معلومات بہت وسیع تھیں اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ حدیث صعب ومتصعب کے حامل اور اُن لوگوں میں سے تھے جن کے دل کو اللہ نے اچھی طرح آزمالیا تھا۔

صالح بن میثم کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ میں بازار میں تھا کہ میرے پاس اصبغ بن نباتہ آئے۔ اُنھوں نے کہا میثم میں نے امیر المومنینؑ کو ارشاد فرماتے سُنا کہ ہماری باتیں بہت ہی سخت ودشوار ہیں۔ ان باتوں کا متحمل یا تو ملکِ مقرب ہوسکتا ہے یا نبی مرسل یا وہ مومن جس کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے آزمالیا ہو۔ میثم کہتے ہیں کہ فوراً ہی اُٹھا اور امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میری جان آپ پر قربان میں نے ایک بات ایسی سنی ہے جس سے میرا سینہ تنگی کرنے لگا ہے۔ آپ نے پوچھا وہ کیا۔ میں نے اصبغ کی بات دہرادی۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا بیٹھو۔ یہ بتاؤ کیا ضروری ہے کہ علما ہر علم کے حامل ہوں؛ خداوند عالم نے ملائکہ سے کہا تھا "انی جاعل فی الارض خلیفہ قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفك الدماء" میں زمین پر

Presented by Ziaraat.Com

خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔ ملائکہ نے عرض کی کیا تو زمین پر ایسے کو خلیفہ بنا لے گا جو فتنہ و فساد کرے اور خوں ریزی کرے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ کیا ملائکہ تمام باتوں کے عالم تھے اور اگر عالم تھے تو اُنھوں نے لب کشائی کیوں کی۔ میں نے عرض کی یہ تو اس بات سے بھی ہولناک بات ہے۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ دوسری بات سنو۔ خداوند عالم نے جناب موسیٰ پر توریت نازل کی۔ جناب موسیٰ کو خیال گزرا کہ اب مجھ سے بڑھ کر عالم کوئی نہیں۔ اللہ نے اُنھیں بتایا کہ اُس کے بندوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو موسیٰ سے بڑھ کر عالم ہیں۔ موسیٰ نے دعا کی کہ خداوند مجھے اس عالم تک پہنچا دے۔ اللہ نے اُن کی ملاقات خضر سے کرا دی۔ خضر نے کشتی میں سوراخ کر دیا۔ موسیٰ اس کے متحمل نہ ہو سکے۔ لڑکے کو قتل کر ڈالا، موسیٰ نے اسے بھی ہولناک سمجھا، گرتی ہوئی دیوار سیدھی کر دی، موسیٰ نے اس کا بھی تحمل نہیں کیا۔ رہ گیا مومن (جس کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے آزما لیا ہو) تو بروزِ غدیر پیغمبرؐ خدا نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا: "من کُنتُ مولاہ فھٰذا علی مولاہ" جس کا میں مولا ہوں اُس کے علیؑ بھی مولا ہیں۔ تم ہی بتاؤ کتنوں نے اس کا تحمل کیا سوا چند لوگوں کے جن کو اللہ نے گمراہ ہونے سے محفوظ رکھا۔ تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ خداوند عالم نے تمہیں ان باتوں کے علم کے ساتھ مخصوص کیا جن باتوں کا علم ملائکہ و انبیاء اور مومنین کو بھی نہیں ہو سکتا۔ تم لوگ پیغمبرؐ خدا کے رُموز و اسرار کے حامل ہو۔ (بشارۃ المصطفیٰ الشیعۃ المصطفیٰ)

یہ حدیث صریحی طور پر بتاتی ہے کہ میثم بھی اُن گنتی کے لوگوں میں سے تھے جو حدیث صعب و متصعب کے حامل تھے۔ حامل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبرؐ واہلِ بیت پیغمبرؐ نے جو کچھ بیان کیا اُس کو دل سے قبول کیا یہ یقین کرتے ہوئے کہ اہلِ بیتؑ جو کچھ کہتے ہیں وہ پیغمبرؐ سے سُن کر اور پیغمبرؐ جو کچھ کہتے ہیں وہ جبریل

Presented by Ziaraat.Com

سے معلوم کر کے اور جبریل اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم کر کے آتے ہیں۔

میثم تمار صاحبِ بصیرت تھے:

کبھی بصیرت ہوتی ہے مگر علم نہیں ہوتا کبھی علم ہوتا ہے مگر بصیرت نہیں ہوتی اور کبھی بصیرت ہوتی ہے اور علم بھی ہوتا ہے جس ذات میں یہ دونوں چیزیں جمع ہوجائیں اُس کی پاکیزگی طینت کا کیا کہنا۔ بصیرت بغیر علم کے ہلکی روشنی ہے یا کم پھل دینے والا درخت ہے اور علم کی بغیر بصیرت کے مثال ایسی ہی ہے جیسے گدھے کے سر پر کتابیں لاد دیں جائیں۔ ہاں اگر بصیرت اور علم دونوں اکھٹا ہوجائیں تو وہ درخشندہ نور اور اکسیر وتریاق ہے اور جس شخص میں یہ دونوں چیزیں جس حد تک ہوں گی اُتنا ہی وہ شخص عظیم المنزلت ہوگا یہ دونوں چیزیں انسان کو ملائکۂ مقربین کے درجے تک پہنچا دیتی ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ علم کبھی کبھی ذریعہ بن جاتا ہے بصیرت کا اور اسی طرح بصیرت ذریعہ بنتی ہے علم کا۔ مگر پہلی بات شاذ ونادر ہی ہوتی ہے یعنی کمتر ایسا ہوتا ہے کہ عالم اپنے علم سے بصیرت کا حامل ہوجائے۔ دنیا میں آپ کو بہت سے گمراہ عالم ملیں گے مگر شاید ہی کوئی بابصیرت شخص گمراہ دکھائی دے۔ بہت سے بے بصیرت عالم ہیں جن کو اُن کا علم فائدہ نہیں پہنچاتا اور اُنھیں گمراہی وضلالت کی تاریکیوں سے نہیں نکالتا لیکن بغیر علم والا بابصیرت انسان اپنی بصیرت کی وجہ سے جہالت و گمراہی کے راستے سے صاف بچ نکلتا ہے۔

علم کے لئے ضرورت ہے وسیع ظرف کی۔ جب ظرف وسیع ہوگا تو اُس میں علم محفوظ رہے گا اور ظرف والے کی شان بلند ہوگی لیکن اگر علم زیادہ اور ظرف مختصر ہوگا تو انسان بلند مرتبہ حاصل کرنے میں ناکام رہے گا بلکہ بسا اوقات علم کی زیادتی وبال بن جائے گی۔

Presented by Ziaraat.Com

میثم کے علاوہ منزلت اور بلندی مرتبہ کی وجہ اُن کی بصیرت بھی تھی وسعتِ ظرف بھی اور پاکی طینت بھی۔ اُن کے سینے میں کشادگی تھی اور دل میں جو بات ڈالی جاتی اُن کا دل اُس کو محفوظ رکھتا۔ اسی وجہ سے وہ علم بلایا و منایا، علم تفسیر اور علمِ کائنات کے خزینہ دار تھے باوجود یہ کہ انھیں امیر المومنینؑ کی صحبت میں بہت کم دن رہنے کا موقع ملا۔ بہت سے ایسے لوگ بھی تھے جن کی طینت بھی پاکیزہ تھی امیر المومنینؑ کی صحبت میں زیادہ دن رہنے کا انھیں موقع بھی ملا لیکن امیر المومنینؑ سے اتنے علوم حاصل نہیں کر سکے نہ آپ کے فیوض و برکات سے اتنے مستفید ہوئے اُس کی وجہ محض یہ تھی کہ وہ ایسی بصیرت کے مالک نہ تھے نہ اُن کے سینوں میں اتنی گنجائش تھی۔

میثمِ تمار کا عقیدہ اور ایمان:

کسی شخص کی ایمانی منزلت اور ثبات و استقلال کی شان جانچ پرکھ اور آزمائشوں میں ڈالے جانے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ زبانی دعویٰ مفید نہیں۔ جب تک امتحان میں بھی پورا نہ اُترے۔ "الم احسب الناس ان تیر کوا ان یقولوا اٰمنا دھم لا یفتنون" کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور اُن کا امتحان نہ لیا جائے گا"۔

لیکن جب لوگ چھلنی میں ڈالے جاتے ہیں، آزمائشیں اور پریشانیاں ٹوٹ کر پڑتی ہیں تو اللہ ہی جانے چھلنی میں کتنے لوگ بچ رہیں گے اور آزمائشیں اور پریشانیاں جھیل کر کتنے لوگ ثابت قدم نکلیں گے۔ لوگ دنیا کے غلام ہوتے ہیں دین کا تو بس ذائقہ زبان پر ہوتا ہے اگرچہ دین اُن کے لئے دنیا میں بھی خیر و برکت کا ذریعہ ہے مگر لوگ دنیا کو ظاہری آنکھوں سے دیکھتے ہیں بصیرت اور دل

Presented by Ziaraat.Com

کی آنکھوں سے نہیں دیکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ آزمائش و ابتلا کے موقعے پر وہ دنیا کے بیٹے بلکہ ابن الوقت بن جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا اور ابنائے دنیا کا دامن پکڑے رہنے سے فوری ہلاکت سے جان بچ جائے گی۔ اُنھیں خبر نہیں کہ دنیا کا دامن پکڑنے سے ہلاکت کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوگا۔ نجات دین داروں کے دامن سے متمسک ہونے ہی میں نصیب ہوگی۔

دین کی وجہ سے جان و آبرو کی حفاظت ہوتی ہے اور دین چھوڑ دینے سے جان اور آبرو ظلم و عدوان کے پنجے میں پڑ جاتی ہے اسی موقعے پر ہمیں میثم کے ایمان اور ثبات و استقلال کا اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ امیر المومنینؑ نے اُنھیں جب ان مصائب و شدائد سے آگاہ کیا جو آگے چل کر اُنھیں پیش آنے والے تھے تو میثم نے عرض کی۔ امیر المومنینؑ میں ان تمام مصائب پر صبر کروں گا، اللہ کی راہ میں یہ سب مصیبتیں تو بہت کم ہیں۔ ایک دن امیر المومنینؑ نے اُن سے فرمایا کہ تمھیں سُولی دی جائے گی اور اسی سُولی پر تمہارا دم نکلے گا۔ میثم نے عرض کی۔ مولا میں فطرتِ اسلام پر تو باقی رہوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ تو میثم کی تمام تر نظر انجام اور آخرت پر تھی انھیں سُولی دیئے جانے کی کوئی پروا نہیں تھی۔

جب میثم گرفتار کئے گئے اور ابنِ زیاد نے انھیں سُولی دیئے جانے کا حکم دیا تو انھیں پورا موقع اس کا حاصل تھا کہ بھاگ کر اپنی جان بچائیں۔ کوفے میں اُن کے چاہنے والے بہت تھے۔ ابنائے زمانہ جس طرح زمانے کا رنگ دیکھ کر اپنا رنگ بدل لیتے ہیں اور ارباب حکومت سے زمانہ سازی کرتے ہیں میثم بھی کر سکتے تھے لیکن اسی وقت میثم کے کمال ایمان اور اُن کی نفسیات کا شاندار مظاہرہ ہوا وہ اُس وقت موت اور زندگی کے درمیان معلق تھے مگر انھوں نے ایمان پر باقی رہ کر جان دینا گوارا کیا مگر نفاق پر رہ کر زندہ رہنا انھیں گوارا نہ ہوا۔ اُن کی

Presented by Ziaraat.Com

باتوں میں نہ تو نرمی آئی نہ انداز خطاب میں شانِ انکسار پیدا ہوئی۔ اُنھوں نے بے ڈرے جھجکے ابن زیاد سے کہا۔ امیر المومنینؑ نے مجھے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ تمہیں کمینہ و ناپاک، بدکار عورت کا فرزند ابن زیاد گرفتار کرے گا۔ میثم نے یہ فقرہ اُس وقت کہا جب کہ اُنھیں یقین تھا کہ اُنھیں ابن زیاد سُولی ضرور دے کے رہے گا۔ جب ابن زیاد کے ملازموں نے اُن کی زبان قطع کرنا چاہی تو بولے بدکار عورت کا فرزند مجھے اور میرے مولا کو جھٹلانا چاہتا ہے۔

اسی طرح ابن زیاد کے یہ پوچھنے پر "این ربك" تمہارا پروردگار کہاں ہے میثم نے برجستہ کہا۔ "اللہ تعالیٰ ہر ظالم کی گھات میں ہے اور تم بھی انھیں ظالموں میں سے ہو"۔

کیا یہ تمام باتیں میثم کے صلابت ایمان اور یقین محکم کا ثبوت نہیں۔ ابتلا و آزمائش کی گھڑیوں میں ایسا ہی ثبات واستقلال ہونا چاہیے۔

میثم تمار ولایتِ علیؑ میں کامل تھے:

دل کی قوت بھی ایمان کی قوت کا ثمرہ ہے جس شخص کی آنکھوں میں اللہ بڑا ہوگا، اُس کی آنکھوں میں خدا کے سوا ہر چیز کمتر و حقیر ہوگی، جو شخص روزِ قیامت کے عقاب کو عظیم سمجھے گا، روزِ جزا ثواب ملنے کا یقین رکھے گا وہ اس دنیا میں پیش آنے والی ہر مصیبت کو آسان جانے گا۔

یہ صفت جناب میثم میں اُس دن دیکھنے میں آئی جب ابنِ زیاد نے اُنھیں سُولی دیئے جانے کا حکم دیا۔ ابنِ زیاد انتہائی سفاک اور جلّاد انسان تھا۔ خوں ریزی اُس کا محبوب مشغلہ تھا۔ خصوصیت کے ساتھ اہلِ بیت طاہرینؑ اور اُن سے تعلقِ خاطر رکھنے والوں کا تو جانی دشمن تھا۔ میثم جو امیر المومنینؑ کے عزیز ترین شاگرد تھے، جو ببانگِ دہل آپ کی محبت و ولایت کا اعلان کرتے پھرتے،

Presented by Ziaraat.Com

آپ کے فضائل و کمالات کی نشر و اشاعت کرتے اُن کو ابنِ زیاد کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ بس ایک ہی چیز میثم کو ابن زیاد کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رکھ سکتی تھی وہ یہ کہ میثم امیر المومنینؑ سے بے زاری کا اظہار کریں لیکن میثم ایسے صادق الایمان اور قوی دل والے انسان کے لئے اور سب کچھ ممکن تھا مگر امیر المومنینؑ سے بیزاری کا اظہار ناممکن تھا۔ خصوصیت کے ساتھ ایسی صورت میں جب کہ امیر المومنینؑ نے اظہارِ بیزاری سے ممانعت بھی فرمادی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا اگر کوئی مجھے گالیاں دینے پر مجبور کرے تو تم گالیاں دے لینا۔ یہ میرے لئے پاکیزگی اور تمہارے لئے باعثِ نجات ہوگی لیکن اگر کوئی مجھ سے اظہارِ بے زاری پر تمہیں مجبور کرے تو ہرگز نہ کرنا کیوں کہ میں فطرتِ اسلام پر پیدا ہوا اور سب سے پہلے ایمان بھی لایا اور ہجرت بھی کی۔

ابنِ زیاد نے میثم کو مجبور کیا کہ وہ امیر المومنینؑ سے بے زاری کا اظہار کریں میثم نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا۔

ابنِ زیاد نے کہا تمہیں بہر حال علی ابن ابی طالبؑ سے بے زاری کا اظہار کرنا اور اُن کے معائب بیان کرنا ہوں گے ورنہ میں تمہارے ہاتھ پیر کاٹ کر سُولی پر چڑھادوں گا۔ میثم نے کہا میرے مولا علی ابن ابی طالبؑ مجھے پہلے ہی خبر دے چکے ہیں کہ میرے ہاتھ پیر کاٹے جائیں گے اور مجھے سُولی دی جائے گی۔ میں نے آپ سے پوچھا تھا یہ ساری باتیں کس شخص کے ذریعے عمل میں لائی جائیں گی۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا "یاخذك عُتل الزنیم ابن امة الفاجرة عبیدالله بن زیاد" کیا اندازہ ہوسکتا ہے اس قوتِ قلب اور ہمت و جرأت کا کہ میثم ابنِ زیاد کے منہ پر اُسے ایسا سخت جواب دے رہے ہیں اور اُس کے حسب ونسب کا پول بھی کھولے دے رہے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

میثم سولی پر چڑھے اسی طرح لوگوں سے امیر المومنینؑ اور اہلِ بیت طاہرینؑ کے فضائل اور اُن کے دشمنوں کے معائب بیان کرتے رہتے۔ سُولی پر چڑھ کر موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس طرح تقریر کرنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ کام تو ایسے ہی کامل الایمان بندے کر سکتے ہیں جو نہ موت کو خاطر میں لاتے ہیں نہ اُنھیں اس کی پروا کہ کس طرح موت آئے گی۔ اُن کے دل میں بس خوفِ الٰہی کی اہمیت ہوتی ہے۔ وہ موت کو فنا کے گھر سے بقا کے گھر تک اور مصیبت و بدحالی سے خوش بختی و سعادت تک جانے کے لیے ایک پُل سمجھتے ہیں۔

فرمانِ مولا علیؑ پر میثم تمار کا یقین کامل تھا:

امیر المومنینؑ نے میثم کو بتایا تھا کہ تم میرے بعد گرفتار کئے جاؤ گے اور کھجور کے تنے پر تمھیں سُولی دے دی جائے گی۔ امیر المومنینؑ نے اُنھیں کھجور کا وہ درخت بھی دکھلا دیا تھا۔ امیر المومنینؑ کوفے کے محلے کناسہ کی طرف تشریف لے جاتے میثم بھی ساتھ ہوتے۔ آپ کا گزر کھجور کے اُس درخت کی طرف سے ہوتا آپ میثم سے فرماتے میثم تمھاری اور اس کھجور کی ایک شان ہونے والی ہے۔

میثم اس کھجور کے پاس جاتے، وہاں نماز پڑھتے اور کھجور سے خطاب کر کے کہتے خدا تجھے برکت دے۔ میں ترے لئے پیدا ہوا اور تو نے میرے لئے نشو و نما پائی۔ کبھی کہتے۔ اے درختِ خرما میں نے تیرے ہی لئے غذا پائی اور تو نے بھی میرے لئے غذا پائی۔ جب وہ سُولی دیئے جانے کو لے جائے جا رہے تھے تو اُن کا گزر ایک شخص کی طرف سے ہوا۔ اُس شخص نے اُنھیں دیکھ کر کہا تم ان سب چیزوں سے بے نیاز تھے (مطلب یہ ہے کہ اگر ابن زیاد کی بات مان کر علیؑ سے اپنی بے زاری کا اظہار کر دیتے تو تمھاری جان بچ جاتی، سُولی کی نوبت ہی نہ آتی)

Presented by Ziaraat.Com

میثم اُس کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور کھجور کے درخت کی طرف اشارہ کر کے کہا خدا کی قسم یہ درخت میرے ہی لئے روئیدہ ہوا اور میں نے بھی اسی درخت کے لئے کھایا، پیا اور نشو ونما پائی۔ میثم نے کھجور کے اس درخت اور اس درخت پر اپنے سُولی دیئے جانے کا تذکرہ کچھ اتنی مرتبہ کیا کہ ابنِ زیاد نے اُس درخت کو کٹوا ڈالا۔ کسی بڑھئی نے وہ کٹا ہوا درخت خرید لیا اور اُس کے چار ٹکڑے کئے۔ میثم نے اپنے فرزند صالح سے کہا ایک کیل لے لو اُس پر میرا اور میرے باپ کا نام لکھ لو اور جا کر کسی ایک ٹکڑے میں اُسے ٹھونک آؤ۔ صالح بیان کرتے ہیں کہ جب ابن زیاد نے میرے باپ کو سُولی دے دی تو کچھ دنوں کے بعد میں اُس ٹکڑے کے پاس گیا دیکھا تو اُسی ٹکڑے پر اُن کو لٹکایا گیا تھا جس میں میں نے پہلے سے کیل گاڑ رکھی تھی۔

امیر المومنینؑ نے اُنھیں بتا رکھا تھا کہ اس درخت کے چار ٹکڑے کر دیئے جائیں گے اور ایک ٹکڑے پر اُنھیں لٹکایا جائے گا بہت ممکن ہے امیر المومنینؑ نے میثم کو یہ بھی بتا دیا ہو کہ ان چار میں سے کس ٹکڑے پر اُنھیں سُولی دی جائے گی۔

انسان موت کا نام ہی سُن کر گھبرا جاتا ہے چہ جائیکہ کسی انسان کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ میری موت کا وقت آ پہنچا ہے فلاں جگہ میری موت آئے گی اور فلاں شخص کے ہاتھوں میرا کام تمام ہوگا۔ ایسا انسان جسے پہلے سے معلوم ہو کہ اس درخت پر مجھے سُولی دی جائے گی وہ اُس درخت کی روزانہ دیکھ بھال کرے اُس کے پاس جا کر عبادت الٰہی بجالائے، اُس کو مخاطب کر کے کلام کرے کہ تو میرے لئے اور میں تیرے لئے پیدا ہوا ہوں۔ ایسا ہی انسان ہوگا جسے اللہ پر پورا یقین ہو جو دین میں پختہ ہو اور جسے یہ بھی اطمینان ہو کہ میرا انجام بہتر ہی ہوگا۔

Presented by Ziaraat.Com

میثمِ تمار زاہد روزہ دار و عبادت گزار تھے:

جب میثم علم و یقین، ایمان و معرفت کے اس درجے پر فائز تھے تو کوئی حیرت کی بات نہیں کہ وہ زاہد اور اس دنیاوی زندگی سے بے نیاز بھی رہے ہوں۔ بہت سے لوگ اچھی اور نفیس چیز کو بھی خاطر میں نہیں لاتے اس توقع میں کہ اس سے زیادہ بہتر اور زیادہ نفیس چیز مل جائے گی چہ جائے کہ ایسی چیز جس کی خرابی اور گھٹیا پن پوری طرح واضح ہو۔

صاحبانِ معرفت جن کی نظروں کے آگے حقائق بے حجاب ہوتے ہیں اُن کی نظروں میں دنیا کی کوئی قیمت نہیں۔ چاہے دوسروں کی نظر میں یہ دنیا انتہائی حسین و جمیل اور دل موہ لینے والی ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ وہ صاحبانِ معرفت اس دنیا کو اللہ کی معصیت کا گھر سمجھتے ہیں وہ اس دنیا میں قبیح و ناپسندیدہ باتیں اور ظُلم و جور کی گرم بازاری علانیہ دیکھتے ہیں۔

وہ شخص جو علیؑ ایسے انسان کی صحبت سے محروم ہو جائے اور معاویہ ایسے انسان کی رعایا بننے پر مجبور ہو دیکھے کہ فرزند رسولؐ امام حسینؑ گوشہ نشین ہیں، اُن کی ہدایت اور علم سے لوگ فائدہ نہیں اُٹھاتے جو دیکھے کہ یزید ایسے زانی و بدکار، بدمست و بدکردار کے گرد لوگ چکر لگا رہے ہیں، جو دیکھے کہ ہر نیکوکار شیعہ ہر کنکر پتھر کے نیچے سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیے جا رہے ہیں ایسے شخص کو دنیا کی کیا رغبت ہو سکتی ہے۔ اُس کی تمنائیں، اس کی خواہشیں کیوں کر اس دنیا سے وابستہ ہوتیں۔

جو شخص واقعی اللہ کی معرفت کا حامل ہو۔ خداوند عالم نے نیکوکار بندوں کے لئے جس رحمت اور نافرمانوں کے لئے جس عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے اُس کا اُسے یقین ہو اُسے عابدِ شب زندہ دار اور صائم النہار ہونا ہی چاہئے۔ میثم کے متعلق اُن کے واقف کاروں کا یہ فقرہ قطعی مبالغہ نہیں کہ میثم کا خدا اُن پر اپنی رحمت نازل

Presented by Ziaraat.Com

کرے زاہدوں میں سے اور اُن لوگوں میں سے تھے جن کی کھالیں کثرتِ زُہداور کثرتِ عبادت سے خشک ہوگئی تھیں۔

خود میثم کا دشمن جس نے اُن کے سولی دیئے جانے کی حالت میں اُن پر خنجر کا وار کیا تھا یہ کہنے پر مجبور ہوگیا کہ خدا کی قسم میں نے ہمیشہ تمہیں عابدِ شب زندہ دار ہی دیکھا۔ یہ کہہ کر اُس نے اُن کی کوکھ میں اپنا خنجر اُتار دیا۔ یہیں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ لوگوں کی طنیت اور خمیر ایک جیسا نہیں۔ بد بخت شخص نیک بختی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے بد بختی نہیں اختیار کرتا نہ حق سے اندھا ہونے کی وجہ سے باطل اختیار کرتا ہے۔ بلکہ وہ حق کو حق جانتا ہے اور جاننے کے باوجود اُس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے، باطل کو باطل سمجھ کر اُس کی پیروی کرتا ہے ورنہ آخر کیا وجہ تھی کہ یہ خبیث و ذلیل انسان یہ جانتے ہوئے کہ میثم عابدِ شب زندہ دار ہیں اُن کے جسم میں اپنا پورا خنجر اُتار دے۔

میثم تمار کی فصاحت و بلاغت:

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ میثم عجم کے رہنے والے تھے لیکن ہمیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ وہ اپنی عجمیت ہی پر باقی رہے ہوں غالباً وہ عجم میں پیدا ہوئے اور جس زمانے میں مسلمان کسریٰ سے مصروفِ جنگ تھے یہ صغر سنی میں گرفتار ہوئے اور عرب میں آ کر پلے بڑھے اور جوان ہوئے۔ امیر المومنینؑ کے سرچشمۂ علم سے سیراب ہوئے، آپ کے فیضِ صحبت نے اُنھیں فصاحت اور شیوہ بیانی سکھا دی۔ میثم کی جو باتیں کتابوں میں درج ہیں وہ اُن کی فصاحت و بلاغت اور قادر الکلامی کا بہترین ثبوت ہیں۔ سُولی پر چڑھ کر اُنھوں نے جو تقریر کی ہے وہ بلاغت کا ایک شاہکار ہے۔ اگر اُن کی زبان صاف نہ ہوتی تو بات چیت عجمیوں ہی جیسی ہوتی اور عوام الناس اُن کی تقریر اور گفتگو سننے کے لئے اُن کے گرد اکھٹا نہ

Presented by Ziaraat.Com

ہو جاتے نہ کچھ لوگوں نے دوڑ کر ابن زیاد سے کہا ہوتا کہ جلدی کرو اُن کی زبان کاٹ ڈالو ورنہ وہ بنی امیہ کو پوری طرح رسوا کر ڈالیں گے اور رعایا بنی امیہ کے خلاف ہو جائے گی۔ اگر اُن کی عجمیت باقی ہوتی تو پھر اس قسم کا خطرہ ہی محسوس نہ ہوتا۔

اُن کی بلاغت اور قادر الکلامی کا ثبوت ابن زیاد سے اُن کی وہ گفتگو بھی ہے جو بازار کے دکان داروں کی فرمائش پر اُنھوں نے کی تھی۔ بازار کا عامل (انسپکٹر) دکانداروں کو اذیتیں دیا کرتا دوکانداروں نے میثم سے درخواست کی تھی کہ ابن زیاد سے اُس کے ظلم و تعدی کی شکایت کرو۔ میثم کہتے ہیں ہم لوگ ابن زیاد کے پاس پہنچے۔ ترجمانی کے فرائض میں نے ہی انجام دیئے۔ ابن زیاد نے کان لگا کر میری بات سنی اور میری گفتگو اُسے بہت پسند آئی۔

اگر میثم فصاحت و بلاغت کے مالک نہ ہوتے تو ابن زیاد اُن کی باتیں توجہ سے سُنتا نہ اُن کی گفتگو اُسے پسند آتی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ امیر المومنینؑ کی صحبت میں رہنا ہی اُن کے فصیح و بلیغ بن جانے کے لئے کافی تھا۔ انھیں کسی سے سیکھنے اور تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

میثم تمار حق کی طرف بُلا رہے تھے:

میثم کے حالاتِ زندگی شاہد ہیں کہ دعوت الی الحق میں ہمیشہ سرگرم رہے۔ مخفی رُموز و اسرار اور پوشیدہ علوم سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہے۔ کون کب اور کس طرح مرے گا، آئندہ کیسے کیسے ہولناک واقعات پیش آنے والے ہیں عام طور سے اُن کا موضوعِ کلام ہوا کرتا کیا یہ ساری باتیں صرف اس غرض سے ہوتیں کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میں مخفی رموز و اسرار اور اسرارِ علوم سے واقف ہوں یا کسی اور بلند و بالا مقصد سے ہوا کرتیں۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ میثم کی یہ ساری باتیں حق کی طرف لوگوں کو بُلانے کے لئے ہوتیں۔ ان باتوں سے ان کا مقصد

Presented by Ziaraat.Com

یہ تھا کہ لوگوں کو امیر المومنینؑ کی شان و منزلت اور علمی درجہ اچھی طرح معلوم ہو جائے وہ یہ سمجھ لیں کہ اگر اُمت والے امیر المومنینؑ کی باتوں پر کان دھریں، آپ کی نصیحتوں کو گوشِ دل سے سُنیں تو اُنھیں کو فائدہ پہنچے گا ورنہ کیا وجہ تھی کہ میثم نے ابنِ زیاد کے منہ پر اتنی سخت سست باتیں کہیں جب کہ قتل کیے جانے کا خطرہ پوری طرح سر پر منڈلا رہا تھا۔

میثم جب سولی پر چڑھائے گئے تو اُنھوں نے امیر المومنینؑ کی طرف دعوت دینے اور آپ کے فضائل و مناقب بیان کرنے کے لیے اس وقت کو بہترین موقع سمجھا ورنہ موت جب سامنے کھڑی ہو تو باتیں کرنا اور کسی طرف دعوت دینا تو درکنار لوگوں کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں لیکن میثم اس موقعے کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے تھے۔ اُنھیں اپنی موت کی پروا نہ تھی جب کہ اُن کا مقصد و مراد حق ہو اور اُن کی بازگشت حق کی طرف ہونے والی ہو۔

حق کی طرف یوں دعوت دی جاتی ہے اور دین کی راہ میں اس طرح قربانی پیش کرنے والے اپنی جان کی قربانی دیتے ہیں۔ کیا اب بھی کسی کو اس میں کلام ہو سکتا ہے کہ میثم حق کے بہت بڑے داعی تھے۔

میثم تمار نے ابنِ زیاد کو ذلیل کر دیا:

میثم کو جب بھی موقع ملتا وہ اُن مصائب و شدائد کا تذکرہ کرنے سے باز نہ رہتے جو آگے چل کر اُنھیں پیش آنے والے تھے۔ حتیٰ کہ اُنھوں نے جب ابن عباس سے قرآن کی وہ تفسیر بیان کرنا چاہی جو اُنھوں نے امیر المومنینؑ سے حاصل کی تھی اُس وقت بھی اُنھوں نے ابن عباس سے اپنی موت اور لوگوں کے اُن مظالم کا تذکرہ کیا جو اُن پر ڈھائے جانے والے تھے۔ جناب اُمّ سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے کنیز کو حکم دیا کہ اُن کی داڑھی میں عطر لگائے۔

Presented by Ziaraat.Com

عطر لگائے جانے پر اُنھیں یاد آ گیا کہ یہی داڑھی میرے خون سے رنگین ہونے والی ہے۔ اُنھوں نے جناب اُمّ سلمہ سے اپنی موت کا ذکر کیا۔ حبیب ابن مظاہر سے ملاقات کے موقع پر اُنھیں بتایا کہ کربلا میں کوفہ و شام والے اُن پر کیا ظلم کرنے والے ہیں۔ امیر المومنینؑ کی زندگی میں بھی اُن کا یہی دستور رہا اور آپ کی شہادت کے بعد بھی وہ درختِ خرما کو روز آنہ آ کر دیکھتے، وہاں عبادت الٰہی بجا لاتے۔ صرف اس لئے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اسی درخت پر اُنھیں سُولی دی جانے والی ہے وہ ابن حریث سے کہا کرتے کہ میں جلد ہی تمہارے پڑوس میں آنے والا ہوں، تم میرے لئے اچھے پڑوسی بننا۔ ان کی بڑی خواہش رہا کرتی کہ جب بھی مناسب موقعے ملے امیر المومنینؑ سے سنی ہوئی باتیں لوگوں سے ضرور بیان کردیں کہ کس طرح مجھے گرفتار کیا جائے گا، مجھے سُولی دی جائے گی، مجھ پر خنجر کا وار ہوگا، میرا کام تمام کیا جائے گا۔ اتنی کثرت سے اُنھوں نے یہ باتیں بیان کیں اور اُن کی بیان کردہ باتوں کا اتنا چرچا ہوا کہ خود ابن زیاد کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ کیا میثم از راہ حزن واندوہ اپنی موت کی خبر بیان کیا کرتے۔ ہمارا تو یہی خیال ہے کہ میثم یہ باتیں بیان کر کے حق کا علم سر بلند اور باطل پر حجت قائم کرنا چاہتے تھے۔ اُن کی دلی خواہش یہ تھی کہ لوگوں پر بنی اُمیہ کا ظلم و جور اور اہلِ ایمان کے ساتھ اُن کی درندگی و شقاوت الم نشرح ہو جائے۔

اُن کا اپنی موت کی خبر بیان کرنا باطل سے جنگ کرنے اور گمراہی سے ٹکر لینے کے مترادف تھا۔

میثم کی نظروں میں صرف حق کا داعی ہونا ہی کافی نہیں تھا۔ اگر باطل سے جنگ بھی نہ ہو۔ وہ فضائلِ اہلِ بیتؑ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بنی اُمیہ کی شرم ناکیاں بھی ضرور بیان کرتے اسی لئے ابن زیاد سے لوگوں نے کہا اس (غلام میثم)

Presented by Ziaraat.Com

نے تمھیں ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیا۔

میثم تمار خبرِ شہادتِ امام حسینؑ سے واقف تھے:

جناب میثم اکثر و بیشتر مواقع پر امام حسینؑ کی شہادت کی خبر بیان کیا کرتے جبلہ مکیہ کہتی ہے۔ میں نے میثم تمار کو کہتے سنا:

''خدا کی قسم یہ امت اپنے نبی کے نواسے کو بروزِ عاشورِ محرم شہید کرے گی۔ دشمنانِ خدا روزِ شہادت کو مبارک دن قرار دیں گے۔ ایسا ہو کر رہے گا۔ میرے مولا امیر المومنینؑ مجھے بتا چکے ہیں۔ اُنھوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ حسینؑ پر ہر چیز گریہ کرے گی یہاں تک کہ وحشی جانور جنگلوں میں، مچھلیاں دریاؤں میں، پرندے فضائے آسمانی میں اُن پر آنسو بہائیں گے، اُن پر چاند سورج، ستارے، آسمان زمین، مومنین، انس و جن اور تمام ملائکۂ آسمان و زمین، مالک حاملان عرش گریہ کریں گے۔ آسمان سے خون اور راکھ کی بارش ہوگی۔ قاتلانِ حسینؑ پر خداوند عالم کی لعنت اُسی طرح لازمی ہوگی جس طرح اُن مشرکین پر جو اللہ کے ساتھ ایک اور معبود قرار دیتے ہیں نیز جس طرح یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں کے لئے خدا کی لعنت لازمی ہے۔

جبلہ نے کہا۔ میثم بھلا روزِ شہادت کو لوگ مبارک دن کیسے قرار دیں گے۔ میثم رونے لگے اور کہا اُس کے لئے ایک من گھڑت حدیث بنائی جائے گی جس میں بیان کیا جائے گا کہ اسی عاشور محرم کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی توبہ قبول کی۔ حالاں کہ اللہ نے آدم کی توبہ ذی الحجہ میں قبول کی تھی۔ اس حدیث میں دعویٰ کیا جائے گا کہ اسی عاشور محرم کو اللہ تعالیٰ نے داؤد کی توبہ قبول کی حالاں کہ اللہ نے ذی الحج میں داؤد کی توبہ قبول کی۔ اس حدیث میں دعویٰ کیا جائے گا کہ اسی عاشور کو جناب یونس مچھلی کے پیٹ سے برآمد ہوئے حالانکہ وہ ذی الحجہ میں برآمد ہوئے۔ دعویٰ

Presented by Ziaraat.Com

کیا جائے گا کہ اسی دن کشتی نوح جا کر کوہِ جودی پر ٹھہری حالانکہ کشتی ۱۸، ذی الحج کو ٹھہری تھی۔ اس حدیث میں دعویٰ کیا جائے گا کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے دریا شگافتہ کیا حالاں کہ ایسا ربیع الاول میں ہوا تھا۔ پھر میثم نے کہا۔ جبلہ یہ سمجھ لو کہ حسینؑ بروزِ قیامت سیّدالشہداء ہوں گے اور اُن کے اصحاب کو تمام شہداء پر فوقیت ہوگی۔

اے جبلہ تب تم سورج کو دیکھنا کہ وہ مثل خون کے سُرخ رنگ کا ہے تو سمجھ لینا کہ سیدالشہداء شہید ہو گئے۔ جبلہ کہتی ہیں چنانچہ میں ایک دن گھر سے باہر نکلی میں نے دیوار پر دھوپ دیکھی۔ معلوم ہوتا تھا سُرخ رنگ کی چادر ہے میں چیخنے چلانے اور رونے لگی اور کہا کہ خدا کی قسم ہمارے سید و آقا حسین بن علیؑ شہید ہو گئے

(''میثم تمار'' علامہ عبدالرزاق)

میثم کا یہ بیان صرف خبرِ شہادت ہی پر مشتمل نہیں بلکہ یہ بہت سی باتوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اس میں جبلہ کو اس بات کی آگاہی بھی تھی کہ تمہاری زندگی ہی میں حسینؑ شہید ہوں گے۔

یہ سُنائی پیغمبرؐ خدا نے بھی سنائی اور اہلِ بیت طاہرینؑ کے اُن فردوں نے بھی جو حسینؑ سے پہلے گزرے بلکہ ماسبق کے انبیاء و مرسلین نے بھی اپنے اپنے زمانے میں یہ سُنائی سنائی تھی۔

میثم تمار کا قاتل ابنِ زیاد:

امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد شیعیان امیر المومنینؑ کو جن ہولناک مصائب و آلام میں مبتلا ہونا پڑا وہ سبھی کو معلوم ہے کتنوں ہی کے سر اور کتنوں ہی کے ہاتھ پیر کاٹے گئے۔ اُن کے خون کی ندی ہمیشہ بہتی رہی۔ میثم چونکہ امیر المومنینؑ کے مخصوص صحابی اور عزیز ترین شاگرد تھے اس لئے اُنھیں سب سے پہلے معاویہ اور

Presented by Ziaraat.Com

زیاد کے چنگل میں پڑنا چاہیئے تھا لیکن معاویہ اور زیاد کو موت نے مہلت نہیں دی اور میثم ان دونوں کے ہاتھوں سے محفوظ رہے۔

امیر المومنینؑ نے میثم کو بتادیا تھا کہ تمہارا قاتل ابنِ زیاد ہوگا۔ ایک مرتبہ امیر المومنینؑ نے میثم سے فرمایا۔ تمہارا کیا حال ہوگا اُس دن جب کی بنی اُمیہ کی طرف غلط طور پر منسوب عبیداللہ ابن زیاد تمہیں مجبور کرے گا کہ مجھ سے اظہار بے زاری کرو میثم نے کہا۔ لا واللہ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا تو وہ تمہیں قتل کر ڈالے گا اور سُولی پر چڑھادے گا۔ میثم نے کہا اُس پر میں صبر کروں گا اور یہ تو راہِ خدا میں بہت معمولی بات ہے۔

ایک مرتبہ امیر المومنینؑ نے میثم کو بتایا کہ تمہارے ساتھ کیا سُلوک کیا جانے والا ہے۔ میثم نے پوچھا۔ امیر المومنینؑ یہ سلوک میرے ساتھ کون کرے گا۔ آپ نے فرمایا۔ عُتلِ زنیم بدکار لونڈی کا فرزند عبیداللہ ابن زیاد تمہیں گرفتار کرے گا۔

حسبِ ارشاد امیر المومنینؑ میثم معاویہ اور زیاد کے ظلم وتعدی سے محفوظ رہے اور ابن زیاد کا چنگل اُن پر گڑ گیا۔ امیر المومنینؑ کے بتانے کی وجہ سے میثم کو پوری طرح اس بات کا یقین تھا کہ میرا قاتل ابنِ زیاد ہوگا۔

یہی وجہ تھی کہ میثم جب بھی اُس سے ملتے اُسے کھری کھری کہہ ڈالتے۔

میثم تمار کا دشمن عمرو بن حریث سخت دشمنِ علیؑ تھا:

امیر المومنینؑ نے میثم کو اُن تمام مصائب وشدائد کی تفصیل بتادی تھی جو اُنھیں پیش آنے والے تھے۔ آپ نے اُنھیں یہ بھی بتایا تھا کہ تمہیں عمرو بن حریث کے دروازے پر سُولی دی جائے گی چنانچہ جب میثم کی ملاقات عمرو بن حریث سے ہوتی تو میثم کہا کرتے۔ میں جلد ہی تمہارے پڑوس میں آنے والا ہوں، ہمسائیگی کا حق اچھی طرح ادا کرنا۔ عمرو اُن کی بات سمجھ نہیں پاتا۔ وہ پوچھا کرتا کیا

Presented by Ziaraat.Com

تم ابن مسعود کا گھر خریدنا چاہتے ہو یا ابن حکم کا گھر۔

لیکن اسی عمرو بن حریث نے ہمسائیگی کا ذرا بھی پاس ولحاظ نہیں کیا۔ جب میثم کو درخت خرما پر لٹکایا گیا تو اسی عمرو کا ادھر سے گزر ہوا۔ دیکھا میثم سُولی پر چڑھے ہوئے لوگوں سے اہلِ بیتؑ اور امیر المومنینؑ کے فضائل اور بنی اُمیہ کی ذلت وخواری اور اُن کے عیوب الم نشرح کر رہے ہیں ابنِ زیاد کے پاس دوڑا ہوا گیا۔ خدا آپ کا بھلا کرے جلدی کیجئے میثم کی زبان کٹوا ڈالئے مجھے پورا ڈر ہے کہ کوفے والوں کے دل بدل جائیں گے اور وہ آپ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ ابنِ زیاد نے اپنے سپاہی سے کہا جاؤ اور میثم کی زبان کاٹ ڈالو۔

بلکہ اسی عمرو بن حریث نے ابن زیاد کو میثم کے خلاف بھڑکایا۔ اُن کے قتل پر برانگیختہ کیا تھا۔ جب میثم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابن زیاد کے پاس آئے عمرو نے کہا تھا خدا امیر کا بھلا کرے۔ آپ پہچانتے ہیں یہ کون آپ سے ہم کلام ہے۔ ابن زیاد نے کہا یہ کون ہیں؟ عمرو نے کہا یہ میثم کذاب ہیں، ابن زیاد سنبھل کر بیٹھ گیا۔ میثم سے پوچھا یہ عمرو کیا کہہ رہا ہے میثم نے کہا یہ شخص جھوٹا ہے میں خود بھی سچا ہوں میرے آقا امیر المومنینؑ بھی سچے تھے۔

فضائل اہلِ بیتؑ:

میثم اور اُنھیں جیسے دوسرے جاں نثارانِ اہلِ بیتؑ نے جتنے بھی مظالم و مصائب جھیلے محض اس جرم میں جھیلے کہ وہ دل سے اہلِ بیتؑ کے چاہنے والے تھے اُن کی محبت اُن کی رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے تھی۔ وہ اُن کے خیر خواہ اور مخلص تھے۔ ان کی یہ محبت واخلاص کسی جنبہ داری یا قرابت کی بنا پر نہ تھی۔ میثم عجم کے رہنے والے تھے اور اہلِ بیتؑ طاہرینؑ حجاز کے باشندے۔ اُن کی محبت و مودّت محض خدا اور رسولؐ کی تعمیل حکم میں تھی۔ خدا اور رسولؐ نے اہل بیت پیغمبرؐ سے

Presented by Ziaraat.Com

محبت رکھنے اور ان کی پیروی کرنے اور ان کے دامن سے متمسک ہونے کا حکم دیا تھا۔ ہر شخص کا فریضہ ہے کہ خدا اور رسولؐ کے حکم کی پابندی کرے اور جب اُس کی محبت محض خوشنودی خدا کے لئے اور راہِ خدا میں ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ کسی حال میں اس محبت سے روگردانی اور انحراف نہ ہونے پائے۔

میثم کا اللہ اور اپنی خوش انجامی پر یقین اُنھیں مجبور کرتا تھا کہ جو دل میں ہے وہ زبان سے بھی ظاہر ہو اور بہ بانگ دہل اپنے عقیدے کا اعلان کریں۔ تقیہ اُن کے لئے فائدہ مند بھی نہ تھا کیونکہ اُن کی حقیقت و کیفیت دشمن پر پوری طرح ظاہر تھی۔ پھر قضائے الٰہی نافذ ہو چکی تھی اور اُس کو کوئی رد کرنے والا نہیں تھا اسی لئے وہ موت کی آغوش میں پہنچ جانے کے بعد فضائلِ اہلِ بیتؑ بیان کرتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ سُولی پر چڑھتے وقت اُن پر خوف و دہشت کا غلبہ ہوتا اُنھوں نے سُولی چڑھائے جانے کو غنیمت سمجھا تاکہ اُس درخت خرما کو اپنی تقریر کے لئے منبر بنا سکیں۔ اُنھوں نے ب آواز بلند لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

"جس شخص کو علی ابن ابی طالبؑ کے مخفی رُموز و اسرار سُننا ہوں وہ مجھ سے میرے قتل کئے جانے سے پہلے سُن لے۔ خدا کی قسم میں تمہیں قیامت تک پیش آنے والے واقعات اور رُونما ہونے والے فتنے بتا سکتا ہوں اس کے ساتھ اُنھوں نے فضائل بنی ہاشم بیان کرنا شروع کئے۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ دونوں باتوں میں سے کون سی بات زیادہ تعجب خیز تھی۔ کیا ٹھیک سُولی دیئے جانے کے وقت اُن کا ایسا ثبات و استقلال اور ایسی قوت قلب کا مظاہرہ کہ معلوم ہوتا تھا وہ قتل کئے جانے کے لئے سُولی پر نہیں چڑھائے گئے ہیں بلکہ تقریر کرنے کے لئے یا اُن کا بے پناہ علم اور قیامت تک ہونے والے واقعات سے آگاہی لیکن واقعہ یہ ہے کہ جو شخص میثم اور اُن کی نفسیات کو اچھی

Presented by Ziaraat.Com

طرح جانتا ہے اور اُسے اندازہ ہے کہ امیر المومنینؑ سے اُنھوں نے کتنے علم حاصل کرر کھے تھے وہ ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک بات پر بھی تعجب نہیں کرے گا۔ جس شخص کے لئے چیزوں کی حقیقت و ماہیت بے نقاب ہوگی اُسے موت کی کوئی پروانہ ہوگی اور موت کی پروا اُسے ہو بھی کیسے سکتی ہے جب کہ موت کے بعد کی منزلیں اُس پر پوری طرح روشن ہوں بلکہ اُس کی دلی خواہش تو یہی ہو گی کہ جلد ہی اس دنیا اور اس کی کثافت و گندگی سے نجات ملے۔

میثم تمار نے بنی اُمیّہ کے مظالم بیان کیئے:

اہلِ بیت طاہرینؑ کا دشمنانِ اہلِ بیتؑ کے نزدیک کوئی قصور نہیں تھا سوا اس کے کہ خداوند عالم نے اُنھیں تمام فضائل و کمالات کا مجموعہ بنا کر خلق کیا تھا اور صاحبِ فضیلت انسان سے لوگ جلا کرتے ہیں۔ "ام یحسدون النّاس علیٰ ما اٰتاھم اللہ من فضلہ" کیا لوگ ان لوگوں سے محض اس وجہ سے حسد کرتے ہیں کہ خداوند عالم نے اُنھیں فضیلتوں سے سرفراز کیا ہے۔ معمولی عقل والا انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اگر اہلِ بیتؑ کے فضائل دنیا والوں کو معلوم ہو جائیں تو اُن کے دشمنوں کا کوئی ٹھکانا نہ رہے۔ اُن کا اقتدار اور لوگوں پر حکومت خاک میں مل جائے یہی وجہ تھی کہ دشمنانِ اہلِ بیتؑ فضائلِ اہلِ بیتؑ چھپانے کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کیا کئے۔ وہ میثم کو سولی پر چڑھا دیتے ہیں۔ میثم با آوازِ بلند لوگوں سے کہتے ہیں آؤ آ کر مجھ سے وہ حدیثیں سُنو جو عام طور پر لوگوں کو معلوم نہیں اُن کے گرد لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی ہے۔ سارا مجمع گوش بر آواز ہے وہ اہلِ بیتؑ کے فضائل اور بنی اُمیہ کی بُرائیاں بیان کرنا شروع کرتے ہیں، بنی اُمیہ کے حوالی موالی کا ادھر سے گزر ہوتا ہے۔ میثم پورے جوش ولولہ سے تقریر اور وعظ و نصیحت میں مصروف ہیں۔ اُن کا ایک ایک لفظ بنی اُمیہ کے سینوں پر خنجر و

Presented by Ziaraat.Com

شمشیر کا کام کر رہا ہے۔ اتنے میں کوئی شخص جا کر ابن زیاد سے کہتا ہے کہ اس غلام (یعنی میثم تمار) نے تو تمہیں رسوا کر دیا۔ عمرو بن حریث کا اُدھر سے گزر ہوتا ہے۔ وہ بھیڑ دیکھ کر واقعہ دریافت کرتا ہے۔ اُسے بتایا جاتا ہے کہ میثم تمار علیؑ کی حدیثیں بیان کر رہے ہیں۔ وہ دوڑا ہوا ابن زیاد کے پاس پہنچتا ہے:

''عالی جاہ! جلدی کسی کو بھیج کر میثم کی زبان کٹوا ڈالئے مجھے پورا اندیشہ ہے کہ کہیں لوگوں کے دل بدل نہ جائیں اور وہ آپ کے خلاف علم بغاوت نہ بلند کر دیں''۔

ابنِ حریث نے ابن زیاد کی واقعی خیر خواہی کی تھی۔ فضائلِ اہلِ بیتؑ ہی آلِ ابوسفیان کو رسوا کرنے کے لئے کافی تھے چہ جائے کہ فضائل اہلِ بیتؑ کے ساتھ ساتھ میثم بنی اُمیہ کے عیب اور اُن کی شرمناکیاں بھی بیان کر رہے تھے۔ علیؑ کے فضائل اور الم نشرح ہو جانے پر لوگوں میں انقلاب پیدا ہو جانا ناممکن بات نہ تھی۔

یہی شعور و احساس دشمنانِ اہلِ بیتؑ پر اول روز سے طاری رہا۔ ابن زیاد کو عمرو بن حریث کی نصیحت کی ضرورت نہ تھی وہ تو یہی شعور و احساس لے کر پیدا ہوا تھا۔

لیکن ابن حریث کو بہر حال علیؑ کی دشمنی ظاہر کرنا تھی۔

میثم تمار نے تقیّہ نہیں کیا:

تقیّہ اہلِ بیتؑ کا مذہب رہا ہے۔ تقیے ہی کے ذریعے دوست دارانِ اہلِ بیتؑ کی جانیں محفوظ رہیں اور اُن کے مذہب کو اتنا فروغ ہوا کہ آج دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں پیروانِ اہلِ بیتؑ موجود نہ ہوں۔ اس تقیے پر عقلی دلیلیں بھی قائم ہیں اور نقلی دلیلیں بھی کتاب وسنت دونوں اس کو ثابت کرتی ہیں۔

اس صورت میں سوال کیا جا سکتا ہے کہ جب تقیہ اہلِ بیتؑ کا دین و مذہب رہا تو پھر میثم نے بھی کیوں نہیں تقیہ کیا۔ میثم اہلِ بیتؑ کے احکام پر عمل کرنے کے سب سے زیادہ سزاوار تھے۔ وہ تقیے کے حکم پر عمل کر کے آسانی سے اپنی جان

Presented by Ziaraat.Com

بچا سکتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ائمۂ معصومین میں سب سے پہلے جس شخص نے تقیے پر عمل کیا وہ امیر المومنینؑ ہیں بلکہ آپ نے اپنے لئے اُس کو لازم کر لیا تھا۔ حد تو یہ ہے کہ آپ نے اپنی حکومت کے زمانے میں بھی اس تقیّے سے کام لیا لہٰذا چاہئے تو یہی تھا کہ آپ کے اصحاب جو آپ کے پیرو اور آپ کے نقش قدم پر چلنے والے تھے، آپ کے مقربین اور مخصوصین، جو آپ کے مخفی رموز و اسرار کے حامل تھے تقیّے کے حجاب سے کام لیتے تا کہ دشمنوں کے ظلم و تعدی اور اُن کی ایذا رسانیوں سے اُن کی جان محفوظ رہتی۔ اور وہ اپنی جان ہلاکت میں نہیں ڈالتے لیکن وہ اسباب جن کی بنا پر میثم تقیہ نہیں کر سکے کئی ایک تھے۔

پہلا سبب تو یہ ہے کہ امیر المومنینؑ کے زمانۂ حکومت نے آپ کے دوستوں کو اس کا موقع فراہم کیا کہ حق کی حمایت کے لئے کھل کر میدان میں اتر آئیں۔ زبان سے بھی حق کی حمایت کریں اور نیزہ و شمشیر سے بھی۔ جس شخص نے حق کی حمایت اور دفاع میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ اُس کی مودت اور محبت اور اہلِ بیت سے وابستگی پوری طرح عالم آشکار ہو گئی اور جب زمانے نے امام حسنؑ سے خیانت کی معاویہ مملکت اسلامیہ کے مالک بن بیٹھے تو اُن کی جان توڑ کوشش اس بات کی رہی کہ اسلام و پیغمبرؐ اسلام اور امیر المومنینؑ سے گن گن کر بدلہ لیں۔ اگر وہ بدلہ نہ لیتے اور اہلِ بیتؑ اور دوست دارانِ اہلِ بیتؑ پر اپنی تلوار نہ اُٹھاتے تو اُن کے کلیجے کی بھڑکتی ہوئی آگ کیسے ٹھنڈی ہوتی۔ ظاہر ہے کہ معاویہ جانثارانِ امیر المومنینؑ سے پوری طرح آگاہ رہا ہوگا۔ یہ لوگ کوفے کے نمودار اور سربرآوردہ افراد تھے صفین میں ان لوگوں نے جو خدمات انجام دی تھیں معاویہ کے دل پر پتھر کی لکیر بنے ہوئی تھیں، اُن کی چلتی ہوئی تلواریں، چمکتے ہوئے

Presented by Ziaraat.Com

نیزے دیکھ کر کتنے کڑوے گھونٹ اُسے پینا پڑے تھے اب ممالک اسلامیہ پر پوری طرح قابض ہو جانے کے بعد اُس کے لئے موقع تھا کہ وہ ایک ایک سے انتقام لے اور سب کو موت کے گھاٹ اُتارے۔ اُس وقت اگر جاں نثارانِ امیر المومنینؑ تقیہ بھی کرتے تو اُنھیں کیا فائدہ ہوتا۔ معاویہ تو ایک ایک شخص کو پہچانتا تھا۔ یہ بات حیرت کی نہیں کہ معاویہ نے ان جاں نثاروں میں سے کسی کو قتل کیا، کسی کو سولی پر چڑھایا، کسی کو قید خانہ میں ڈالا۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ میثم اور تھوڑے بہت جاں نثارانِ امیر المومنینؑ اُس کے ہاتھوں سے بچ کیسے رہے۔

معاویہ نے ان منتخب روزگار جاں نثارانِ امیر المومنینؑ پر کیسے کیسے مظالم ڈھائے آپ اس سے ناواقف نہیں کہ ہم ان مظالم کا تذکرہ آپ کے سامنے ضروری سمجھیں۔ ہم امامِ مظلوم کے خط کا صرف ایک فقرہ یہاں ذکر کرنا چاہتے ہیں جو آپ نے معاویہ کو لکھا تھا۔ اُسی فقرے سے اندازہ ہو جائے گا کہ معاویہ نے دوست دارانِ امیر المومنینؑ کو کس کس طرح نیست ونابود کیا تھا۔

امامِ مظلوم نے معاویہ کے اس ظُلم و تعدی کا جو حجر بن عدی اور اُن کے اصحاب، عمرو بن حمق اور اُن کے ساتھیوں کے ساتھ روا رکھا گیا ذکر کرنے کے بعد تحریر کیا تھا۔

''پھر تم نے زیاد کو لکھا کہ وہ ہر اُس شخص کو قتل کر ڈالے جسے علیؑ کے دین پر پائے۔ زیاد نے تمہارے ہی حکم سے اُنھیں قتل کیا اُن کے ہاتھ پیر کاٹے''۔

اسی سلسلے میں آپ نے لکھا۔ ''تم نے یہ سارے مظالم اُن لوگوں پر صرف اس وجہ سے کئے کہ یہ ہمارے حق کا تذکرہ کیا کرتے اور ہمارے حق کی عظمت و اہمیت سے واقف تھے''۔ (رجال کشی، حالات عمرو بن حمق)

ایسی صورت میں ان جاں نثارانِ امیر المومنینؑ کو تقیے سے فائدہ ہی کیا ہوتا۔

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ حاکم وقت تھا زیاد اُن کا دایاں باز و تھا۔ زیاد اُن جاں نثارانِ امیر المومنینؑ میں سے ایک ایک کو بخوبی پہچانتا تھا۔ کیوں کہ پہلے وہ بھی امیر المومنینؑ ہی کے آدمیوں میں سے تھا۔

دوسرا سبب یہ کہ امیر المومنینؑ اچھی طرح جانتے تھے کہ میرے بعد معاویہ میرے مخلص اصحاب پر کیسے کیسے مظالم ڈھائیں گے۔ آپ نے اپنے بہت سے اصحاب کو بتا بھی دیا تھا کہ تم پر کیا اُفتاد پڑنے والی ہے۔ آپ نے اُنھیں اجازت دے دی تھی کہ اگر تمہیں مجبور کیا جائے کہ ہمیں گالیاں دو تو دے لینا اس طرح ہماری پاکیزگی بڑھے گی اور تمہیں نجات مل جائے گی لیکن اگر ہم سے بے زاری کا اظہار کرنے پر تمہیں مجبور کیا جائے تو ہرگز ایسا نہ کرنا۔ معاویہ اور اُس کے کار پرواز جب امیر المومنینؑ کے کسی مشہور صحابی کو گرفتار کرتے تو خاص کر اُنھیں اسی بات پر مجبور کرتے کہ وہ امیر المومنینؑ سے اظہار بے زاری کریں۔ ابنِ زیاد نے بھی میثم کو سُولی دیئے جانے سے پہلے اسی پر مجبور کیا تھا اور اُن کے لئے دو ہی راہیں رہ گئی تھیں یا تو جان دینا گوارہ کریں یا اپنے دین کو خیر باد کہیں اور میثم سب کچھ کر سکتے تھے مگر اپنے دین کو ہاتھ سے ہرگز نہیں جانے دے سکتے تھے۔

تیسرا سبب یہ کہ تقیے کے بھی کچھ شرائط ہیں۔ اگر شرائط نہ موجود ہوں گے تو تقیہ بھی جائز نہیں اسی لئے امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ تقیہ جان بچانے کے لئے ہے لیکن اگر جان بہر حال جانے والی ہو تو پھر تقیے کی گنجائش نہیں۔ (کافی باب التقیہ)

اور میثم کے متعلق ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ ان کا قتل کیا جانا یقینی ہو چکا تھا۔ ابن حریث اور دوسرے لوگوں نے ابن زیاد کے اچھی طرح کان بھرے تھے اور میثم کے قتل کی ترغیب دلائی تھی۔ وہ اُس وقت تقیہ کرتے بھی تو کیا فائدہ

Presented by Ziaraat.Com

ہوتا موت تو یقینی تھی۔

چوتھا سبب یہ کہ دین جان سے زیادہ قیمتی ہے اگر جان کی قربانی پیش کرنے ہی پر دین کی حفاظت اور حق کی اشاعت موقوف ہو تو اس وقت تقیّے کا محل نہیں۔ آخر اسلام نے جہاد کس لئے واجب کیا تھا جب کہ اس میں خوں ریزی لازمی چیز ہے اور کس لئے امام حسینؑ نے اپنے اور اپنے منتخب اصحاب کو قربان کیا جب کہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ مجھے بھی قتل ہونا ہے اور میرے اصحاب کو بھی۔ یہ بھی جانتے تھے کہ ہم بنی اُمیہ سے ٹکر لینے کی تدبیر نہیں رکھتے، کیا یہ سب کچھ دین ہی کی خاطر نہیں تھا اور کیا دین جان سے زیادہ قیمتی چیز نہیں جب کہ دین والوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ دین ہم سے قربانی کا خواہاں ہے تو اُس وقت تقیّے کا محل نہیں نہ آنکھیں بند کی جاسکتی ہیں نہ سستی کی جاسکتی ہے نہ قدم پیچھے ہٹایا جاسکتا ہے۔

پانچواں سبب یہ ہے کہ امیر المومنینؑ نے بارہا میثم کو ان مصائب و آفات سے آگاہ کیا تھا جن کا وہ سامنا کرنے والے تھے اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ یہ مصیبتیں اُٹھا کر جنت حاصل کرو گے لہٰذا اُس وقت اگر وہ تقیہ کر کے اپنی جان بچانے کی کوشش کرتے تو معاملہ برعکس ہوتا۔ تقیہ اُن پر واجب بھی کیوں کر ہوتا جب کہ اہلِ بیتؑ کا حق اور بنی اُمیہ کا ظلم و جور اُنھیں نفوس کے ذریعے ظاہر ہوا جو بے جرم و خطا محض از راہِ ظلم و عدوان موت کے گھاٹ اُترے۔

ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ میثم اس بارے میں مختار و آزاد رہے ہوں کہ چاہیں تو اپنی جان بچانے کے لئے تقیہ کریں چاہے دین کی نصرت کی خاطر اعلانِ حق کر کے اپنی جان کی قربانی کریں۔ میثم جیسے عالمِ دین و خبیر انسان پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہی ہوگی کہ اُن کی تکلیف کیا ہے اور اس نازک وقت میں ہمیں کیا کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔

Presented by Ziaraat.Com

جو شخص تنزیلِ قرآن اور اُس کی تاویل سے آگاہ ہو وہ تقیّے کے حکم سے ہرگز ناواقف نہیں رہا ہوگا۔ امیر المومنینؑ اگر سمجھتے ہوتے کہ میثم کے لئے تقیہ کرنا واجب ہے تو آپ یقیناً اُنھیں تقیّے کی وصیت کئے ہوتے مگر آپ نے نہ تقیہ کرنے کا حکم دیا نہ تقیّہ کرنے سے منع کیا کیوں کہ آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ تقیّے کے بارے میں جو حکم ہے میثم اُس سے ناواقف نہیں۔ کب تقیہ سُودمند ہوگا کب نہیں اُنھیں اچھی طرح معلوم ہے۔ میثم تقیّے پر کیوں عمل کرتے جب کہ ابن زیاد اُنھیں علیؑ سے اظہارِ برأت کرنے پر مجبور کر رہا تھا اُن کے لئے دو ہی صورتیں رہ گئی تھیں یا تو وہ حق پر جان دے دیں یا گمراہی پر زندہ رہیں۔

میثم تمار نے سچّی حدیثیں بیان کیں:

علمائے رجال کا دستور ہے کہ وہ اُسی راوی کو ثقہ قرار دیتے ہیں جس کے ثقہ ہونے کی دو عادل گواہی دیں۔ میثم کی شان اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ تھی کہ اس دستور کی پابندی اُن کے لئے بھی ضروری سمجھی جائے۔ وہ حدودِ عدالت و وثاقت سے کہیں آگے تھے۔ وہ امیر المومنینؑ کے علم کے خزینہ داروں میں سے تھے۔ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ باب مدینۃ العلم امیر المومنینؑ اُنھیں اسرار علوم اور غوامض ورُموز کی تعلیم دیا کرتے۔ جس شخص کا سینہ مخفی علوم اور سِرّ مکنون اپنے اندر محفوظ رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو اُس کی شان اس سے بلند ہے کہ کمتر درجے کے لوگ جو علم اور عزّت و شرف میں اُس کے برابر کے نہ ہوں اُنھیں ثقہ قرار دیں۔ میثم اُن علمائے حدیث میں سے تھے جن سے علم حاصل کیا جاتا تھا۔ صالح بنِ میثم نے امام محمد باقرؑ سے درخواست کی کہ آپ مجھے حدیث کی تعلیم دیجئے۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے اپنے باپ سے حدیثیں نہیں سنیں۔ صالح بنِ میثم نے کہا۔ نہیں میں اُس وقت بہت کمسن تھا۔ امام محمد باقرؑ کا یہ فقرہ حدیث میں میثم کی بلندیِ

Presented by Ziaraat.Com

منزلت ہی کو صرف ظاہر نہیں کرتا بلکہ بتاتا ہے وہ اتنے احادیث کے حامل تھے کہ اُن سے اخذ حدیث کرنے والے کو پھر کسی سے حدیث حاصل کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

میثم تمار کی کتابیں:

میثم کی کئی کتابیں ایسی تھیں جن کی روایت اُن کے اخلاف کیا کرتے البتہ اربابِ رجال نے ان کتابوں کا نام نہیں ذکر کیا نہ یہ بتایا کہ وہ کس علم میں تھیں۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اُنھوں نے تفسیر قرآن اور علمِ منایا والبلایا امیر المومنینؑ سے حاصل کیا تھا اس لئے بہت ممکن ہے کہ وہ کتابیں انھیں علوم پر مشتمل رہی ہوں۔

میثم اور انھیں جیسے دیگر صاحبانِ علم کی تصانیف کا ضائع و برباد ہو جانا علوم و فنون سے افسوسناک محرومی ہے۔

میثم تمار کی شہادت:

خداوند عالم کی یہی مرضی تھی کہ میثم جیسے منتخب روزگار افراد اپنے بستر پر جان نہ دیں۔ جب تک زمین اُن کے خون سے سیراب نہ ہو یا اُن کے جسموں کو سُولی پر نہ چڑھایا جائے۔ کاش اُن کا مرنا ایک ہی مرتبہ کا ہوتا چاہے سُولی پر چڑھ کر یا تلوار سے ذبح ہو کر تاکہ دنیا کی اس ذلیل دخوار زندگی سے اُن کو فوری نجات مل جاتی مگر اُن لوگوں کی قسمت میں تو گھٹ گھٹ کر مرنا اور سسک سسک کر دم توڑنا لکھا ہوا تھا۔

میثم اُن مصائب و آفات کا برابر تذکرہ کیا کرتے جو اُنھیں ابنِ زیاد کی طرف سے پیش آنے والے تھے۔ اُنھیں ایک ایک اُفتاد کا علم تھا حتیٰ کہ وہ اس دن سے بھی واقف تھے جس دن اُنھیں سُولی پر لٹکایا جانے والا تھا اُس تنے کو بھی پہچانتے

Presented by Ziaraat.Com

تھے جس پر انھیں سُولی دی جانے والی تھی۔ وہ اُس دن کے برابر منتظر رہے۔ میثم حج کے لئے جاتے ہیں۔ جناب اُمّ سلمہ زوجۂ پیغمبرؐ سے ملاقات ہوئی اُمّ سلمہ نے پیغمبر خداؐ سے ان کے بارے میں جو سُن رکھا تھا وہ سب بیان کیا۔ ان باتوں کا امیر المومنینؑ کے ذریعہ میثم کو بھی پہلے ہی سے علم تھا۔ میثم نے اُمّ سلمہ سے امام حسینؑ کے متعلق دریافت کیا۔ اُمّ سلمہ نے بتایا کہ وہ مدینہ کے اطراف میں کہیں گئے ہوئے ہیں۔ جناب اُمّ سلمہ نے بتایا کہ امام حسینؑ تمہیں بڑی اہمیت دیتے ہیں اور برابر یاد کرتے رہتے ہیں۔ میثم نے کہا میں بھی اُنھیں ہر وقت یاد رکھتا ہوں۔ آپ اُن سے میرا سلام کہیے گا۔ میثم نے کہا ہم اور وہ جلد ہی خدا کی بارگاہ میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ میثم کا مطلب یہ تھا کہ ہم دونوں کی زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی اور بیس روز آگے پیچھے دونوں کی شہادتیں ہوئیں۔ جب اُمّ سلمہ نے کنیز کو حکم دیا کہ میثم کی داڑھی میں عطر لگا دے۔ میثم نے کہا عنقریب یہی داڑھی سبیلِ اہلِ بیتؑ میں خون سے رنگین ہوگی۔ اُمّ سلمہ نے پوچھا یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ میثم نے کہا میرے سیّد و آقا مجھے بتا گئے ہیں۔ جناب اُمّ سلمہ رونے لگیں اور فرمایا، بس تمھارے ہی سیّد و آقا نہ تھے بلکہ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے بھی سیّد و آقا تھے۔

حج و عمرہ بجا لا کر میثم کوفے واپس ہوئے۔ اُن کی قوم کا نمبر دار راستہ میں ملا۔ وہ سو سپاہیوں کے ساتھ اُن کی راہ دیکھ رہا تھا۔ ابن زیاد نے اس نمبر دار کو تاکید کی تھی کہ جس طرح بھی ہو میثم کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ اگر نہ لاؤ گے تو تمہاری جان کی خیر نہیں۔ میثم ابھی اپنے گھر والوں سے ملنے نہ پائے تھے کہ نمبر دار نے اُنھیں گرفتار کر لیا۔ میثم اس نمبر دار کو بھی بہت پہلے خبر دے چکے تھے کہ عنقریب تم میرے ساتھ یہ سُلوک کرنے والے ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک اکیلے میثم کی گرفتاری کے لئے ابن زیاد کا اتنا اہتمام کہ سو سپاہی اس کے لئے متعین کئے جائیں۔ انتہائی حیرت کی بات ہے کہ میثم انتہائی سن رسیدہ اور کمزور و ناتواں انسان تھے۔ زہد و عبادت کی وجہ سے جسم کی کھال تک سوکھ چکی تھی۔ کوفے میں اُن کا قبیلہ اور خاندان والے بھی نہ تھے۔ ابن زیاد جابر و قاہر حاکم تھا اُس کے اور میثم کے درمیان حائل بھی ہونے والا کون تھا اسی بات سے اندازہ ہوتا ہے میثم کوفے میں بے یارو مددگار نہ تھے۔ انھیں ایسی اہمیت ضرور حاصل تھی جس کی وجہ سے ابنِ زیاد کو اندیشہ ہوا کہ کہیں کچھ لوگ اُن کی حمایت پر کھڑے نہ ہو جائیں اور حکومت کے ملازمین کے ہاتھوں سے میثم کو چھین نہ لیں۔ پھر اُس وقت کوفے کے باشندوں کو امام حسینؑ کی تشریف آوری کا انتظار بھی تھا۔ اندر ہی اندر لاوا پک رہا تھا۔ اگرچہ جناب مسلمؑ کی شہادت کے بعد ابن زیاد نے شیعوں کو چُن چُن کر قید خانے میں ڈال دیا تھا۔ معززین شیعہ کی گرفتاریوں کا برابر سلسلہ جاری تھا اس ڈر سے کہ کہیں امام حسینؑ کے آ جانے پر یہ لوگ بغاوت نہ کر دیں۔

جب نمبردار میثم کو لے کر ابن زیاد کے پاس پہنچا تو کہا یہ میثم (امیر المومنینؑ) کے بہت نزدیکی اور محبوب صحابی ہیں۔ ابن زیاد نے کہا۔ ''ارے یہ عجمی شخص''!

روایتوں میں یہ بھی ملتا ہے کہ بازار کے دوکانداروں نے میثم سے کہا۔ ہمارے ساتھ ابن زیاد کے پاس چلو تا کہ ہم بازار کے انسپکٹر کی اُس سے شکایت کریں اور اُس پر زور دیں کہ اس کو بدل کر دوسرا آدمی بھیجا جائے۔ ان دوکانداروں کے ترجمان یہی میثم تھے۔ ابن زیاد نے اُن کی باتیں توجہ سے سُنیں اور اُن کی گفتگو اُسے پسند آئی۔ عمرو بن حریث نے کہا۔ خدا امیر کا بھلا کرے آپ جانتے ہیں یہ کون شخص ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کون ہیں؟ کہا میثم کذاب

Presented by Ziaraat.Com

غلام علیؑ (معاذ اللہ) کذاب ہیں۔ ابن زیاد سنبھل کر بیٹھ گیا۔ میثم سے کہا یہ عمرو کیا کہہ رہا ہے۔ میثم نے کہا یہ جھوٹا ہے۔ میں بھی سچّا اور میرے آقا علی ابن ابی طالبؑ بھی سچّے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ میثم ومختار اور شیعوں کی بہت بڑی تعداد کو جناب مسلمؑ وہانی کی شہادت کے بعد ابن زیاد نے قید خانے میں ڈال رکھا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ حج عمرہ سے کوفے واپس آنے پر میثم قید کئے گئے ہوں (جیسا کہ اُن کے فرزند صالح کا کہنا ہے کہ میرے باپ کو حج سے واپس ہوئے دو ہی دن ہوئے تھے کہ ابنِ زیاد نے اُنھیں گرفتار کرلیا)۔ میثم نے قید خانے میں مختار سے کہا۔ تم بچ نکلو گے اور طالبِ انتقامِ حسینؑ ہوگے۔ تم اس جابر وظالم کو قتل کروگے جس نے ہمیں قید کررکھا ہے تم اپنے قدموں سے اُس کی پیشانی روندو گے۔ میثم نے جیسا کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ جب ابنِ زیاد نے مختار کو قتل کرنے کے لئے قید خانہ سے طلب کیا ٹھیک اُسی وقت قاصد یزید ابن زیاد کے پاس پہنچا جس میں اُس نے حکم دیا تھا کہ مختار کو رہا کردو۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مختار کی بہن عبداللہ ابن عمر بن خطاب سے بیاہی ہوئی تھی۔ بہن نے عبداللہ ابن عمر سے کہا۔ اُنھوں نے یزید سے سفارش کی۔ یزید نے اُن کی سفارش قبول کرتے ہوئے مختار کی رہائی کا حکم لکھا اور قاصد ٹھیک اُس وقت خط لے کر پہنچا جب ابنِ زیاد اُنھیں قتل کرنے جارہا تھا۔

میثم کے ساتھ یہ پیش آیا کہ ابن زیاد نے اُنھیں اپنے پاس طلب کیا اور پوچھا:

''تمہارا پروردگار کہاں ہے؟''

میثم: میرا پروردگار ظالموں کی گھات میں ہے اور تم بھی اُنھیں ظالموں میں سے ہو۔

ابنِ زیاد: تم عجمی ہونے کے باوجود بڑی اچھی طرح بول رہے ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ علی ابنِ طالب تم سے بڑی خصوصیت برتتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

میثم: تمہارا کہنا صحیح ہے۔

ابنِ زیاد: تمہیں علیؑ سے بیزاری کا اظہار کرنا پڑے گا۔ اُن کی برائیاں بیان کرو۔ عثمان سے اپنی محبت ظاہر کرو ان کی خوبیاں بیان کرو ورنہ میں تمہارے ہاتھ پیر کاٹ کر تمہیں سُولی دے دوں گا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابنِ زیاد نے میثم سے کہا:

''کہا جاتا ہے کہ علی ابنِ ابی طالبؑ نے تمہیں تمام مصائب و آفات پر مطلع کر رکھا ہے جو تمہیں پیش آنے والے ہیں''۔

میثم: ہاں۔

ابنِ زیاد: میرے متعلق کیا بتایا ہے میں کون سا سلوک تمہارے ساتھ کروں گا۔

میثم: میرے آقا نے بتایا ہے کہ نو دوسرے اشخاص کے ساتھ تم مجھے بھی سُولی دو گے۔ جس لکڑی پر مجھے سُولی دی جائے گی وہ سب لکڑیوں سے چھوٹی ہوگی۔

ابنِ زیاد: میں اس کا اُلٹا کر کے رہوں گا۔

میثم: تم کیا اس کا اُلٹا کرو گے۔ علیؑ نے یہ تمام باتیں رسولؐ اللہ سے معلوم کر کے مجھے بتائی تھیں۔ رسولؐ اللہ نے جبریل سے اور جبریل نے اللہ سے معلوم کیا۔ تم ان سب کی مخالفت کیسے کر پاؤ گے۔ میں کوفے کی اُس جگہ کو بھی جانتا ہوں جہاں میں سُولی دیا جاؤں گا۔ میں بندگانِ خدا میں پہلا شخص ہوں جسے اسلام میں سب سے پہلے لجام چڑھائی جائے گی جیسے گھوڑے کو چڑھائی جاتی ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ میثم نے کہا:

''میں نے امیر المومنینؑ سے پوچھا تھا۔ یہ سارے سلوک میرے ساتھ کون کرے گا۔ آپ نے فرمایا تھا تمہیں عُتلِ زنیم زنِ بدکار کا فرزند عبید اللہ بن زیاد گرفتار کرے گا''۔

Presented by Ziaraat.Com

ابنِ زیاد: خدا کی قسم میں تمہارے ہاتھ پیر ضرور کاٹوں گا البتہ تمہاری زبان چھوڑ دوں گا تاکہ تمہیں اور تمہارے آقا کو جھٹلا سکوں۔ پھر ابنِ زیاد نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اُن کے ہاتھ پیر کاٹ کر اُنھیں سُولی پر لٹکا دیا جائے۔ ابنِ زیاد کے ملازمین میثم کو گرفتار کرنے کے لئے جارہے تھے کہ راستہ میں ایک شخص میثم کو دیکھ کر کہنے لگا:

''تم ان سب باتوں سے بے نیاز تھے (یعنی ابنِ زیاد کے حکم کی تعمیل کرتے تو اس کی نوبت نہ آتی)''۔

میثم اس کی بات سن کر مسکرائے اور کھجور کے درخت کی طرف اشارہ کر کے کہا:

''میں اس درخت کے لئے پیدا ہوا اور اس درخت نے میرے ہی لئے نشوونما پائی''۔

جب وہ سُولی پر لٹکا دیئے گئے تو بآوازِ بلند پکار کر کہا:

''لوگو جسے علی ابن ابی طالبؑ کے مخفی علوم اور رُموز و اسرار سننا ہوں وہ مجھ سے آ کر سُن لے قبل اس کے کہ میں مارا جاؤں۔ خدا کی قسم میں قیامت تک پیش آنے والے واقعات سے تمہیں آگاہ کر سکتا ہوں۔ یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ کیسے کیسے فتنے رونما ہونے والے ہیں''۔ میثم نے سُولی ہی پر سے فضائل بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کی ذلت و خواری اور حیرت انگیز پیش آنے والے واقعات بیان کرنا شروع کیئے۔ لوگوں نے ابن زیاد سے جا کر کہا۔ ''اس غلام نے تو تمہیں رسوا کر دیا''۔

ابنِ زیاد نے کہا۔ ''منہ پر ان کے لجام چڑھا دو''۔ چنانچہ میثم بندگانِ خدا میں پہلے وہ شخص ہیں جنھیں اسلام میں لجام چڑھائی گئی!

عمرو بن حریث اپنے گھر جارہا تھا۔ راستے میں مجمع دیکھ کر لوگوں سے پوچھا۔ ''یہ کیسی بھیڑ ہے؟'' بتایا گیا کہ میثم تمار علی ابن ابی طالبؑ کی حدیثیں بیان کر

Presented by Ziaraat.Com

رہے ہیں۔

وہ اُلٹے پیروں بھاگتا ہوا ابنِ زیاد کے پاس پہنچا اور کہا۔ ''حضور جلدی کسی کو بھیج کر میثم کی زبان کٹوا ڈالئے ورنہ مجھے پورا اندیشہ ہے کہ لوگوں کے دل آپ سے برگشتہ ہو جائیں گے''۔

ابنِ زیاد نے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ ''جاؤ میثم کی زبان کاٹ ڈالو''۔

اُس سپاہی نے میثم کے پاس آ کر کہا۔ ''میثم تمہیں جو کچھ کہنا ہے کہہ ڈالو۔ امیر نے مجھے تمھاری زبان کاٹ ڈالنے کا حکم دیا ہے''۔

میثم نے کہا۔ ''بدکار عورت کا فرزند مجھے اور میرے مولاؑ کو جھٹلانا چاہتا تھا۔ لو یہ میری زبان ہے''۔

سپاہی نے اُن کی زبان کاٹ لی۔

لجام چڑھائے جانے اور زبان کاٹے جانے دونوں باتوں کی امیر المومنینؑ نے میثم کو خبر دے رکھی تھی۔ میثم اپنی گفتگو میں دونوں ہی باتوں کا ذکر کیا کرتے او رمیثم کی سرگزشتِ شہادت میں ان دونوں باتوں کا تذکرہ بھی ہے۔ غالباً دونوں ہی باتیں ایک ساتھ پیش آئیں، پہلے اُنھیں لجام چڑھائی گئی۔ جب اندازہ ہوا کہ لجام بھی اُنھیں علیؑ و اہلبیتؑ کے فضائل بیان کرنے سے روک نہیں رہی ہے تو بعد میں اُن کی زبان بھی کاٹ ڈالی گئی۔

دوسرے دن قبلِ غروبِ آفتاب اُن کی ناک اور منہ سے خون بہنا شروع ہوا جس سے اُن کی داڑھی خون سے رنگین ہوگئی۔ تیسرے دن ایک شخص آیا اُس نے پہلے تو یہ کہتے ہوئے خنجر لہرایا کہ میں نے ہمیشہ تمہیں عبادت الٰہی میں مصروف پایا۔ پھر اُس نے اُن کی کوکھ پر خنجر کا وار کیا۔ میثم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اُن کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک اور حدیث میں مذکور ہے کہ خنجر کا وار اُن پر پہلے ہی دن ہوا تھا۔ دو دن تک خون بند رہا۔ تیسرے دن غروب آفتاب سے پہلے خون اُن کی ناک اور منھ سے پھوٹ بہا جس سے اُن کی ڈاڑھی رنگین ہوگئی۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ چوتھے دن اُن کی موت واقع ہوگئی۔

میثم کے فرزند صالح بیان کرتے ہیں۔ چند روز کے بعد سے اُس تنے تک گیا جس پر میثم کو سُولی دی گئی تھی دیکھا تو وہی تنہ تھا جس پر میں نے پہلے سے کیل ٹھونک رکھی تھی۔

میثم نے جو آفتیں سہیں خداوند عالم اُن کا شاہد تھا وہی دشمنانِ میثم سے انتقام بھی لے گا۔ اگر اُس دن بنی اُمیہ اپنے کرتوت اور میثم کی ایذا رسانیوں کی سزا سے بچ رہے تو بروزِ حشر ہرگز نہ بچ پائیں گے۔

بنی اُمیہ نے میثم اور اُنھیں جیسے منتخب روزگار انسانوں پر مظالم کر کے اپنے کو ہمیشہ کے لئے ذلیل و رسوا کر لیا۔ اُن کی ذلت و رسوائی، قیامت تک تاریخ کے صفحات پر محفوظ رہے گی۔ اسی طرح ان نیکوکاروں کی عزت و شرف اور اُن کی سر بلندیاں بھی تاریخ میں ہمیشہ محفوظ رہیں گی۔

میثم تمار کو کہاں سُولی دی گئی:

بعض مصادر جیسے تاریخِ کوفہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ میثم کو میدانِ صیارفہ میں سُولی دی گئی لیکن اکثر کتابوں میں یہی مذکور ہے کہ میثم عمرو بن حریث کے گھر کے قریب سُولی دیئے گئے غالباً عمرو کا گھر میدانِ صیارفہ ہی میں تھا لہٰذا دونوں میں کوئی منافات باقی نہیں رہتی۔ جناب مسلمؑ کے واقعہ شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو کا گھر مسجد کوفہ کے قریب تھا کیونکہ جب آپ کو گرفتار کر کے دارالامارہ لے جایا جا رہا تھا اور آپ نے پانی مانگا تو عمرو بن حریث نے غلام کو بھیج کر اپنے گھر

Presented by Ziaraat.Com

سے پانی منگایا۔ اگر عمرو کا گھر مسجد سے قریب نہ ہوتا تو اتنے کم وقت میں اس کے گھر سے پانی کا آنا دشوار تھا

میثم تمار کا روزِ قتل:

تمام روایتیں اس بات پر متفق ہیں کہ میثم امام حسینؑ کے عراق پہنچنے سے دس روز پہلے شہید ہوئے۔ امام حسینؑ ۲، محرم کو واردِ کربلا ہوئے تھے اس بنا پر ۲۲، ذی الحج کو وہ قتل کیے گئے۔

لیکن چونکہ سُولی پر چڑھائے جانے کے دو دن بعد میثم کی رُوح نے قفسِ عنصری سے پرواز کی تھی اس لئے ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ ۲۰، ذی الحج کو سُولی پر چڑھائے گئے اور ۲۲، ذی الحج کو ان کا دم نکلا اور چونکہ امامؑ کی شہادت جمعہ کے دن ہوئی اس لئے آپ عراق جمعرات کو پہنچے ہوں گے اور میثم بروزِ اتوار سُولی پر چڑھائے گئے اور بروزِ سہ شنبہ اُن کی رحلت ہوئی۔

میثم تمار کا دفن:

کھجور کے سات تاجروں نے آپس میں طے کیا کہ میثم کو رات میں دفن کر ڈالیں۔ پہرہ دار اس لکڑی کے گرد پہرہ دے رہے تھے جن پر میثم کو سُولی دی گئی تھی ان تاجروں نے آگ روشن کر دی اور اُس کی آڑ میں اس پوری لکڑی کو اُٹھالے گئے۔ لاش اُنھوں نے قبیلۂ مُراد کے چشمہ کے سرے پر دفن کر دی اور لکڑی کو کسی کھنڈر میں ڈال دیا۔ صبح کو ابنِ زیاد نے اپنے سپاہی تلاش کے لئے بھیجے مگر اُن کے کچھ ہاتھ نہیں لگا۔

میثم تمار دس کے دسویں تھے:

روایات میں مذکور ہے کہ جس دن میثم کو سُولی دی گئی۔ اُسی دن نو یا آٹھ

Presented by Ziaraat.Com

دوسرے آدمی بھی سُولی دیئے گئے اس طرح میثم دس کے دسویں یا نو کے نویں سُولی دیئے جانے والے تھے۔ قرینہ غالب یہ ہے کہ باقی ۹ یا ۸ آدمی بھی اکابر شیعیان اہلِ بیتؑ ہی سے رہے ہوں گے۔ روایات سے پتہ نہیں چلتا کہ کون کون لوگ میثم کے ساتھ مصلوب ہوئے البتہ کشی کی بعض حدیثوں میں ملتا ہے کہ امیر المومنینؑ نے میثم کو بتلایا تھا کہ وہ کھجور کا درخت جس پر اُنھیں سُولی دی جانے والی تھی اُس کے چار ٹکڑے کیئے جائیں گے۔ ایک ٹکڑے پر میثم کو سُولی دی جائے گی۔ دوسرے پر حجر بن عدی کو، تیسرے پر محمد بن اکثم کو، چوتھے پر خالد بن مسعود کو۔ لیکن ہمیں پتہ نہ چل سکا کہ یہ کون لوگ تھے اور یہ حجر بن عدی کون تھے اس لئے کہ حجر بن عدی مشہور صحابی امیر المومنینؑ کو تو معاویہ نے مرجِ عذرا میں بزمانہ حکومتِ زیاد قتل کیا تھا۔ ان کے ساتھ دوسرے بعض معززین شیعہ بھی قتل کئے گئے تھے۔ ان لوگوں سے کہا گیا تھا کہ امیر المومنینؑ سے بیزاری کا اظہار کریں۔ ان لوگوں نے انکار کیا جس پر یہ سب قتل کر ڈالے گئے۔

میثم تمار کا درجہ جنّت میں:

امیر المومنینؑ نے ایک دن میثم سے کہا تھا تمھارا کیا حال ہوگا اُس دن جب کہ بنی اُمیہ سے ہونے کا جھوٹا دعویدار (ابن زیاد) تمہیں مجھ سے اظہارِ بیزاری کرنے پر مجبور کرے گا۔ میثم نے کہا امیر المومنینؑ ایسا میں ہرگز نہیں کروں گا۔ آپ نے فرمایا تو وہ تمہیں قتل کر ڈالے گا، تمہیں سُولی پر چڑھائے گا۔ میثم نے کہا۔ میں صبر کروں گا اللہ کی راہ میں یہ بہت تھوڑا ہے۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا اُس صورت میں تم میرے درجے میں ہو گے۔

Presented by Ziaraat.Com

میثم تمار کا حلیہ:

بنی اسد کی جلسہ گاہ میں حبیب بن مظاہر اور جناب میثم میں جو بات چیت ہوئی تھی اُسی بات چیت میں حبیب نے کہا تھا کہ میں ایک پیشانی پر کم بال والے، پُرشکم بوڑھے کو دیکھ رہا ہوں جو دار الرزاق کے پاس خربوزے بیچتا ہے۔ کتابوں سے بس اتنا ہی حلیہ جناب میثم کا معلوم ہو سکا اس سے زیادہ نہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس وقت یہ گفتگو ہوئی تھی میثم بوڑھے تھے اور کسی روایت سے پتہ نہیں چلتا کہ میثم نے کتنی عمر پائی اور کب پیدا ہوئے تھے۔

یہ گفتگو یہ بھی بتاتی ہے کہ میثم خربوزے بیچا کرتے تھے حالانکہ اصل میں وہ کھجور کے تاجر تھے اسی لئے ان کا لقب بھی تمار قرار پا گیا تھا۔ غالباً جس زمانہ میں یہ گفتگو ہوئی تھی اس زمانہ میں میثم خربوزے ہی بیچا کرتے ہوں گے۔

میثم تمار کا روضہ اور ضریح:

میثم کا جہاں آج مقبرہ بنا ہوا ہے بے شمار دلائل وشواہد بتاتے ہیں کہ اُسی میں وہ مدفون ہیں۔ شروع سے لے کر آج تک لوگ اُسی کو اُن کی قبر قرار دیتے ہیں۔ کوفے میں سیکڑوں ہی صحابہ، تابعین اور اولیا و صالحین اور علوی سادات شہید ہوے اور دفن ہوے سوائے چند قبروں کے بقیہ قبروں کا آج پتہ بھی نہیں۔

میثم کی قبر پر ایک قبہ بنا ہوا ہے لیکن مسجد کوفہ کے مجاورین جن میں بہت سے اسی برس کی عمر تک پہنچ چکے ہیں وہ بھی یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ یہ قبہ کب بنا۔ قبہ کے نیچے اوپر پوری عمارت میں کوئی تحریر بھی نہیں جس سے اس کا سالِ تعمیر معلوم ہو سکے۔ میثم کی قبر ہمیشہ سے شیعوں کی زیارت گاہ رہی۔ اس قبر پر ایک خادم مقرر ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

میثم تمار کی اولاد:

میثم کو خداوند عالم کی طرف سے کئی ایک صالح و نیکوکار بیٹے اور پوتے عطا ہوئے۔ مؤرخین نے اُن کے چھ بیٹوں کے نام لکھے ہیں۔ محمد، شعیب، صالح، علی، عمران اور حمزہ۔

محمد کا رجال کی کتابوں میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔

انھیں محمد نے اپنے باپ میثم سے اور محمد کے لڑکے علی نے محمد سے جناب ابو طالبؑ کے اسلام کے متعلق روایت کی۔ نیز میثم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ اور اُن کے باپ دادوں نے مرتے دم تک سوا خدا کے کسی کی عبادت نہیں کی۔

علّامہ ابن حجر نے اس روایت کو بسلسلۂ حالات ابی طالب اصابہ میں نقل کیا ہے اور سلسلۂ حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ خالص شیعی سلسلہ ہے۔ دوسرے فرزند شعیب کو شیخ صدوق نے اصحاب امام جعفر صادقؑ میں شمار کیا ہے۔ اُن کے فرزند یعقوب ہوئے جو بہت مشہور بزرگ ہیں۔ تیسرے فرزند صالح تھے جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ شیخ صدوق نے اُنھیں امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ علامہ مجلسی کے خلاصہ میں ہے کہ امام محمد باقرؑ نے ان صالح سے کہا۔ میں تمھیں بھی اور تمہارے باپ کو بھی انتہائی دوست رکھتا ہوں۔ انھیں نے امام محمد باقرؑ سے درخواست کی تھی کہ مجھے حدیث کی تعلیم دیجیے۔ امام نے فرمایا تھا کیا تمہارے باپ نے تمھیں تعلیم نہیں دی۔ صالح نے کہا۔ نہیں، کیونکہ میں اُن کی زندگی میں بہت چھوٹا تھا۔

چوتھے فرزند علی تھے جن کے متعلق عون بن محمد کندی کا بیان ہے کہ ائمہ کے حالات و اخبار کا اُن سے بڑھ کر کوئی واقف کار نہ تھا۔

پانچویں فرزند عمران کو شیخ صدوق نے امام زین العابدینؑ پھر امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ چھٹے فرزند حمزہ کا ہمارے علمائے رجال نے ذکر نہیں کیا۔

Presented by Ziaraat.Com

میثمِ تمّار

خاور نوری حیدر آبادی

سر کردۂ اربابِ وفا مرد سرِ دار
اے آلِ محمدؐ کی محبت کے گرفتار

کیا شرم سے کٹ کٹ گئے اسلام کے غدار
جب تیری زباں بن گئی کھینچی ہوئی تلوار

کرتا تھا تجارت کی شرافت کو نمایاں
کیوں ہاتھ بٹاتے نہ ترا حیدرِ کرار

بھولے سے نہ کی غیر یداللہ کی بیعت
اوروں کی طرح تو نہ ہوا حق کا گنہ گار

دم بھر کے لئے بھی نہ درِ علم کو چھوڑا
کیا ہوگا خدا جانے ترے علم کا معیار

مقتل کی نگہداشت کا بھی لطف اٹھایا
تجھ سا نہ ہوا کوئی شہادت کا طلب گار

بنیادِ تشیع میں ترا خون ہے شامل
شیعہ ترے ممنون ہیں اے میثمِ تمّار

بے تیغ کیا لشکرِ بدعت کو ہراساں
اے فاتحِ خیبر کے جگر دار رضا کار

کیا ربط مکمل تھا ترے قول و عمل میں
پھر یوں نہ ہوا کوئی رہینِ رسن و دار

خود تیری زباں تیری صداقت کی ہے شاہد
ہر قطرۂ خوں حبِ علیؑ کا ہے نگہدار

یوں حکم ستمگر نے دیا قطع زباں کا
دعویٰ بھی دلیلیں بھی تھیں نا قابلِ انکار

آئی تری تقریر میں اتنی ہی روانی
جتنی ہوئی پُر جوش ترے خوں کی روانی

Presented by Ziaraat.Com

طرماح بن عدی بن حاتم

اصحابِ حضرت امیر المومنینؑ سے یہ ایک بڑے ڈیل ڈول، طویل قدو قامت کے اعلیٰ درجہ کے ادیب، فصیح، چرب زبان اور حاضر جواب بزرگ تھے۔ تاریخ ابنِ ہلال میں جو شاہ شجاع مبارزی کے نام سے لکھی گئی ہے مذکور ہے کہ جب حضرت امیر المومنینؑ جنگ جمل فتح کر کے واپس آئے تو معاویہ نے حضرتؑ کے پاس ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ بعد حمد و نعت واضح ہو کہ تم نے اُس بات کی پیروی کی جو تم کو نقصان پہنچائے گی اور اُس چیز کو چھوڑ دیا جو تمہیں نفع پہنچاتی۔ تم نے قرآن مجید کی مخالفت کی اور اُس کے رسول کی سنّت سے بھی منہ موڑ لیا۔ حضرت رسولؐ خدا کے دونوں حواری طلحہ و زبیر اور اُمّ المومنین عائشہ کے ساتھ تم نے جو کچھ کیا وہ سب مجھے معلوم ہوا مگر خدا کی قسم میں تمہیں ایسے شعلے سے ماروں گا جس کو نہ پانی بجھا سکے گا اور نہ ہوا ٹال سکے گی۔ جب وہ گرے گا تو گھس جائے گا اور جب گھسے گا تو سوراخ کر دے گا اور جب سوراخ کرے گا تو بھڑک اُٹھے گا اور سب کو جلا دے گا)۔ لہٰذا تم اپنی فوجوں پر نہ اِتراؤ اور نہ سامانِ جنگ پر گھمنڈ کرو والسّلام۔ جب حضرتؑ کے ملاحظے سے یہ خط گزرا تو حضرتؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط ہے اللہ کے بندے علیؑ ابن ابی طالبؑ برادرِ رسولؐ و وصیِ رسولِ خدا و پدر حسنؑ حسینؑ کی طرف سے (اے

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ) اُس علیؑ کی طرف سے جس نے (رسول خدا صلعم کے ساتھ) تیرے چچا، دادا اور ماموں کو قتل کیا تھا۔ کیوں معاویہ! کیا تو بھول گیا کہ (میرے ہاتھوں) غزوۂ بدر میں تیری قوم کا کیا انجام ہوا۔ حالانکہ جس تلوار سے میں نے اُس روز اُن لوگوں کو قتل کیا وہ اب تک میرے ہی قبضے میں ہے۔ جس طرح حضرت رسولِؐ خدا نے اُس تلوار کو میرے ہاتھ میں دیا اسی طرح میرا بازو اسے اب تک اٹھائے ہوئے ہے اور میرے سینے کا دم خم اور میرے بدن کی قوت بھی ویسی ہی ہے اور ان سب کے علاوہ جس طرح خدا میری مدد اُس وقت کرتا تھا اسی شان سے اب تک کرتا ہے۔ میں نے نہ خدا کو بدل کر کوئی دوسرا معبود اختیار کیا، نہ دینِ اسلام کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کی پیروی کی، نہ حضرت محمد مصطفیٰ کو ترک کر کے کسی اور کو نبی سمجھا اور نہ اُس تلوار (ذوالفقار) کے عوض کوئی دوسری تلوار رکھی۔ پس تو اپنی نفس پرستی میں جس قدر ہو سکے مبالغہ کر اور جہاں تک بنے کوشش کئے جا۔ کسی طرح اس میں کمی نہ کر کیونکہ یقیناً شیطان تجھ پر مسلط ہو گیا اور جہالت نے تجھے بہکا رکھا ہے اور عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کا کیا بُرا انجام ہوا۔ خط کو تمام کر کے حضرت نے طرماح بن عدی کے حوالے کیا اور فرمایا اسے لے جا کر معاویہ کو دو اور اس کا جواب لاؤ۔ طرماح بڑے بہادر اور دلیر مرد تھے۔ ان کی زبان قینچی کی طرح چلتی اور وہ باتیں کرتے تو معلوم ہوتا موتی برس رہے ہیں۔ بڑی ہی تیز اور چلتی ہوئی زبان پائی تھی۔ جب باتیں کرنے لگتے تو کسی طرح بند ہی نہیں ہوتے اور جواب دینے لگتے تو کسی طرح خاموش ہی نہیں ہوتے تھے۔ انھوں نے حضرتؑ کا خط لے کر اپنے سر میں باندھا اور کہا **سمعا وطاعة وحبا و کرامة** غلام بسر و چشم حاضر ہے اور اس کام کو بڑی خوشی سے عزت و شرف سمجھ کر انجام دے گا۔ پھر تیز سواری پر روانہ ہو کر جلد از جلد دمشق پہنچ گئے

Presented by Ziaraat.Com

اتفاق سے اُس روز معاویہ سیر وتفریح کے لیے شہر سے باہر ایک باغ میں تھا اور اس کے ارکانِ دولت مثلاً عمرو بن العاص و مروان بن الحکم و شرجیل و ابوالاعور سلمی و ابوہریرہ روسی بھی اس کے ساتھ ہی تھے۔ جب وہ سب باغ میں گھومتے تھے تو دیوار کی پشت سے ایک بلند قامت اعرابی دکھائی دیا جو ایک اونٹ پر سوار اس طرف چلا آتا تھا۔ ان لوگوں نے پہچانا نہیں کہ طرماح ہیں۔ آپس میں کہنے لگے ''اس کو بلا کر مذاق کیا جائے''۔ رائے ہوگئی تو عمرو عاص آگے بڑھا اور اس طرح باتیں ہونے لگیں۔

عمرو عاص:- کیوں میاں تمہارے پاس آسمان کی کوئی خبر بھی ہے؟

طرماح:- ہاں ہاں اللہ آسمان میں، ملک الموت ہوا میں اور حضرت امیر المومنینؑ تمہاری پشت پر ہیں۔ اب اے عداوت وشقاوت والو! جاتے کہاں ہو۔ مصائب وآفات کے لیے تیار ہو جاؤ کہ جلد تم پر نازل ہوا چاہتی ہیں۔

عمرو عاص وغیرہ:- میاں یہ تو بتاؤ کہ تم آتے کہاں سے ہو؟

طرماح-: میں اس بزرگ کے پاس سے آتا ہوں جو نہایت شریف، پرہیز گار، پاکیزہ، صاف ہے جو خدا کے ہر حکم پر راضی رہتا اور جس کے ہر فعل سے خدا ہر وقت خوش رہتا ہے۔

عمرو عاص وغیرہ:- اور کس کے پاس جاتے ہو؟

طرماح:- میں اس خبیث موذی کے پاس جاتا ہوں جس کو تم لوگوں نے اپنی گمراہی سے اپنا امیر سمجھ رکھا ہے۔

عمرو عاص نے فوراً ایک رقعہ لکھ کر معاویہ کو خبر کی کہ

علیؑ کے پاس سے ایک بدوی اعرابی آیا ہے جس کی زبان بہت فصیح اور جس کا قول نہایت ملیح ہے۔ اس کے پاس ایک خط بھی ہے۔ تو ہوشیار ہو جا اور غفلت نہ

Presented by Ziaraat.Com

کر۔ جب طرماح کو معلوم ہوا کہ یہ سب معاویہ کے اصحاب واحباب ہیں تو اونٹ کو بٹھا کر اُتر آئے اور اُن سب کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ معاویہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو جلد از جلد باغ سے روانہ ہو کر اپنے گھر پہنچا اور یزید کو بلا کر حکم دیا کہ دربار میں خوب شاندار پردے وغیرہ ڈال کر اس کو آراستہ کراؤ۔ جب ان انتظامات کی تکمیل ہوگئی تو عمرو عاص اور اس کے سب ساتھی طرماح کو اپنے ہمراہ دربارِ یزید میں لائے۔ جب دور سے طرماح کی نظر اُن لوگوں پر پڑی تو دیکھا کہ سب کے سب سیاہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں کیونکہ بنی اُمیہ نے یہی وضع اختیار کر رکھی تھی۔ آپ نے برجستہ کہا

ان لوگوں کی کیا حالت ہو رہی ہے، ان کی صورتیں ایسی جلی بھنی کیوں نظر آتی ہیں۔ یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کی فوج بھری ہوئی ہے جس کی راہیں تنگ و تاریک ہیں۔

اور جب ان لوگوں کے نزدیک پہنچے اور دیکھا کہ یزید بیٹھا ہے، اس کی ناک پر کسی ضربت کا نشان ہے اور بہت بلند کرخت آواز سے بول رہا ہے تو طرماح نے کہا یہ کون منحوس ابنِ منحوس ہے جس کا حلق اتنا پھیلا ہوا اور جس کی سونڈ (ناک) زخمی ہے۔ معاویہ والوں نے کہا اے شخص گستاخی نہ کر یہ یزید ہے۔ اس پر آپ نے کہا خدا اس کی روزی کو زیادہ نہ کرے اور نہ اس کو اس کی مراد تک پہنچائے۔ جب طرماح نے یزید کو سلام کیا تو اس نے جواب دیا اور کہا ان ''اے طرماح تم کو مسلمانوں کے بادشاہ سلام کہتے ہیں''۔ طرماح نے کہا ''میری غرض یہ ہے کہ مجھے معاویہ کے پاس لے چلو تا کہ وہ خط جو میں حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت سے لایا ہوں اس کو دے دوں''۔ اس پر یزید ان کو خاص معاویہ کے نشست گاہ میں لے گیا اور چونکہ طرماح پاؤں میں جوتے پہنے ہوئے تھے معاویہ کے بعض

ملازموں نے کہا بس اے طرماح یہاں اپنے جوتے اتار دو۔ یہ سننا تھا کہ طرماح نے داہنے بائیں نظر کی اور برجستہ کہا کیا یہی وادیِ مقدس ہے تاکہ میں یہاں اپنے جوتے اتار دوں اس کے بعد آپ نے آگے کی طرف نظر اٹھائی دیکھا کہ معاویہ اپنے تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے ارکانِ دولت اس کے چاروں طرف حلقہ کئے ہوئے ہیں۔ طرماح نے اس فرش کے کنارے کھڑے ہو کر کہا، اے گنہگار اور نافرمان بادشاہ تجھ پر اسلامی سلام ہو۔

معاویہ: اے اعرابی تم پر وائے ہو تم مجھے "اے امیر المومنین" کہہ کر سلام کیوں نہیں کرتے؟

طرماح:- اے معاویہ تیری ماں تیرے ماتم میں روتی رہے۔ مومنین تو ہم لوگ ہی ہیں (اور ہم نے تجھ کو اپنا امیر بنایا نہیں پھر) تجھ کو ہم لوگوں پر کس نے امیر بنادیا جس کی وجہ سے میں تجھ کو امیر المومنینؑ کہوں)؟

معاویہ:- مامعک یا اعرابی، اچھا اے اعرابی بتاؤ۔ تم کیا لائے ہو؟

طرماح:- کتابِ کریم میں ایک مبارک مقدس اور معزز خط لایا ہوں۔

معاویہ:- وہ خط مجھے دے دو۔

طرماح:- مجھے تو یہ پسند نہیں آتا کہ اپنا پاؤں تیرے نجس فرش پر رکھ کر وہاں آؤں اور یہ خط تجھ کو دوں۔

معاویہ:- (عمرو عاص کی طرف اشارہ کر کے) کہا خیر میرے اس وزیر کو دے دو۔

طرماح:- ہے ہے! جب بادشاہ ہی ظالم ہے تو اس کا وزیر کس درجہ خائن ہوگا!!! (پھر اس پر بھی کیونکر اعتبار کیا جائے کہ میں اس کو خط دے دوں؟)

معاویہ:- (یزید کی طرف اشارہ کر کے) اچھا تو میرے اس لڑکے کو دے دو۔

Presented by Ziaraat.Com

طرماح:- واہ تو بھی کیا باتیں کرتا ہے جب ہم لوگ ابلیس (شیطان) ہی سے بھاگتے ہیں تو اس کی اولاد کو کیوں کر پسند کر سکتے ہیں؟

معاویہ:- تو میرے غلام کو دے دو۔

طرماح:- غیر مستحق افسوس غلام بھی تو بے ایمان ہی ہے۔ تو نے اس کو اُس مال سے خریدا جس میں تیرا کوئی حق نہیں تھا اور بغیر استحقاق کے اس پر قبضہ کیا۔ غرض وہ بھی تجھے حرام ہی طریقہ سے ملا ہے۔

معاویہ:- پھر کس طرح میں تم سے اس خط کو لوں؟

طرماح:- اس کی آسان صورت یہ ہے کہ تو اپنی جگہ سے خود اُٹھ تا کہ جو شخص تیرے نزدیک ہے وہ مجھ سے اس خط کو لے کر تجھے دے دے۔ یہ سنتے ہی معاویہ نہایت غیظ وغضب میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ طرماح کے پاس آیا۔ ان سے خط لیا اور پھر اپنے تخت پر واپس جا کر وہ خط اپنے زانو کے نیچے دبا لیا اس کے بعد کہا۔

معاویہ:- کیوں اے اعرابی تم نے علی ابنِ ابی طالبؑ کو کس حال میں چھوڑا؟

طرماح:- خدا کے فضل وکرم سے میں نے حضرت کو چودھویں رات کے چمکتے چاند کی طرح چھوڑا ہے۔ حضرتؑ کے گرد آپ کے اصحاب بھی مثل روشن ستاروں کے اس طرح حلقہ کئے رہتے ہیں کہ جب انھیں کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو فوراً وہ سب اس طرف جھک پڑتے ہیں اور جب انھیں کسی بات سے منع کر دیتے ہیں تو کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ اس کا خیال تک کرے۔ اے معاویہ حضرت اپنے ان لوگوں کے ساتھ اپنے اسی دبدبے شکوہ، اسی قوت وطاقت اسی شان وشوکت۔ اسی صولت وشجاعت سے شہسوار عرصہ کارزار و یکہ تاز میدان گیرودار و سردارِ دیار روا مصار ہیں۔ اگر کسی لشکر کے مقابلے میں تشریف لائیں گے تو اس کو شکست دے دیں گے بلکہ ہلاک کر دیں گے۔ اگر کسی قلعے کو اپنا سدّ راہ پائیں گے تو اسے منہدم

Presented by Ziaraat.Com

کر کے زمین کے برابر کردیں گے، اگر کسی بہادر کو اپنے سامنے دیکھیں گے تو اس کو نہتا کر کے فنا کے گھاٹ اتار دیں گے۔ اور اگر کسی دشمن سے ملیں گے تو اس کو قتل کر کے ذلیل وخوار کر دیں گے۔

معاویہ:۔ تم نے حسنؑ و حسینؑ کو کس حال میں چھوڑا ہے؟

طرماح:۔ خدا کے فضل و کرم سے میں نے دونوں حضراتؑ کو دو جوان رعنا، دو پرہیز گار، دو پاک و پاکیزہ، دو پارسا، دو صحیح و سالم، دو فصیح، دو ادیب، دو عقل مند، دو ہوشیار، دو خطیب، دو سردار، دو رکن دین، دو طیّب، دو طاہر اور دو عالم باعمل چھوڑ آیا ہوں، دونوں حضراتؑ ہر وقت لوگوں کی دنیا کی اصلاح اور ان کی آخرت کے سامان میں مشغول رہتے ہیں۔

معاویہ:۔ اے اعرابی تم کو خدا نے کیسی اعلیٰ درجے کی فصاحت عطا کی ہے۔

طرماح:۔ اے معاویہ (میری فصاحت کی کیا حقیقت ہے) اگر تو حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے دروازے تک پہنچ جاتا اور دیکھتا کہ وہاں کیسے کیسے فصیحوں، بلیغوں، فقیہوں، ظریفوں، نجیبوں، ادیبوں، سخیوں اور صفیوں کا مجمع ہے تو تعجب اور حیرت کے ایسے گہرے سمندر میں ڈوب جاتا جس کی موجوں سے تو نکل ہی نہیں سکتا۔ طرماح کی اس دلیری اور فصاحت سے مرعوب بلکہ مبہوت ہو کر عمرو عاص نے آہستہ سے معاویہ کے کان میں کہا کہ "یہ مردِ اعرابی بدوی ہے اگر تم اس کو کوئی رقم (بطور رشوت) دے کر خوش کر دو تو ہو سکتا ہے کہ تمہارے حق میں اچھی بات کہے اور تم کو نیکی سے یاد کرے"۔ پھر عمرو عاص اور طرماح میں اس طرح باتیں ہونے لگیں۔

عمرو عاص:۔ اے اعرابی اگر معاویہ تم کو کوئی بڑی رقم بطور بخشش دیں تو قبول کر لو گے؟

Presented by Ziaraat.Com

طرماح:-واہ یہ بھی کچھ پوچھنے کی بات ہے۔ میرا بس چلے تو معاویہ کے جسم سے اس کی جان نکال لوں پھر اس کے ہاتھ سے مال کیوں نہیں لوں گا۔

معاویہ نے فوراً حکم دیا کہ دس ہزار درہم لا کر ان کو دے دیئے جائیں۔ اس کے بعد طرماح سے کہا:-

معاویہ:- کیوں؟ اگر کہو تو اس رقم کو اور زیادہ کر دوں؟

طرماح:- شوق سے زیادہ کر دے۔ زیادہ جود وعطا کو تو خدا پسند کرتا ہی ہے۔

اُس پر معاویہ نے حکم دیا کہ اور دس ہزار درہم دے دیئے جائیں۔ پھر کہا

معاویہ:- اگر چاہو تو اور زیادہ دلوا دوں۔

طرماح:-اچھا اس کے عدد کو طاق کر دے کہ خدا طاق کو پسند کرتا ہے۔

معاویہ نے حکم دیا کہ تیس ہزار درہم طرماح کے لیے لائے جائیں۔ مگر اس رقم کے آنے میں دیر ہوئی تو طرماح کچھ دیر سر جھکائے خاموش رہے اس کے بعد سر اٹھا کر کہا۔

طرماح:- کیوں معاویہ! جو لوگ تیرے فرش پر مہمان ہوتے ہیں ان سے تو مذاق اور مسخرا پن کر کے ان کو ذلیل و خوار کرتا ہے؟

معاویہ:- میں نے ایسی کیا بات کی جس پر تم اس طرح اعتراض کرنے لگے؟

طرماح:- یہ مذاق اور توہین نہیں تو کیا ہے کہ تو نے میرے لیے اُس رقم کا حکم دے دیا جس کو نہ تو ہی دیکھ رہا ہے نہ اس پر میری ہی نظر پڑ رہی ہے۔

معاویہ نے گھبرا کر اپنے ملازموں سے کہا کہ جلد از جلد اس رقم کو وہاں حاضر کریں۔ چنانچہ فوراً پوری رقم آ گئی۔ جب طرماح نے اس مال پر قبضہ کر لیا تو خاموش ہو گئے اور پھر کوئی بات بھی نہ کی۔ نہ معاویہ کا شکریہ ادا کیا نہ اس پر کوئی خوشی ظاہر کی۔ تب عمرو عاص نے ان سے کہا:-

Presented by Ziaraat.Com

عمرو عاص:- کیوں اعرابی۔ معاویہ کی اتنی بڑی بخشش کے بارے میں تم نے اپنی کوئی رائے نہیں ظاہر کی۔

طرماح:- میں رائے کیا ظاہر کروں۔ معلوم ہے کہ یہ مسلمانوں ہی کا مال ہے جس کو اِس نے ربّ العالمین کے خزانے سے حاصل کیا ہے اور اس کو اس وقت اسی ربّ العالمین کے نیک بندوں سے ایک بندے (طرماح) نے لیا ہے (معاویہ نے کچھ اپنا مال تو دیا نہیں کہ میں اس کا شکریہ ادا کروں) یہ سننا تھا کہ معاویہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ جھنجھلا کر اپنے منشی سے بولا یہ اعرابی جو خط لایا ہے اس کا جواب لکھ کر اس کے حوالہ کردے کہ اس نے اپنی زہریلی باتوں سے دنیا اس کے اطراف جوانب کے ساتھ میری نظر میں سیاہ کردی ہے اور اب مجھ میں اس کی گفتگو سننے کی طاقت نہیں رہی غرض منشی نے قلم اور کاغذ اٹھایا اور معاویہ کے بتانے کے مطابق اس طرح لکھنا شروع کیا۔

یہ خط ہے خدا کے بندے اور اس کے بندے کے فرزند معاویہ بن ابوسفیان کی طرف سے علی ابنِ ابی طالب کی طرف میرے لشکروں کی تعداد مثل ستاروں کے بے حساب ہے جن کے لیے نہ زمین کی وسعت کافی ہے نہ اس کی نشانیاں اور علامتیں یا مثل بے انتہا رائی کے دانوں کے ہے کہ ہر دانے کے نیچے ایک بہادر سپاہی مستعد رہتا ہے۔ جب طرماح نے معاویہ کا مطلب سمجھا تو زور سے قہقہہ لگایا۔ لوگوں نے پوچھا یہ ہنسنے کا کیا موقع ہے؟

طرماح-:اے معاویہ اگر تیرا لشکر ستاروں کی طرح بے حساب ہے تو خدا کی قسم حضرت امیر المومنین علیؑ مثل آفتاب کے ہیں کہ جب تیرے لشکر کے سامنے حضرت طلوع کریں گے تو تیرا کُل لشکر ستاروں کی طرح غائب ہو جائے گا اور اگر تیری فوج رائی کے دانوں کی طرح ہے تو حضرت علیؑ کے پاس ایک بڑا مرغ ہے

Presented by Ziaraat.Com

جس کا نام مالک اشتر ہے وہ تیرے ہر دانے کو اپنی چونچ سے چن لے گا اور سب کو اپنے پوٹے میں بھر لے گا۔

اس کلام سے معاویہ پر گویا موت طاری ہو گئی اور اپنے منشی سے کہا جانے دو کچھ نہ لکھو۔ تب عمرو عاص نے طرماح سے کہا اے بدوی تمہاری کیسی فصاحت ہے کہ اپنے خط کا جواب تک نہیں لکھنے دیتے ہو۔ اس کے بعد اس نے طرماح سے شرط کی کہ جب تک معاویہ پورا جواب نہ لکھوائے اُس وقت تک کچھ نہ بولیں۔ غرض جواب تمام ہوا۔ اور طرماح اس کو لے۔ اپنے اونٹ پر سوار ہو وہاں سے روانہ ہو گئے۔

جب دربار معاویہ سے طرماح باہر چلے اور کچھ دور نکل گئے تو معاویہ اپنے درباروالوں پر بگڑا۔ پھر اس طرح باتیں ہونے لگیں۔

معاویہ :- اگر میں اپنا پورا خزانہ خالی کردوں اور تم میں سے اکیلے کسی کو دے کر چاہوں کہ اس اعرابی نے جس طرح اپنے آقا کی پیغام رسانی کی ہے اس کا عشرعشیر ہی وہ میری طرف سے انجام دے دے تو کوئی شخص بھی اس قابل نہیں نکلے گا۔

خدا کی قسم اس اعرابی نے تو دنیا مجھ پر تنگ اور زندگی تلخ کردی۔

عمرو عاص :- اے معاویہ اگر تجھ کو بھی حضرت رسول خدا صلعم سے وہی قُرب و منزلت میسر ہوتی جو علی ابنِ ابی طالبؑ کو حاصل ہے یا تو بھی اُسی طرح سیدھے راستے پر ہوتا جس طرح علی حق پر ہیں تو ہم لوگ اس اعرابی سے بھی زیادہ خوبی سے تیری پیغام رسانی کرتے اور اس سے بہتر تیری خدمت انجام دیتے۔

معاویہ :- خدا تیرا منہ توڑے اور تیری پسلیاں چور کرے۔ خدا کی قسم تیری یہ بات تو میرے لیے اس اعرابی کے کلام سے بھی زیادہ سخت ہے۔

(مجالس المومنین صفحہ ۲۲۲)

Presented by Ziaraat.Com

جناب کمیل بن زیاد

آپ مشہور تابعی اور حضرت امیر المومنینؑ کے مخصوص صحابی تھے، نہایت زاہدو عابد تھے۔ کوفہ آپ کا وطن تھا اور وہیں آپ پیدا ہوئے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں آپ خوب ہوشیار تھے۔ آپ صدوق و ثقہ بزرگ اور اپنے قبیلے نخع کے رئیس و سردار تھے۔ حضرت علیؑ کے جہادوں میں شریک اور جنگِ صفین میں حضرتؑ کی فوج کے نام آور بہادروں میں تھے۔ حضرت علیؑ کو کُل صحابہ پر فضیلت دیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت امیر المومنینؑ آپ کا ہاتھ پکڑ کر شہر سے باہر نکل گئے۔ تنہائی میں آپ کو حقائق و معارف کی تلقین فرمائی اور عجیب و غریب نصیحتیں کیں۔ فرمایا "اے کمیل! لوگوں کے تین طبقے ہیں۔ اول علماء ربانیین و عارفانِ حق کا طبقہ، دوسرے طالبانِ علم و سالکانِ راہِ حق کا گروہ، تیسرا عوام کالانعام کا جھنڈ جو نور بصیرت اور ضیا علم حقیقت سے بے بہرہ رہتا بغیر تمیزِ حق و باطل ہر داعی مدعی کے پیچھے ہو جاتا۔ ہوا کے ہر جھونکے سے اِدھر اُدھر جھک جاتا اور حق کی پیروی سے محروم رہتا ہے اور کسی ایک رکن رکین کو اپنا ملجا و ماویٰ نہیں بناتا۔ اے کمیل! مال سے کہیں بہتر علم ہے۔ مال کی تمہیں حفاظت کرنا پڑتی ہے اور علم خود تمہاری حفاظت کرتا ہے۔ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہی جاتا ہے اے کمیل! دولت کے جمع کرنے والے مر

Presented by Ziaraat.Com

گئے اور بہتیرے زندگی ہی میں ہلاک ہو جاتے ہیں لیکن علما قیامِ قیامت تک زندہ ہیں۔ ان کا نام و نشان بقائے عالم تک باقی رہے گا“۔ اسی سلسلۂ گفتگو میں حضرتؑ نے اپنے سینہ مبارک کی طرف (جو در حقیقت گنجینۂ اسرارِ الٰہی تھا) اشارہ کرکے فرمایا ”ھا ان ھھنا لعلما جما۔ لو اصیلت لہ حملۃ“ آہ!! اس سینے میں علم کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ کاش میں اس علم کا کسی کو حامل پاتا اور اسے سپرد کر دیتا“۔ جنابِ کمیل حضرت امیر المومنینؑ کی طرف سے عراق کے بعض قصبات ہیت وغیرہ کے بھی حاکم رہے ہیں اور حضرتؑ ان کو موقع بموقع مراسلات کے ذریعہ سے فہمائش اور سیاسی امور کے متعلق ہدایتیں فرماتے رہتے تھے۔ بعض خطوط نہج البلاغہ وغیرہ میں موجود ہیں۔ آپ ہی کو حضرت امیر المومنینؑ نے وہ دعا تعلیم کی تھی جو آج تک دعائے کمیل کے نام سے مشہور و معروف ہے اور جس کے پڑھنے کا بہت ثواب ہے۔ جناب کمیل نے عمر بہت پائی۔ ۸۲ھ میں حجاج ثقفی کے ظلم سے شہید ہوئے۔ مختصر واقعہ شہادت یہ ہے کہ ۸۲ ہجری (غالباً ۷۰۴ء) میں جب حجاج نے عراق پر غلبہ پایا اور کوفے میں داخل ہو کر بے گناہوں کو ظلم و جفا کے ساتھ قتل کرنا شروع کیا اور خاص کر مقدس شیعیانِ حضرت امیر المومنینؑ چن چن کر شہید کئے جانے لگے تو اس نے جنابِ کمیل کی گرفتاری کا وارنٹ بھی جاری کر دیا۔ اُس وقت ہیثم بن الاسود ایک شخص حجاج کے پاس آیا حجاج نے اُس سے پوچھا ”کمیل کا پتہ ہے کہ کہاں ہیں“؟ ہیثم نے سفارشانہ لہجہ میں جواب دیا کہ ”کمیل تو ایک بڈھے ضعیف شخص ہیں وہ اپنے گھر سے باہر نکلنے کے لائق بھی نہیں ہیں“۔ مگر حجاج نے اس کے جواب پر کوئی توجہ نہیں کی اور کمیل کی تلاش شروع کر دی۔ کہتے ہیں کہ وہ حجاج کے ظلم کے خوف سے چھپ رہے اور ان کی قوم نے حجاج کو ان کا پتہ نہیں لگنے دیا۔ اس پر حجاج نے

Presented by Ziaraat.Com

غضب ناک ہو کر ان کے پورے کنبے کی آمدنی روک دی اور سب کے وظیفے بند کر دیئے۔ جنابِ کمیل نے جب یہ خبر سنی تو ہمت اور قومی جوش سے کہنے لگے۔ ''میں ایک پیر ضعیف ہوں۔ میرے تو یوں بھی مرنے کے دن آ گئے ہیں۔ مجھ سے یہ ممکن نہیں کہ اپنی ایک جان بچا کر اپنی قوم کو سختی اور پریشانی میں مبتلا کروں''۔ یہ کہہ کر وہ اٹھے اور خود حجاج کے پاس آ کر حاضر ہو گئے۔ حجاج نے ان کو دیکھ کر سخت کلامی اور درشتی شروع کی، جنابِ کمیل نے بھی ویسا ہی برابر کا جواب دیا اور اس کو ظلم و ستم سے باز رہنے اور خدا سے ڈرنے کی نصیحت کی پھر کہا'' حجاج! میری عمر کا اب بہت تھوڑا ہی حصہ باقی رہ گیا ہے لیکن اب تیرے قبضے میں ہوں۔ تیرا جو کچھ جی چاہے میرے ساتھ کر گزر۔ مجھے اس کی کچھ پروا نہیں کیونکہ میرا اور تیرا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ تیرا حساب و کتاب کل قیامت کے دن حاکمِ حقیقی کے روبرو ہو گا۔ حجاج! تو جو کچھ میرے ساتھ ارادہ رکھتا ہے مجھے خوب معلوم ہے۔ مجھے حضرت امیر المومنین علیؑ نے آج سے بہت پہلے اس کی خبر دے رکھی ہے کہ تو مجھے قتل کرے گا''۔ حجاج غضبناک ہو کر بولا ''ہاں میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ تو حضرت عثمان کے مخالفین سے ہے''۔ غرض جلاد کو حکم دیا گیا کہ کمیل کی گردن مار دے۔ چنانچہ اسی وقت مظلوم کمیل قتل کر دیئے گئے اور جیسا کہ حضرت امیر المومنینؑ نے پیشین گوئی فرما دی تھی لفظ بہ لفظ صحیح واقع ہوئی اور آپ شہادت کے درجے پر فائز ہو گئے۔

کمیل کی ولادت:

جناب کمیل کوفے کے باشندے تھے، وہیں آپ کی پیدائش ہوئی وہیں پروان چڑھے اور وہیں اقامت پذیر رہے البتہ شیخ عباس قمی جیسے جلیل القدر

Presented by Ziaraat.Com

محدث نے آپ کو یمنی لکھا ہے۔(منتہی الامال جلد ا، صفحہ ۱۵۳) اور ہوسکتا ہے آپ نسلاً یمنی ہوں لیکن آپ کے والدین کوفے میں آباد ہو گئے ہوں اور وہیں آپ کی پیدائش ہوئی ہو۔

مورخین نے واضح الفاظ میں آپ کا سنہ ولادت تو تحریر نہیں فرمایا البتہ بعض قابل قدر مورخین کی معتبر کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی پیدا ہو چکے تھے اور سن شعور کو بھی پہنچ چکے تھے۔ چنانچہ شیخ عباس قمی نے تحریر فرمایا ہے کہ:

جناب کمیل کو ۸۳ ہجری میں حجاج بن یوسف ثقفی نے شہید کیا اور اس وقت آپ کا سن ۹۰ سال تھا۔ (ملاحظہ ہو منتہی الامال جلد ا، صفحہ ۱۵۴ مطبوعہ ایران)

شیخ عباس قمی کے علاوہ بھی بعض انتہائی قابل قدر محققین نے اپنی تصنیفات میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ جناب کمیل حضرت رسولؐ خدا کے زمانے میں پوری طرح باشعور اور خوب ہوشیار تھے (تاریخ آئمہ صفحہ ۲۴۲)

اور جناب شیخ عباس قمی کے اس قول سے بھی جس میں انھوں نے فرمایا ہے کہ جناب کمیل ۸۳ ہجری میں شہید ہوئے اور اس وقت اُن کی عمر ۹۰ سال تھی۔ یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کی ولادت ہجرتِ پیغمبر اکرمؐ سے سات سال قبل ہوئی تھی۔ لہٰذا وفاتِ پیغمبر اسلام کے وقت آپ کی عمر ۱۷، ۱۸ سال کے درمیان قرار پاتی ہے۔ اور ۱۷، ۱۸ سال کے انسان کے بارے میں بجا طور پر شعور اور خوب ہوشیار کا لفظ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

البتہ کسی تاریخ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ آپ خدمتِ پیغمبر میں شرفیاب ہوسکے یا نہیں، اور اگر شرفیاب ہوئے تو کس سنہ میں۔

اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ عراق کے رہنے والے تھے جہاں آفتاب

Presented by Ziaraat.Com

اسلام کی شعائیں تو ضرور پہنچیں اور جناب کمیل حلقہ بگوش اسلام بھی ہوئے۔لیکن یہ بھی واضح ہے کہ اس زمانے میں آمد و رفت اتنی آسان نہ تھی اور نہ وسائل سفر اس قدر فراواں تھے جتنے اب ہیں۔اور اس لئے جناب کمیل جو ابھی کمسنی کی حدود ہی میں تھے مدینہ تشریف نہ لا سکے ہوں۔

اور کیا بعید ہے کہ آپ خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوئے ہوں لیکن کسی وجہ سے اُن کا تذکرہ تاریخ کے صفحات پر نہ آسکا ہو۔یا کسی مورخ نے بیان کیا ہو جو حالاتِ زندگی لکھنے والوں کی نگاہ سے نہیں گزرا واللہ اعلم بالصواب۔

نام ونسب

آپ کے نام ونسب کو مورخین نے مختلف لفظوں میں بیان کیا ہے۔علامہ ذہبی یوں بیان کرتے ہیں کہ: کمیل بن زیاد بن نہیک بن الہیثم النخعی

(ملاحظہ ہو رجال مامقانی جلد ۲، صفحہ: ۶۲ بعد از صفحہ: ۳۶۸ (قدیم)

اور علامہ مجلسی نے ابن ابی الحدید معتزلی کے حوالے سے آپ کے سلسلہ نسب کو یوں تحریر فرمایا ہے کہ:

کمیل بن زیاد بن نہیک بن ہیثم بن مالک بن حرب۔

(علامہ مجلسی کی بحار الانوار جلد ۴۲ صفحہ: ۱۶۳، طبع جدید بحوالہ شرح نہج البلاغہ ۴، صفحہ: ۲۲۷)

لیکن علامہ شیخ عبداللہ مامقانی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''تنقیح المقال'' جس کو ''رجال مامقانی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور جسے علم رجال میں اس قدر عظمت و جلالت حاصل ہے کہ ابتداء زمانِ غیبت سے اس صدی تک علم رجال میں جتنی بھی کتابیں لکھی گئی ہیں۔اُن میں ''رجال مامقانی'' ایک درِ شہوار اور گوہر یگانہ کی حیثیت رکھتی ہے اور علماو مجتہدین اپنی فقہی واجتہادی پیچیدگیوں اور احادیث و روایات کی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے اس کتاب سے کبھی بے نیاز

Presented by Ziaraat.Com

نہیں رہے اور اگر یہ کہا جائے تو ہرگز مبالغہ نہیں ہوگا کہ سابق زمانے میں اس فن میں جو کتابیں تحریر کی گئی ہیں۔ ان میں سے ''رجال مامقانی'' ایک ایسی نادر روزگار کتاب ہے جس کی موجودگی بیشمار دوسری کتابوں سے ہمیں بے نیاز کردیتی ہے، لیکن سابقہ دوسری کسی بھی کتاب کی موجودگی، ایک عالم وفقیہ کو رجال مامقانی سے بے نیاز نہیں کرسکتی۔

کسی شک وشبہ کے بغیر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ علامہ مامقانی نے جس محنت وجاں فشانی اور زحمت وعرق ریزی کے ساتھ اس کتاب کی تدوین فرمائی ہے، اور جس طرح آپ نے علم رجال کی گتھیوں کو سلجھانے، شکوک وشبہات کو زائل کرنے اور ناقدین کی موشگافیوں کو رد کرنے کی کوشش کی ہے، وہ لائق تحسین ہے جیسا کہ ہم آئندہ صفحات پر بھی اس کی طرف اشارہ کریں گے۔

بہرحال علّامہ مامقانی نے کتاب تنقیح المقال میں علّامہ ابن ابی الحدید معتزلی کے حوالے سے جناب کمیل کا جو سلسلہ نسب بیان کیا ہے وہ یہ ہے۔

کمیل بن زیاد بن سہل بن ہیثم بن سعد بن مالک بن الحرث بن صہبان بن سعد بن مالک بن النخع بن عمرو بن غلتہ بن خالد بن مالک بن داؤد

(تنقیح المقال جلد ۲، صفحہ: بعد از صفحہ: ۳۶۸ طبع قدیم)

جناب کمیل کا تفصیلی نسب نامہ علامہ مجلسی نے بھی ابن ابی الحدید ہی کے حوالے سے بحار الانوار میں تحریر فرمایا ہے جس کا ہم سابق میں حوالہ دے چکے ہیں اور جناب علامہ عبداللہ مامقانی نے بھی ابن ابی الحدید ہی کے حوالے سے اپنی کتاب تنقیح المقال میں تحریر فرمایا ہے، جیسا کہ ہم نے ابھی ابھی ذکر کیا لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے۔

کمیل بن زیاد بن سہل تحریر فرمایا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اسی طرح آگے چل کر علامہ مجلسی نے جناب کمیل کے سلسلہ نسب میں جونام تحریر فرمائے ہیں اُن میں۔

سعد بن مالک بن حرب تحریر ہے جب کہ علامہ مامقانی نے سعد بن مالک بن الحرث لکھا ہے۔

نیز ایک فرق یہ ہے کہ علامہ مجلسی نے سلسلہ نسب کو مالک بن حرب تک پہنچ کر ختم کر دیا ہے جب کہ علامہ مامقانی نے اس سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے۔

مالک بن الحرث بن صہبان بن سعد بن مالک بن النخع بن عمرو بن غلتہ بن خالد بن مالک بن داوَد پر ختم کیا ہے۔

لیکن یہ بات زیادہ قابل بحث اس لئے نہیں ہے کہ مورخین میں سے بعض اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے سلسلہ نسب کے ۲۔۳ اشخاص کا ذکر کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں جیسا علامہ ذہبی نے صرف کمیل بن زیاد بن نہیک بن الہیثم النخعی لکھا ہے اور بعض قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جیسا کہ علامہ مجلسی نے تحریر فرمایا ہے البتہ بعض مورخین اور اہل علم کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ سلسلہ نسب میں جتنے نام ہیں سب کو ذکر کر دیا جائے تاکہ جو جو ارباب فن اس باب میں تحقیق کرنا چاہیں اُن کے لئے سہولت پیدا ہو جائے۔

اور ہوسکتا ہے کہ علامہ مامقانی نے اسی مقصد کے پیش نظر اُن تمام ناموں کو سپردِ قلم کر دیا جو اُن کو جناب کمیل کے سلسلہ نسب میں معلوم ہو سکے۔

علامہ مجلسی نے کتاب بحارالانوار میں جناب کمیل کا جو سلسلہ نسب بیان کیا وہ انھوں نے ابن ابی الحدید معتزلی کی کتاب ''شرح نہج البلاغہ'' سے نقل کیا تھا اور علامہ مامقانی نے کتاب تنقیح المقال میں جناب کمیل کا جو سلسلۂ نسب بیان کیا انھوں نے بھی ابن ابی الحدید معتزلی کی کتاب ''شرح نہج البلاغہ'' کے اُسی حصے

Presented by Ziaraat.Com

سے نقل کیا ہے جس سے علامہ مجلسی نے نقل کیا تھا لیکن اس کے باوجود دونوں کے بیان کردہ سلسلۂ نسب ایک دوسرے سے کافی مختلف ہیں۔

ابن ابی الحدید کی اصل عبارت دیکھی جائے تاکہ یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ علامہ مجلسی نے جو سلسلہ نسب ذکر کیا ہے وہ مطابق اصل ہے یا علامہ مامقانی نے جو تحریر فرمایا ہے مطابق اصل ہے۔

لیکن جب شرح نہج البلاغہ کا وہ حصہ سامنے آیا جہاں کمیل کا سلسلۂ نسب بیان کیا گیا ہے اور جس کو ہمارے دونوں بزرگوں نے نقل فرمایا ہے تو اصل عبارت دونوں حضرات کی نقل کردہ عبارت سے مختلف نظر آئی۔

ابن ابی الحدید کی کتاب شرح نہج البلاغہ کا وہ ایڈیشن جو ۱۹۶۳ء میں مصر سے داراحیاء الکتب العربیہ نے شائع کیا ہے اس کی جلد ۱۷ کے صفحہ ۱۴۹ پر جناب کمیل کا سلسلہ نسب ان الفاظ میں تحریر ہے۔

کمیل بن زیاد بن سہیل بن ہیثم بن سعد بن مالک بن الحارث بن صہبان بن سعد بن مالک بن النخع بن عمرو بن وعلہ بن خالد بن مالک بن اُدد۔

یہ ہے ابن ابی الحدید معتزلی کی اصل عبارت جسے علامہ مجلسی نے بھی نقل فرمایا۔ اور علامہ مامقانی نے بھی لیکن یہ سلسلۂ نسب ان دونوں بزرگوں کے ذکر کردہ سلسلۂ نسب سے کافی مختلف ہے۔ اور چونکہ ان دونوں حضرات نے اسی عبارت کا حوالہ دیا ہے لہٰذا یہ اصل عبارت ہی جناب کمیل کے سلسلہ نسب میں زیادہ قابل اعتبار قرار پائے گی۔

قارئین کرام کو حیرت ہوگی کہ ابن ابی الحدید معتزلی کی عبارت کو دو انتہائی جلیل القدر بزرگوں نے اپنی کتاب میں جگہ دی۔ لیکن دونوں کی عبارت آپس میں مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ دونوں ہی عبارتیں اصل کتاب سے بھی مختلف نظر

Presented by Ziaraat.Com

آئیں۔ ایسا کیوں ہے؟

تو اس کی بنیادی وجوہ میں ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک غیر معصوم تھا اور غیر معصوم کسی بھی منزل پر غلطی کر سکتا ہے۔ اور ہم اسی لئے بنیادی طور پر یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ ہمارا قائد، ہادی، رہنما اور پیشوا وہی ہو سکتا ہے جو معصوم ہو، جس سے کسی وقت غلطی کا اندیشہ نہ ہو باقی جتنے غیر معصوم اشخاص ہیں سب غلطی کر سکتے ہیں۔

اور دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ سابقہ زمانے میں طباعت اور پریس کا اعلیٰ انتظام موجود نہیں تھا جو اب دنیا بھر میں نظر آتا ہے۔

اس زمانہ میں کتابیں جانوروں کی کھال، درختوں کی چھال، پتوں کپڑوں اور پتھروں وغیرہ پر لکھی جاتی تھیں۔ جن پر وہ خوبصورت تحریر نقش نہیں ہو سکتی جو آج کل "آرٹ پیپر" یا دوسرے نفیس کاغذات پر نظر آتی ہے، حروف خمیدہ اور پُر پیچ ہوتے تھے۔ جس کی وجہ سے انھیں دوسری جگہ نقل کرنے میں غلطی کا بہت زیادہ اندیشہ رہتا تھا، اور ہر نقل کرنے والا جس حرف کو جس طرح پڑھتا تھا، اسی طرح اپنی کتاب میں قلمبند کر لیتا تھا۔

پھر یہ کہ حروف پر نقطے لگانے کا بھی بہت کم رواج تھا، اور یہ چیز تو اس صدی کے آغاز تک نظر آتی ہے، آپ آج سے ۷۰، ۸۰ برس قبل کے بزرگوں کے خطوط اٹھا کر دیکھیں انھیں بہت کم نقطے نظر آئیں گے۔

اس لئے نقطوں کی عدم موجودگی بھی بہت سی غلطیوں اور غلط فہمیوں کا سبب بنتی تھی چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا کی شہادت دونوں تاریخوں میں منائی جاتی ہے۔ ۱۳ جمادی الاولیٰ اور ۳ جمادی الثانیہ۔

ظاہری بات ہے کہ جناب سیّدہ کی شہادت یا ۱۳ جمادی الاولیٰ کو واقع ہوئی

Presented by Ziaraat.Com

ہوگی، یا ۳؍جمادی الثانیہ کو یہ تو ناممکن ہے کہ دونوں ہی تاریخیں صحیح ہوں، یقیناً کوئی ایک ہی صحیح ہے لیکن کونسی تاریخ صحیح ہے؟ یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔

اور یہ فیصلہ کرنا اس لئے مشکل ہے کہ آپ کی وفات کے بارے میں مورخین نے تحریر فرمایا ہے کہ:

آپ نے رسولؐ خدا کی رحلت کے ۷۵ یا ۹۵ دن کے بعد انتقال فرمایا، اور ۷۵ کے لئے عربی زبان میں "خمسة و سبعین، بولتے ہیں جب کہ "۹۵" کے لئے **خمسة وتسعین**" استعمال کرتے ہیں۔

اب اگر ان دونوں عبارتوں پر سے نقطے ہٹا دیئے جائیں تو "خمسہ وسبعین" اور "خمسہ وتسعین" میں امتیاز دینا بہت مشکل ہو جائے گا، خصوصاً اس لحاظ سے کہ طباعت کا مناسب انتظام نہ ہونے کی وجہ سے اکثر حروف نوک پلک سے محروم رہتے تھے۔

اسی لئے روایات میں جب "خمسہ وسبعین" نظر آیا تو بعض لوگوں نے اُسے "خمسة وسبعین" (۷۵) پڑھا اور کچھ نے خمسة وتسعین (۹۵) اور اس طرح دو تاریخیں رائج ہوگئیں۔ اگرچہ زیادہ تر اہلِ تاریخ و تحقیق نے ۹۵ دن والے قول کو ترجیح دی ہے جس کے حساب سے جناب سیّدہؑ کی وفات ۳ جمادی الثانیہ قرار پائی ہے۔

کُمیل کی سیرت و کردار

کسی شک وشبہ کے بغیر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اسلام کی نگاہ میں کسی بھی انسان کی عظمت وجلالت اس کی مادی شان وشوکت میں ہرگز مضمر نہیں ہے، بلکہ دین و مذہب کے نقطۂ نظر سے وہی شخص سب سے زیادہ عزت واحترام کا مستحق ہے جس کی سیرت و کردار سب سے بہتر ہو، جس کے دل میں فرائض کا احساس

Presented by Ziaraat.Com

سب سے زیادہ ہو اور جس کا قلب خوفِ خدا سے سب سے زیادہ معمور ہو۔ جیسا سورۂ مبارکہ الحجرات میں خالق کائنات نے بہت واضح لفظوں میں اعلان فرمایا کہ:

(تم لوگوں میں سے، خدا کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے)

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اور مولائے کائنات نے تو کسی انسان کی قیمتِ حیات صرف اس کی نیکیوں کو قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

(ہر انسان کی قیمتِ حیات، اس کی نیکیاں ہیں)

یعنی جس انسان کی نیکیاں زیادہ ہوں اس کی زندگی کی قدر و قیمت بھی زیادہ ہے، لہٰذا جس کی ذات سے کسی قسم کی نیکی وابستہ نہ ہو، اس زندگی کی کوئی قیمت بھی نہیں ہے، اور جس کی زندگی گونا گوں نیکیوں سے آراستہ ہے، اس کی قدر و قیمت اتنی زیادہ ہے کہ اگر ترازو کے ایک پلّے میں اس کو رکھا جائے اور دوسرے پلّے میں ساری دنیا کے موتی و جواہرات رکھ دیئے جائیں تب بھی وہی پلّا بھاری رہے گا جس میں وہ خود موجود ہو۔ اور جو انسان پوری کائنات پر اپنی نیکیاں نچھاور کر رہا ہو وہ تو ایک ایسا انمول ہیرا ہے جس کے مقابلے پر تمام ہیرے و جواہرات سنگریزے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ سیرت و کردار کے اعتبار سے جناب کمیل اس بلند درجے پر فائز ہیں کہ جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام کے انتہائی مقرب خاص صحابی قرار پائے اور مولائے کائنات کو ان کی ذات پر اتنا اعتماد تھا کہ آپ نے جناب کمیل کو اپنے انتہائی باوفا اور قابلِ اعتماد انصار میں سے قرار دیا

Presented by Ziaraat.Com

ہے، چنانچہ جناب ابن طاؤس کتاب کشف المحجہ کے صفحہ: ۱۷۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ:

جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ نے اپنے منشی جناب عبداللہ بن ابی رافع سے کہا کہ:

میرے دس (باوفا) قابل اعتماد ساتھیوں کو بلالاؤ۔)

تو عبداللہ بن ابی رافع نے عرض کی "مولا! ان کے نام بھی بتادیں تو مولا نے ارشاد فرمایا کہ:

اصبغ بن نباتہ، ابوطفیل عامر بن واثلہ کنانی، زید بن جیش، جویرہ بن مسہر، خندف بن زہیر، حارث بن مصرف، حارث اعور، علقمہ بن قیس، کمیل بن زیاد اور عمیر بن زرارہ کو بلالاؤ۔ (الوسائل جلد نمبر ۲ صفحہ: ۸۹ و تنقیح المقال، علامہ عبداللہ مامقانی جلد ۲، صفحہ: ۴۲)

مولائے کائنات کا جناب عبداللہ بن ابی رافع سے کہنا کہ میرے دس قابل اعتماد ساتھیوں کو بلاؤ، اور پھر عبداللہ بن ابی رافع کے سوال پر ان دس قابلِ اعتماد اصحاب کا نام لینا اور ان میں جناب کمیل کو بھی شمار کرنا جناب کمیل کی عظمت و جلالت، اور ان کی قدر و منزلت کا اندازہ لگانے کے لیے بہت کافی ہے، غور کیجیے۔ کہ جس جلیل القدر ہستی کے بارے میں مولائے کائنات یہ فرمادیں کہ:

"یہ میرا قابلِ اعتماد ساتھی ہے"

اس کے مرتبے تک کون پہنچ سکتا ہے......؟ اور یہی وجہ ہے کہ:

اگر کسی مولف نے جنابِ کمیل کی عظمت و جلالت اور حدیث میں ان کی وثاقت (قابل اعتبار ہونے) کے بارے میں تردد و تامل کیا تو دریائے علم رجال کے شناور علامہ عبداللہ مامقانی نے جن کی مشہور زمانہ کتاب "تنقیح المقال" کو علم

Presented by Ziaraat.Com

رجال کی ان تمام کتابوں پر فوقیت و برتری حاصل ہے جو غیبتِ امامؑ سے اس صدی تک لکھی گئی ہیں۔

جناب کمیل کے بارے میں اس تردّد و تامل کو بہت برا سمجھا، اور فرمایا کہ:

(یعنی جناب کمیل کے بارے میں اس قسم کا تردّد تو دنیا کا انتہائی نادر عجوبہ ہے، کیونکہ جناب کمیل کی عدالت تو ایسی مشہور عالم بات ہے کہ خالص گھریلو پردہ نشین خواتین بھی جو عام طور پر بیرونی دنیا کے حالات سے ناواقف ہوتی ہیں لیکن جناب کمیل کی عظمت و جلالت کی جاں نثاری و فاداری اور تقویٰ و پرہیز گاری سے باخبر ہیں اور مخالف و موافق تمام حضرات اس کے معترف ہیں''۔

(تنقیح المقال جلد ۲، صفحہ: ۴۲ بعد از صفحہ: ۳۶۸)

اور اس کے بعد علامہ موصوف نے جناب کمیل کے بارے میں ذہبی جیسے انتہائی متعصب مورّخ کا قول نقل کیا ہے جو اہلِ بیتؑ اور اُن کے ماننے والوں کی عداوت و دشمنی میں خصوصی شہرت رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود انھوں نے جناب کمیل کی عدالت اور ان کی عظمت و جلالت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

جناب کمیل نخعی نے حضرت علیؑ سے بھی حدیثیں نقل کی ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے (بزرگان دین) سے بھی آپ جنگِ صفین میں بھی حضرت علیؑ کے ساتھ تھے۔

آپ صاحب شرف اور متقی و پرہیز گار عبادت گذار شیعہ تھے، لوگ آپ کے تابع فرمان تھے۔ آپ کی حدیثوں کی تعداد کم ہے۔ آپ کو حجاج (بن یوسف) نے شہید کیا۔

''آپ صدوق و ثقہ و بزرگ اور اپنے قبیلہ نخع کے رئیس و سردار تھے، حضرت علیؑ کے جہادوں میں شریک اور جنگِ صفین میں حضرت کی فوج کے نام آور بہادروں میں تھے، حضرت علیؑ کو کُل صحابہ پر فضیلت دیتے تھے''۔

(تاریخ ائمہ صفحہ: ۲۴۲ حالاتِ جناب کمیل)

پھر جس کی صداقت و عدالت کی غیر بھی گواہی دیں اس کے ثقہ و عادل ہونے

Presented by Ziaraat.Com

میں کسے کلام ہوسکتا ہے اور صداقت و عدالت تو وہ بنیادی صفات ہیں جن کے تحت نہ جانے کتنی نیکیاں شامل ہیں، کیونکہ علمائے کرام نے عدالت کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ:

انسان شریعتِ مقدسہ کے واضح راستے پر اس طرح ثابت قدمی کے ساتھ چلے کہ کوئی فریضہ چھوٹنے نہ پائے اور کسی نافرمانی کی طرف قدم نہ بڑھے"۔
(منہاج الصالحین جلد ا مطبوعہ نجف)

اور جس مومن میں صداقت و عدالت جیسی اعلیٰ انسانی و ایمانی صفات جمع ہوجائیں وہ اگر اپنی ان خوبیوں کی وجہ سے اپنے پورے قبیلے کا سردار مان لیا جائے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے، جب کہ شاعرِ مشرق علّامہ اقبالؔ تو ان صفات کو پوری کائنات پر حکمرانی کی شرائط میں سے قرار دیتے ہیں۔(چنانچہ ان کا یہ مشہور شعر ہے کہ:)

سبق پھر پڑھ شجاعت کا سخاوت کا صداقت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

منصبِ حکومت

سرِ زمین عراق جو ہمارے چھ اماموں کے مدفن اور امام زمانہ کی جائے غیبت ہونے کے اعتبار سے اہلِ ایمان کے نزدیک ایک خصوصی منزلت رکھتی ہے اور جہاں سال کے تمام دنوں میں زائرین اور عقیدت مندان اہلِ بیتؑ کا تانتا بندھا رہتا ہے، خصوصاً سال کے بعض دنوں میں..... جنھیں وہاں کی اصطلاح میں "مخصوصی" کہا جاتا ہے۔ سارے ملک کے باشندے، ایک سیلِ رواں کے مانند ائمہ اطہار کے مزارات مقدسہ کی طرف اُمنڈ آتے ہیں، ایک پُر کیف منظر ہوتا ہے جس کا نکھار ہر طرف نظر آتا ہے اور موالیان اہلِ بیتؑ کے دلوں کو مسرت و

Presented by Ziaraat.Com

شادمانی سے سرشار کرتا رہا ہے۔

مولائے کائنات کے دار الخلافہ ہونے کی حیثیت سے اس سرزمین کو اہلِ ایمان کے ساتھ ایک خصوصی وابستگی حاصل ہے، اس کے موجودہ پایہ تخت ''بغداد'' سے جنوب کی طرف تقریباً ایک سو میل کے فاصلے پر ایک شہر آباد ہے جس کا نام ''کوفہ'' ہے یہیں وہ تاجدار امامت حکمرانی کے فرائض انجام دیتا تھا، جس کا تعاوف شاعر مشرق علامہ اقبال نے ان لفظوں میں کرایا ہے:

مُسلم اوّل شہِ مرداں علیؑ
عشق راسرمایۂ ایماں علیؑ

اور جن کی ذاتِ اقدس سے جناب اقبالؔ کو اتنی عقیدت ومحبت تھی کہ انھوں نے کسی قسم کا خوف وخطر محسوس کئے بغیر، ببانگ دہل یہ اعلان کر کے سب کو چونکا دیا کہ:

پوچھتے کیا ہو مذہب اقبالؔ
یہ گنہگار بوترابی ہے

کوفے سے کافی فاصلے پر ایک شہر آباد ہے جس کا نام ''انباری ہے اس سے تھوڑا آگے چلیں، تو اسی نہر پر فرات کے کنارے...... جس پر کوفہ آباد ہے، ایک شہر نظر آئے گا جس کا نام ''ہیت'' ہے...... جناب کمیل اسی شہر میں مولائے کائنات کی جانب سے گورنر تھے اور مولا کی طرف سے اس عظیم منصب کے لئے آپ کا انتخاب اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے اخلاق ومزاج، سیرت وکردار، علم ومعرفت، ایمان وتقویٰ، تقدس وپارسائی اور حق گوئی وحق شناسی پر جناب امیرؑ کو بہت اعتماد تھا، چنانچہ علامہ مامقانی نے جناب کمیل کے بارے میں بعض مولفین کے شکوک وشبہات کا دفاع کرتے ہوئے بجاطور پر فرمایا ہے کہ:

''جیسا کہ ابن ابی الحدید معتزلی کی زبانی آپ سنیں گے۔ اور خود نہج البلاغہ میں

Presented by Ziaraat.Com

بھی موجود ہے کہ جناب کمیل حضرت علی امیر المومنین علیہ السّلام کی جانب سے شہر ''ہیت'' کے حاکم تھے اور جناب امیر کا ان کو ''ہیت'' کا حاکم بنانا ہی اس بات کی عظیم الشان دلیل ہے کہ آپ زیور عدالت سے آراستہ و پیراستہ تھے، کیونکہ یہ تو سوچا ہی نہیں جاسکتا کہ حضرت علی علیہ السّلام کسی ایسے شخص کو اپنی جانب سے مسلمانوں کا حاکم بنا کر بھیجیں جو ان کے جان و مال اور عزت و ناموس شرعی، فروعی مسائل، باہمی تنازعات اور انتظامی امور کے سلسلہ میں قابل اعتماد، عادل اور دیانتدار نہ ہو۔ (تنقیح المقال جلد ۲، صفحہ: ۴۲ بعد از صفحہ: ۳۶۸)

کیونکہ اس زمانے میں، شہر کوفہ میں تو خود جناب امیرؑ تشریف فرماتے لیکن دوسرے شہروں میں آپ جس کو حاکم بنا کر بھیجتے تھے، وہ امام کا نمائندہ اور نائب خاص ہوتا تھا۔ اور واضح سی بات ہے کہ امام عالی مقام صرف اسی شخص کو اپنا نمائندہ اور نائب بنا کر بھیج سکتے ہیں جو عادل بھی ہو امانت دار بھی قابل اعتماد بھی وفادار بھی، مخلص بھی ہو جاں نثار بھی، سماجی و معاشرتی امور کا منتظم بھی ہو تجربہ کار بھی، خوش مزاج بھی ہو اور باکردار بھی.......... اور جب یہ صفات حمیدہ اور خصائص پسندیدہ کسی شخص میں جمع ہو جائیں، تب وہ اس لائق بنتا ہے کہ نگاہِ معصوم اُسے منتخب کر کے، کوئی ذمہ داری اُسے سونپ دے۔

حفاظتی امور کی اہمیت

مولائے کائنات امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام کا طرزِ حکومت یہ تھا کہ آپ اپنے نمائندوں، گورنروں، والیوں اور عاملوں پر انتہائی سخت نگرانی رکھتے تھے کہ کہیں اُن سے کوئی ایسی لغزش نہ ہونے پائے جو معاشرے کے لئے مضرت رساں یا مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ہو، اور اُن لوگوں کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر بھی انتہائی شدید مواخذہ کرتے تھے، کیونکہ ان کی یہ غلطیاں اگرچہ

Presented by Ziaraat.Com

انفرادی سطح پر دیکھی جائیں تو بہت معمولی نظر آتی ہیں، لیکن چونکہ وہ لوگ امام کے نمائندے اور مسلمانوں کے امور کے نگراں تھے، اس لئے ان کی معمولی غلطیاں بھی اجتماعی طور پر بڑے بڑے نتائج کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی تھیں۔

اور یہی وجہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے ایک نمائندے جناب عثمان بن حُنیف انصاری...... جو آپ کے انتہائی مقرّب بارگاہ اصحاب میں شمار ہوتے ہیں...... اور بصرہ میں آپ کی جانب سے ''گورنر'' بنا کر بھیجے گئے تھے۔ جب بصرہ پہنچے اور وہاں بعض ثروت منداشخاص کے بلانے پر ایک دعوت میں شریک ہوگئے جس میں بہت انواع واقسام کے کھانے پیش کئے گئے اور یہ تحقیق کئے بغیر کہ:

جس اشخاص نے انھیں دعوت دی ہے وہ غریبوں کی دادرسی کرتے ہیں یانہیں اور ان کے حقوق کو ادا کرتے ہیں یانہیں......

جناب ابنِ حنیف نے کھانا کھالیا، تو امیر المومنین علی بن ابی طالب نے انھیں انتہائی سخت الفاظ میں تادیبی خط لکھا اور تنبیہ کی کہ آئندہ اس قسم کی دعوت میں شرکت نہ کریں (تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو نہج البلاغہ صفحہ:۵۰۵ باب مکتوب مطبوعہ بیروت)

جناب امیرؑ جب یہ برداشت نہیں فرماتے تھے کہ ان کا کوئی نمائندہ کسی ایسی دعوت میں شرکت کرے جس میں غریبوں کے حقوق کا خیال کئے بغیر، کام ودہن کی لذّت کا اہتمام کیا گیا ہو، تو آپ اسے کب پسند کرسکتے تھے کہ آپ کا کوئی نمائندہ سرحدی علاقوں اور مسلمانوں کی آبادی والے مقامات کی حفاظت میں کسی قسم کی غفلت یا کمزوری کا ثبوت دے۔

جناب کمیل کی جانب سے بھی جب سرحدی علاقوں کی حفاظت میں تھوڑی

Presented by Ziaraat.Com

کمزوری نظر آتی تو باوجود یہ کہ جناب کمیل آپؑ کے انتہائی باوفا اور جاں نثار اصحاب میں سے تھے، لیکن آپ نے انھیں تنبیہ کرنا ضروری سمجھا۔

چنانچہ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

جناب کمیل حضرت علی علیہ السلام کی جانب سے ''ہیت'' کے عامل (حاکم) تھے اور چونکہ کمزور تھے اس لئے معاویہ کے لشکر اُن کے سرحدی علاقے میں پہنچ کر لوٹ مار کرتے تھے لیکن جناب کمیل ان کا دفاع نہ کرسکے۔

پھر اپنے نقصان کی تلافی کے لئے انھوں نے حضرت علیؑ سے اجازت طلب کی کہ معاویہ کے سرحدی علاقوں جیسے ''قرقیسیا'' وغیرہ اور فرات کے کنارے آباد دوسرے قریوں پر حملہ کرکے بدلہ لے لیں۔

(شرح نہج البلاغہ جلد ۱۷ صفحہ: ۱۴۹، منہاج البراعہ، جلد ۲۰، صفحہ: ۳۵۳)

لیکن حضرت علی علیہ السلام نے ان کو اس بات کی اجازت نہ دی، کیونکہ جن علاقوں پر معاویہ نے تسلّط حاصل کر رکھا تھا وہاں بھی مسلمان ہی آباد تھے اور اگر حضرت علیؑ کا کوئی سپاہی ان علاقوں پر حملہ آور ہوتا، تو فتح و شکست سے قطع نظر، جو نقصان ہوتا وہ مسلمانوں ہی کا ہوتا، مسلمان ہی مارے جاتے، مسلمان ہی زخمی ہوتے، اور مسلمانوں ہی کا مال لوٹا جاتا...... اور لوٹنے والے بھی مسلمان ہی ہوتے، حضرت علیؑ اس بات کو کسی قیمت پر بھی قبول کرنے کو تیار نہ تھے کہ مسلمان، آپس میں ایک دوسرے کی جان و مال کے درپے ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ جب جناب کمیل نے حضرت علی علیہ السلام کو خط لکھا کہ معاویہ نے میرے بہت سے گاؤں اپنے قبضے میں لے لئے ہیں، آپ مجھے بھی اجازت دیں کہ میں اس کے علاقے پر حملہ کرکے کچھ گاؤں اپنے قبضے میں لے لوں، تو مولائے کائنات نے تحریر فرمایا کہ:

Presented by Ziaraat.Com

امابعد!

''آدمی کا اپنے منصب کو ضائع کر دینا اور خود ایسے کام میں پڑ جانا جس سے دوسرے اُسے سبکدوش کر سکتے ہیں واضح کمزوری اور ضعیف رائے ہے قرقیسیا پر حملہ کو نہ روکنا اور وہ فوجی چوکیاں جن کی حفاظت پر ہم نے تمہیں مامور کیا ہے۔ انھیں اس طرح چھوڑ دینا کہ کوئی بھی مداخلت کرنے والا، حملہ آور کو روکنے والا نہ ہو، یقیناً ایک ناکام تدبیر ہے اور اس طرح تم دشمنوں کے حملوں کے لئے پُل بن گئے نہ سختی سے ان کی مدافعت کی، نہ ان پر اپنا رعب و دبدبہ قائم رکھا نہ سرحدوں کی حفاظت کی نہ دشمن کی کسی طاقت کو توڑا اور اس طرح تم نہ تو اپنے علاقے کے لوگوں کو کوئی فائدہ پہنچا سکے اور نہ اپنے حاکم کے فرمان کی تم نے تعمیل کی۔''

(نہج البلاغہ باب الکتب صفحہ:۵۴۶۔۵۴۷۔ط بیروت)

اور جناب علامہ مرزا حبیب اللہ ہاشمی نے مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب کے اس مکتوب گرامی کے بارے میں بہت اچھی بات کہی ہے کہ:

''بظاہر مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی جانب سے یہ سخت تنبیہی خط جناب کمیل کے نام اس وقت بھیجا گیا ہے جب معاویہ کے ساتھیوں نے ''انبار'' نامی شہر میں لوٹ مار مچا کر حسان بن حسان البکری جیسے جلیل القدر صحابی کو قتل کر دیا اس واقعہ سے مولائے کائنات کو سخت صدمہ پہنچا تھا پھر جب اسی اثنا میں جناب کمیل کی جانب سے یہ درخواست پہنچی کہ میں قرقیسیا پر حملہ کر کے اس لوٹ مار کا بدلہ لوں تو اس آتشِ غم کے شعلوں کی لپیٹ میں جناب کمیل بھی آ گئے۔ (منہاج البراعہ شرح نہج البلاغہ جلد ۲۰، صفحہ: ۳۵۴ مطبوعہ تہران)

البتہ مولا علیؑ نے جناب کمیل کو جو، تادیبی خط لکھا ہے اس کے دو نمایاں پہلو ہیں۔

۱۔ اپنے نمائندوں کی عمومی نصیحت، خصوصاً وہ نمائندے جو ایسی سرحدوں کے

Presented by Ziaraat.Com

قریب ہیں جہاں مکار دشمن کی ریشہ دوانیاں ہر وقت جاری ہیں۔ایسی جگہوں پر آپ کے نمائندوں کو بہت چوکس رہنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ دشمن کی نقل و حرکت سے باخبر رہیں حملہ آوروں کی کوششوں کو ناکام بنائیں اور اطراف وجوانب کے اُن علاقوں کی جو مولا کی سلطنت کے تحت واقع ہیں، حفاظت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔

۲۔اور دوسری بات جس کی طرف مولائے کائنات جناب کمیل کو توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ یہ ہے کہ لوٹ مار کا جواب لوٹ مار سے دینا مسلم ممالک اور ایک انصاف پرور اسلامی حکومت کے لئے کسی طرح مناسب نہیں ہے، کیونکہ ہر شہر میں بچے بوڑھے، عورتیں اور ایسے کمزور لوگ بھی ہوتے ہیں جو ظلم وستم کو ناپسند کرنے کے باجود کسی ظلم کے دفاع کی قدرت نہیں رکھتے۔اور اگر عام لوٹ مار ہوگی تو یہ بچے بوڑھے عورتیں اور معذور اشخاص بھی اس کی زد میں آجائیں گے۔

نیز یہ کہ مولا علیؑ کی کبھی یہ سیرت نہیں رہی کہ اگر ان پر کسی نے ظلم کیا تو وہ بھی انتقام لینے کے لئے ظلم کریں۔ بلکہ آپ کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ ظالم کو اس کے ظلم سے روکیں اور اسے عدل وانصاف کا راستہ قبول کرنے کا پابند بنائیں۔

پھر یہ کہ اہلِ قرقیسیا بھی تو خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر ذمی، اہل انبار ہی کی طرح حضرت علیؑ کی رعایا میں شامل تھے، اگرچہ اُن پر حاکم شام نے اپنے ظلم و ستم سے تسلط حاصل کرلیا تھا۔ (بحوالہ سابقہ جلد ۲۰، صفحہ: ۳۵۴)

پھر آپ اُن پر لشکر کشی کی اجازت کیسے دے سکتے تھے چنانچہ آپ نے واضح الفاظ میں جناب کمیل کو لکھا کہ: دوسرے علاقوں پر حملہ کرنے کے بجائے اپنے علاقوں کی حفاظت پر نظر رکھو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری غفلت کی وجہ سے دشمن کو حملہ آور ہونے کا موقع ملے اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی جان و مال خطرے

Presented by Ziaraat.Com

میں پڑے۔

دانش وحکمت کے جواہر پارے

جناب کمیل حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے انتہائی وفادار جاں نثار اصحاب میں سے ہیں۔

اور اگر سرحدی علاقوں میں اُن کی کچھ انتظامی کمزوریوں کے باعث حضرت علیؑ نے انھیں تنبیہ وتادیب بھی فرمائی لیکن اس کے باوجود ان کو اپنا انتہائی مخلص و باوفا سمجھتے تھے۔

اسی لئے اکثر فرصت کے اوقات میں جب ساری دنیا خواب غفلت میں پڑی ہوتی تھی۔آپ جناب کمیل کا ہاتھ پکڑ کر کسی ایسے صحرایا وادی کی طرف تشریف لے جاتے جہاں آپ دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا آدمی موجود نہ ہو۔اور پھر جناب کمیل کو حکمت و نصیحت کی ایسی ایسی باتیں بتاتے، جو قیامت تک پیدا ہوتے رہنے والے انسانوں کے لئے سرمایۂ ہدایت اور توشۂ نجات ہیں، اور جو شخص بھی قلب کے اخلاص اور ضمیر کی سچائی کے ساتھ ان کلمات پند و نصیحت پر غور کرے گا، وہ ان کی عظمت ورفعت اور جامعیت وافادیت نامہ کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور یہ کلمات اس کی زندگی پر ایک ایسا گہرا نقش قائم کریں گے کہ پھر طوفانِ حرارت کبھی بھی اسے صحیح راستے سے نہ ہٹا سکیں۔

اِن کلمات میں عقائد کی پختگی اور اعمال کی درستگی دونوں ہی باتیں پیش نظر ہیں، امیر المومنینؑ نے پہلے مختصر طریقے سے جناب کمیل کو وہ باتیں بتائی ہیں جو ان کے عقائد ونظریات کی دنیا کے لئے ضروری ہیں اور اس کے بعد وہ باتیں بتائی ہیں جو ان کے سیرت وکردار کی اصلاح کے لئے ناگزیر ہیں۔

چنانچہ علامہ مجلسی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''بحار الانوار'' میں کتاب بشارت

Presented by Ziaraat.Com

المصطفیٰ کے حوالے سے مکمل سلسلہ سند کے ساتھ تحریر فرمایا ہے کہ:

''جناب سعید بن زید کہتے ہیں کہ میں نے جناب کمیل سے ملاقات کی اور اُن سے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل و کمالات کے بارے میں سوال کیا، تو جناب کمیل نے فرمایا:''

ا۔ بحارالانوار کے بارے میں تمام اہلِ علم اور صاحبان فکر ونظر اس بات سے باخبر ہیں کہ اس میں رطب و یابس دونوں ہی قسم کی احادیث ہیں، کیونکہ علامہ مجلسی کا منشا صرف یہ تھا کہ ان تمام احادیث کو جو ائمہ کرام کی جانب منسوب ہیں ایک جگہ جمع کر دیں اب یہ صاحبان تحقیق کا فرض ہے کہ ان احادیث کے اسناد و رجال کے بارے میں چھان بین کریں اور جس جگہ علامہ مجلسی نے کسی حدیث کا سلسلہ سند بھی مکمل طور سے بیان کر دیا ہے، وہاں تو صاحبان تحقیق کا کام بہت ہی آسان ہو جاتا ہے کہ ان ناموں کو علمِ رجال کی کتابوں میں دیکھ کر اطمینان حاصل کر لیں......

''(اے سعید) کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ میں تمہیں حضرت علیؑ کی وہ حکمت کی باتیں بتاؤں جو انھوں نے بطورِ نصیحت مجھ سے فرمائی تھیں؟...... تا کہ تم بھی ان باتوں سے فائدہ اٹھاؤ اور ان باتوں ہی کے ذریعہ امام کے مرتبے کو بھی سمجھو؟) تو میں نے کہا کہ ہاں ضرور فرمایئے! تو جناب کمیل نے فرمایا کہ: مولائے کائنات نے ایک روز مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا''

''اے کمیل ہر روز خدا کا نام لیا کرو، اسی سے ہر طاقت وقوت کی درخواست کرو، اسی پر بھروسہ رکھو، پھر ہمارا ذکر کرو ہم سب کا نام لے لے کر ہم (آلِ محمدؐ) پر درود و سلام بھیجو، اور خداوند عالم کی پناہ اور اسی سے حفاظت کی درخواست کرو...... تو دن بھر بلاؤں سے محفوظ رہو گے۔''

''اے کمیل خدا پیغمبرؐ کا مُعلّم ہے، پیغمبر میرے معلّم ہیں، اور میں مومنین کا

Presented by Ziaraat.Com

معلّم ہوں اور میں ہی صاحبان ایمان کو سابقہ بزرگان دین کی تعلیمات سے بھی آشنا کروں گا۔"

"اے کمیل میں ہر علم کی راہوں کو شگافتہ کردوں گا، اور تمام اسرار و رموز قائم آلِ محمدؐ پر ختم ہو جائیں گے۔"

"اے کمیل جب کھانا کھاؤ تو بسم اللہ کہا کرو، کیوں کہ نام خدا میں تمام بیماریوں سے شفا ہے۔"

"اے کمیل اپنے کھانے میں دوسروں کو بھی شریک کرو بخل نہ کرو کیونکہ رازق تم نہیں ہو بلکہ خدا ہے، البتہ اگر اپنے کھانے میں دوسروں کو شریک کرو گے، تو پیش پروردگار اجر وثواب کے مستحق قرار پاؤ گے۔"

"اے کمیل اپنے اخلاق عمدہ رکھو اپنے ہم نشین کے لئے کشادہ دلی کا مظاہرہ کرو، اور اپنے خدمت گار سے بھی سخت لہجے میں بات نہ کرو۔"

"اے کمیل کھانے سے اپنے معدے کو لبالب نہ بھرو بلکہ کچھ پانی کی جگہ اور ہوا کی گنجائش باقی رہنے دو۔"

"اے کمیل، کھانا سامنے آئے تو اُس میں نکتہ چینی نہ کرو کیوں کہ حضرت رسولؐ خدا کبھی کھانے کے بارے میں نکتہ چینی نہیں کرتے تھے (بلکہ اگر پسندیدہ ہوتا تھا تو تناول فرماتے تھے، ورنہ خاموش رہتے تھے)"

"اے کمیل، کم کھانے پینے میں تندرستی کا راز مضمر ہے۔"

"اے کمیل زکوٰۃ ادا کرنے مومنین کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور قرابتداروں کے ساتھ صلۂ رحم کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے۔"

"اے کمیل کسی سائل کو خالی واپس نہ کرو، اگر (کچھ نہ ہو سکے تو کھجور کا ایک ٹکڑا یا انگور کا ایک دانہ ہی دے دو، (یعنی کم سے کم جو دے سکو، ضرور دے دو،

Presented by Ziaraat.Com

سائل کورد نہ کرو''

''اے کمیل (یاد رکھو) صدقہ کے طور پر دیا ہوا مال خداوند عالم کے پاس پروان چڑھتا رہتا ہے۔''

''اے کمیل، مومن کے لئے حُسنِ خُلق، تواضع ہے، عفت و پاکیزگیٔ نفس اس کا حُسن ہے شفقت (ونرمی) اس کا شرف ہے، اور اس کی عزت اسی میں ہے کہ قیل وقال نہ کرے۔''

''اے کمیل، اگر خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کسی سے مناظرہ چاہتے ہو تو صرف ایسے شخص سے کرنا جس میں عقلمندوں کے عادات واطوار پائے جاتے ہوں۔''

''اے کمیل، ہر حال میں سچی ہی بات کہو، متقی و پرہیز گار لوگوں کی پشت پناہی کرو اور بد عمل لوگوں سے دُور رہو۔

''اے کمیل، منافقین سے بچتے رہو، اور خائن لوگوں کے ساتھ کبھی نہ رہو۔''

''اے کمیل، ہرگز ہرگز ظالموں کے دروازے پر نہ جانا ان سے میل ملاپ نہ رکھنا اُن سے کاروبار نہ کرنا، ان کے مطیع وفرماں بردار نہ بننا، نہ ان کی نشستوں میں شریک ہونا، جس سے خداوند عالم تم پر غضبناک ہو۔''

''اے کمیل۔ (یاد رکھو) خدا کے اقرار اور اس کے اولیاء پر ایمان کے بعد خداوند عالم کو جو بات سب سے زیادہ پسندیدہ ہے وہ نظامت وصفائی، عفت و پاکیزگی اور صبر وشکیبائی ہے۔''

''اے کمیل، لوگوں پر اپنی تنگدستی و مجبوری کا اظہار مت کرو۔ بلکہ عزت و خاموشی کے ساتھ، خوشنودیٔ خدا کی نیت سے اس پر صبر کرو۔''

''اے کمیل۔ اپنے بھائی کو اپنا راز داں بنا سکتے ہو۔ لیکن وہ بھائی ایسا ہو جو

Presented by Ziaraat.Com

سختیوں میں تمہارا ساتھ نہ چھوڑے پریشاں حالی کے موقع پر تم سے غفلت نہ برتے تم اگر اُس سے کسی چیز کا سوال کرو تو تمہیں فریب نہ دے، اور تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ نہ دے بلکہ اگر تمہیں مشکلات میں مبتلا دیکھے تو اُن مشکلات کو دُور کرے۔''

''اے کمیل ایک مومن اپنے دوسرے برادر مومن کے لئے آئینہ کی حیثیت رکھتا ہے، جو اس کی طرف دیکھتا رہتا ہے، اس کی ضروریات پوری کرتا ہے اور اس کی حالت بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔''

''اے کمیل! اگر تمہیں اپنے بھائی سے محبت نہیں تو سمجھو تم اس کے بھائی ہی نہیں ہو، (کیوں کہ بھائی تو وہ ہے جو بھائی سے محبت کرتا ہے، پھر تم کیسے بھائی ہو جو اپنے بھائی سے محبت نہیں کرتے؟۔''

''اے کمیل! ہم آل محمدؐ کے راز کو افشا نہ کرو، کیونکہ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو اُس کا یہ گناہ کبھی معاف نہ ہوگا نہ خدا اُس کی کوئی نیکی قبول کرے گا۔''

''اے کمیل رجعت یقینی ہے، اور ہمارا غلبہ قطعی ہے۔''

''اے کمیل ایسے لوگوں کے بارے میں دھوکہ نہ کھانا، جو لمبی لمبی نمازیں پڑھتے ہیں مسلسل روزے رکھتے ہیں، اور صدقہ خیرات کر کے سمجھتے ہیں کہ بس یہی چیزیں اُن کو بچالیں گی (اور ایمان و معرفت کی پروانہیں کرتے)۔''

''اے کمیل! بعض دلوں میں ایمان مستحکم ہوتا ہے اور بعض کے پاس بطور امانت (جو قبل موت ان سے واپس لے لیا جائے گا، تو ڈرتے رہو کہ کہیں تمہارے پاس بھی بطور امانت ہی نہ ہو (کہ قبل موت واپس لے لیا جائے اور دنیا سے جب اٹھو تو ایمان سے محروم جاؤ۔''

''یاد رکھو...... ایمانِ مستحکم کے حقدار اُس وقت بنو گے، جب ایسے واضح راہ ہدایت

Presented by Ziaraat.Com

پر ثابت قدمی سے چلتے رہو۔ جو تمھیں کسی کجروی کی طرف نہ لے جائے اور نہ اُس سیدھے راستے سے تمہیں ہٹائے جو ہماری رہنمائی سے تمہیں حاصل ہوا ہے۔''

''اے کمیل یاد رکھو فرائض و واجبات کو ترک کرنے کی کبھی اجازت نہیں ہے اور تسبیحات و نوافل (کی بجا آوری کے لئے) کوئی سختی نہیں کی گئی ہے۔ اور یاد رکھو کہ خداوند عالم ان ہی اعمال کا حساب مانگے گا جن کو تمہارے لئے واجب قرار دیا ہے، نوافل و تسبیحات کو تو ہم اس لئے بجالاتے ہیں کہ قیامت کے دن کی سختیوں اور ہولناکیوں سے نجات حاصل ہو۔''

''اے کمیل، تم کسی وقت بھی خداوند عالم کی عطا کردہ نعمت و عافیت سے خالی نہیں رہتے ہو، لہٰذا خود کو اُس کی حمد و ثنا، تسبیح و تقدیس اور ذکر و شکر سے بھی غافل نہ رکھو (بلکہ ہر حال میں اُس کا ذکر کرتے رہو''

اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جن کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ:

''اور لوگوں نے ذکر خدا سے غفلت کی، تو خود اپنی انسانیت ہی کو فراموش کر بیٹھتے۔ (سورہ حشر آیت ۱۹)

اور ایسے لوگوں کو خداوند عالم نے فاسق کہا ہے۔

''اے کمیل! اہمیت اس بات کی نہیں ہے کہ تم نماز پڑھتے ہو، روزہ رکھتے ہو اور صدقہ دیتے ہو، بلکہ اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ جو عمل کرتے ہو وہ پورے اخلاص کے ساتھ کرتے ہو، مثلاً، نماز پڑھتے ہو، تو قلب کی پاکیزگی کے ساتھ اور تمہارا عمل پیش پروردگار پسندیدہ بھی ہوتا ہے دل میں خوفِ خدا کی گرمی اور پیہم سعی عمل کی حرارتِ شوق بھی کارفرما رہتی ہے۔''

''اس لئے یہ ضرور دیکھو کہ کیسے گھر میں نماز ادا کر رہے ہو اور کس چیز پر عبادت میں مشغول ہو کیونکہ اگر وہ جگہ یا چیز جس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہو

Presented by Ziaraat.Com

جائز اور حلال طریقے سے حاصل نہیں کی گئی ہے۔ تو عبادت قبول نہیں ہوگی۔"

اے کمیل! زبان تو دل میں پیدا ہونے والے خیالات کا صرف اعلان کرتی ہے (اصل سرچشمۂ افکار تو قلب ہے) اور قلب کی تقویت غذا کے ذریعے ہوتی ہے، لہٰذا غور کرو کہ تم اپنے جسم کو کون سی غذا مہیا کر رہے ہو اور قلب کو کس قسم کی غذا سے تقویت مل رہی ہے۔ (کیونکہ اگر جائز اور اچھی غذا مل رہی ہے تو قلب کے اندر اچھائیاں تقویت پائیں گی، لیکن) اگر حرام اور بری غذا پہنچ رہی ہے تو (قلب کے اندر برائیاں تقویت پائیں گی اور ایسی صورت میں خداوند عالم نہ تمہاری تسبیح و تقدیس کو قبول فرمائیگا نہ ذکرو، شکر کو۔"

اے کمیل! یہ اچھی طرح سمجھ لو اور یاد رکھو کہ ہم دنیا کے کسی انسان کو یہ اجازت نہیں دے سکتے کہ وہ امانتوں کی ادائیگی میں کوتاہی کرے، لہٰذا اگر کوئی شخص ہماری طرف یہ بات منسوب کرتا ہے کہ ہم نے کسی کو ایسی اجازت دی ہے تو وہ گمراہ ہے جھوٹا ہے، گناہگار ہے اور اپنے اس جھوٹ کی وجہ سے اُسے آتشِ جہنم کا مزہ چکھنا پڑے گا...... قسم بخدا میں نے پیغمبرِؐ اسلام سے خود سنا ہے، آپ نے اپنے انتقال سے کچھ دیر قبل تین بار یہ بات فرمائی تھی کہ "یا ابا الحسن امانت خواہ کسی بھی شخص کی ہو اسے ادا کرو۔ خواہ وہ شخص نیک ہو یا بد اور اس کی امانت معمولی ہو یا بڑی، حتیٰ کہ اگر سوئی دھاگہ بھی بطور امانت رکھوایا تھا تو اسے واپس کرو۔"

"اے کمیل تمہارا کیا خیال ہے اگر خداوند عالم کسی نبی کو مبعوث نہ کرتا نہ کرتا اور دنیا میں کوئی ایسا مومن ہوتا جو تقویٰ و پرہیز گاری کے لباس سے بھی آراستہ ہوتا اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا تو کیا اس کا یہ عمل صحیح ہوتا یا اس دعوتِ الٰہی میں وہ غلطی پر ہوتا......؟ یاد رکھو قسم بخدا خداوند عالم کی جانب سے جب تک اُسے یہ منصب عطا نہ ہوا ہو، وہ یقیناً غلطی پر ہی ہوتا ہے (کیونکہ خداوند عالم کی طرف

Presented by Ziaraat.Com

بلانے کا حق بھی صرف اس کو ہے جسے خدا نے اس کی اجازت دی ہو اور شاید یہی وجہ ہے کہ خداوند عالم نے جب اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ کو خطاب کیا، تو فرمایا۔

''میرے نبی ہم نے تمہیں گواہی دینے والا خوش خبریاں سنانے والا (عذاب الٰہی سے ڈرانے والا اور خدا کی اجازت سے لوگوں کو اُس کی طرف بلانے والا اور ایک روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے''

چنانچہ مولائے کائنات نے آگے چل کر جناب کمیل کو اس کی وجہ بھی بتا دی ارشاد فرماتے ہیں۔

اے کمیل ''دین'' خداوند عالم کا ہے اور اس نے دین کو نافذ کرنے کی اجازت صرف اپنے رسولوں نبی یا وصی پیغمبر کو دی ہے کسی اور انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ خدا کے منشا اور اُس کی اجازت کے بغیر خود سے اِس ذمہ داری کو اپنے کاندھے پر اٹھالے کیوں کہ ایسا کرنے والا یا تو نادانی کی بنا پر ایسا کر رہا ہوگا تو دین کو برباد کر دے گا یا جان بوجھ کر لوگوں کو فریب دینا چاہتا ہوگا تو اہل دین کو ہلاکت وتباہی کے دہانے تک پہنچا دے گا۔

اسی لئے حضرت امیر المومنینؑ جناب کمیل سے فرماتے ہیں کہ: اے کمیل، منصبِ الٰہی صرف نبوت و رسالت و امامت ہے اس سے ہٹ کر جو لوگ (تم پر مسلط ہوں گے) وہ ظالم و جابر، قہر و غلبہ سے مسلط ہو جانے والے، گمراہ اور سرکش لوگ ہوں گے۔

غور کیجئے مولائے کائنات کی یہ پیشین گوئی بھی دوسری بے شمار پیشین گوئیوں کی طرح کس قدر صحیح اور درست ثابت ہوئی۔

اے کمیل یہودیوں اور عیسائیوں نے وجود خدا کو غلط نہیں قرار دیا نہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ (کی نبوت) کا انکار کیا البتہ دین میں کمی وزیادتی کی (کچھ

Presented by Ziaraat.Com

چیزیں دین و مذہب نے اُن پر فرض قرار دی تھیں انھیں ترک کیا، اور کچھ چیزیں اپنی طرف سے دین و مذہب میں داخل کردیں۔ جب کہ اُن چیزوں کا دین و مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا، (شریعت مقدسہ میں) تحریف کی اور بے دینی کو اختیار کرلیا۔ تو خداوند عالم نے ان پر لعنت کی۔ ان سے ناراض ہوا پھر نہ تو ان لوگوں نے توبہ کی اور نہ ان کی توبہ قبول ہوگی۔ کیوں کہ قبولیت تو ان کو ملتی ہے جو متقی و پرہیزگار ہوں۔

(جب یہود و نصاریٰ نے تقویٰ و پرہیزگاری ترک کردی تو اب قبولیت کیسی؟ لہٰذا امت کے بدعمل لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ جب تک نیکی و تقویٰ کی راہ اختیار کریں گے، خداوند عالم ان کے عمل کو قبول کیسے فرمائے گا.....؟)

اے کمیل (ایک مثال اور سامنے رکھو)......!

حضرت آدمؑ کے دونوں بیٹے یہودی یا عیسائی نہ تھے بلکہ سچے مسلمان تھے لیکن قابیل نے، جو عقائد کے اعتبار سے سچا مسلمان تھا جب واجبات الٰہی اور فرائضِ خداوندی کی متابعت نہ کی تو خداوند عالم نے (اس کی بدعملی کی وجہ سے اس کی پیش کی ہوئی قربانی کو قبول نہیں کیا اور جنابِ ہابیل کی قربانی قبول کرلی) جس کی بنا پر قابیل کے دل میں حسد پیدا ہوا اور اس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر کے (دنیا میں قیامِ قیامت تک کے لئے اپنے گلے میں لعنت کا طوق پہنا اور آخرت میں ابدالآباد تک عذاب جہنم کا مستحق بنا)

ثقلین:

اے کمیل: ہم اہل بیتؑ رسولؐ، ثقل اصغر ہیں اور قرآن ثقل اکبر اور یہ بات خود پیغمبر اسلام نے اُمت کو بتادی تھی، چنانچہ آپ نے اپنی حیات طیبہ میں سب

Presented by Ziaraat.Com

لوگوں کو بلایا، اور سات دن معین اوقات میں اس کی تکرار کی گئی چنانچہ سب لوگ جمع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منبر پر تشریف لے گئے، حمد وثنائے خداوند عالم بجالائے پھر فرمایا۔

لوگو! دیکھو میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں، وہ اپنی طرف سے نہیں ہے، بلکہ جو کچھ کہہ رہا ہوں سب خدا کی جانب سے ہے، تو اب جو شخص ان باتوں کی تصدیق کرے گا، اس نے گویا خدا کی تصدیق کی اور جو شخص خدا کے کلام کی تصدیق کرے گا اُسے جنت میں اجر وثواب ملے گا لیکن جو شخص میرے اس بیان کو جھوٹ سمجھے گا اس نے گویا خداوند عالم کی تکذیب کی، اسے جھوٹا قرار دیا اور ایسے شخص کو خداوند عالم جہنم میں جھونک دے گا۔

(حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ، اس کے بعد رسولؐ خدا نے مجھے بلایا میں منبر پر گیا تو آپ نے مجھے اپنے قریب اس طرح قریب کیا کہ میرا سر آنحضرتؐ کے سینہ اقدس سے لگا ہوا تھا، اور حسنؑ وحسینؑ آنحضرت کے داہنے بائیں طرف تھے۔

پھر حضور اکرم نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! مجھے جبرئیل نے خداوند عالم کی جانب سے جو ہمارا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے..... بتایا ہے کہ قرآن مجید ثقل اکبر اور میرا یہ وصی وجانشین (علی) اور اُن کے فرزندان (حسنؑ وحسینؑ) اور جو ان کی نسل سے میرے اوصیا (ائمہ معصومینؑ) ہوں گے یہ سب ثقل اصغر ہیں (اور یہی وہ ثقلین ہیں جنھیں میں تمہارے درمیان چھوڑ کر جا رہا ہوں) ان میں سے ہر ایک دوسرے کے بارے میں (روز قیامت) گواہی دیں گے اور دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے، کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ روزِ قیامت دونوں بارگاہِ معبود میں حاضر ہوں گے اور خداوند عالم ان کے اور بندوں کے

Presented by Ziaraat.Com

درمیان فیصلہ کرے گا (کہ کس کس نے قرآن مجید پر ظلم کیا، اور کن کن لوگوں نے عزت رسولؐ اور اہلِ بیت پیغمبر پر جور و ستم کیا، ان پر عرصہ حیات تنگ کیا اُن کے نام لیواؤں کو دار و رسن تک پہنچایا..........؟

اے کمیل ۔ جب ہم اہلِ بیتؑ رسولؐ کی اس قدر اہمیت ہے، تو پھر یہ (دنیا والوں کو کیا ہوگیا ہے اور) کس بات پر کچھ لوگ ہم سے آگے بڑھنے کی کوشش کررہے ہیں اور کس وجہ سے کچھ لوگ ہمارے فرمان اور حکم کو بجالانے میں کوتاہی کررہے ہیں ۔

اے کمیل ! رسولؐ خدا نے تو پورے اخلاص کے ساتھ پیغام خداوندی کو پہنچا دیا، لیکن افسوس ان لوگوں کو (اس نصیحت ربّانی کا نہ کوئی پاس و لحاظ ہے) نہ اخلاص کے ساتھ نصیحت کرنے والوں کی کوئی محبت ہے (......اس کے بعد حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ نے اپنے بارے میں پیغمبر اسلام کی متعدد احادیث فضائل و مناقب بیان کرنے کے بعد جناب کمیل کو مخاطب کرکے سوال کیا......)

اے کمیل یہ لوگ کس بنیاد پر ہم سے حسد کرتے ہیں جب کہ ان لوگوں کی دانش و معرفت سے بہت قبل خداوند عالم نے ہمیں پیدا کیا ہے، کیا یہ لوگ اپنے حسد کے ذریعے ہمیں ان مراتب و کمالات سے گرادیں گے جو خداوند عالم کے نزدیک ہمیں حاصل ہے؟

(کیونکہ مرتبہ و عزت تو وہی ہے جو خدا کے نزدیک حاصل ہو یہ لوگ حسد کرکے دنیاوی اقتدار تو چھین سکتے ہیں ۔ الٰہی رتبہ و مقام کیسے چھین سکتے ہیں)

اے کمیل جو شخص جنّت کا مستحق نہ بن سکا (یعنی یا ایمان ہی نہیں لایا، یا ایمان تو لایا مگر اس کے تقاضوں کو پورا نہ کیا) اسے بتادو کہ دردناک عذاب دائمی رسوائی ہتھکڑیاں، بیڑیاں، لمبی زنجیریں اور آگ کے گولے اس کے لئے مہیا ہیں

Presented by Ziaraat.Com

شیطان اُن کا ساتھی ہوگا پانی کی جگہ زخم سے نکلنے والی پیپ کو پینا ہوگا گرم لوہے کا لباس ہوگا، بہت سخت مزاج وہ فرشتے ہوں گے (جو ان کو بار بار جہنم میں ''دھکیلتے رہیں گے) جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے (جس میں ان کو ڈال کر) دروازوں کو بند کر دیا جائے گا وہ لوگ اس میں چیخیں گے مگر انھیں کوئی جواب نہ دے گا اور وہ فریاد کریں گے مگر اُن پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

وہ پکار پکار کر کہیں گے: اے مالک، خدا (سے کہو) ہم لوگوں کا فیصلہ کر دے (جلد اس قید سے ہمیں آزاد کرے) تو جہنم کا داروغہ جواب دے گا کہ:

''اب تم یہیں پڑے رہو، کیونکہ تم سب لوگوں کے پاس حق کا پیغام آیا تھا لیکن تم میں سے اکثریت کو حق کا پیغام پسند ہی نہیں ہے۔''

(بحار الانوار جلد ۷۷، صفحہ: ۲۶۶ تا صفحہ: جدید)

کمیل کی شہادت

عالمِ اسلام کے جلیل القدر محدث جناب شیخ عباس قمی نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''منتہی الامال'' میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ ظالم وسفاک اموی گورنر حجاج بن یوسف ثقفی نے جناب کمیل کو ۸۳ ہجری میں صرف اس بنا پر شہید کر دیا کہ آپ جناب امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ سے انتہائی والہانہ محبت وعقیدت رکھتے تھے اور تقریباً پورے اموی دورِ حکومت میں محبت علیؑ، اور الفتِ آلِ محمد ''ایسا سنگین'' جرم تصور کیا جاتا تھا جس کی پاداش میں ہزاروں جاں نثاران اہلِ بیتؑ کو زندگی سے محروم ہونا پڑا ہے۔

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ جناب قنبر علیہ الرحمہ کو بھی حجاج بن یوسف نے اسی جرم میں شہید کیا تھا کہ وہ حضرت علی سے انتہائی محبت رکھتے تھے۔ اور ایک قنبر ہی پر کیا منحصر ہے، آلِ محمدؑ سے محبت رکھنے والوں کے لئے ہر دور کے حکام جور نے

Presented by Ziaraat.Com

دار ورسن کی تاریخ کو دہراتے رہنا ہی اپنا شعار بنایا۔ اور آج بھی، جب دنیا میں ہر طرف علم و دانش کا چرچہ ہے اور انسان پتھروں کے زمانے سے نکل کر تسخیرِ کائنات کے زرّیں عہد میں داخل ہو چکا ہے، آلِ محمدؐ سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کو بے شمار تہمتوں اور ناسزا الزامات سے نوازا جاتا ہے۔ لیکن محبت و عقیدت پر نہ کل پہرے بٹھانا ممکن تھا نہ آج ممکن ہے نہ کل ممکن ہوگا۔ انشاء اللہ۔

کمیل کا مدفن:

ارباب تاریخ وسیرت کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جناب امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ نے جناب کمیل کو اپنے ہمراہ لیا، اور کوفے سے نجف کی وادی کی طرف چلنے لگے چلے چلتے ایک بلند مقام پر آگئے اور کمیل سے فرمانے لگے، کمیل، اس جگہ کو پہنچانتے ہو.........؟

کمیل نے عرض کی: مولا آپ کی زبان مبارک سے معلوم ہو جائے تو زہے نصیب فرمایا: یہیں میں دفن کیا جاؤں گا۔

یہ سُن کر جناب کمیل نے گریہ فرمایا، عجب نہیں کہ فرط عقیدت سے اس زمین کو چوما بھی ہو...... پھر مولا روانہ ہو گئے، جناب کمیل نے حضرت علیؑ سے دریافت کیا:

آقا میرے دفن کی جگہ کہاں ہے؟

فرمایا: سامنے، اس جگہ (یہ کہہ کر دور ایک جگہ اشارہ کیا)

کمیل نے عرض کی: مولا، وہ جگہ تو بہت دور ہے۔

تو امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا: کمیل ایک وقت آئے گا جب ہم اور تم ایک ہی شہر کے دو پڑوسیوں کے مانند ہوں گے۔

اور امیر المومنین کی اس پیشین گوئی کی تصدیق جناب کمیل کا وہ مرقد مطہر کر رہا

Presented by Ziaraat.Com

ہے جو شہر نجف میں ستارے کی طرح جگمگا رہا ہے اور صاحب قبر کی نورانیت اور پاکیزگی قلب کا ثبوت فراہم کررہا ہے، خدا سب کو اس کی زیارت نصیب کرے۔ آمین

کمیل بن زیاد نخعی

اصحابِ امیر المومنین علیہ السلام میں ایک جلیل القدر شخصیت جناب کمیل بن نخعی کی بھی تھی جناب کمیل اصل میں یمن کے باشندے تھے۔ خدمت امیر المومنین علیہ السلام میں آنے کے بعد ان کے قلب پر جب نور آفتاب امامت کی شعائیں پڑنے لگیں دل کا ہر گوشہ نورانی ہوگیا۔ ظلمت معاصی کافور ہوگئی۔ زہدو ورع وتقویٰ وعبادت کے خوگر ہوگئے۔ اپنے پرائے سب ہی معترف ہیں۔

''کمیل کی قوم کے لوگ ان کے مطیع وفرمانبردار تھے کوفے کے بڑے عبادت گزار افراد میں داخل تھے اور مولا علیؑ کے شیعوں میں شمار ہوتے تھے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۸، صفحہ: ۴۴۸)

کمیل شجاع وبہادر وزاہد وعابد تھے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ: ۴۷)

جناب امیر المومنین علیہ السلام کے مخصوص اور موثق اصحاب میں شامل تھے امام حسن علیہ السلام کے بھی مخصوص اصحاب میں شمار کیے جاتے تھے۔

روایتِ حدیث میں ایسے موثق ومعتبر تھے کہ جس طرح شیعہ ان سے روایت کرتے ہیں محدثین اہلِ سنّت بھی ان سے حدیث نقل کرتے ہیں۔

''چنانچہ تابعین کی ایک جماعتِ کثیر نے ان سے حدیث نقل کی ہے انھیں سے حضرت امیرؑ کی وہ مشہور وطولانی حدیث وارد ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے قلوب ظرف ہیں بہترین قلب وہ ہے جو سب سے زیادہ محفوظ اور یاد رکھے۔ اس حدیث کو بہت سے موثق ومعتبر راویوں نے ان سے نقل کیا ہے

Presented by Ziaraat.Com

جس میں بہت سی نصیحتیں اور اچھے اچھے کلام درج ہیں (البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ: ۴۷)

جناب کمیل ہی حضرت کی اس مشہور و معرف دعا کے راوی ہیں جس کی تلاوت شبِ جمعہ مستحب ہے یہ دعا انھیں کے نام ہی سے مشہور ہے۔

جنابِ کمیل سے حسب ذیل راویوں نے روایت نقل کی ہے ابواسحق سبیعی، عباس بن زریح، عبداللہ بن یزید صہبانی، عبدالرحمان عباس اعمش اور ان کے علاوہ اور بھی افراد ہیں (تہذیب التہذیب جلد ۸ صفحہ: ۴۴۸)

''جناب کمیل نے سو برس زندگانی بسر کی حجاج بن یوسف نے ان کو بظلم وستم قتل کیا تھا۔ حجاج کا ان پر سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ ان کو حضرت عثمان نے طمانچہ مار دیا تھا انھوں نے ان سے اس کا قصاص دینے پر راضی ہوگئے تو جناب کمیل نے ان کو معاف کر دیا۔ حجاج نے کہا کہ تم ایسے انسان کو یہ ہمت کہ خلیفہ سے قصاص طلب کرو اس کے بعد حکم دیا کہ ان کی گردن اڑادی جائے۔ چنانچہ وہ قتل کر دیے گئے۔ لوگ یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ حجاج نے اسی اثناء میں حضرت علیؑ کا تذکرہ کیا اور برا بھلا کہنا شروع کیا جناب کمیل نے حضرت پر درود و سلام پڑھنا شروع کیا اس پر حجاج کو غصہ آگیا اور کہنے لگا کہ میں تمہارے پاس ایسے آدمی کو بھیجوں گا جو حضرت علیؑ کو جتنا تم دوست رکھتے ہو اس سے زیادہ ان کو دشمن رکھتا ہو چنانچہ مقام حمص کے ابوادھم یا ابوجہم بن کنانہ کو ان کے پاس بھیجا اس نے ان کی گردن اُڑادی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ: ۹۴)

مصنف البدایہ والنہایہ کا شمار دشمنانِ حضرت امیر میں ہے اس نے اپنی اس تاریخ میں جابجا اپنے شامی اور دشمنِ حضرت علیؑ ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے اس لیے اس کا جناب کمیل کے لیے یہ تحریر کرنا کہ انھوں نے حضرت عثمان سے قصاص طلب کیا اور وہ قصاص دینے پر تیار بھی ہوگئے۔ حالانکہ یہ وہ بزرگ ہیں

Presented by Ziaraat.Com

جنھوں نے حضرت ابوذر پر اتنا ظلم کیا کہ عالم غربت میں ربذہ کے بے آب وگیاہ جنگل میں بھیج دیا جناب عمار یاسر کو اتنا پیٹا کہ ان کو آنت اُترنے کا مرض ہو گیا۔ ابنِ مسعود کو صرف جناب ابوذر کو دفن کے جرم میں اتنا مارا کہ پسلیاں ٹوٹ گئیں ایسے آدمی کا قصاص پر آمادہ ہونا بتاتا ہے کہ جناب کمیل بڑے جاہ وحشم و قوم وقبیلے کے مالک تھے بڑے معزز ومحترم تھے اسی لیے جناب کمیل کا طمانچہ کھانے پر آمادہ ہو گئے مگر یہ ان کا کرمِ نفس تھا کہ قدرت پا کر پھر معاف کر دیا اور کیوں نہ معاف کرتے اس لیے کہ محبانِ علیؑ کا وارا ایسا ہی ہوتا ہے۔

البدایہ والنہایہ کی یہ عبارت یہ بھی بتاتی ہے کہ حجاج نے حضرت علیؑ کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا تو اس ظالم کے سامنے جوش محبت میں حضرت پر درود وسلام بھیجنے لگے چنانچہ اسی جرم میں جامِ شہادت نوش کر لیا۔

علامہ مجلسی بحار جلد ۹، صفحہ: ۳۰۰ پر جناب کمیل کی شہادت کی وجہ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حجاج کے ہاتھ میں زمامِ حکومت آئی تو اس نے کمیل بن زیاد کو (دوسرے شیعوں کی طرح طلب کیا) وہ اس کے خوف سے روپوش ہو گئے۔ اس نے بیت المال سے ان کے قبیلے کو جو عطیہ ملتا تھا اسے بند کر دیا۔ جب جناب کمیل ایسے کریم نے یہ دیکھا تو کہنے لگے میں بوڑھا ہوں میری کافی عمر گزر چکی ہے میرے سبب سے میری قوم کیوں اپنے عطایا سے محروم ہو جائے اس لیے اپنے کو حجاج کے سامنے حاضر کر دیا جب حجاج نے ان کو دیکھا تو کہنے لگا کہ میں چاہتا تھا کہ تم پر مجھے قدرت حاصل ہو جائے۔ جناب کمیل نے کہا مجھ پر غیظ و غضب کا اظہار نہ کرو۔ اس لیے کہ اب میری عمر اڑتے ہوئے غبار کی طرح باقی ہے اس لیے ترا جو دل چاہے میرے ساتھ کر گزر اس لیے کہ وعدہ گاہ بارگاہِ ربّ العزت ہے اور بعد قتل حساب دینا ہوگا اور مجھے تو امیر المومنینؑ یہ خبر دے چکے ہیں

Presented by Ziaraat.Com

کہ تو مجھے قتل کرے گا حجاج نے کہا پھر تو الزام تمہارے اوپر رہتا جناب کمیل نے جواب دیا مجھ پر الزام اس وقت ہوتا جب قضا و قدر کا مالک تو ہی ہوتا حجاج نے کہا ہاں قضا و قدر میرے ہی ہاتھ میں ہے تم بھی عثمان بن عفان کے قاتلوں میں داخل ہو ان کی گردن اڑا دو چنانچہ اسی وقت جناب کمیل کو قتل کر دیا گیا۔

Presented by Ziaraat.Com

محمد بن ابی بکر

ان کی والدۂ ماجدہ اسماء بنتِ عمیس ہیں جو دراصل جعفر بن ابی طالب کی زوجہ نہیں تھیں بلکہ یہ اسماء انصاریہ جناب فاطمہ زہراؑ کی ایک کنیز تھیں۔ رسولِؐ خدا سے روایت کی تھی اور جن کے بارے میں رسولؐ اللہ نے اُمت کو نصیحت فرمائی تھی۔ تمہارے اوپر رب السمٰوات کا عذاب نازل ہو جب تک کہ کبوتر آواز دے اور گونجے۔ اے اولادِ زہراؑ تمہیں میرے ذخیرہ ہو اور تمہارے ہی سبب سے روزِ قیامت میرا پلۂ عمل بھاری ہوگا اور جبکہ میری محبت تمہارے ساتھ صحیح ہو تو پھر مجھے کسی کتے کے بھونکنے کی پروا نہیں ہے۔

صاحب استیعاب فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام محمد (محمد بن ابی بکر) کو بہت عزیز رکھتے تھے اور ان کی تعریفیں فرماتے تھے اور ناصران میں ان کو فضیلت دیتے تھے اِس لیے کہ وہ عابد و مجتہد تھے اور ''یہ نام حضرت علیؑ کے صحابی کا تھا یہاں محمد سے مراد پیغمبرِ اسلام محمد سے نہیں ہے'' جنگ جملِ اور صفّین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور منجملہ اس گروہ کے تھے کہ جنھوں نے عثمان بن عفان کے گھر کا محاصرہ کیا تھا اور بعض کا خیال ہے کہ ان کے خون میں بھی شرکت تھی مگر علمائے اہلِ سنّت نے شرکتِ خون کی نفی کی ہے لیکن تاریخ احمد بن اعثم کوفی میں جو متقدمینِ اربابِ سیر میں ہے اس قول کی تائید ہوتی ہے اور وضاحت ہے اور ان

Presented by Ziaraat.Com

کے نام ملتے ہیں جو اس معاملے میں شریک تھے۔ محمد بن ابی بکر جب حضرت امیر المومنینؑ کے عہد میں والیِ مصر تھے تو معاویہ کے لشکر کا مقابلہ کیا اور اسی میں شہادت پائی۔ جب خبرِ شہادت حضرت امیر المومنینؑ کو پہنچی تو آپ نے گریہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ وہ اللہ کا بندۂ صالح اور ہمارا فرزندِ صالح تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ محمد بن ابی بکر کو خال المومنین نہیں کہتے حالانکہ وہ حضرت عائشہ کے بھائی تھے۔

محمد بن ابی بکر کہتے ہیں:-

''اہلِ بیتؑ سے تم نے عداوت رکھی۔ تم فردائے قیامت میں کیا عذر رکھتے ہو۔ تمہارے واسطے ویل ہے، جس وقت حق واضح ہوگا اور محمد مصطفیٰؐ تمہارے قضیے اور تمہاری برائیاں دریافت کریں گے تو کیا جواب دو گے؟ پھر تم نے فاطمہؑ سے غصب کیا جو اس کی وارثہ تھیں'' محمد بن ابی بکر حجۃ الوداع کے سال پیدا ہوئے تھے۔ جب ابوبکر کا انتقال ہو گیا تو حضرت علیؑ ابنِ ابی طالب نے اسماء انصاریہ (کنیزِ حضرت فاطمہ زہراؑ) سے عقد کر لیا اور محمد بن ابی بکر آپ کے اس طرح ربیب اور پروردہ تھے۔

شیخ ابوعمر کشی سے روایت ہے کہ جب حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام کی مجلس میں محمد ابن ابی بکر کا ذکر ہوتا تھا تو آپ اُن پر صلوٰۃ اور رحمت بھیجتے تھے اور حضرت فرماتے تھے کہ نجابت محمد ابن ابی بکر کی ان کی ماں اسماء بنتِ عمیس انصاریہ کی طرف سے ہے نہ کہ ان کے باپ کی جانب سے اور دوسری جگہ پر حضرتؑ ہی نے فرمایا ہے کہ ہر محبتِ اہلِ بیت میں ایک شخص ایسا ہوتا ہے جو اپنی ذات سے نجیب ہوتا ہے اور میرے محبوں میں سے انجب نجباء محمد ابن ابی بکر ہیں نیز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ محمد ابن ابی بکر نے شیخین سے علیحدہ رہ کر جنابِ امیر المومنینؑ سے بیعت کی تھی اور ان تینوں روایتوں کے موئید محمد بن ابی بکر کا کلام

Presented by Ziaraat.Com

اور اشعار ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ :-

''اے ہمارے باپ ہم اچھی چیز پا گئے اگر چہ تم جس کے باپ ہو اس کے نا اُمید ہونے اور رسوا ہونے میں کوئی بات باقی نہیں رہتی۔ مجھ کو اسی قادرِ مطلق نے تم سے پیدا کیا کہ جو آبِ شور سے موتی کو پیدا کر دیتا ہے۔ کیا تم اس عہد کو بھول گئے جو روزِ غدیر خم نبی مبعوث سے فرمایا تھا اور اس کی شرح بھی کی تھی۔ کیا روزِ غدیر تمہارے بارے میں احمد نے وصیت کی تھی یا اس شخص کے بارے میں جس نے خیبر کو فتح کیا ہے یا وراثت کے سبب سے تم نے خلافت کا کُرتا کھینچ تان کر پہن لیا۔ بعد اس کے کہ ظاہر میں تو تمہارے کافروں نے اقرار کیا اور باطن میں۔

محمد بن ابی بکر بن ابی قحافہ:

جلیل القدر تابعی عابد و زاہد و متقی تھے۔ اور محبوب ترین اصحاب امیر المومنینؑ میں داخل تھے۔ حضرت علیؑ کے حواریوں میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت علیؑ ہی نے ان کی پرورش کی تھی ان کی والدہ جناب اسماء بنت عمیس انصاریہ تھیں۔ (اسماء بنتِ عمیس زوجۂ جعفرِ طیار کے علاوہ دوسری اسماء ہیں) اسماء ہمیشہ محبت اہل بیت طاہرین میں معروف و مشہور تھیں حد یہ ہے کہ زمانہ زوجیت ابوبکر میں بھی انھوں نے اپنے اس مسلک کو ترک نہیں کیا۔

جناب محمد بن ابی بکر کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے یہ اخلاص اسماء نے گھٹی میں پلا دیا تھا امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ محمد کو نجابت ماں کی طرف سے ملی ہے باپ سے نہیں ملی۔ پھر اس پر اضافہ ہوا کہ اسماء انتقالِ ابوبکر کے بعد زوجیت امیر المومنین علیہ السلام میں آ گئیں اسے لیے جذبہ اخلاص و محبت اتنا بڑھا کہ حضرت علی علیہ السلام ان کو اپنا فرزند کہا کرتے تھے۔ فرماتے تھے محمد میرے فرزند صلب ابوبکر سے ہیں۔ (شرح ابن الحدید جلد ۲، صفحہ: ۲۱)

Presented by Ziaraat.Com

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت علیؑ نے پرورش کیا تھا اس لئے اُن میں نجابت آ گئی۔

ان کی ولادت حجۃ الوداع ۱۰ھ میں ہوئی اور ۳۸ھ میں بے دردی سے مصر میں شہید کئے گئے۔ محمد کی کنیت ابوالقاسم اور بعض کہتے ہیں ابوعبدالرحمان تھی۔

فضائل

ان کے فضائل میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ یہ وہ بزرگوار ہیں جن کے ولادت کی خبر پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دی تھی اور فرمایا تھا کہ اسماء کے ایک فرزند ہوگا جس کا نام محمد ہوگا وہ کافروں اور منافقوں کے غیظ وغضب کا سبب ہوگا۔

عبداللہ بن سنان امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ قریش کے صرف پانچ آدمی تھے اور معاویہ کے ساتھ قریش کے تیرہ قبیلے تھے۔ وہ پانچ افراد حسب ذیل ہیں پہلے محمد بن ابی بکر جن کی نجابت ان کی ماں اسماء کی طرف سے آئی تھی دوسرے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص مرقال تیسرے حضرت کے بھانجے جعدہ بن ہبیرہ مخزومی ان سے عتبہ بن ابی سفیان نے کہا تھا جنگ میں تمہاری یہ شدت تمہارے ماموں کے سبب سے ہے جناب جعدہ نے جواب دیا کہ اگر تیرا ماموں مرے ماموں کی طرح ہوتا تو تو اپنے باپ کو بھی بھول جاتا چوتھے محمد بن ابی حذیفہ بن عتبہ ابن ربیعہ پانچویں ابوربیع ابن ابی العاص۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عمار یاسر اور محمد بن ابی بکر اس کو پسند نہیں کرتے کہ پروردگار عالم کی معصیت کی جائے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر نے امیر المومنین علیہ السلام سے اپنے باپ سے برائت کی بیعت کی تھی۔ (معرفۃ اخبار الرجال، صفحہ: ۴۳)

Presented by Ziaraat.Com

والدہ محمد بن ابی بکر جناب اسماء نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دی کہ اسماء حاملہ ہوں گی اس بچہ کا نام محمد رکھا جائے گا جو کافروں اور منافقوں کے غیظ وغضب کا سبب ہوگا۔ (رجال مامقانی باب ۴، جلد ۲ صفحہ:۵۸)

کیا کہنا اس شرف کا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولادت کی بشارت دے گئے اور فرما گئے کہ وہ کافروں اور منافقوں کے غیظ کا سبب ہوگا۔ اس لیے محمد جس سے غضبناک ہوں اس کے کافر یا منافق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

محمد کی شخصیت وہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ان کے بارے میں اپنے ایک مکتوب میں عبداللہ بن عباس کو تحریر فرماتے ہیں۔

''مصر فتح کرلیا گیا اور محمد بن ابی بکر شہید کردیئے گئے ہم اس کا اجر اللہ سے لیں گے۔ محمد خلوص رکھنے والے فرزند تھے پوری پوری سعی کرنے والے عامل تھے دشمن کے لیے کاٹنے والی تلوار تھے دشمن کو دور کرنے والے ستون تھے۔ میں اس سے ڈرتا تھا کہ لوگ ان سے ملیں گے اس حادثہ سے پہلے میں نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ ان کی فریاد کو پہنچیں میں نے خفیہ بھی اس کی دعوت دی تھی علی الاعلان بھی بلایا تھا۔ لوگوں کو بار بار ان کی مدد کے لیے بلایا۔ لیکن بعض تو کراہت سے آئے بعض جھوٹ موٹ ٹال مٹول کرتے رہے اور بعض جھوٹے تھے۔

(نہج البلاغہ جلد ۲، صفحہ:۶۲)

زہد وتقویٰ:

انسان کی غرض خلقت قرآن مجید نے عبادت بتائی ہے اور بہترین انسان وہ ہے جو عابد وزاہد ومتقی ہو جناب محمد بن ابی بکر باوجود یکہ جوان تھے۔ وقت شہادت صرف اٹھائیس برس کے تھے لیکن دیگر مخلص اصحاب امیر المومنینؑ کی طرح زہد و تقویٰ وعبادت میں شہرت رکھتے تھے شرح نہج البلاغہ جلد ۲، صفحہ:۲۱ پر تحریر ہے

Presented by Ziaraat.Com

کہ محمد قریش کے عبادت گزار افراد میں شامل تھے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے مصر کی صوبیداری کے زمانے میں ایک ایسا خط لکھا تھا کہ جس کے متعلق تاریخ یہ کہتی ہے کہ عمرو بن عاص نے بعد شہادت محمد حضرت علیؑ کے کل خطوط معاویہ کے پاس بھیج دیئے تھے معاویہ اس نوشتہ کو دیکھ کر غرق حیرت ہو جاتا تھا۔ ولید بن عقبہ نے جب معاویہ کے حیرت واستعجاب کو دیکھا تو کہنے لگا اسے جلا دیجئے معاویہ نے کہا تیرا برا ہو میں اس طرح کے علم کو نذر آتش کر دوں خدا کی قسم میں نے اس سے زیادہ جامع ومضبوط کوئی علم دیکھا ہی نہیں ہے ولید نے کہا جب آپ علی بن ابی طالب کے علم اور فیصلوں سے اس طرح غرق حیرت ہیں تو پھر ان سے جنگ کیوں کرتے ہیں"۔

محمد بن ابی بکر اس خط کو برابر پڑھتے رہتے تھے اس کے ہدایات کے مطابق اپنے کو محاسن اخلاق سے آراستہ کیا کرتے ایک روایت میں ہے کہ خود محمد بن ابی بکر نے حضرت علیؑ سے درخواست کی تھی کہ مجھے محاسن حسنہ کا علم نہیں ہے آپ مجھے اسے تحریر فرمادیں تو حضرت نے ایک نوشتہ تحریر فرمایا جس کے متعلق حضرت علیؑ خود فرماتے ہیں کہ اس میں علم وادب سنت موجود تھا۔

ظاہر ہے کہ جب محمد کے نفس کی یہ حالت تھی اور امیر المومنین ایسے زاہد ومتقی وپرہیزگار کے زیر تعلیم وتربیت بھی رہ چکے تھے تو پھر زہد وورع وتقوی ومکارم اخلاق میں ممتاز ہونا ہی چاہیئے۔

حضرت علیؑ محمد بن ابی بکر کی تعریف کیا کرتے تھے اور دوسروں پر فضیلت دیتے تھے اس لیے کہ وہ عبادت گزار تھے یاد خدا میں بڑی محنت کرتے تھے۔
(تہذیب التہذیب جلد ۹، صفحہ:۸۱)

محمد بن ابی بکر اور خلیفہ سوئم

محمد ابن ابی بکر خدا کے اطاعت شعار بندے تھے۔ ان کے فضل وشرف میں

Presented by Ziaraat.Com

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ وہ اس کو برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ معصیت باری کی جائے اور بقول مصنف الاستغاثہ صفحہ:۱۷ ان افراد میں تھے جو حق کی نصرت کرتے تھے حق بات کا حکم دیتے تھے حق پر قائم تھے زمانہ ثالث اور ایام حکومت امیرالمومنینؑ میں مخالفت امر حق سے لوگوں کو روکتے تھے۔ لیکن حضرت عثمان اور حضرت محمد بن ابی بکر دونوں بزرگوار صدر اول اسلام کی نمایاں شخصیتیں ہیں اس لیے کتب تاریخ میں جو کچھ ان حضرات کے متعلق ملتا ہے ہم اس کو درج کیے دیتے ہیں نتیجہ ناظرین کے صواب دید پر چھوڑتے ہیں۔

حضرت عثمان کا زمانہ حکومت وہ تھا جس میں اقرباء پروری بد دیانتی شریعت کی تباہی حقوق سے محرومی وظلم وجور کی کثرت کی کوئی حد نہیں رہ گئی تھی جس سے بادیانت اصحاب پیغمبر اسلام اور تابعین کی ایک جماعت چیخ اُٹھی اس کا آخری نتیجہ خلیفہ وقت کے قتل کی صورت میں ظاہر ہوا۔

طبری اور شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید اور تاریخِ کامل وغیرہ میں صاف صاف تحریر ہے کہ۔

۳۴ ہجری میں اصحاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دوسرے کو تحریر کیا کہ مدینے آجاؤ اس لیے کہ اگر تم جہاد کرنا چاہتے ہو تو یہاں جہاد کی صورتیں موجود ہیں لوگوں نے کثرت سے اعتراضات شروع کیے اور عثمان کو بدترین عنوان سے برا بھلا کہنا شروع کیا۔ (طبری جلد ۵، صفحہ:۹۶)

اسی کتاب میں صفحہ ۱۱۵ پر تحریر ہے کہ جب لوگوں نے عثمان کے اعمال کو دیکھا تو مدینے کے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اصحاب کو تحریر کیا جو سرحدوں کی حفاظت کے لیے اطراف جوانب میں جا چکے تھے کہ تم لوگ دینِ رسولؐ خدا کی ترقی اور جہاد کے لیے گئے ہو لیکن تمہارے بعد دین رسولؐ خدا برباد

Presented by Ziaraat.Com

ہو گیا ہے اور ترک کر دیا گیا ہے اس لیے مدینے میں آ کر دین کو درست کرو۔

حضرت عثمان پر سب سے زیادہ تنقید اُمّ المومنین عائشہ طلحہ، زبیر، عمرو بن عاص سعد بن وقاص، عبدالرحمان بن عوف کرتے تھے۔

ابنِ قُتیبہ نے تو الامامتہ والسیاست جلد ا، صفحہ: ۳۰ پر یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اصحاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کچھ افراد جمع ہوئے اور ایک تحریر لکھی جس میں ان تمام باتوں کو تحریر کیا جن میں عثمان نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیرت ابوبکر وعمر کی مخالفت کی تھی اور تحریر کیا تھا کہ انھوں نے افریقہ کا خمس مروان کو ہبہ کر دیا جس میں خدا اور رسولؐ اور ذوالقربیٰ یتیموں اور مسکینوں کا حق تھا اور یہ کہ عثمان نے مدینے میں بڑی بڑی عمارتیں بنوائی ہیں جن میں سے سات گھروں کی تفصیل بھی تحریر کی تھی ان میں نائلہ (بیوی) کا گھر، بیٹی کا گھر اور ان کے علاوہ دیگر لڑکیوں اور ان کے اہل وعیال کے گھر شامل تھے۔ مروان کے کئی قصر جو اس نے مقام ذوخشب میں تیار کرائے تھے اس فہرست میں داخل تھے خدا اور رسولؐ کے مال خمس سے جو جو اموال انھوں نے فراہم کیے تھے۔ ان کو بھی لکھا تھا اور تحریر کیا تھا کہ اپنے اقربا اور چچا کی اولاد کے نوجوانوں اور لڑکوں کو بڑے بڑے عہدے اور حکومتیں سپرد کر دی ہیں حالانکہ نہ وہ صحابی رسول ہیں نہ ان کو امور کا تجربہ ہی حاصل ہے۔ ولید کا یہ واقعہ بھی تحریر کیا تھا کہ اس نے کوفہ کی امارت کے زمانے میں نشے کی حالت میں نماز صبح کی چار رکعتیں پڑھائی تھیں اور کہا تھا کہ اگر تم لوگ چاہو تو ایک رکعت اور پڑھا دوں ولید پر حد شرعی جاری کرنے میں تاخیر سے کام لیا تھا۔ مہاجرین وانصار کے سپرد کہیں کی ولایت وحکومت نہیں کرتے تھے نہ ان سے مشورہ لیتے تھے بس اپنی رائے پر عمل کرتے تھے۔ (یہ بھی تحریر کیا تھا کہ) مدینے کے اطراف میں کچھ چراگاہیں اپنے لیے

Presented by Ziaraat.Com

مخصوص کر لی تھیں ایسے لوگوں کو مدینے میں جا گیریں عطا کر دی تھیں جو نہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے نہ جہاد کرتے تھے نہ دشمنوں کو دفع کرتے تھے۔ یہ بھی کہا تھا کہ چھڑی اور دُرّے سے سزا دینے کو ترک کر کے کوڑے سے سزا دینا شروع کر دی تھی یہی پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے لوگوں کی پشت پر کوڑے مارے تھے حالانکہ اس سے قبل لوگوں کو دُرّے اور چھڑی سے سزا دی جاتی تھی۔

ان باتوں کے علاوہ زمانۂ حکومت عثمان میں خود حضرت عثمان کے ہاتھوں اصحاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑی اذیتیں پہنچی ہیں۔ جناب ابوذر کو مارا پیٹا اور ربذہ بھیج دیا ابن مسعود کو اتنا مارا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں عمار یاسر کو اتنا مارا اتنا مارا کہ ان کو مرض فتق ہو گیا عبد الرحمان بن عوف کو منافق کہا اسی طرح کی بہت ہی باتیں ہیں جو اب تک کتب تاریخ میں مذکور ہیں۔

ظاہر ہے کہ ان امور کو عمار یاسر، مالک اشتر، صعصعہ میں صوحان، عمرو بن حمق خزاعی، محمد بن ابی بکر خاموش تماشائی کی طرح نہیں دیکھ سکتے تھے خصوصاً محمد بن ابی بکر اس لیے کہ ان کے لیے تو یہ بھی ہوا قتل کا حکم عبداللہ بن ابی سرح حاکم مصر کو لکھ کر بھیج دیا گیا تھا بس خیریت یہ ہوئی کہ قاصد راستے ہی میں پکڑ لیا گیا واقعہ یہ ہوا کہ مصر سے کچھ لوگ عبداللہ ابن ابی سرح عامل مصر کی شکایت کے لیے پائے تخت آئے عثمان نے اسے تہدید آمیز خط لکھا اور شکایت دور کرنے کی ہدایت کی ابن سرح نے اس کا الٹا اثر لیا اور ان لوگوں کو مارا پیٹا اور ایک شخص کو قتل بھی کر دیا اس واقعہ کے بعد مصر کے سات سو افراد عبداللہ بن ابی سرح کی شکایت کے لیے آئے اور مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قیام کیا اس معاملہ میں طلحہ اور اُم المومنین عائشہ نے خاص توجہ کی۔ مصریوں کے سردار نے کہا کہ موجودہ عامل کی جگہ دوسرا عامل معین کر دیا جائے تا کہ وہ تمام امور کو عدل وانصاف سے

Presented by Ziaraat.Com

طے کر دے حضرت عثمان نے کہا اچھا تم کس کو پسند کرتے ہو ان لوگوں نے محمد بن ابی بکر کو پسند کیا چنانچہ ابن سرح کی معزولی کا خط ان کے حوالہ کیا محمد اور ان کے ساتھی ابھی تین منزلیں طے کر پائے تھے کہ ایک ناقہ سوار نظر آیا اس سے سوالات کئے گئے لوگ اس کے جوابات سے مشکوک ہوئے تلاشی لی تو عبداللہ بن ابی سرح کے نام عثمان کا خط ملا کہ جب یہ لوگ مصر پہنچیں تو ان کو قتل کر دینا۔ قاصد عثمان کا غلام تھا خط پر مہر عثمان کی تھی اونٹ عثمان کا تھا بس اس واقعہ کے بعد یہ قافلہ واپس آیا اور اس نے ان واقعات کو مہاجرین وانصار کے سامنے پیش کیا حضرت عثمان نے خط کے علاوہ سب چیزوں کا اعتراف کیا مطالبہ کیا گیا کہ یہ تحریر مروان کی ہے اسے ہمارے سپرد کر دیا جائے انھوں نے اس سے بھی انکار کر دیا پھر کیا تھا کوفی بصری مصری جو عرصہ سے مدینہ کے باہر خیمہ زن تھے سب نے مل کر عثمان کا محاصرہ کیا اور چالیس دن کے محاصرے کے بعد ان کو قتل کر دیا۔

(دیکھو الامامت والسیاست جلد ا صفحہ ۴۳ طبری جلد ۵، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید)

عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ نے صفحہ ۴۳ جلد ا پر تو یہ بھی لکھا ہے کہ

محمد بن ابی بکر نے اس خط پر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی مہر گائی اور اُسے لے کر مدینے واپس آئے اور حضرت علیؑ طلحہ، زبیر، سعد اور دیگر اصحاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمع کیا سب کی موجودگی میں اس خط کو کھولا اور غلام کا پورا واقعہ بیان کیا وہ خط سب سے پڑھوایا جس سے مدینے کا ہر شخص عثمان پر غضبناک ہو گیا اور اصحاب نبی وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اور خانہ نشین ہو گئے۔

شجاعت محمد بن ابی بکر

محمد عابد و زاہد ہونے کے ساتھ ساتھ شجاع و بہادر بھی تھے حضرت علیؑ کے ہمراہ رکاب جنگ جمل وصفین میں بڑے بڑے کارنمایاں انجام دیئے تھے محمد بن ابی بکر

Presented by Ziaraat.Com

کی شجاعت ہی کے سبب سے صفّین میں پیادوں کی سرداری کی خدمت انھیں کے سپرد تھی۔

محمد کی شجاعت کا اعتراف ان کے مخالفین کو بھی تھا چنانچہ عمرو بن عاص اور محمد بن ابی بکر میں جب مصر کے مقام مناۃ پر شدید جنگ ہوئی تو عمرو کہا کرتا تھا کہ میں نے جنگ مناۃ کی طرح کوئی جنگ ہی نہیں دیکھی ہے۔

(تاریخ ابن واضح جلد ۲، صفحہ: ۲۲۶)

زمانۂ خلافت حضرت علیؑ میں محمد بن ابی بکر کی خدمات

جب ذی الحجہ ۳۵ھ میں امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ سریر آرائے سلطنت ہوئے تو محمد بن ابی بکر حضرت کے ہمراہِ رکاب رہے جو خدمتیں ان کے سپرد کی گئیں ان کو نہایت خلوص دتن وہی سے انجام دیتے رہے۔

حضرت کو تخت خلافت پر بیٹھتے ہی بصرے میں جنگ جمل کی مہم محمد کی بہن اُمّ المومنین سے پیش آئی لیکن محمد بن ابی بکر نے اس کی پروا نہیں کی مقابلے میں کون ہے تلوار سونت کر حضرت علیؑ کے علم کے نیچے میدانِ جنگ میں آگئے۔

اس جنگ کے سلسلہ میں محمد بن ابی بکر کی سب سے پہلی خدمت یہ تھی کہ امیر المومنینؑ نے انھیں محمد بن جعفر طیّار کے ساتھ مقام ربذہ سے کوفے روانہ کیا تا کہ اہلِ کوفہ کو حضرت کی امداد پر آمادہ کریں لیکن ابوموسیٰ اشعری کی شدید مخالفت کے سبب سے اس میں کامیابی نہیں ہوئی اور حضرت نے عبداللہ بن عباس اور دیگر افراد کو کوفے روانہ کیا بالآخر مالکِ اشتر گئے اور کوفے سے بارہ ہزار کا لشکر لے کر اُمّ المومنین کے مقابلے میں آ کر پرے جما دیئے۔ جب جنگِ جمل شروع ہوئی تو مورخین صاف صاف لکھتے ہیں محمد بن ابی بکر اس جنگ کے نبرد آزما سپاہی تھے جنگ جمل میں جب ام المومنین کے اونٹ کے پیر کاٹ دیئے گئے اور وہ مع

Presented by Ziaraat.Com

ہودج کے زمین پر گرا تو ان کی حفاظت و پردہ داری کے لیے امیر المومنینؑ نے ان کے پدری بھائی محمد بن ابی بکر ہی کو معین کیا تھا۔ محمد نے بحفاظت تمام ان کو میدان جنگ سے شہر میں پہنچایا آپ نے ان کی خبر گیری دیکھ بھال اور مدینے پہنچانے کے تمام انتظامات انھیں کے سپرد کیے تھے۔

جنگِ صفّین میں حضرت علیؑ کے پیادہ فوج کی سرداری انھیں کے سپرد تھی۔

جب صفّین کا معرکہ ختم ہوا تو حضرت نے قیس بن عبادہ کی جگہ ان کو والی مصر معین کیا۔ جہاں مقام مناۃ میں ان کی شہادت واقع ہوئی۔

محمد بن ابی بکر کی شہادت:

جنگِ صفّین کے بعد جب اہلِ شام شام واپس آئے تو حکمین کے نتیجہ کے منتظر رہے جب عمرو عاص اور ابو موسیٰ اشعری متفرق ہو گئے تو اہلِ شام نے معاویہ کے امارت کی بیعت کی اب معاویہ کو اور تقویت حاصل ہو گئی تھی ادھر اہل عراق میں اختلاف پیدا ہو چکا تھا اس واقعے کے بعد معاویہ یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح مصر پر قبضہ ہو جائے اس لیے کہ مصر شام سے قریب تھا اور مصری عثمانیوں کے جانی دشمن تھے۔ اس لیے وہ اہل مصر سے خوف زدہ رہتا تھا۔ (طبری جلد ۲ صفحہ:۵۶)

چنانچہ اس غرض سے اسی نے مخلد بن مسلمہ انصاری اور معاویہ بن خدیج کندی سے خط و کتابت شروع کی یہ دونوں حضرت علیؑ کے مخالفت تھے معاویہ نے ان دونوں سے شیعیان علی ابن ابی طالب سے جنگ اور طلب خون عثمان کی خواہش کی اور ادھر ان لوگوں نے محمد بن ابی بکر سے جنگ بھی چھیڑ رکھی تھی معاویہ بن خدیج نے جواب کی تحریر مخلد کے سپرد کی اس نے جواب میں جلد از جلد امداد بھیجنے کی درخواست کی معاویہ اس زمانے میں فلسطین میں مقیم تھا بعد مشورہ عمرو بن عاص کی سرکردگی میں چھ ہزار کا لشکر روانہ کیا جب عمرو زمین مصر پر پہنچا تو اس کے

Presented by Ziaraat.Com

گرد سارے کے سارے عثمانی جمع ہو گئے عمرو نے اپنا اور معاویہ بن ابی اسفیان کے خطوط محمد بن ابی بکر کے پاس بھیجے محمد نے ان دونوں خطوط کو امیر المومنینؑ کی خدمت میں روانہ کر دیا اور تحریر کیا کہ عمرو عاص ایک لشکر کثیر لے کر یہاں آ گیا ہے میرے ساتھیوں میں کچھ کمزوری بھی ہے اس لیے مصر کے بچاؤ کے لیے آپ میری فوجی اور مالی امداد کیجیے۔ حضرت نے محمد بن ابی بکر کو فوراً جواب میں تحریر فرمایا کہ تمہارے مخالفین کا تم سے جدا ہونا بہتر ہے تم ثابت قدمی اختیار کرو اپنے ساتھیوں کو یکجا کرو اگر تمہارے ساتھیوں میں کمزوری ہے تو اپنے شہر میں قلعہ بند ہو جاؤ اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرو اور کنانہ بن بشر جو مخلص و شجاع و بہادر بھی ہے اسے اپنی امداد کے لیے طلب کرو میں بھی تمہاری نصرت کے لیے لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضرت نے اس خط میں معاویہ و عمرو عاص کو جواب کی ہدایت بھی فرمائی تھی محمد بن ابی بکر نے ان دونوں کو سخت جوابات تحریر کیے اور کنانہ ابن بشر کو امداد کے لیے طلب کیا اپنے ساتھیوں میں جرأت آمیز خطبہ پڑھا اور کنانہ کی سرکردگی میں دو ہزار کا لشکر مقابلے کے لیے بھیجا خود دو ہزار کا لشکر لے کر مقابلے میں آئے۔ لیکن میدانِ جنگ میں کنانہ کی شہادت واقع ہو گئی جس سے محمد بن ابی بکر کے ساتھیوں نے عمرو عاص کے ورغلانے سے ان کا ساتھ چھوڑ دیا محمد بن ابی بکر تنہا میدانِ جنگ میں رہ گئے۔ جب محمد بن ابی بکر نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے راستے پر چلنا شروع کیا راستے کے کنارے ایک خرابہ تھا وہاں پناہ لی عمرو مقام قسطاط میں داخل ہوا اور معاویہ بن خدیج محمد بن ابی بکر کی تلاش میں روانہ ہوا راستے میں کچھ کافروں سے ملاقات ہوئی ان سے دریافت کیا تم نے کسی غیر معروف آدمی کو تو نہیں دیکھا ایک نے کہا میں اس خرابے میں گیا تھا وہاں ایک شخص چھپا ہوا ہے معاویہ نے کہا یقیناً وہی محمد بن ابی بکر ہیں غرض اس نے محمد بن ابی بکر کو

Presented by Ziaraat.Com

نکالا وہ شدت تشنگی سے قریب بہ ہلاکت تھے ان کو لے کر فسطاط مصر آیا محمد بن ابی بکر کے بھائی عبدالرحمن معاویہ کے لشکر میں تھے بھائی کی سفارش کی اور کہا کہ ان کو زندہ معاویہ کے پاس بھیج دیا جائے لیکن معاویہ بن خدیج نے ایک نہ سنی اور اسی طرح پیاسا شہید کر کے گدھے کی کھال میں بھر کر جلا دیا۔

(طبری جلد ۲، صفحہ: ۵۷ سے ۶۰ بطور خلاصہ تحریر کیا گیا)

اس موقع پر محمد بن ابی بکر نے معاویہ بن خدیج سے عجب انداز سے گفتگو کی ہے جو ان کے ایمانی جذبات شجاعت و دلیری اور محبت حضرت علیؑ سے لبریز ہے۔

یہ حادثہ شعبان ۳۸ھ میں پیش آیا۔

شہادت محمد بن ابی بکر پر حضرت امیر کا رنج و غم

حضرت امیر المومنین علیؑ محمد بن ابی بکر کو بہت دوست رکھتے تھے محمد بن ابی بکر حضرت علیؑ کے پروردہ بھی تھے اسی سبب سے ان کو اپنا فرزند کہتے تھے تاریخ ابن واضح جلد ۲ صفحہ: پر ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے محمد بن ابی بکر کا ذکر کیا اور بڑی دردمندی سے ان پر رو پڑے اور فرمایا محمد بن ابی بکر میرے بیٹے تھے اور میرے بیٹوں اور بھتیجوں کے بھائی تھے۔

حضرت علیؑ نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ: ۶۲ پر عبداللہ بن عباس کو شہادت محمد بن ابی بکر کی خبر ان الفاظ میں دیتے ہیں۔

مصر فتح کر لیا گیا محمد بن ابی بکر شہید کر دیئے گئے ہم اس کا اجر خدا سے طلب کریں گے محمد بن ابی بکر کوشش کرنے والے فرزند تھے کاٹنے والی تلوار تھے دشمن کو دور کرنے والے ستون تھے۔

عبداللہ بن عباس محمد بن ابی بکر کی تعزیت کے لیے خود بصرے سے کوفے آئے حضرت کے جاسوسوں میں سے ایک جاسوس شام سے حاضر ہوا اور عرض کیا

Presented by Ziaraat.Com

کہ جب محمد بن ابی بکر کی شہادت کی خبر معاویہ کو معلوم ہوئی کہ میں نے کسی وقت اہلِ شام کو اس طرح خوش نہیں دیکھا۔ حضرت نے فرمایا کہ شامی جس قدر محمد کی شہادت پر خوش ہوئے ہیں ہم کو اتنا ہی ان کی شہادت کا رنج ہے بلکہ ہمارا رنج ان کی مسرت سے کئی گنا زیادہ ہے۔ (ہدیۃ الاحباب صفحہ: ۳۰۷)

شہادت محمد بن ابی بکر پر اُمّ المومنین کا رنج وغم

جناب محمد بن ابی بکر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے پروردہ مخلص محب اور دل سے آپ کے مطیع وفرمانبردار تھے۔ اُمّ المومنین جو آپ کی پدری بہن تھیں ان کے مقابلہ میں جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ شریک رہے اور کارہائے نمایاں انجام دیے لیکن محمد بن ابی بکر کا زہد وورع اور تقویٰ ایسا تھا کہ ان سب باتوں کے باوجود جب ان کے بہ ظلم وستم شہید کیے جانے اور گدھے کی کھال میں بھر کر جلا دیے جانے کی اطلاع ان کو ہوئی تو بڑا رنج وغم کیا۔

بلکہ بعض تاریخوں میں تو ہے کہ اس دن سے یہ عہد کر لیا کہ بھنا ہوا گوشت نہ کھاؤں گی۔ (اصحاب امیر المومنین حصہ سوم صفحہ: ۵۲۳ تا ۵۲۸)

Presented by Ziaraat.Com

جناب محمد ابن ابی بکر

شاعرۂ ملت ۔ بانو سید پوری

بیاں کیا شانِ عظمت ہوئے تری اے صاحبِ ایماں | محمد نام تھا آلِ محمدؐ پر تھا تو قرباں
تھا کتنا پاک و پاکیزہ ترے اسلام کا عنواں | نبی کی عترتِ معصوم اور اللہ کا قرآں
وہ تیری مادرِ ذی مرتبت اسماء خوش طینت | جلیسِ فاطمہ زہراؑ معینِ امر حق ذیشان
زنِ فرعون کی خُو بُو تھی جن کی پاک سیرت میں | کہ وہ ماحول میں بدعت کے بھی حق پر رہی قرباں
علیؑ سا مل گیا تجھ کو مربی یہ تری قسمت | یتیمی تیری، تجھ کو بن گئی اللہ کا احساں
مربی مرتضیٰؑ سا، شبّر و شبیّر سے ساتھی | تیرے ماحول کی معصومیت، تطہیر کا ساماں
خلوصِ فکر اخلاص عمل تیرا نکھر آیا | اُبھر آئی ترے قلب و نظر کی قوتِ پنہاں۔
حقیقت میں تو اک شہکار تھا کردار سازی کا | تیری سیرت میں جلوہ سیرتِ معصوم کا پنہاں
مسلمانوں کی ہوتی تربیت گر دستِ حیدرؑ سے | کُھلا تجھ سے کہ ہوتے کیا جہاں میں صاحبِ ایماں
محلِّ اعتمادِ اہلِ حق بھی، اہلِ باطل بھی | ترے کردار کی سُرخی، تری گفتار کا عنواں
ترا ظاہر ترے باطن کا آئینہ تھا سرتاسر | طہارت فکر کی تیری، عمل میں تھی ترے رخشاں
تھے قائل دوست دشمن جس کے، تیرا جوہرِ ذاتی | صداقت پر تری، اپنے پرائے متفق ہر آں
چُنا تھا دورِ ثالث نے بھی تجھ کو مصر کا حاکم | نمایاں مضطرب ماحول میں بھی تھا ترا عرفاں
زباں پر کلِمِ ایماں کے تری مدحت سرائی تھی | ترا ایماں تھا کامل کس قدر اے کاملِ ایماں
لسان اللہ نے فرزندِ صالح تجھ کو فرمایا | تصور تیری رفعت تیری عظمت کا نہیں آساں

Presented by Ziaraat.Com

قرابت کی وہ پیچا پیچ جسے مذموم کہتے ہیں ترے دامن پہ وہ دھبہ نہیں اے صاحبِ عرفاں
بھلا حق کی حفاظت میں قرابت کے تقاضے کیا جمل میں دید کے قابل عمل کا تھا ترے عنواں
لکھا تھا جو امیرِ شام کو صفین میں تو نے ترا خط شاہکارِ حق وہ تھا اے صاحبِ عرفاں
تری تحریر کی ندرت، تری تقریر کی عظمت تری شمشیر کی قوت، ترے اخلاص کا عنواں
امارت مصر کی سونپی تجھے مولا علیؑ نے بھی تجھے حاصل تھا کیسا اعتمادِ حجتِ دوراں
نبی کے بعد سے حق ہو گیا تھا مشتبہ یکسر حقیقت تو یہ ہے عرفانِ امرِ حق نہ تھا آساں
صداقت کیا تھی کس جانب تھی تو نے صاف دکھلا دی مسلمانوں پہ گر مانیں تو ہے تیرا بڑا احساں
ترے بابت خبر خود مخبرِ صادق نے دے دی تھی تو باطل سے گریزاں اور دینِ حق پہ ہے قرباں
وجہ اللہ تیرا عشق تھا نفسِ پیمبرؐ سے کہ حاصل تھا اولی الامرِ حقیقی کا تجھے عرفاں
قیامت سی قیامت تھی خبر تیری شہادت کی قوی دل تھا علیؑ سا، نوحہ برلب، مضطرب گریاں
وہ ترکے میں جو ہندہ سے ملی تھی کفر سازوں کو اسی بے حرمتی کا لاش پر تیری ہوا ساماں
تنِ مُردہ پہ تیرے، وہ مظالم اہلِ بدعت کے شریعت چیخ اٹھی روحِ صداقت ہو گئی لرزاں
وہ ارضِ مصر پہ روضہ ترا دُنیا سے کہتا ہے جفا و ظلم کے طوفاں میں بھی مُسلم نہ ہوں لرزاں

شہادت امرِ حق پر استقامت کی دلالت ہے
شہادت موت سے ٹکرا کے بھی جینے کا ہے عنواں

Presented by Ziaraat.Com

سلمان فارسی

علمائے انساب نے حضرت سلمان فارسی کا نسب حسب ذیل تحریر کیا ہے:

مابہ بنِ بوذخشان بنِ مورسلان بنِ بہبوذان بنِ فیروز بنِ سہرک

(اسد الغابہ جلد دوم، صفحہ ۳۲۸)

مجوسی روایت کے مطابق حضرت سلمان کے والد کا نام خشسان بتایا جاتا ہے، حافظ ابنِ حجر عسقلانی کی ''تہذیب التہذیب'' میں مورسلان کی جگہ مورسلا تحریر ہے اور ان کی کتاب ''اصابہ'' میں بہبوذان کی بجائے ایک مقام پر حافظ ابنِ مندہ کے حوالے سے بوداور دوسرے ایک قول کے مطابق بہبود ملتا ہے، تاہم اس سلسلے میں کتابت کی غلطی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تاریخ طبری میں دادا کا نام دہ دیرہ دیا گیا ہے۔

آپ جب چھوٹے تھے اسی زمانے سے طلبِ دین کی فکر تھی اور علمائے یہود و نصاریٰ وغیرہ کے پاس جاتے رہتے تھے اور جو اس سلسلے میں مصائب ان پر ہوتے تھے ان پر صبر کیا کرتے تھے یہاں تک کہ دس آدمیوں نے یکے بعد دیگرے ان کو اپنا غلام بنا کر فروخت کر دیا اور بالآخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ حضرت رسولِ خداؐ نے ان کو ایک یہودی سے خرید کرلیا۔ آپ کی محبت اور اخلاص کا یہ اثر ہوا کہ حضرت رسولِ خداؐ نے "السلمان منا اھل البیت" ارشاد فرمایا۔

Presented by Ziaraat.Com

شیخ محی الدین محمد العربی نے اس حدیث کو سلمان کی عصمت و طہارت کی دلیل قرار دیا ہے اور اپنی کتاب فتوحات کے ایک مقام پر تحریر کیا ہے کہ جب حضرت رسولِؐ خدا عبدِ مخلص یعنی خالص تھے تو خداوندِ عالم نے ان کو اور ان کے اہلِ بیتؑ کو طاہر کیا اور ان نجاستوں کو دور کیا اور ہر چیز کو جو انھیں پُرعیب بناتی اس سے ان کو جدا فرمایا اور رِجس سے دور کیا۔ رِجس کے معنی قدرت کے ہیں جیسا فترا نے حکایت کی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے، پس جس شخص کی نسبت ان کی طرف ہوگی وہ مطہر ہوگا اس لیے کہ اُسی کی نسبت وہ لے جائے گی جو اُن سے مشابہ ہوا اور جو چیز اُن سے مشابہ ہوگی وہ طاہر اور مقدس ہوگی پس یہ پیغمبرِ خدا کی شہادت ہے سلمانِ فارسی کی طہارت اور حفظِ الٰہی اور عصمت کے بارے میں۔ پس اب خود اہلِ بیت کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جب ان سے مشابہ معصوم اور مطہر قرار پائے تو شبہ کا کیا ذکر ہے سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ وہ عین طہارت ہے۔ باوجود اس پاکی کے پیش رواں بادشاہت نے خلافت کے معاملے میں جس قدر اذیتیں پہنچائیں اور مارا کہ ان کی گردن کج ہوگئی اور مرتے دم تک وہ گردن اسی حال میں رہی۔ سید التالیین حیدر بن علی الآملی نے کتاب کشکول میں تحریر فرمایا ہے اور یہ روایت مشائخِ حدیث میں عبداللہ بن عفیف سے اور پھر ان کے پدرِ بزرگوار سے مروی ہے کہ سلمان قبلِ ظہورِ جنابِ رسولِؐ خدا مکے میں آئے تھے اور دینِ حق کی فکر میں رہتے تھے جب جنابِ رسالت مآب مبعوث بہ رسالت ہوئے تو یہ حاضر خدمت ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور جب رسولِؐ خدا نے سلمان کی قابلیت علماً و عملاً ملاحظہ فرمائی تو آپ سے مشورہ فرمایا کہ ابتداً اہلِ مکہ میں سے کسی کو دعوتِ اسلام دینی چاہیے مقصد حضرت کا یہ تھا کہ سلمان کا خیال معلوم ہو جائے۔ سلمان نے عرض کی ابتداً ابوفصیل عبدالفریٰ پسر ابوقحافہ کو دعوتِ

Presented by Ziaraat.Com

اسلام دینی چاہئے اس لیے کہ وہ تعبیرِ خواب بیان کرنے میں عرب میں مشہور ہیں اور عرب تعبیرِ خواب کو ایک قسم کا علمِ غیب سمجھتے ہیں اور علاوہ بریں علم تاریخ اور انساب عرب سے بھی قدرے واقف ہیں نیز بچوں کی تعلیم بھی کرتے ہیں۔ عرب لوگ اپنے معاملات میں اکثر ان سے رجوع کرتے ہیں ان کے دلوں میں ان کا کافی اثر ہے اگر یہ شخص مسلمان ہو جائے تو آپ کی نبوت کا شہرہ عربوں میں پھیل جائے گا اور وہ بھی اسلام کی طرف رجوع ہو جائیں گے اور یہ شخص بھی بعد اسلام لانے کے چونکہ ان کا مزاج واں ہے ان کو دین اسلام کی طرف مائل کر سکے گا اور معلمی اطفال کی وجہ سے محبتِ ریاست و جاہ اس کے دل میں پیدا ہو گئی ہے جو معلمی کا خاصہ ہے۔ آپ کی نبوت کا حال بھی کتب سابقہ سے اس کو معلوم ہو چکا ہے لہٰذا اب وہ طمع اور محبت دنیا کی وجہ سے دینِ اسلام قبول کر لے گا اور عرب ایسے شخص کی اطاعت کو دلیل حقیقتِ اسلام سمجھنے لگیں گے۔ اگر آپ نے بجائے اس کے ابتدأ کسی دوسرے کو دعوت دی تو اس کو حسد اور عناد پیدا ہو گا کہ دوسرا مجھ پر سبقت لیے جاتا ہے لہٰذا وہ آپ کی بدگوئی اور مخالفت کرے گا۔ جناب رسالت مآب نے جنابِ علی مرتضیٰؑ اور جنابِ ابی طالب علیہ السلام سے بھی مشورہ فرمایا اُن دونوں حضرات نے سلمان کی رائے پسند کی اس کے بعد حضرتؐ نے ابوبکر سے ملاقات کی اور دینِ اسلام کے لیے متوجہ کیا چنانچہ وہ اسلام لے آئے۔ حضرت رسولؐ خدا نے اس کی کنیت جو ابوالفضل پہلے تھی بدل کر ابوبکر کر دی اور نام جو عبدالفریٰ تھا عبداللہ کر دیا اور آپ ہمیشہ اپنے اصحاب کے مجمعے میں فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر نے تم پر روزہ و نماز کے سبب سے سبقت نہیں کی اس کی سبقت بسبب ایک شے کے تھی جس کا وقار اس کے دل میں بیٹھا ہوا تھا مراد حضرت کی محبتِ ریاست تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

ابنِ قتیبہ نے جو مشاہیر علمائے مخالفین سے ہیں لکھا ہے کہ اٹھارہ آدمی صحابہ میں رافضی تھے جن میں سلمان کا بھی شمار ہے۔ شیخ اجل ابوجعفر طوسی علیہ الرحمہ نے امالی میں منصور بن رواح سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ اے مولا! میں آپ سے سلمان فارسی کا بہت ذکر سنتا ہوں آپ نے فرمایا سلمان فارسی مت کہہ بلکہ سلمان محمدی کہہ اور وجہ اس تذکرہ کرنے کی ان کی تین فضیلتیں ہیں جن سے وہ مزین و آراستہ تھے۔ اولاً یہ کہ وہ اپنی خواہش پر امیر المومنین علیہ السلام کی خواہش کو مقدم کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ فقراء کو دوست رکھتے تھے اور ان کو دولت مندوں پر ترجیح دیتے تھے تیسرے یہ کہ علماء سے محبت رکھتے تھے۔ بہ تحقیق کہ سلمان ایک عبد صالح مسلمان تھے اور مشرکین سے نہ تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کے مجمع میں اپنے اپنے نسب کا ذکر کر رہے تھے اور فخر کر رہے تھے، سلمان بھی موجود تھے، عمر نے سلمان سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے سلمان تمہارا حسب و نسب کیا ہے؟ سلمان نے جواب دیا کہ میں مسلمان۔ بندۂ خدا کا بیٹا ہوں، میں گمراہ تھا خدا نے مجھ کو محمدؐ کے سبب سے ہدایت فرمائی، میں محتاج تھا خدا نے محمدؐ کی وجہ سے مجھے غنی کر دیا، میں غلام تھا خدا نے محمدؐ کی وجہ سے مجھے آزادی دی۔ پس یہ میرا حسب و نسب ہے۔

کتاب کامل بہائی میں ہے کہ سلمان نے بسبب متابعتِ آلِ رسول ابوبکر سے بیعت نہیں کی تو ایک روز عمر نے اُن سے کہا کہ اگر بنی ہاشم نے بیعت سے انکار کیا تو اپنی عزت پر افتخار قرابت کے باعث انکار کیا، وہ اپنے کو رسول کے بعد افضلِ خلق سمجھتے ہیں۔ یہ تم کو کیا ہوا کہ تم بیعت سے انکار کرتے ہو۔ سلمانؓ نے جواب دیا کہ میں دنیا اور آخرت میں ان کا شیعہ ہوں وہ جس سے مخالفت کریں

Presented by Ziaraat.Com

اس سے میں بھی مخالفت کروں گا اور جس سے وہ بیعت کریں اس سے میں بھی بیعت کرنے پر تیار رہوں۔

کشف الغمہ میں سلمان سے روایت ہے کہ ہم نے رسولؐ اللہ کی بیعت مسلمانوں کی خیر خواہی اور علی ابنِ ابی طالب کو اپنا امام قرار دینے پر کی تھی۔ سیّد عارف میر مخدوم نے سلمان کے متعلق بعض اپنے رسائل میں تحریر فرمایا ہے کہ انھوں نے ظاہر و باطن کسی موقعے پر علی کی مخالفت نہیں کی اور علیؑ نے جو چاہا وہ اس کے ہم خیال رہے۔

شیخ شہید علیہ الرحمہ نے حاشیہ قواعد میں کتاب صفوۃ الصفوۃ سے نقل کیا ہے کہ سلمان نے بنی کندہ کی ایک عورت کے ساتھ شادی کر لی تھی جس سے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے اور بکثرت اولاد ہوئی جو فضل و عقل سے آراستہ ہوئی جیسا کہ رجال سے پتہ چلتا ہے۔ حضرت سلمان کے حالات تفصیلی عہد نامہ امیر المومنین میں ملتے ہیں جو سلمان کے بھائی اور اولاد نے بحکم پیغمبرؐ لکھا تھا۔ کتاب دُرج الدّرری اور تاریخِ گویدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلمان کی عمر ڈھائی سو برس کی ہوئی اور بعض روایت سے تین سو پچاس سال کی عمر پائی۔ ۳۶ ہجری میں بمقام مدائن انتقال فرمایا اور امیر المومنینؑ کو جب علم ہوا تو رات ہی رات مدائن تشریف لے گئے اور سلمان کو غسل دے کر اسی شب مدینہ واپس ہوئے۔ اس میں کوئی شک نہیں اور کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ سلمان کو حضرت علی علیہ السلام سے نہایت محبت تھی اور اہلِ بیتؑ کا بہت پاس و لحاظ تھا اسی سے مخالفینِ علیؑ نے ان پر ہمیشہ سختیاں کیں۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت سلمانِ محمدیؓ

شاعر مودّت رزمؔ ردولوی

''روز بہ'' کا واقعہ ہے دیدنی حق کی قسم   حرّیت پروردہ مرسل نے اُٹھایا ہے قدم
نقش جس کا اپنے دل میں ہیں لئے اہلِ ہمم   فیض کا جس کے اثر پہنچا عرب سے تا عجم

راہِ آزادی سے خار و خس کنارا کر گئے
زیست کے وادی گلوں سے نکہتوں سے بھر گئے

''روز بہ'' کا غنچہء خاطر جو کھلنے والا تھا   گود میں اس کو بہارِ فکرِ حق نے پالا تھا
برگ و بار گلشن تحقیق دیکھا بھالا تھا   سروِ آزادی کا نادیدہ جو یہ متوالا تھا

باغِ فارس سے ہوا آوارہ نکہت کی طرح
ہو گئی آوارگی اک حق کی قربت کی طرح

حق کا سودا مول لینے کے لئے خود بِک گیا   پہنچا مکّے تک غلامی میں یہ ہو کر مبتلا
باغِ خرمہ کی جو خدمت میں لگا صبح و مسا   پھل ریاضت کا ملا گذرے اِدھر جب مصطفےؐ

آنکھیں ملتے ہی دل و جاں میں اُجالا ہو گیا
چاہے خود ماہِ عرب جس کو وہ ہالا ہو گیا

چمکا طالع محسنِ احرار خود خواہاں ہوئے   لیجئے وابستہء مولائے آزاداں ہوئے
روز بہ ہو کر مسلماں حضرتِ سلماں ہوئے   صاحبِ ایماں ہی کیا یہ کامل الایماں ہوئے

پاک طینت ہے اگر تو کیوں نہ رحمت ایسی ہو
فخرِ اہلبیتؑ اپنا لے شرافت ایسی ہو

Presented by Ziaraat.Com

کیا کہے کوئی جو فرمائیں امام الصادقیں   علم کے دریا ہیں یہ جس کا کوئی ساحل نہیں
یہ ہیں دانائے رموز اوّلین و آخریں   یہ ہوئے سر حلقۂ انصارِ ایمان و یقیں

فخر اصحاب مسیحِ انس و جاں ایسا تو ہو
مُردے بولیں قبر سے معجز بیاں ایسا تو ہو

مرتبہ ایسا کہ عالم کو نہیں جائے سخن   زندگی ایسی کہ ہوجائے شریکِ پنجتن
موت ایسی جس سے عصمت کا ہو پیدا حُسن ظن   خود نبیؐ کی طرح حیدرؑ ہی کریں دفن و کفن

پڑھنے میّت کی نماز آئے امام ایسا تو ہو
یہ امام ایسا ہی ہے کوئی غلام ایسا تو ہو

Presented by Ziaraat.Com

حضرت مقداد

آپ اسود کے فرزند تھے۔ مقداد مہاجرین میں بھی پیش پیش نظر آتے ہیں جنھوں نے خلافتِ ابوبکر کو تسلیم نہیں کیا تھا اور ان لوگوں میں آپ کا شمار ہے جن کے متعلق ہے کہ جنّت ان کی مشتاق ہے۔ تاریخِ شیخ ابوالحسن مقدسی میں ہے کہ وہ ایک مردِ بلند قامت و گندم گوں تھے اور ضباعہ بنتِ زبیر بن عبدالمطلب ان کی زوجہ تھیں اور وہ شیعیانِ علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام میں ہیں۔ قدیم الاسلام اور تمام غزوات میں جنابِ رسولؐ خدا کے ہمراہ جہاد فرمایا ہے۔ صحیح ترمذی میں ہے کہ جنابِ رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں ان سے محبت کروں اور یہ بھی خبر دی ہے کہ وہ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ علیؑ اور مقداد و سلمان اور ابوذر ہیں۔

جامعِ صغیر میں جلال الدین سیوطی شافعی نے لکھا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ بہ تحقیق کہ جنّت چار آدمیوں کی مشتاق ہے یعنی علیؑ، عمار و سلمان و مقداد شیخ ابوعمر کشی نے جو علمائے امامیہ میں سے ہیں اپنی کتاب اسماء والرجال میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ سب لوگ مرتد ہو گئے سوائے تین آدمیوں کے سلمان و ابوذر و مقداد۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی عمار؟ حضرت نے فرمایا کہ وہ بھی کچھ حق سے پلٹ گئے تھے لیکن پھر حق کی طرف رجوع ہوئے اور اگر تو اس شخص کو جاننا چاہتا ہے کہ جس نے ذرا شک نہیں کیا اور جس کے دل میں کوئی بات

Presented by Ziaraat.Com

خلاف آئی ہی نہیں تو وہ مقداد ہیں اور ابان بن تغلب سے منقول ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ "آیا صحابہ میں سے کسی نے ابوبکر کے جانشینِ رسول بننے پر اعتراض کیا"۔ آپ نے فرمایا ہاں! "بارہ آدمیوں نے انکار کیا تھا۔

مہاجرین میں سے :-

مقداد بن اسود، ابوذر غفاری، سلمانِ فارسی، بزیدہ اسلمی، خالد بن سعید، عمار یاسر۔

انصار میں :- ابوالہیثم تیہان، عثمان بن حنیف، سہیل بن حنیف، خزیمہ بن ثابت، اُبیؓ بن کعب، ابوایوب انصاری"۔

لوگوں نے حضرت امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب سے پوچھا گیا کہ ابوبکر کو منبر سے اُتار لیں تو آپ نے فرمایا قسم خدا کی ایسا اگر کرو گے تو سب تلواریں میرے پاس کھینچ کر آجائیں گے اور طلبِ بیعت اور قتل کے درپے ہوں گے اور جب یہ صورت ہوگی تو بدرجہ مجبوری مجھ کو بھی دفاع لازم ہوگا در آنحالیکہ پیغمبرِ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میرے بعد "اُمت تم سے غذر کرے گی اور میرے عہد کو توڑ دے گی اور تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی، جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو چھوڑ کر گئو سالہ پرستی اختیار کر لی تھی اسی طرح سے یہ امت تمہیں چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کر لے گی"۔

میں نے (یعنی علی مرتضیٰؑ) عرض کی "یارسولؐ اللہ! میں ان لوگوں کے ساتھ کیا کروں"۔ ارشاد فرمایا کہ "اگر ناصر و مددگار تمہیں ملیں تو ان سے قتال کرو ورنہ اپنے خون کی حفاظت کرو۔ میرے پاس آؤ"۔

علیِ مرتضیٰ کے رسولِ اسلام کی طرح تمام انداز وہی ہیں جو رسول کو کرنا پڑے۔ اگر انھوں نے ابتدا میں صلح جوئی سے کام لیا تو علی کا بھی وہی انداز تھا۔ اگر انھوں نے آخر زمانے میں جنگ کی تو انھوں نے آخر زمانے میں جمل وصفین و

Presented by Ziaraat.Com

نہروان میں ناکثین وقاسطین اور مارقین سے قتال کیا۔ آنحضرتؐ نے آکر بوقتِ فتحِ مکہ اپنے مکان میں نزولِ اجلال نہیں فرمایا اور اس کو ترک کیا تو علیؑ نے بھی اپنے ایامِ خلافت ظاہری میں باغِ فدک پر قبضہ نہیں کیا۔ اگر وہ سال وماہ مشرکین کے دلوں میں مثلِ تیر کھٹکتے تھے تو علی بھی اپنے مخالفین کی نظر میں تھے۔

مقداد بن الاسود نے ۳۳ ہجری میں انتقال فرمایا۔

مقداد:

آپ کی ولادت یمن میں ہوئی اور آپ کا اصل وطن یمن ہے۔ مقداد نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ مکہ اور مدینہ میں بسر کیا اور زندگی کے بیشتر واقعات میں مسلمانوں اور رہبرانِ اسلام کے ہمراہ تھے۔

مورخین مقداد کو سابقین اسلام میں شمار کرتے ہیں۔ بنابریں تیرھویں شخصیت بعد از سلمانؓ وقبل از عمارؓ بعنوان مسلمان واقعی اسلام قبول فرمایا وہ جنابِ مقدادؓ ہیں۔ بلکہ مقدادؓ نے سلمانؓ سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔ جن سات لوگوں نے اسلام قبول کرنے کو ظاہر کیا ان میں ایک مقدادؓ بھی ہیں۔

اسلام کے پرچم تلے آ گئے تھے اور وہ تمام سختیاں اور شکنجے جو پیغمبرؐ اسلام اور مسلمانوں پر وارد ہوتی تھیں اس میں آپ بھی شریک تھے۔ یہ لوگوں کو پہچاننے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے کہ سخت ترین ماحول میں اسلام قبول کیا اور تمام سختیوں کے باوجود دامنِ اسلام کو نہ چھوڑا بلکہ ہمیشہ اس سے متمسک رہے۔

مسلمان گروہ درگروہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ مقداد دوسرے گروہ کے ساتھ راہیٔ حبشہ ہوئے۔ چند مدت کے بعد آپ مکّے لوٹ آئے اور پیغمبرِ اسلامؐ کے ہمراہ زندگی گزارتے رہے۔ یہاں تک کہ پیغمبرِؐ اسلام کی اور

Presented by Ziaraat.Com

اسلام اور مسلمانوں کی حمایت کرتے رہیں اور اس راہ میں ذرّہ برابر بھی بیوفائی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ اس وفادارِ اسلام نے ہمیشہ اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔

مقدادؓ نے دو مرتبہ ہجرت کی ہے، لہٰذا آپ کو مهاجر الهجرتین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ پہلی مرتبہ حبشہ ہجرت کی جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ دوسری مرتبہ مدینے۔ لیکن مدینہ کب ہجرت کی تحقیقی طور پر روشن نہیں ہے، بعض نے کہا ہے کہ پیغمبرِ اسلام کے ساتھ ہجرت فرمائی۔

مقدادؓ کہتے ہیں کہ جب ہم مدینے وارد ہوئے تو رسولؐ اسلامؐ نے ہم لوگوں کو گروہ میں تقسیم کر دیا۔ میں ہمیشہ اس گروہ میں شامل تھا، جس میں پیغمبرِ اسلام بھی تھے۔ ہمارے پاس صرف ایک بھیڑ تھی جس کے دودھ سے اہم استفادہ کرتے تھے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ مقدادؓ جب مدینہ آئے تو کلثوم بن ہدم انصاری کے پاس پہنچے۔

مہاجرین کے درمیان بھائی چارگی برقرار ہو رہی تھی، رسولؐ اللہ نے مقداد اور جبار بن صخر کے درمیان بھائی چارگی قائم فرمائی، یہ بات واضح ہے کہ عقد اخوت والا واقعہ پہلی ہجری میں نمودار ہوا ہے۔ مقداد ۳۳ ہجری میں مقامِ جرف (جو مدینہ سے ایک فرسخ کی دوری پر ہے) میں اس دنیا سے گزر گئے، اس وقت آپ کا سنِ شریف تقریباً ستر سال تھا۔

بنا بریں آپ کا سال مولد ۱۶ عام الفیل یعنی چوبیس سال قبل از بعثت قرار پاتا ہے۔ اسی بنیاد پر یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ وقتِ بعثت آپ کا سن شریف تقریباً سینتیس سال تھا اور بہ وقت رحلت پیغمبرِ اسلام آپ تقریبا سینتالیس سال کے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا مقداد عمر کے اعتبار سے مولائے کائنات حضرت علیؑ سے بڑے تھے، اس لئے کہ آپ کی تاریخِ پیدائش تیس عام الفیل ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اول جنابِ ابوذر ۳۱ یا ۳۲ ہجری میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے، دوئم جنابِ مقداد ۳۳ ہجری میں اس دنیا سے گزر گئے۔ سوئم جنابِ سلمان ۳۶ ہجری میں راہیٔ ملکِ جاوداں ہوئے، چہارم عمارؓ نے جنگِ صفین میں سینتیس ہجری میں وفات پائی۔ دختر مقدادؓ جنابِ کریمہ کہتی ہیں کہ مقدادؓ بلند قامت، گندمی رنگ مائل بہ سیاہی تھے۔ سر پر بہت بال تھا اور موٹے تازے تھے، داڑھی نہ زیادہ تھی نہ کم اس میں خضاب فرماتے تھے۔

مقدادؓ ایسی ہی شخصیتوں میں سے ایک شخصیت کا نام ہے، جنہوں نے اسلام کے تاریخی حوادثات میں خود کو اس طرح پیش کیا کہ آج بھی تاریخ ان کے جواں مردی کے قصیدے پڑھ رہی ہیں، جب اسلام قبول کیا تو اس وقت بھی سختیاں اور شکنجے برداشت کئے اور ایک وفادار مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کیا۔ وہ ہجرتِ حبشہ ہو یا ہجرتِ مدینہ، مقدادؓ نے کسی جگہ بھی اسلام اور مسلمان کی مدد و نصرت میں ذرّہ برابر کوتاہی نہیں کی اور ہمیشہ پیغمبر اسلامؐ کے حوالے کے ساتھ ساتھ رہے۔

رسولؐ اسلامؐ کے زمانے میں جتنی بھی جنگیں ہوئیں حضرت مقدادؓ نے اس میں شرکت فرمائی اور ایک جاں باز سپاہی کی حیثیت سے آئینۂ اسلام کی حفاظت فرماتے ہوئے اس سے دفاع کیا۔

اسلام کی دو بڑی جنگوں بدر و اُحد صفحاتِ تاریخ پر جلوہ نماں ہیں اور مقدادؓ کی جواں مردی کا قصیدہ پڑھ رہی ہیں۔

اسلام میں جس نے سب سے پہلے سوار ہو کر جنگ کی ہے وہ مقدادؓ کی ذات ہے، جب عثمان مسندِ خلافت پر بیٹھے تو مقدادؓ نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا خدا کی قسم اگر میرے یار و مددگار ہوتے تو جس طرح جنگ بدر و اُحد میں قریش سے

Presented by Ziaraat.Com

جنگ کی تھی آج بھی دشمنانِ علیؑ سے اس طرح جنگ کرتا۔ یہ بات اتنی آتشی اور دل کو جھنجھوڑنے والی تھی کہ عبدالرحمن بن عوف ڈر گئے اور اتنے ڈرے کہ مقدادؓ سے کہنے لگے کہ تمہاری ماں تمہارے غم میں بیٹھے۔ (عرب کا محاورہ ہے) ایسی باتیں نہ کرو اس لئے کہ اگر یہ باتیں لوگوں کو معلوم ہو گئیں تو ڈر ہے کہ فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ اس واقعے کے بعد میں مقدادؓ کے پاس گیا اور کہا کہ میں تمہاری مدد کے لئے تیار ہوں۔ مقدادؓ نے جواب دیا ایک دو آدمیوں سے کام بننے والا نہیں ہے۔ راوی کہتا ہے میں مقدادؓ کے پاس سے اٹھا اور حضرت علیؑ کی خدمت میں آ کر سارا واقعہ ان کے گوش گزار کر دیا۔ حضرت نے مقدادؓ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

جنگِ بدر میں مسلمانوں کی سپاہ میں فقط دو سوار تھے ایک زبیر دوسرے مقدادؓ، اس جنگ میں مقداد گھوڑے پر سوار تھے اس میں تو کوئی شک اور اختلاف نہیں ہے لیکن زبیر کے بارے میں بعض کہتے ہیں زبیر سوار نہ تھے بلکہ مرشد بن ابی مرشد سوار تھے۔

بعض روایتوں کی بنیاد پر جو حضرت علیؑ سے نقل ہیں وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنگ بدر میں ہم میں سے گھوڑے پر صرف مقداد سوار تھے اور اسلام میں گھوڑے پر سوار ہو کر راہِ خدا میں جنگ کرنے والے پہلے شخص مقدادؓ تھے جس گھوڑے پر جنابِ مقدادؓ سوار تھے اس کا نام سجیہ تھا۔

سجیہ شناوری اور تیراکی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس گھوڑے کو اس نام سے موسوم کرنے کی شاید یہ وجہ رہی ہو چونکہ جناب مقداد دشمنوں کے متلاطم سمندر میں بڑی مہارت سے شناوری و تیراکی کرتے ہوئے فوجوں کی موجوں کا قلعہ قمع کر رہے تھے اور گھوڑا بھی بڑی چابک دستی کے ساتھ دشمنوں کی فوج

Presented by Ziaraat.Com

کو تتر بتر کر رہا تھا۔ اس لیۓ اس کا نام بجیہ رکھا گیا۔ جنگ بدر سے پہلے رسولِؐ اسلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابوسفیان کے تجارتی قافلے کو روکنے کی غرض سے جو شام ہوکر مکّے کی طرف جا رہا تھا، میدانِ بدر میں پہنچے۔ لیکن خبر ملی کہ ابوسفیان چور راستے سے استفادہ کرتے ہوۓ، مکّے پہنچ گیا اور پھر یہ بھی خبر ملی کہ ایک بہت بڑی فوج اسلحوں سے لیس ہوکر مکّے سے مسلمانوں کو نیست نابود کرنے کے لیۓ چل چکی ہے، مقامِ بدر تک پہنچنے والی ہے۔

اس وقت اسلامی سپاہیوں کی تعداد فقط تین سو چودہ تھی، جبکہ دشمن فوج میں نو سو پچاس جنگجو تھے، سات سو اُونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے، یہ کیسا بحرانی اور خطرناک وقت تھا، اس کا اندازہ ہر انسان کرسکتا ہے۔ اس موقع پر رسولؐ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کرنے لگے، لوگوں نے مختلف جواب دیۓ، یہاں تین افراد کی گفتگو پیش کی جا رہی ہے تا کہ معلوم ہو جاۓ کہ مقداد کس جانباز غازی کا نام ہے۔

ابوبکر نے کہا وہ فوج جو مکّہ سے آ رہی ہے وہ سب کے سب قریش ہیں اور ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، کبھی بھی ہمارے سامنے سر تسلیم خم نہیں کریں گے اور ہم بھی یہاں جنگ کے لیۓ نہیں آۓ ہیں۔ نہ ہی اسلحہ ہے اور نہ ہی جنگجو افراد ہیں۔ (عقب نشینی کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے)

عمر نے بھی ابوبکر صاحب کی گفتگو کی تائید کرتے ہوۓ اپنے مطالب پر زور دیتے ہوۓ بیان کیا۔

پیغمبرؐ اسلام ان جوابات سے ناراض ہوۓ اور آپ اتنے غضبناک ہوۓ کہ چہرہ سرخ ہو گیا۔ جب پیغمبرِؐ اسلام کے جانباز سپاہی مقدادؓ مجمع سے اُٹھے اور بڑے جراتمندانہ انداز میں اس طرح عرض کی، اے رسولؐ اللہ یہ قریش جو اپنی

Presented by Ziaraat.Com

سپاہ پر مغرور ہو کر ہماری طرف آ رہے ہیں۔ ہم آپ پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کی گواہی بھی دیتے ہیں کہ آپ جو کچھ خدا کی طرف سے لائے ہیں سب حق ہے خدا کی قسم اگر آپ آگ میں کودنے یا کانٹوں پر پا برہنہ چلنے کا حکم دیں تو آپ کا حکم دل و جان سے قبول کریں گے۔ جو بات بنی اسرائیل نے حضرتِ موسیٰؑ سے کہی تھی کہ ''آپ اپنے خدا کے ساتھ جایئے اور جنگ کیجئے ہم یہیں بیٹھتے ہیں۔'' (یہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۲۴ ہے جو بنی اسرائیل اور جنابِ موسیٰؑ کے سلسلے میں ہے۔) کبھی نہیں کہیں گے ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ اپنے پروردگار کی طرف سے جنگ کریں اور ہم بھی آپ کے ہم رکاب جنگ کریں گے۔

بخاری میں آیا ہے کہ جب مقدادؓ نے والہانہ انداز میں اپنی جانبازی کا یقین دلایا تو رسولِ اسلامؐ بہت خوش ہوئے اور چہرے کی بدلی ہوئی رنگت پر بشاشت کی لہریں دوڑ گئیں۔ اس وقت رسولِ اسلامؐ نے مقدادؓ کے حق میں دعا کی۔ خدا تم کو جزائے خیر عنایت کرے۔

جنگ اُحد اسلام کی تاریخ میں ایسی جنگ ہے جس نے اچھے اچھوں کی بہادری کا پول کھول دیا، لیکن جنگ میں مقدادؓ کی فداکاری جلی حرفوں سے تاریخ میں مرقوم ہے۔

جب سپاہِ اسلام سپاہِ کفر سے روبرو ہوئی اور رسولِ اسلامؐ نے اپنی صفوں کو منظم کر کے جنگ کا اعلان کر دیا تو اس لشکر میں مقدادؓ کو سو جوانوں کا سربراہ قرار دیا تاکہ دشمنوں سے بایاں پرا کاملاً محفوظ رہ سکے۔ بعض تاریخوں میں یہ بھی ملتا ہے کہ مقدادؓ اس بحرانی کیفیت میں بھی تیر اندازی کے فرائض انجام دے رہے تھے اور جب جنگِ اُحد میں وہ منحوس موقع آیا جس میں مسلمان مال کی لالچ میں

Presented by Ziaraat.Com

اپنا اپنا مقام چھوڑ کر مال کے لئے دوڑ پڑے۔ دشمن نے خوب خوب فائدہ اُٹھایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کا حملہ دیکھ کر مسلمانوں کے بڑے بڑے رہنماؤں نے فرار کو قرار پر ترجیح دیتے ہوئے رسالتؐ مآب کو یکہ و تنہا چھوڑ دیا اور بزِکوہی (پہاڑی بکرے کی طرح) کی طرح پہاڑ پر قلانچیں مارنے لگے۔ رسولؐ کے شفیق چچا حمزہؑ شہید ہو گئے۔ خود حضرت کا دندانِ مبارک شہید ہو گیا، لیکن مسلمانوں کو اس کی کیا فکر، اُنہوں نے کاہنوں کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے اسلام قبول کیا تھا۔ رسولؐ کی محبت کہاں سے آتی۔

لیکن اس پُرحول ماحول میں بھی مقداد اپنے ساتھیوں کے ساتھ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جمے رہے۔ مرحوم شیخ طوسیؒ کے قول کے مطابق بزرگانِ تاریخ نقل کرتے ہیں کہ کوئی پیغمبرِ اسلامؐ کے ساتھ بجز علیؑ، طلحہ زبیر اور ابودجانہؓ موجود نہ تھا۔ پھر ابن عباس نقل کرتے ہیں کہ پانچویں شخص جو اس بحرانی کیفیت میں رسولؐ کے ساتھ تھے وہ عبداللہ ابن مسعود تھے اور چھٹے جس نے استقامت کا ثبوت دیا اور راہِ فرار اختیار نہ کی وہ مقدادؓ تھے۔ کریمہ مقدادؓ فرماتی ہیں کہ رسولؐ اسلامؐ نے خیبر کے بعد ہمارے بابا کو پندرہ اُونٹ جن پر جو بار تھا عنایت فرمایا جسے ہم نے ایک ہزار درہم میں معاویہ کے ہاتھوں بیچ دیا۔ اس کے علاوہ دوسرے غزوات وسریات میں مقداد کی ذات تاریخ میں مدافع حریمِ اسلام کے عنوان سے زرّیں حروف میں جلوہ فگن ہیں۔ ہاں مقدادؓ نے اپنی تمام زندگی کامل خلوص کے ساتھ اسلام کی فداکاری میں بسر کی اور اس راہ میں اپنی جان کی قربانی سے کبھی دریغ نہیں فرمایا۔ مقدادؓ ایسے عاشق دلدادۂ آلِ محمدؐ کا نام ہے جس نے عشقِ آلِ محمدؐ میں اپنی ساری زندگی وقف کر دی، ہاں حضرت علیؑ کی شاگردی میں اس عاشقِ دلدادہ نے اپنی زندگی اُنہیں کے نقشِ قدم پر گزار دی جس کا استاد علیؑ

Presented by Ziaraat.Com

جیسی ذات ہو اس کے شاگردوں سے ایسی ہی اُمید ہوتی ہے۔

چھٹی ہجری میں جنگِ ذی قرد جس کو غزوۂ غابہ بھی کہتے ہیں واقع ہوئی، قرد مدینہ کے نزدیک پانی کا ایک چشمہ ہے اس کے اطراف میں ابوذرؓ غفاری رسولِ اسلامؐ کی بیس دودھ دینے والی اُونٹنیوں کے نگہبان تھے جو وہیں چرا کرتی تھیں، عینیہ ابن حصن نے چالیس سواروں کے ساتھ ان لوگوں کو برباد کر دیا۔ نیز ابوذرؓ کے بیٹے اور ان کے خاندان کے ایک اور دوسرے شخص کو بھی قتل کر دیا۔ علاوہ ازیں حضرت ابوذرؓ کی بیوی کو اسیر بنا لیا لیکن اُنہوں نے چالاکی کے ساتھ ان لوگوں کو غافل کر کے رسولؐ اسلام کے اُونٹوں میں سے ایک اُونٹ پر سوار ہو کر رات میں مدینہ فرار ہو گئیں، اور رسولِؐ اسلام کے پاس پہنچ کر عرض کی میں نے منت مانی تھی کہ جب دشمن کے شر سے نجات پالوں گی تو اس اُونٹ کی قربانی کروں گی۔ پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا جب تم اس پر سوار ہو کر یہاں تک آئی ہو اور اس نے تم کو نجات دی ہے تو اس کو نحر کرنا اچھا نہیں ہے۔ گناہ کی چیزوں میں فقط نذر کرنا یا انسان جس چیز کا مالک نہ ہو اس کی نذر کا کوئی مورد نہیں ہوتا ہے۔ اس کے بعد رسولؐ اسلام نے جنگ کی دعوت دی اور پانچ سو افراد بقولے سات سو، ۷۰۰ افراد جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے، حضرت نے علمِ فوج مقداد کے ہاتھوں میں دیا اور ان کو دشمن کی فوج کی طرف روانہ کر دیا، مقدادؓ نے دشمن کی طرف حرکت کی اور جنگ شروع کر دی۔ اپنے دشمن ابوقتادہ مسعود کو ہلاک کر ڈالا دوسری طرف سلمہ ابن اکوع بھی پیدل دشمنوں سے لڑ رہے تھے، آخر کار دشمن ایک درّے کی طرف فرار ہو گیا، جس میں چشمہ ذی قرد واقع تھا۔ وہ سپاہیانِ اسلام سے مقداد کی علمداری میں اس قدر بدحواس ہو گئے کہ اس چشمے سے پانی پینا چاہا تو وہ بھی نہ پی سکے اور آخر کار کفر نے اپنا آخری حربہ الفرار، الفرار اختیار کیا۔ نتیجہ یہ

Presented by Ziaraat.Com

ہوا کہ مسلمانوں نے مقداد کی سربراہی میں دشمنوں کو پیچھے ڈھکیل دیا اور فتح و ظفر کا تاج سر پر رکھے مدینے کی طرف لوٹ گئے۔ یوں تو تاریخِ اسلام میں مال لوٹ کر پیٹ بھرنے والوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ کسی نے بصرہ میں محل تعمیر کرایا۔ تو کسی کی وفات کے وقت ہزار گھوڑے، ہزار اُونٹ اور سو غلام موجود تھے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں کے اموال مرنے کے بعد اس مقدار میں موجود تھے کہ سونے چاندی کی کلہاڑی سے توڑ کر تقسیم کرنا پڑا لیکن اس لوٹ کھسوٹ کے ماحول میں مدینے میں ایک ایسا بھی تھا جو دنیا کے زرق برق سے مبرا اور منزا تھا اور اس دنیائے فانی کے فریب میں نہ آیا حتیٰ کہ نانِ شبینہ کی بھی محتاجی تھی۔ لیکن سائل کو کبھی بھی اپنے در سے خالی ہاتھ نہ لوٹایا۔ ہاں امام کو ایسا ہی ہونا چاہئے جیسا کہ ذات، صفات والا حضرت علیؑ کی تھی، ایک شب وہ بھی آئی کہ گھر میں ایک ٹکڑا روٹی بھی نہ تھا تاکہ اسی کے ذریعہ بچوں کی پرورش کی جائے وہ شب آلِ محمدؑ پر کیسی گزری خدا بہتر جانتا ہے۔ صبح ہوئی تو حضرت نے سوال فرمایا اے دخترِ پیمبر گھر میں کھانے کے لئے کچھ موجود ہے۔ وفا شعار بیوی نے آواز دی اُس وحدہٗ لا شریک کی قسم جس نے میرے بابا کو نبوت اور یا علیؑ آپ کو وصایت و جانشینی کے لئے منتخب فرمایا ہے گھر میں کچھ بھی نہیں ہے دو روز ہو گئے کہ گھر میں کچھ بھی نہیں ہے اس دو روز میں سینے پر پتھر رکھ کر ہم نے حسنینؑ کے ساتھ صبر کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں کھانے کا انتظام کرنے جا رہا ہوں۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا اے ابوالحسنؑ آپ خود کو زحمت دے رہے ہیں اس کے لئے میں خدا کے سامنے شرمندہ ہوں۔

حضرت علیؑ اس اُمید کے ساتھ گھر سے باہر تشریف لائے کہ خدا لطف کرے گا اور کوئی مل جائے تاکہ اس سے ایک دینار قرض لے لیا جائے۔ اسی فکر میں تھے

Presented by Ziaraat.Com

کہ ایک شخص پہنچا، آپ نے اس سے بطور قرض ایک دینار کا تقاضا کیا اس شخص نے بلا تامل ایک دینار دے دیا، حضرت بہت خوش ہوئے اور گھر کا رُخ کیا، اسی فکر میں تھے کہ اہل خانہ کے لئے کیا خریدا جائے کہ دریں اثناء حضرت علیؑ کی نگاہ اسلام کے خوددار وفاشعار صحابی پر پڑی جس نے تمام حوادث میں علیؑ ابن ابی طالبؑ کے نقشِ قدم پر چلنا اپنا فرض منصبی شمار کیا، یعنی مولا نے راستے میں مقداد کو دیکھا (وفادار صحابی مشکل میں ہے) حضرت علیؑ نے ملکوتی خدوخال پر غائرانہ نگاہ دوڑائی اور وہیں رُک کر اس وفاشعار صحابی سے احوال پُرسی کرنے لگے۔ حضرت نے مشاہدہ کیا کہ گرمی کی شدت اور دھوپ کی تپش نے مقدادؓ کو پسینے سے شرابور کر دیا ہے۔ گرمی نے اُنہیں اس قدر بدحواس کر دیا تھا کہ قریب تھا کہ وہ گر پڑیں۔ اس موقع پر حضرت علیؑ اور مقداد میں اس طرح باتیں ہوئیں۔

حضرت علیؑ...... اے مقدا! اِس وقت کس لئے گھر سے باہر نکلے ہو؟

مقداد...... میرے مولا مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے میں جدھر جا رہا ہوں ادھر جانے دیجئے، حضرت علیؑ ...... میرے بھائی میرے لئے شاق ہے کہ تم میرے پاس سے گزر جاؤ اور میں تمہارے حال سے آگاہ نہ ہوں۔ مقداد...... اے ابوالحسن میں تہہ دل سے یہی چاہتا ہوں کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے، حضرت علیؑ ...... اے بھائی اپنا حال کیوں چھپاتے ہو؟ حتماً مجھے تمہارے حال سے باخبر ہونا چاہئے۔ مقداد...... اچھا جب آپ اتنے مُصر ہیں کہ آپ میرے احوال سے باخبر ہوں تو سنئے اس خدا کی قسم جس نے رسولؐ اللہ کو نبوت اور آپ کو تاجِ ولایت سے آراستہ فرمایا ہے میرے گھر میں کئی دن سے فاقے پڑ رہے ہیں بھوک اور فاقے کی شدت سے بچے بلک رہے ہیں جب ان کے بلکنے کی آواز سنی تو میری طاقت جواب دے گئی، غم و غصے کے عالم میں بے مقصد گھر سے باہر نکل

Presented by Ziaraat.Com

پڑا تا کہ خدا کوئی راہ پیدا کرے۔ اب میں اس کوشش میں ہوں کہ کوئی غذا مہیا کروں، ابھی مقداد کی گفتگو پوری نہیں ہو پائی تھی کہ حضرت کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات نمایاں ہو گئے، اور سیلِ اشک جاری ہو گئے، یہاں تک کہ محاسن تر ہو گئی، فرمایا اسی کی قسم جس کو تم نے یاد کیا، جس قصد سے نکلے ہو میں بھی اسی مقصد کے تحت گھر سے باہر نکلا ہوں۔ میں نے ایک شخص سے ایک دینار قرض لیا ہے لو اسے لے جاؤ اور میری فکر چھوڑ دو، مقداد نے بڑی شرمندگی سے اس دینار کو لیا اور پلٹ کر غذا مہیا کی اور گھر والوں کے لئے اس دن اسی دینار سے غذا کا انتظام کیا، (رسالت مہمانِ ولایت) علیؑ تہی دست ہو گئے، لیکن بہت خوش ہیں کہ مسلمان کی مدد کی اور اپنے ہاتھ سے اس کی مشکل کشائی فرمائی، مقداد سے جدا ہو کر سیدھے مسجد کا رُخ کیا نماز ظہر وعصر مسجد میں ادا کی لیکن بعد از نماز گھر تشریف نہیں لے گئے، یہاں تک کہ نمازِ مغرب کا وقت آ گیا، آپؑ نے رسالت مآب کی اقتدا میں نمازِ جماعت ادا کی۔ حضرت علیؑ صفِ اوّل میں تھے۔ نماز کے بعد رسولِ اسلامؐ نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت علیؑ رسولِ خداؐ کے پیچھے ہو گئے اور مسجد کے دروازے کے پاس ساتھ گئے، سلام کیا، رسولؐ خدا نے جواب دیا۔

رسولِ خداؐ آپ کیا چاہتے ہیں کہ آج کی رات آپ کا مہمان ہو جاؤں اور آپ کے یہاں شب کا کھانا کھاؤں، حضرت علیؑ کو معلوم تھا کہ گھر میں کچھ بھی کھانے کو نہیں ہے اور کوشش کے باوجود سعی کامیاب نہ ہوئی۔ پیغمبرِ اسلام کے اس سوال کے جواب میں سر جھکا دیا اور ساتھ میں چلنے لگے۔ پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا یا علیؑ میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ یا انکار کر دیجئے تا کہ پلٹ جاؤں، یا ہاں کر دو تا کہ چلا آؤ، خاموش کیوں ہو؟ اس درمیان پیغمبرِ اسلامؐ کو وحی

Presented by Ziaraat.Com

کے ذریعہ معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت علیؑ نے آج کس ایثار کی معراج کا ثبوت دیا ہے اور خدا کی طرف سے معمور تھے کہ اس رات کا کھانا علیؑ کے ساتھ نوش فرمائیں اور حضرت کے مہمان ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا اے رسولِ گرامی جواب نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ شرمندگی نے میرا احصار کر لیا ہے اور آپ کے بلند و بالا مقام نے میرے منہ پر تالا لگا دیا ہے وگرنہ با کمال افتخار حاضر ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور آپ کا پائے مبارک مشگانِ چشم پر ہو۔ اسی وقت رسولِؐ خدا حضرت علیؑ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر باہم بیت الشرف کا رُخ کیا اور داخلِ خانہ ہو گئے فاطمہ الزہراؑ نے اپنی نماز تمام کی اور ابھی سجادے پر تشریف فرما تھیں کہ احساس ہوا کہ بابا واردِ خانہ ہوئے ہیں تو کھڑی ہو گئیں اور استقبال کے لئے آئیں، سلام کیا، جواب سلام سنا، فاطمہؑ، پیغمبرؐ کو بہت عزیز تھیں حضرت نے اپنی بیٹی سے محبت کا اظہار کیا اور دستِ شفقت پھیرتے ہوئے حال و احوال دریافت کیا۔

تعجب خیز نگاہ کے ساتھ پیغمبرؐ نے فرمایا بیٹی خدا تمہیں اپنی عنایتوں سے نوازے، کل رات کیسی گزری؟

فاطمہؑ نے فرمایا...... بخیر و خوبی، نبیؐ نے فرمایا...... کھانا کیا بنایا ہے۔

فاطمہؑ زہرا یہ سن کر اُٹھیں اور ایک بڑا پیالہ لا کر رکھ دیا، جو غذا سے پُر تھا۔ جب نماز پڑھ رہی تھیں اس کو اپنے پیچھے رکھا تھا۔ رسولؐ اللہ علیؑ اور فاطمہؑ دستر خوان پر تشریف فرما تھے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ دستر خوان پر ایسی غذا ہے کہ مزہ اور خوشبو کے اعتبار سے کبھی بھی ایسی غذا نہ کھائی تھی۔ حضرت علیؑ اس فکر میں تھے کہ فاطمہؑ نے کہا تھا دو روز سے گھر میں فاقہ ہے۔ پھر یہ غذا کہاں سے آئی۔ اسی فکر میں ایک تعجب خیز نظر سے بی بی کی طرف دیکھا۔ حضرت فاطمہؑ حضرت علیؑ کے

Presented by Ziaraat.Com

چہرے کی رنگت اور نگاہ سے سمجھ گئیں۔سوال کیا۔

حضرت فاطمہ نے فرمایا...... سبحان اللہ یا علیؑ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا...... یہ میری نگاہ اس لئے ہے کہ صبح آپ نے کہا تھا کہ گھر میں کچھ کھانے کو نہیں ہے اور اس کی تاکید سے قسم بھی کھائی تھی تو یہ غذا کہاں سے آئی؟

اس وقت حضرت فاطمہؑ نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور فرمایا! میرا خدا اپنے آسمان و زمین میں جانتا ہے کہ غیر سخن حق کبھی کلام نہیں کیا...... حضرت علیؑ نے پھر پوچھا پس ایسی غذا کہاں سے آئی؟ کہ آج سے قبل اس لذیذ اور خوش مزا غذا میں نے نہیں کھائی تھی۔ اس سوال و جواب کے درمیان رسولؐ نے فرمایا اپنا دستِ مبارک حضرت علیؑ کے بازوئے اطہر پر رکھا اور حرکت دیتے ہوئے فرمایا! علیؑ یہ غذا اس دینار کے انفاق کا صلہ ہے جو خدا نے اپنی طرف سے عنایت فرمایا ہے خداوند جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

اس وقت رسولؐ کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے، فرمایا حمد و ستائش خدا کی جس نے تم کو (یا علیؑ) مانند حضرت زکریاؑ اور فاطمہؑ کو مانند مریم قرار دیا۔ اس جہت سے قرآن فرماتا ہے ''جب کسی وقت زکریاؑ ان کے پاس (ان کے) عبادت کے حجرے میں جاتے تو مریمؑ کے پاس کچھ نا کچھ موجود پاتے پوچھتے اے مریم یہ (کھانا) تمہارے پاس کہاں سے آیا، تو مریمؑ یہ کہہ دیتیں تھیں کہ خدا کے یہاں سے آیا ہے، بے شک خدا جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔''

مقدادؓ کو بھی حضرت علیؑ کی طرح دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی نہ یہ کہ جہاں سے چاہو حاصل کرو اور اپنی زندگی گزار لو، یہ اسیران دنیا ہیں جو لوٹ کھسوٹ کر اپنی زندگی طمطراق سے گزارتے ہیں بلکہ مقدادؓ اس ذات کا نام ہے جس نے بڑی سادگی سے اپنے زندگی گزاری، حتیٰ کہ بھوکے رہ کر بھی لیکن دنیا کے سامنے گھٹنے

Presented by Ziaraat.Com

نہیں ٹیکے، اس بُرے وقت میں بھی جب حضرت علیؑ سے ملاقات کی تو یہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی مرے حال سے واقف ہو حتیٰ کہ مولا کے سامنے بھی اپنی متانت اور سنجیدگی کو بطور کامل محفوظ رکھا۔ یہ ایک عملی درس ہے کہ اپنی مشکلات کو جلد کسی کے سامنے بیان مت کرو۔ جنابِ مقداد نے علیؑ جسے رؤوف امام کے سامنے بھی تین مرتبہ کے اصرار کے بعد بھی اپنا حال بیان کیا۔

حضرت علیؑ نے جب مقداد کو حواس باختہ دیکھا کہ پسینے میں شرابور ہیں تو اپنی ساری تکلیف و پریشانی بھول کر مقدادؓ کے بارے میں فکر کرنے لگے اور جب مقداد کی دردبھری داستان سنی تو آنکھوں سے مسلسل اشک جاری ہو گئے۔ رہبران قوم کے لئے یہ ایک عملی درس ہے کہ قائد و امام کو رعیت و اُمّت کے افراد کے لئے ایسا مہربان ہونا چاہیے۔

حضرت علیؑ نے اس بحرانی کیفیت میں جبکہ کتنی مشکل سے ایک دینار ملا تھا لیکن مقداد کی کیفیت دیکھ کر اس کی پروانہیں کی اپنے بچوں کی فکر چھوڑ کر وہ دینار مقدادؓ کے حوالے کر دیا۔

رعایت آداب...... حضرت علیؑ نے تمام گفتگو میں جناب مقداد کو بھائی کہا اور جناب مقداد نے خلیفہ و وصی سے خطاب کیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسولؐ اسلام کی زندگی ہی میں جناب مقدادؓ حضرت علیؑ کی وصایت و خلافت پر بھرپور یقین رکھتے تھے۔ اس میں شمہ برابر بھی شک نہیں تھا۔

جناب مقدادؓ کے ساتھ نیکی اس خدا کو اتنی بھائی کہ فوراً اپنے رحمت لقب حبیب کو وحی کر دی اور مقداد و علیؑ کے حوالے سے آگاہ کر دیا۔

حضرت علیؑ نے فاطمہؑ جیسی اپنی شریک حیات کو تعجب خیز نگاہوں سے دیکھا۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہر مسلمان کو گھر میں آئے ہوئے غذا سے باخبر رہنا

Presented by Ziaraat.Com

چاہئے۔ علیؑ کے گھر میں حرام کا امکان نہ تھا لیکن یہ ہمارے لئے درس ہے کہ ہم گھر میں دریافت کرتے رہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مشکلات کے وقت میں کوئی مشکل سے فائدہ اُٹھا نہ لے۔

مقداد کے فضائل :-

چند حدیثوں کا ذکر کریں گے، امام صادقؑ فرماتے ہیں مقدادؓ کا درجہ مسلمانوں میں وہی ہے جو قرآن میں الف کا مقام ہے کہ وہ کسی سے ملحق نہیں ہے۔ یعنی جس طرح الف کوئی حرکت قبول نہیں کرتا اور تمام حالتوں میں ایک جیسا ہوتا ہے اسی طرح مقداد بھی تمام حالتوں میں ایک جیسے تھے۔ حالات ان پر اثر انداز نہیں ہوتے تھے۔ علامہ مجلسی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں شاید ان کا مقصد یہ ہوا کہ بعض صفات میں مقداد بے نظیر تھے۔ بنا بریں سلمانؑ کی مقدادؓ سے ایمانی برتری جو حدیثوں میں موجود ہیں اس حدیث سے منافات نہیں رکھتی ہیں۔

بریدہ کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھ سے کہا کہ رسولؐ اسلام نے فرمایا خداوند عالم نے مجھے چار لوگوں سے دوستی کا حکم دیا ہے آپ نے پوچھا وہ افراد کون ہیں، آپ نے فرمایا تین بار فرمایا علیؑ، اُن میں سے ایک ہیں اور دوسرے تین افراد ابوذرؓ، سلمانؑ اور مقدادؓ ہیں۔

امام صادقؑ نے فرمایا وہ لوگ جو پیغمبرِ اسلامؐ کے بعد راہِ خدا سے منحرف نہ ہوئے، ان سے دوستی واجب ہے۔ اس کے بعد آپ نے چند افراد کے اسمائے گرامی کا ذکر فرمایا ان میں سے سلمانؑ، ابوذرؓ، اور مقدادؓ بھی تھے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا خداوندِ عالم نے سات افراد کی خاطر دنیا خلق کی جن کا رہبر امام میں ہوں۔ لوگ اُنہیں کے طفیل میں رزق پاتے ہیں۔ ان کی کمک و نصرت ہوتی ہے۔ کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں۔ یہ افراد ابوذرؓ، مقداد، عمارؓ، حذیفہؓ

Presented by Ziaraat.Com

اور عبداللہ ابن مسعود ہیں۔ اُنہیں لوگوں نے جنابِ فاطمہؑ الزہرا کے جنازہ پر نماز پڑھی تھی۔

انس ابن مالک سے روایت کی گئی ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ ایک دن رسولؐ اسلام نے فرمایا جنت میری اُمت کے چار افراد کی مشتاق ہے، آپ کی ہیبت و شکوہ نے منہ پر تالے لگا دیئے اور ان میں ان افراد کا نام نہیں پوچھ سکا، ابوبکر کے پاس آیا اور کہا کہ آپ رسولِؐ اسلام سے پوچھیئے کہ وہ چار افراد کون ہیں، ابوبکر نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اس میں میرا نام نہ ہو، اور بنو تمیم والے میری برائی کرنے لگیں۔ عمر کے پاس گیا اور کہا تم رسولؐ اللہ سے سوال کرو، اُنہوں نے جواب دیا مجھے ڈر ہے کہ میں اس میں نہ ہوں اور قبیلہ بنی عدی میری ملامت کریں۔ عثمان کے پاس گیا اور کہا کہ تم اس بارے میں رسولؐ خدا سے سوال کرو، کہنے لگے میں ڈرتا ہوں کہ میرا نام اس میں نہ ہو اور بنی امیہ میری سرزنش کریں۔ امیر المومنین حضرت علیؑ کے پاس گیا آپ اپنے باغ میں کنویں سے پانی کھینچ رہے تھے، میں نے عرض کی رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ بہشت میری اُمت کے چار افراد کی مشتاق ہے، آپ سے گزارش ہے کہ آپ پوچھیں کہ وہ چار افراد کون ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا خدا کی قسم میں ضرور پوچھوں گا، اگر میں ان چار افراد میں سے ہوا تو خدا کی ستائش کروں گا اور اگر نہ ہوا تو بارگاہِ ایزدی میں دعا کروں گا کہ مجھے بھی ان میں سے قرار دے۔ وہاں سے میں حضرت علیؑ کے ساتھ رسولؐ اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپکا سر دحیہ کلبی کی آغوش میں ہے اور آپ محوِ خواب ہیں، جیسے ہی دحیہ کلبی نے حضرت علیؑ کو دیکھا سلام کیا، عرض کی اپنے چچا زاد بھائی کے سر کو آغوش میں لیجئے کہ آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔ جب رسولؐ اسلام بیدار ہوئے اور خود کو علیؑ کی آغوش میں پایا تو فرمایا اے ابوالحسنؑ

Presented by Ziaraat.Com

آپ ضرور کسی حاجت کے تحت آئے ہیں۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا اے رسولؐ خدا میرے ماں اور باپ آپ پر قربان ہوں، جیسے ہی آپ کے پاس آیا دیکھا کہ دحیہ کلبی آپ کا سر اپنی آغوش میں لئے ہیں اور آپ سو رہے ہیں، جیسے ہی مجھے دیکھا کہنے لگے اپنے چچازاد بھائی کے سر کو اپنی آغوش میں لیجئے اس لئے کہ اے امیر المومنین آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا اے علیؑ تم نے اسے پہچانا وہ جبریل تھے۔ جنہوں نے آپ کو امیر المومنین کے نام سے یاد فرمایا۔ پھر حضرت علیؑ نے پوچھا انس مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جنت چار افراد کی مشتاق ہے، برائے مہربانی آپ بتا دیجئے کہ وہ چار افراد کون ہیں؟ رسولؐ اسلام نے اپنے دستِ مبارک سے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا اور تین مرتبہ فرمایا خدا کی قسم ان میں اولین ذات تمہاری ہے۔ حضرت علیؑ نے عرض کی اور وہ دوسرے تین افراد کون ہیں؟ رسولؐ خدا نے فرمایا مقدادؓ، سلمانؓ اور ابوذرؓ۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ رسولِ اسلامؐ نے سلمانؓ سے فرمایا کہ اگر تمہارا علم مقدادؓ کو بتا دیا جائے تو وہ کافر ہو جائیں گے اور مقدادؓ سے فرمایا اگر تمہارا صبر سلمانؓ کو معلوم ہو جائے تو وہ کافر ہو جائیں گے، مقصد یہ ہے کہ مقدادؓ وسعتِ علم سلمانؓ کا اِدراک کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اور سلمان وسعتِ صبر مقدادؓ کے اِدراک پر قادر نہیں ہے، دوسری روایتوں میں ملتا ہے کہ پیغمبرِ اسلامؐ نے مقدادؓ کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ اپنا علم سلمانؓ پر ظاہر کر دیں تو وہ کافر ہو جائیں گے۔

حضرت سلمانؓ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں رسولؐ اسلام کی وفات کے بعد جب ایک روز میں گھر سے باہر نکلا تو حضرت علیؑ سے ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا! سلمانؓ فاطمہؑ کے پاس جاؤ ان کے پاس کچھ بہشتی تحفہ آیا ہے۔ جو تم کو دینا

Presented by Ziaraat.Com

چاہتی ہیں۔ میں تیزی سے فاطمہؑ کے بیت الشرف کی طرف بڑھا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، بی بی نے مجھ سے فرمایا، تین حسین وجمیل لڑکیاں میرے پاس آئیں جن کے جیسی حسین وجمیل لڑکیاں میں نے کبھی نہیں دیکھی تھیں، میں نے ان سے سوال کیا آپ لوگ مکے کی رہنے والی ہیں یا مدینے کی، اُنہوں نے عرض کیا دخترِ رسولؐ ہم زمین کی مخلوق نہیں ہیں۔ خداوند عالم نے ہمیں بہشت سے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ کی زیارت کے بے حد مشتاق ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ جو بڑی تھی میں نے اس سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے، عرض کی! مجھے مقدرہ کہتے ہیں، میں نے پوچھا آپ کے نام کی مناسبت کیا ہے، جواب دیا میں مقدادؓ کے لئے پیدا کی گئی ہوں۔ دوسری سے سوال کیا اور تمہارا کیا نام ہے؟ جواب دیا ذرہ، نام کی مناسبت پوچھی تو جواب دیا کہ میں ابوذرؓ کے لئے خلق کی گئی ہوں، اور تیسری سے جب پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے تو عرض کی میرا نام سلمہ ہے میں نے پوچھا کہ اس نام کا کیا سبب ہے، جواب دیا میں سلمانؓ کے لئے پیدا کی گئی ہوں۔ اس کے بعد مجھے چند کھجوریں اور خرمے دیئے۔ جو برق سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھے۔ سلمانؓ کہتے ہیں کہ فاطمہ زہراؑ نے ان کھجوروں میں سے ایک کھجور مجھے دی، اور فرمایا آج رات اس کھجور سے افطار کرنا اور کل اس کی بیج لیتے آنا۔ میں نے کھجور لیا اور بیت الشرف سے باہر نکل گیا، جس کے پاس سے گزرتا تھا یہی کہتا تھا سلمانؓ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے پاس مشک ہے میں یہی کہتا تھا ہاں یہاں تک کہ شب ہوگئی اور میں نے اسی کھجور سے افطار کیا لیکن اس میں بیج نہ تھی۔

انس کہتے ہیں کہ مقدادؓ کی قرأت قرآن کی مدح رسولِؐ اسلام نے فرمائی تھی وہ مقدادؓ ہیں۔ امام صادقؑ سے نقل ہے کہ ایمان کے دس درجے ہیں، مقدادؓ آٹھویں

Presented by Ziaraat.Com

،سلمانؑ نویں اور ابوذرؑ دسویں درجہ پر فائز ہیں۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا یہ وہ برجستہ افراد ہیں۔ مانند سلمانؑ، مقدادؑ، ابوذرؑ، عمارؑ۔ جنہوں نے ولایت قبول کی اور محبت علیؑ کے دلدادہ ہو گئے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۔

(سورۂ انفال:۲)

''سچے ایمان دار تو بس وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور بھی زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ بس اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔''

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا یہ آیت حضرت علیؑ، مقدادؑ، سلمانؑ، عمارؑ، ابوذرؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا لوگوں کے درمیان حذیفہ یمانیؓ حلال وحرام کے مسئلہ میں بینا ترین فرد ہیں، عمارؓ کا شمار سابقین اسلام میں ہوتا ہے، مقدادؓ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو اپنے کام کو بہت کوشش اور لگن کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ ہر چیز کا ایک ھیرو اور قہرمان ہوتا ہے قرمان قرآن عبداللہ بن عباس ہیں۔ رسول اسلام نے عبداللہ ابن رواحہ کے ساتھ مقدادؓ کا پیغامِ اخوت باندھا تھا۔ سلمانؑ ابوذر، مقداد، عمار حذیفہ ابی ہشیم، ابی سعید خداوند عالم ان سے خوش ہوا اور ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اسی طرح ایمان کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان سے بھی دوستی کی جائے جو ان کے پیرو ہیں اور اسی راہِ ہدایت پر چل رہے ہیں۔ جن پر وہ گامزن تھے۔ خداوند عالم ان

Presented by Ziaraat.Com

لوگوں سے خوش ہو۔ ان سے دوستی اور ان کے پیروان سے دوستی بزبان امام ہشتم شرطِ ایمان قرار پائی۔

وہ روایتیں جو مقداد سے نقل ہیں:-

احمد بن حنبل مقدادؓ سے نقل کرتے ہیں کہ مقدادؓ نے فرمایا کہ جب ہم مدینے میں آئے تو پیغمبرؐ نے ہم کو دس آدمیوں کے گروہ میں تقسیم کر دیا میں ان دس افراد میں تھا۔ جن میں خود پیغمبر اسلامؐ تھے اس وقت شیر گوسفند (بھیڑ کے دودھ) کے علاوہ ہمارے پاس کچھ بھی نہ تھا۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ کوفہ کے پیچھے (نجف) سے ستائیس (۲۷) افراد حضرت قائمؑ آلِ محمدؐ کے ساتھ ظہور کریں گے۔ ان میں سے پندرہ افراد اصحابِ موسیٰؑ میں ہوں گے۔ جو ہدایت یافتہ ہوں گے اور سات افراد اصحابِ کہف میں سے ہوں گے اور بقیہ یوشع بن نون، سلمانؓ، ابودجانہؓ، مقدادؓ، مالکِ اشترؓ یہ افراد حضرت ولی عصر کی خدمت میں بہ عنوان انصار اور کمانڈر رہوں گے۔

امام جعفر صادقؑ سے نقل ہے کہ تمام لوگ بعد از رحلت پیغمبرؐ از نظر عقائد ہلاک ہو گئے، بجز سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، اس کے بعد ابوساسان، عمارؓ، مشتیرہ، ابوعمرہ بھی ان لوگوں سے جا ملے، اسی طرح حق کے طرف دار سات افراد شمار کئے جاتے ہیں۔

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ اُس شخص کو دیکھنا ہو کہ جس کے دل میں کبھی کوئی شک اور خلل واقعہ نہ ہوا تو مقداد کو دیکھو، جبکہ سلمانؓ کے دل میں ایک روز یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت علیؑ کے پاس تو اسم اعظم موجود ہے پھر بھی اس اسم اعظم کے وسیلے سے خدا سے دعا کیوں نہیں کرتے تاکہ زمین منافقوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لے اور حضرت خود کو اس مظلومیت سے نجات دیں۔ ابھی یہ خیال پیدا

Presented by Ziaraat.Com

ہی ہوا تھا (چرا) اور (کیوں) نے ذہن میں جگہ بنائی تھی کہ دشمن پہنچ گئے اور گلے میں رسی ڈال کر کشاں، کشاں مسجد کی طرف لے گئے، اسی کا نشان سلمانؓ کی گردن پر ظاہر تھا، جب حضرت علیؑ نے سلمان کو اس حال میں دیکھا تو فرمایا اے سلمان یہ اسی خیال کا نتیجہ ہے جو تمہارے دل میں پیدا ہوا تھا جاؤ ظاہراً بیعت کر لو۔ سلمانؓ نے اطاعت کی اور ظاہری طور پر ابوبکر کی بیعت کر لی ادھر ابوذرؓ کو حضرت علیؑ نے تلقینِ صبر فرمائی تھی۔ لیکن ان کے صبر کا بندھ ٹوٹ گیا اور آشکارہ حق بیانی شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عثمان کے ظلم کا نشانہ بنے اور عثمان نے بے دریغ اس صحابیٔ رسولؐ پر ظلم کے پہاڑ توڑے، بالآخر مدینہ اور جوارِ قبر رسولِ خداؐ سے سر زمین، ربذہ شہر بدر کر دیا گیا۔

رسولِ خدا کی وفات کے بعد کوئی انسان ایسا نہ تھا جس کے دل میں خلافت کے مسئلہ پر کچھ خطور پیدا نہ ہوا ہو، بجز مقدادؓ، ان کا دل فولاد کی طرح محکم تھا۔ مقدادؓ ہمیشہ اپنی تلوار اپنے لباس کے اُوپر باندھتے تھے اور حضرت علیؑ کے گھر دروازہ پر آتے اور عرض کرتے! اے علیؑ اگر کوئی بھی آپ کی مدد نہ کرے پھر بھی میں آپکی مدد میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اور ہمیشہ آپ کے حکم کی اطاعت کے لئے حاضر ہوں۔ مقدادؓ نے وفاتِ رسولؐ کے بعد ایک لحظہ بھی حق سے انحراف نہ کیا اور ایک جانباز سپاہی کی طرح ہمیشہ شمشیر بکف آمادہ رہے۔ ہر وقت اسی کے منتظر تھے کہ علیؑ کا کوئی حکم ہو اور اس پر فوراً عمل کریں۔

حواری اس شخص کو کہتے ہیں جو دوسرے کا گردیدہ ہو، اور ہمیشہ اس سے نزدیک ہو اور ہمیشہ آمادہ رہے تاکہ جب بھی حکم ہو اس پر عمل کرے مثلاً حواریانِ حضرت عیسیٰؑ قرآن میں مذکور ہے جو عدد میں بارہ تھے، ہمیشہ حضرتِ عیسیٰؑ کے ساتھ رہے، عبدِ صالح امام موسیٰؑ کاظم نے فرمایا! قیامت کے دن منادی ندا دے گا

Presented by Ziaraat.Com

کہ وہ اصحاب جو پیغمبرؐ سے نزدیک تھے کہاں ہیں تو سلمانؓ، مقدادؓ اور ابوذرؓ اُٹھیں گے اور اپنی پہچان کرائیں گے، پھر منادی ندا دے گا کہ حورایان وصی رسولؐ خدا کہاں ہیں۔ عمر ابن حمق خزائی، محمد بن ابی بکر، میثم، اویس قرنی، اُٹھیں گے اور خود کو پہچنوائیں گے۔ پھر منادی ندا دے گا حواریانِ امام حسنؑ کہاں ہیں۔ تو سفیان ابن ابی لیلیٰ اور حذیفہ ابن اُسیدہ اپنے کو پہچنوائیں گے اس کے بعد منادی ندا دے گا کہ حورایانِ امام حسینؑ کہاں ہیں تو شہداء کربلا اپنی پہچان کرائیں گے۔

سلمان، ابوذر، مقداد، عمار، جابر ابن عبداللہ انصاری یہ پانچ ہیں۔ حضرت علیؑ نے بھی ان لوگوں کو جنت کی ضمانت دی تھی، یہی وہ سب سے پہلا گروہ ہے جس نے ہر جنگ میں حریمِ ولایتِ علیؑ ابن ابی طالبؑ سے دفاع کیا ہے۔ ان کا لقب ''شرطۃ الخمیس'' (جو نصرت پر پانچ آمادہ رہے) خمیس جو خمس سے ہے۔ پانچ کے معنی میں ہے، یہ کلمہ اس لئے استعمال کیا ہے کہ فوج کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ (۱) گروہ پیش جنگ (۲) گروہ ذخیرہ (۳) مامور قلب لشکر (۴) گروہ میمنہ (داہنی طرف کا لشکر) (۵) گروہ میسرہ (بائیں طرف کا لشکر) ۔ یا تو اس کلمہ خمیس کے استعمال کی یہ وجہ ہے کہ جب دشمن پر یہ لوگ غلبہ حاصل کرتے تھے تو جو مال غنیمت حاصل ہوتا تھا اس میں سے خمس دے دیا کرتے تھے، بہرحال سمجھنے اور سمجھانے کے لئے اس جملہ کا بہترین ترجمہ کامل فدائی جانباز ہوگا۔ بعض نے ان افراد کی تعداد چھ ہزار، بعضوں نے پانچ ہزار مرقوم فرمائی ہے۔ لیکن ان میں چند ہی لوگوں کا نام نمایاں ہے، سلمانؓ، ابوذر، مقدادؓ، عمارؓ، ابو سنان حساری عمر ضناری، سہل، عثمان بن حنیف، جابن ابن عبداللہ انصاری، اس روایت سے بھی ہمیں مقداد کے مقام کا اندازہ بخوبی ہوسکتا ہے کہ مقداد اس ذات کا نام ہے جو جنگجو، جانباز فدائی اور مدافع حریم امیر المومنین

Presented by Ziaraat.Com

حضرت علیؑ کے ملقب ہیں۔

مقداد، علیؑ کے شیعہ تھے:-

سنیوں کے بزرگ عالم حافظ ابو حاتم رازی اپنی کتاب ''الزینہ'' میں لکھتے ہیں لفظِ شیعہ رسولِ اسلامؐ ہی کے زمانہ میں معرضِ وجود میں آ گیا تھا اور صحابۂ رسولؐ میں سے چار افراد اس لقب سے ملقب تھے، سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، عمار یاسرؓ، اس کے علاوہ بہت سی روایتیں ہیں جس میں کلمۂ شیعہ موجود ہے۔

ابوالفداء اپنی تاریخ میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، عمار یاسرؓ وہ اصحابِ پیمبرؐ ہیں جنہوں نے سقیفہ بنی ساعدہ کے دن حضرت علیؑ کی ہمراہی میں ابوبکر کی بیعت نہیں کی۔ مسلمانوں سے ایک سوال ہے وہ یہ کہ آپ کی بیان کردہ حدیث اصحاب النجوم کی حیثیت سے صحابیٔ رسولؐ کا یہ عمل جو ابوبکر کی بیعت کے سلسلے میں انجام پایا حجت ہونا چاہئے، اب اگر ان صحابی کی پیروی کرتے ہوئے ہم بھی ابوبکر کی خلافت کو باطل مانتے ہیں تو آپ کو تکلیف کیوں ہوتی ہے۔آپ نے ان کی اقتداء کی انشاء اللہ آپ اُنہیں کے ساتھ محشور ہوں گے، ہم نے ان کی اقتداء کی خدا کرے ہم انہیں کے ساتھ محشور ہوں۔ پھر کفر و شرک کا فتویٰ چہ معنی دارد۔ علاوہ ازیں خود علماء اہل اُمت نے ان چار افراد کی مدح وستائش کی ہے۔ ابنِ اثیر اپنی کتاب اسد الغابہ میں لکھتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا خداوندِ عالم نے مجھے چار افراد کی دوستی کا حکم دیا ہے کسی نے پوچھا وہ چار افراد کون ہیں تو آپ نے فرمایا علیؑ، سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ۔

حافظ ابونعیم اصفہانی اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں رقم طراز ہیں کہ رسولِؐ اسلام نے فرمایا خداوندِ عالم نے مجھے علیؑ، سلمانؓ ابوذرؓ اور مقدادؓ کی دوستی کا حکم دیا ہے، بناء بریں اہلِ اُمت حضرات کے لئے مناسب یہی ہے کہ مقدادؓ، ابوذرؓ، کی روش

Presented by Ziaraat.Com

اور شیوہ کو حجت مانیں اور سردارِ شیعیانِ حیدرِ کرار یہی حضرات ہیں۔ اس سے انکار نہ کریں اور جھوٹا الزام لگانے سے پرہیز کریں، اس لئے کہ افترا اور بہتان بزبانِ قرآن ظلم ہے اور خدا ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔

اجرِ رسالت اور مقداد:-

امام صادقؑ نے فرمایا خدا کی قسم سات افراد کے علاوہ کسی نے بھی اس آیت سے وفاداری کا ثبوت پیش نہیں کیا قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (سورۂ شوریٰ آیت: ۲۳) اور وہ سلمانؑ، ابوذرؓ، مقدادؓ، عمارؓ، جابر ابن عبداللہ انصاری، پیغمبر اسلامؐ کا ایک غلام اور زید ابن ارقم ہیں۔

انہیں سات افراد نے اجرِ رسالت بہ خوبی ادا کیا ان سات افراد میں مقداد اہلِ بیتؑ کے سب سے زیادہ وفادار تھے اور حضرت علیؑ کے مقابلے میں بالکل تسلیم محض تھے۔

سقیفہ اور مقداد:-

ابن عیاش کہتے ہیں میں ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کے اردگرد کچھ شیعہ حضرات بھی موجود تھے۔ وہاں مختلف موضوعات پر گفتگو ہو رہی تھی یہاں تک کہ بعد از وفاتِ رسولؐ بحرانِ خلافت پر بات آ کر رُکی، جب یہ موضوع شروع ہوا تو لوگوں نے ابن عباس سے درخواست کی کہ آپ اس بارے میں توضیح دیں۔ ابن عباسؓ نے ہماری درخواست قبول فرمائی اور اپنی گفتگو شروع کر دی۔ فرمایا! میرے بھائیو! جب رسولِ اسلامؐ دنیا سے گزر گئے اور ابھی سپرد لحد بھی نہیں ہوئے تھے لوگوں نے دوسری راہ اختیار کر لی۔ لیکن علیؑ غسل و کفن و دفن جسم اطہر رسولؐ اکرم میں مشغول تھے۔ جب ان اُمور سے فارغ ہوئے اور تمام واقعات

Presented by Ziaraat.Com

سے مطلع ہوئے تو لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور جمع قرآن کی خاطر بیت الشرف تشریف لے گئے اور عزلت گزینی اختیار کر لی تمام مسلمانوں نے بجز بنی ہاشم، سلمانؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ حضرت علیؑ کو چھوڑ دیا اور خلافت کے دامن سے متمسک ہو گئے۔ کچھ حاشیہ نشین افراد ابوبکر وعمر کے پاس بیٹھے تھے، مختلف موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی، اسی اثناء میں عمر نے ابوبکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تمام افراد نے تمہاری بیعت کر لی لیکن علیؑ اور ان کے خاندان والے اور ان چند لوگوں، سلمانؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ، زبیر نے روشِ عموی کی مخالفت کی ہے اور ابھی تک بیعت نہیں کی ہے۔ کسی کو علیؑ کے پاس بھیجو تاکہ ان کا کردار واضح ہو جائے۔ ابوبکر نے عمر کے چچا زاد بھائی قنفذ کو طلب کیا اور اس سے کہا علیؑ کے پاس جاؤ اور کہو کہ جانشین رسولؐ کی دعوت قبول کرو۔ قنفذ علیؑ کے پاس آیا اور ابوبکر کا پیغام حضرت کو پہنچا دیا۔ اس پیغام کو سنتے ہی حضرت کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اس سے بڑی مصیبت کیا ہوگی کہ اہلِ بیتؑ سے بیعت طلب کر رہے ہیں۔ فرمایا کتنا جلدی تم لوگوں نے رسولِ خداؐ کو جھٹلا دیا اور ان کی وصیت کو فراموش کر دیا۔ خدا کی قسم رسولِ خداؐ نے میرے سوا کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ اے قنفذ! تم پیام رسا ہو۔ جاؤ جو کچھ جس طرح سے میں نے کہا ابوبکر سے کہہ دو، اور یہ بھی کہہ دینا کہ یہ بات تم بھی بخوبی جانتے ہو قنفذ جلدی سے ابوبکر کے پاس آیا اور حضرت علیؑ کی تمام باتیں نقل کر دیں۔ ابوبکر نے کہا ہاں! علیؑ سچ کہتے ہیں رسولِ خداؐ نے مجھے خلیفہ نہیں بنایا ہے۔ عمر، ابوبکر کی اس گفتگو سے غضبناک ہو گئے۔ فوراً کچھ کرنے کے لئے اُٹھے، ابوبکر نے جب عمر کی چال ڈھال دیکھی تو فوراً بدل گئے اور دوبارہ قنفذ کو حکم دیا کہ جاؤ علیؑ سے کہو کہ امیر المومنینؑ کی دعوت قبول کریں قنفذ جلدی سے حضرت علیؑ کے پاس آیا اور اپنا پیغام سنا دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا خدا کی قسم وہ جھوٹ بولتا ہے وہ خلیفہ رسولؐ نہیں

Presented by Ziaraat.Com

ہے جاؤ اس سے کہہ دو کہ یہ اسم جسے تم نے اپنے اُوپر لگایا ہے وہ تمہارے لئے نہیں ہے تم خود جانتے ہو کہ امیر المومنین تمہارے علاوہ کوئی اور ہے۔ قنفذ ابوبکر کے پاس آیا اور حضرت علیؑ کی باتیں نقل کر دیں۔ آخر کار ابن خطاب، ابنِ ابوقحافہ کی بیعت کے لئے خانہ حضرت میں گھس گیا، حضرت علیؑ کے باوفا سپاہی مقداد، سلمان، ابوذر، عمار، بریدہ بھی اسی وقت مدد و نصرت کے لئے بیت الشرف میں داخل ہو گئے۔ قریب تھا کہ فتنہ وفساد برپا ہو جائے حضرت علیؑ اپنی مصلحتوں کے پیش نظر بیت الشرف سے باہر تشریف لائے، لوگ حضرت کے پیچھے تھے، سلمانؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ، عمارؓ، بریدہؓ، بھی دفاع کے لئے کاملاً آمادہ تھے اور یہی وفادار سپاہی تھے جو کہہ رہے تھے کتنا جلدی تم لوگوں نے رسولؐ خدا کی باتوں کو فراموش کر دیا۔ تمہارا کینہ وحسد تمہارے سینے سے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے خلاف ظاہر ہو چکا ہے۔ بریدہ نے عمر سے کہا اے عمر برادر و وصی رسولؐ خدا اور ان کی اکلوتی بیٹی کی تم نے اہانت کی ہے۔ خالد بن ولید نے اپنی تلوار سے بریدہ پر حملہ کرنا چاہا لیکن عمر نے روک دیا حضرت علیؑ بری حالت میں ابوبکر کے پاس مسجد کی طرف لے جائے گئے۔ ابوبکر نے جیسے ہی علیؑ کو دیکھا کہا علیؑ کو آزاد کر دو۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اے ابوبکر اہل بیتؑ و خاندانِ پیغمبرؐ پر کتنا جلدی لوگوں نے حملہ کر دیا۔ کس بنیاد پر زبردستی لوگوں نے تم سے بیعت طلب کی۔ کل تم نے بحکم پیغمبرؐ میری بیعت نہیں کی تھی؟ عمر نے بات کے درمیان ٹانگ اڑائی اور کہا اے علیؑ ان باتوں کو چھوڑو، اگر بیعت نہیں کی تو میں تم کو قتل کر دوں گا، حضرت نے جواب دیا اگر تم نے ایسا کیا تو ایک خدا کے بندے اور برادرِ رسولؐ کو قتل کیا۔ عمر نے کہا! آپ نے جو کہا کہ بندۂ خدا ہیں تو اس کو قبول کرتا ہوں لیکن آپ برادرِ رسولؐ خدا نہیں ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میرے رسولؐ خدا کا امر و پیمان نہیں ہوتا تو آج معلوم ہو

Presented by Ziaraat.Com

جاتا کہ ہم میں سے کون قوی ہے اور کون ضعیف۔ اتنی ساری بحث ہوگئی لیکن ابوبکر دم سادھے رہے بریدہ اُٹھے اور فرمایا اے عمر وہ تم نہیں تھے جس کو رسولِ اسلامؐ نے حکم دیا تھا کہ علیؑ کے پاس جاؤ اور کہو! السلام علیک یا امیر المسلمین اے مسلمانوں کے امیر آپ پر سلام ہو، اب ابوبکر کی زبان کا تالا کھل گیا (عمر کی طرف داری کرتے ہوئے بولے) ایسا ہی ہے جیسا تم کہہ رہے ہو لیکن وہ زمانہ گزر گیا، اب تو کوئی اور مسند نشینِ خلافت ہے بریدہ نے کہا خدا کی قسم، اب اس جگہ نہیں رہوں گا جہاں تمہاری حکومت ہوگی۔ جب قلعی کھل گئی تو عمر بے تاب ہو گئے اور حکم دیا کہ اُنہیں مار کر بھگا دو۔ حاشیہ نشینوں نے بریدہ کو مسجد سے مار کر باہر نکال دیا۔ سلمانؓ نے کہا ابوبکر خدا سے ڈرو، جہاں بیٹھے ہو وہاں سے اُٹھ جاؤ، اس مقام کو اس کے حقدار کے حوالے کر دو اور مسلمانوں میں آپس میں لڑائی کی داغ بیل نہ ڈالو۔ ابوبکر نے سلمانؓ کا کوئی جواب نہ دیا۔ سلمان نے اپنی بات دہرائی تو عمر خشمگین ہو گئے اور کہا کہ تم کو ان سب چیزوں سے کیا مطلب (یعنی تم تو عجمی ہو اور یہ عرب کا مسئلہ ہے) سلمانؓ نے فرمایا خاموش! پھر ابوبکر کی طرف رُخ کیا اور فرمایا خدا کی قسم اپنے اس کام سے ایک دن تم دودھ کے بجائے خون دوھو گے۔ تم کو خوشخبری دیتا ہوں مصیبت کا انتظار کرو۔ خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ حق کی دفاع اور باطل کی سرکوبی و نابودی میرے ذریعہ ہونے والی ہے تو کبھی بھی اپنی اس شمشیر سے دریغ نہیں کروں گا۔ اسی وقت ابوذرؓ، مقدادؓ، عمارؓ، کھڑے ہوئے اور آواز دی یا علیؑ آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ آپ جو بھی حکم فرمائیں ہم اسے بہ سرو چشم قبول کریں گے۔ اس تلوار سے آپ کی حفاظت کریں گے چاہے قتل ہو جائیں۔ یہ وہ موقع تھا جہاں مقدادؓ نے فرمایا یا علیؑ کیا کہتے ہیں، اگر حکم دیں تو گردن اُتار لیں اگر حکم دیں تو رُک جاویں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا خدا

Presented by Ziaraat.Com

تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔ تم لوگ رُک جاؤ، وصیت و پیماں، رسولِ خدا کو یاد کرو اور جنگ سے پرہیز کرو۔ ابوبکر منبر پر موجود تھے پھر عمر کی زد پر آئے اور تند لہجے میں کہا کس لئے منبر پر بیٹھے ہو یہ علیؑ ہیں کہ معترض بنے بیٹھے ہیں اور بیعت کے لئے اُٹھتے ہی نہیں، حکم دو ان کی گردن اُتار لوں، امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے جیسے ہی یہ جملہ سنا زار و قطار رونے لگے، آواز دی یا جداہ یا رسول اللہ! حضرت علیؑ نے دیکھا تو سینے سے لگا لیا، فرمایا مت روؤ خدا کی قسم یہ لوگ مجھے قتل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔

پیغمبر اسلامؐ کی رحلت کے بعد جب یہ بحرانِ خلافت سامنے آیا اور اچھے اچھوں کی قلعی کھل گئی تو چالیس افراد حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے خدا کی قسم آپ کے علاوہ کسی کی اطاعت نہیں کریں گے اور کسی کو آپ کی اطاعت پر مقدّم نہیں کریں گے، آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کیوں کیا وجہ ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا چونکہ غدیر کے دن ہم نے رسولِ اسلامؐ سے آپ کی جانشینی اور آپ کے مقام کے بارے میں سنا ہے۔ حضرت علیؑ نے پوچھا تم لوگ حتماً اپنے قول پر باقی رہو گے؟ چالیسوں افراد نے بیک زبان ہو کر کہا، ہاں ضرور! حضرت علیؑ نے آزمائش اور ان کے قول کی حقیقت پرکھنے کے لئے فرمایا کل اپنا سر منڈوا کے اسی حال میں میرے پاس آ جانا (واضح ہو کہ سر منڈوانا عرب میں غلامی کی علامت ہے) وہ لوگ حضرت علیؑ کے پاس سے چلے گئے، لیکن دوسرے روز فقط سلمانؓ، ابوذرؓ، اور مقدادؓ سر منڈوا کر آئے اور کوئی نہ آیا، دوپہر کے بعد عمارؓ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے عمارؓ کے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا خوابِ غفلت سے کیسے بیدار ہو گے، چلے جاؤ مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے تم سر منڈوانے میں میری اطاعت نہیں کر سکتے تو کس طرح

Presented by Ziaraat.Com

آہنی پتھروں سے میری اطاعت کرو گے، چلے جاؤ میں تمہارا نیاز مند نہیں ہوں۔ جب تم اپنے بال کی بازی نہیں لگا سکتے تو سر کی بازی کیسے لگاؤ گے۔

تقریباً دو سال چار ماہ بعد ابو بکر راہی ملکِ جاوداں ہوئے، ابو بکر کی موت کے بعد عمر نے جو ابو بکر کی طرف سے کسی مشورہ کے بغیر خلیفہ منتخب ہو گئے تھے۔ تقریباً دس سال چھ ماہ حکومت کی۔ اس پوری مدت میں جنابِ مقدادؓ اپنے دوسرے ساتھیوں، سلمانؓ وابوذرؓ وعمارؓ کے ساتھ ہمیشہ علیؑ کے ہمراہ رہے اور کبھی ان سے جدا نہ ہوئے، بلکہ ان کے نقشِ قدم پر گامزن رہے اور جب مغیرہ ابن شعبہ کے غلام فیروز المعروف بہ ابولولو نے عمر پر حملہ کر دیا اور ان کو بری طرح زخمی کر دیا تو وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے گننے لگے، جب ان کو یقین ہو گیا کہ اب موت کے چنگل سے فرار محال ہے تو وہ جو کہتے ہیں (چور چوری سے جاتا ہے ہیرا پھیری سے نہیں جاتا) اس کے مصداقِ کامل اُنہوں نے چند اصحابِ پیمبرؐ کو اپنے پاس بلایا اور سب کی لیاقت اور نالائقی ان کے گوش گزار کی۔ حضرت علیؑ اگر آپ ریاستِ اُمت کی باگ ڈور سنبھالتے ہیں تو لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کریں گے۔ مگر آپ میں کمی یہ ہے کہ آپ مزاح بہت کرتے ہیں (حضرت علیؑ نے نہج البلاغہ میں بعض مقام پر فرمایا کہ عمر نے صاف صاف دروغ گوئی سے کام لیا ہے) الغرض یہ کہ چھ افراد علیؑ، زبیر، عثمان، طلحہ، سعد بن وقاص، عبدالرحمن بن عوف کو معین کیا کہ یہ لوگ عمر کے مرنے کے بعد ایک جگہ جمع ہوں اور مشاورت کر کے کسی ایک کو چن لیں۔ ابوطلحہ انصاری کو حکم دیا کہ میرے مرنے کے بعد ان لوگوں پر دھیان دیتے ہوئے ایک جگہ جمع کرو اور پچاس افراد کے ساتھ تین دن تک ان پر نظر رکھو تا کہ تین دن کے اندر خلیفہ معین کر لیں اور جب اس رائے میں پانچ آدمی ایک طرف اور ایک شخص مخالف ہو تو اس مخالف کی گردن اتار لینا۔ اسی

Presented by Ziaraat.Com

طرح اگر چار افراد ہم رائے ہوں اور دو مخالف ہوں تو ان دونوں کو قتل کر دینا اور اگر تین آدمی ایک طرف اور دوسرے تین افراد دوسری طرف ہوں تو خلیفہ وہ ہوگا جس کی طرف عبدالرحمن بن ابن عوف ہوں گے۔ یعنی عثمان کے بہنوئی جدھر ہوں گے، اگر کسی نے کوئی رائے نہ دی تو ان تمام افراد کو موت کی نیند سلا دینا، تا کہ مسلمان خود خلیفہ کا انتخاب کر لیں۔ عمر کی موت کے بعد چھ افراد جمع ہوئے اور گفتگو شروع ہوئی طلحہ نے عثمان کو انتخاب کیا، زبیر نے علیؑ کو اور سعد وقاص نے عبدالرحمن بن عوف کو، پھر عبدالرحمن ابن عوف نے حضرت علیؑ کی طرف رُخ کیا، اور کہا آپ کی بیعت بعنوانِ خلیفہ اس شرط پر کریں گے کہ آپ کتاب وسنت اور سیرتِ ابوبکر وعمر کی پیروی کریں گے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں کتابِ خدا، سنتِ رسولؐ اور اپنے اجتہاد پر عمل کروں گا۔ پھر عبدالرحمن نے یہی بات عثمان سے کہی، عثمان نے فوراً قبول کرلیا، یہ بات تین مرتبہ تکرار ہوتی رہی اور حضرت علیؑ نے وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا، لیکن عثمان نے تینوں بار قبول کرلیا۔ اس طرح عثمان خلیفہ ہو گئے۔

جب وہ چھ افراد جن کا تعین عمر نے کیا تھا اُن کے بعد ایک جگہ جمع ہوئے تو مقدادؓ نے بھی درخواست کی کہ اُنہیں اس جلسے میں شرکت کا موقع دیا جائے اور فرمایا کہ میں خیر خواہی کے لئے آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اپنا وظیفہ انجام دیں جو خدا نے نصیحت وخیر خواہی میرے ذمہ کی ہے لیکن اصرار کے باوجود کسی نے مقداد کو اجازت نہ دی، مقداد نے بھی عقب نشینی نہیں کی اور اپنا وظیفہ انجام دے دیا، با آوازِ بلند اعلان کر دیا اس مرد کی بیعت نہ کرنا جس نے جنگِ بدر میں شرکت نہ کی، بیعتِ رضوانِ رسولؐ خدا کے ساتھ نہ کی اور جنگِ اُحد میں بھاگ گیا۔ مقصودِ مقداد عثمان تھے اس لئے کہ جنگِ اُحد میں سب سے پہلے عثمان نے نے راہِ فرار اختیار کی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

جنابِ مقداد کی آتش بیانی سے عثمان کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور تڑپ کر بول پڑے۔ خدا کی قسم اگر وہ مسندِ خلافت پر بیٹھ گیا تو تم کو تمہارے پہلے آقا کے پاس بھیج دوں گا۔ یعنی جس طرح پہلے غلام تھے اسی طرح پھر غلامی کی زندگی گزارو گے اور شکنجے اور تکلیف میں زندگی بسر کرو گے۔

عثمان نے تقریباً بارہ سال حکومت کی، مقدادؓ کے آخری دس سال ان کی دور حکومت میں بسر ہوئے اور ہمیشہ کی طرح جنابِ مقدادؓ مثلِ سایہ حضرت علیؑ کے ساتھ ساتھ رہے اور کبھی بھی دشمنانِ علیؑ کی طرف رُخ نہ کیا۔ اس زمانے میں مقداد نے یہی کوشش کی کہ عثمان کی تشکیلات سے کافی دُور رہیں، لہٰذا قریہ (جرف) جو مدینہ کے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے زندگی بسر کرنے لگے۔ وہاں آپ نے بہت اچھا مکان بنایا تھا جو شان وشوکت کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ تھا اور وہیں زندگی کے آخری لمحات گزارے، یہاں تک کہ پیغامِ موت آ گیا اور آپ جنّت کی طرف سدھار گئے۔ اس مدت میں ہمیشہ عثمان سے مباحثہ کرتے رہے اور کبھی بھی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور کبھی امیر المومنین نہیں کہا۔

حضرت علیؑ کے قتل کی سازش اور مقداد:-

جب حضرت علیؑ نے مہاجرین و انصار کے مجمع میں استدلال کے ساتھ اپنی حقانیت آشکار کر دی اور گھر کی طرف چلے گئے تو ابو بکر بھی اپنا سا منہ لے کر گھر کی طرف ہو لئے، لیکن پریشانی و حیرانی ان کے وجود کا احاطہ کئے ہوئے تھی۔ ایسی صورت میں اپنے مونس و مددگار عمر کو طلب کیا اور اس بات کو ان کے سامنے رکھا۔ عمر نے جواب دیا علیؑ کو قتل کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے، ابو بکر نے کہا یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ علیؑ کو کس طرح قتل کیا جا سکتا ہے۔ عمر نے کہا خالد بن ولید اس کام میں بہتر ہوگا۔ ابو بکر نے عمر کی تصدیق کی اور اسی وقت خالد کو بلوایا، خالد

Presented by Ziaraat.Com

حاضر ہوا اور خوشی خوشی اس رائے کو قبول کر لیا۔ ابوبکر نے کہا اے خالد جب لوگ مسجد میں آجائیں اور نمازِ جماعت شروع ہو جائے تو علیؑ کے پاس کھڑے ہو جانا اور جیسے ہی میں سلام تمام کروں علیؑ پر حملہ کر دینا اور ان کا سر تن سے جدا کر دینا۔ خالد نے اس عظیم فعل کے لئے خود کو آمادہ کر لیا اسماء انصاریہ (کنیزِ حضرت علیؑ) جو کہ ابوبکر کے حبالۂ عقد میں تھیں اُنہوں نے ابوبکر اور خالد کی پوری باتوں کو سن لیا۔ فوراً اپنی ایک کنیز کو حضرت علیؑ کی خدمت میں روانہ کیا اور اس سے کہا کہ جاؤ اور حضرت کے پاس فقط یہ آیت پڑھ دو۔ اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ کنیز حضرت کے پاس آئی اور یہی آیت سنائی۔ حضرت علیؑ نے کنیز سے فرمایا کہ اسماء سے کہہ دو اِنَّ اللہ یحول بینهم بین مایرید نقل دیگر میں ہے فرمایا فمن یقتل الناکثین والقاسطین والمارقین۔

ابوبکر جو اپنی تصمیم پر اٹل تھے۔ خوف و ہراس کی وجہ سے ان کی نیند اُڑ گئی تھی اور پوری رات جاگ کر کاٹ دی۔ صبح نماز کے وقت سب لوگ مسجد میں وارد ہوئے خالد اپنی شمشیر حمائل کئے حضرت کے نزدیک کھڑا ہو گیا۔ حضرت علیؑ بھی خالد کی ہر رفتار کو بغور ملاحظہ کر رہے تھے، ابوبکر نے نماز شروع کر دی اور نماز کے درمیان فکر کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئے کہ یہ کام بڑا عظیم ہے۔ بہت خوں ریزی ہوگی اور بلوہ مچے گا، اسی فکر میں ابوبکر نے نماز تمام نہ کی اور اِدھر اُدھر کرنے لگے۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ ابوبکر پر سہو و نسیان طاری ہو گیا ہے۔ آخری کتاب جب سورج طلوع ہونے لگا تو ابوبکر نے نماز کے آخر میں کہا۔ یا خالد لا تفعل فان فعلت قتلتك... السلام علیکم و رحمة الله بركاته اور یہ کہہ کر نماز تمام کر دی۔ علیؑ نے خالد کی طرف رُخ کیا اور فرمایا

Presented by Ziaraat.Com

ابوبکر نے تم کو کس چیز کا حکم دیا ہے۔ خالد نے کہا مجھے تمہارے قتل کا حکم دیا ہے۔ حضرت نے پوچھا کہ تمہارا یہی ارادہ ہے کہ مجھے قتل کرو گے، اس نے کہا اگر مجھے منع نہ کیا ہوتا تو میں آپ کو مار ڈالتا۔ یہ سنتے ہی حضرت نے خالد کا گریبان پکڑا اور زوردار جھٹکا دیا اور اُوپر اُٹھا کر اوندھے منہ زمین پر گرادیا۔ وہ اس طرح گرا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اس قوت سے حضرت اس کے سینے پر سوار ہو گئے اور چاہا کہ خالد کو دیارِ عدم کی سیر کرا دیں۔ اس وقت خالد ایسا حواس باختہ ہوا کہ ڈر کے مارے مسجد نجس کر دی۔ لوگوں حضرت علیؑ کے اردگرد جمع ہو گئے تا کہ خالد کو موت کے منہ سے نکالیں۔ لیکن کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ ایسا کرتا، آخر کار عمر نے کہا علیؑ کو قبرِ رسولؐ کی قسم دے دو۔ وہ خالد کو چھوڑ دیں گے، لوگوں نے علیؑ کو قبرِ رسولؐ کی قسم دے دی کہ خالد کو چھوڑ دیں، حضرت نے خالد کو چھوڑ دیا، اسی وقت حضرت علیؑ عمر کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کا گریبان پکڑ کر کہا، اے فرزندِ صہاک خدا کی قسم اگر رسولؐ اسلام کی وصیت نہ ہوتی اور قضا وقدرِ الٰہی پیشِ نظر نہ ہوتی تو تم کو معلوم ہو جاتا کہ کون قوی ہے اور کون ضعیف اور کس کے پاس زیادہ افراد ہیں۔ حضرت علیؑ نے اس کے بعد بیت الشرف کا رُخ کیا، اسی وقت مقداد، عباس ابن عبدالمطلب، اور زبیر، ابوذر اور دیگر بنی ہاشم کے ساتھ دفاع کے لئے آمادہ ہو گئے اور اپنی تلواروں کو نیام سے نکال کر غیظ وغضب کے ساتھ ابوبکر و عمر کے خلاف آواز بلند کی۔ اور کہا خدا کی قسم جب تک عمر کو نیست و نابود نہ کر ڈالیں باز نہ آئیں گے۔ اس وقت اس باوفا صحابیوں نے فرمایا اے دشمنانِ علیؑ تم لوگ خدا کے دشمن ہو۔ کتنا جلدی تم لوگوں نے اپنی عداوت محمدؐ و آلِ محمدؐ کے خلاف ظاہر کر دی۔ کل تم لوگوں نے

Presented by Ziaraat.Com

دخترِ رسولؐ پر اتنا ظلم کیا اور آج برادر و وصی پیغمبرؐ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہو، تم لوگوں نے بہت سارے موقعوں پر قصد کیا کہ رسولؐ اسلام کو بھی قتل کر دو، لیکن ایسا نہ کر سکے۔

مقداد، رسولؐ اللہ کی نظر میں :-

رسولؐ اللہ نے مقدادؓ کی فضیلت میں ایسا جملہ ارشاد فرمایا کہ اگر تاریخ میں اس جملہ کے علاوہ مقدادؓ کی دوسری فضیلتیں جلوہ فگن نہ ہوں تو یہی فضیلت دوسروں کی بڑی بڑی فضیلت پر بھاری ہوتی۔ ایک روز جابر ابن عبداللہ انصاری نے سلمانؓ، ابوذرؓ، عمارؓ اور مقدادؓ کے بارے میں رسولِ اسلامؐ سے سوال کیا۔ حضرت نے سب کے بارے میں کچھ نہ کچھ فرمایا اور جب مقدادؓ تک بات پہنچی تو فرمایا، مقدادؓ تو ہم میں سے ہیں۔ خدا اس کو دشمن رکھے جو مقدادؓ کا دشمن ہے اور خدا اس کو دوست رکھے جو مقدادؓ کا دوست ہے۔

مقدادؓ کی زندگی کے آخری لمحے :-

مقدادؓ نے اپنی ساری زندگی سعادت و افتخار کے ساتھ بسر کی، آخری عمر میں وہ (جرف) میں مقیم تھے۔ ۳۳ھ میں ستر سال کی عمر میں انتقال فرمایا، جب انتقال کا وقت قریب آیا تو فرمایا عثمان کو خبر دے دو کہ میں اپنے ربِ اوّل و آخر کے پاس چلا گیا۔ وہ مسلمانوں کے درمیان ایک نمایاں اور بے مثال محترم شخصیت کے حامل تھے۔ اس عہد کے اہم لوگوں اور مسلمانوں نے ان کے جنازے کو کاندھا دیا اور ان کی لاش مدینے لائے اور جنت البقیع میں سپردِ خاک کیا۔ آپ کی نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی اس میں اختلاف ہے، بعض روایتوں میں ہے کہ زبیر نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

Presented by Ziaraat.Com

قصیدہ بیادِ حضرت مقداد

علامہ مانی جائسی

بشر کے فتنے ہیں دونوں، ہے فرق نام نہاد جوابِ دوزخِ نمرود ، جنتِ شدّاد
مگر عیاں ہے نتیجہ کہ طاقتِ حق نے ہمیشہ فتنۂ باطل کو کردیا برباد
حدودِ طاقتِ حق سے قدم نہ رکھ باہر وگرنہ ہوتے ہیں پیدا یزید و ابنِ زیاد
رہیں نظر میں نمونے وہ شانِ باری کے عمل نے جن کے ہلادی ہے کفر کی بنیاد
وہ خاصگانِ خدا جن کے فیضِ باطن سے رہِ ہدایت عالم ہے تا ابد آباد
اُنہی کے دامنِ عصمت سے اعتصام رہے شرف ہیں آیۂ تطہیر کے جو پاک نہاد
یہ جس مقام سے گزرے وہ خُلد بن کے رہا قدم سے ان کے سرفراز ہو گئے ہیں بلاد
بڑھی کسی کی ولادت سے شان کعبے کی کسی شہید سے ہے کربلا بہشت سواد
کسی کے ساتھ زہیر و حبیب و مسلم ہیں کسی کے ساتھ ہیں سلمان و بوذر و مقداد
فقط اطاعتِ مولا سے کام تھا ان کو نہ ان کو خواہشِ دنیا نہ جنت ان کی مراد
اب آگیا ہے جو ذکرِ صحابیٔ حیدرؑ تو ایک مطلعِ نو بھی ہے تذکرے کا مفاد
نبیؐ کے بعد بھی جب تک جئے تم اے مقداد رہے علیؑ ولی ہی کے تابع و منقاد
جہاں خلافِ علیؑ ہوگیا ، نہ بدلے تم جو آبِ زر سے لکھی جائے وہ ہے یہ روداد
رہے اندھیرے اُجالے میں تم رفیقِ علیؑ انہی کے ساتھ، بہرحال تم رہے دل شاد
تمہیں تھا رشتۂ پیغمبرؐ و وصی معلوم علیؑ کے حکم کو سمجھے رسولؐ کا ارشاد
علیؑ کے نقشِ کفِ پا تھے ہادیٔ مقصود غبارِ راہِ علیؑ ہی تھا منزلوں کا سواد
تمہیں یہ فیضِ غلامیِ حیدرِ صفدر نعیمِ خُلد مبارک ہو حضرتِ مقداد

Presented by Ziaraat.Com

مجھے بھی ہے شرفِ بندگیِ شاہِ زمن — مجھے بھی شوقِ حضوری ہے انتہا سے زیاد
حضورِ خسروِ کون و مکاں میں عرض کرو — کہ بندِ غم سے کریں اس غلام کو آزاد
بہت دہلتا ہے دل نزع کے شدائد سے — کسے خبر ہے کہ کیا پیش آئے گی روداد
خیالِ مرقد و برزخ بھی اک قیامت ہے — یہ سخت مرحلے آسان ہوں جو ہو امداد

بروزِ حشر شفاعت ہو اس وسیلے سے
کہ ہے حضور کا مدّاح مانؔی ناشاد

Presented by Ziaraat.Com

جناب عدی بن حاتم

صاحبِ استیعاب نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ اکابر مہاجرین میں سے تھے اور ان کے اسلام لانے کے دن جنابِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت خوشی فرمائی تھی اور اپنی ردائے مبارک ان کے لیے بچھادی تھی اور زبان معجز بیانِ سے فرمایا تھا کہ جب تمہارے پاس کوئی کریم آئے تو اس کا اکرام کرو۔ عدی ممدوح جنگِ جمل وصفین ونہروان میں ملازمِ رکاب ولایت مآب حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام رہے اور جنگِ جمل میں ان کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ زمخشری نے کتاب ربیع الابرار میں تحریر کیا ہے کہ معاویہ نے ایک خط عدی بن حاتم کو لکھا اور اپنی بیعت کی خواہش کی تھی۔ عدی نے دو شعروں میں جواب دیا جس کا مفہوم یہ ہے۔

"یعنی جدال کرتا ہے۔ مجھے اور جھگڑتا ہے معاویہ بن صخر
باغی یعنی معاویہ کی طرف جانے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ وہ مجھے
ابوالحسن علیؑ کے بارے میں نصیحت کرتا ہے درآنحالیکہ میرا حصہ
ابوالحسن کے بارے میں یعنی ان کی محبت میں بہت بڑا ہے"۔

مروی ہے کہ جب عدی بن حاتم کو بعد شہادتِ حضرت علی علیہ السلام مجلسِ معاویہ میں جانا پڑا اور اس مجلس میں عبداللہ بن زبیر، جو جنگِ جمل میں قتل ہونے سے بچ گئے تھے حاضر تھے، عبداللہ نے معاویہ سے کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں ایک

Presented by Ziaraat.Com

گروہِ قریش کے شمول میں عدی بن حاتم سے باتیں کروں اس لیے کہ شیعوں کا گمان ہے کہ خوش بیانی اور سخنوری میں کوئی ان کا مثل نہیں ہے، معاویہ نے کہا کہ عدی حقیقت میں ایسے ہی حاضر جواب اور زبان آور ہیں جیسا شیعہ انھیں کہتے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ان سے مناظرہ کر کے تم اپنے کو ضائع نہ کرو اور مجھ کو تکلیف ہو۔

عبداللہ بن زبیر اور تمام حاضرینِ قریش نے اصرار کیا پس عبداللہ نے ابتدا کی کہ اے ابا طریف کس روز تمہاری آنکھ لوگوں نے ضائع کی؟

عدی نے جواب دیا کہ جس روز تمہارے باپ میدانِ جنگ سے بھاگ گئے اور بری طرح سے مارے گئے تھے اور اشتر نے تمہارے سر پر نیزہ مارا تھا جس سے تم بھاگے تھے تب معاویہ نے کہا کہ آخر میں کہتا نہ تھا کہ تم اُن سے مقابلہ نہ کرو۔

کتاب غرور الفوائد ورالقلائد میں جو مولفات سید محمد مرتضیٰ علم الہدیٰ علیہ الرحمہ میں لکھا ہے کہ جب عدی بن حاتم بعد شہادت حضرت علی علیہ السلام معاویہ کے پاس آئے تو اس نے بطور شماتت ان سے پوچھا کہ تمہارے تینوں بیٹے طریف و طراف وطرفہ کیا ہوئے۔

عدی نے جواب دیا کہ ''حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے'' معاویہ نے کہا کہ ''ابنِ ابی طالب نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ اپنے بیٹوں کو صحیح و سالم رکھا اور تمہارے بیٹوں کو قتل ہونے دیا''۔ عدی نے جواب دیا کہ ''میں نے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا اس لیے وہ شہید ہو گئے اور میں زندہ ہوں۔ علّامہ حلّی نے خلاصۃ الاقوال میں تحریر فرمایا ہے کہ عدی بن حاتم طائی منجملہ ان اصحاب کے ہیں جنھوں نے حضرت امیر علیہ السلام کی طرف رجوع کیا اور مستبصر ہو گئے۔

Presented by Ziaraat.Com

سعید بن قیسِ ہمدانی

بزرگان قبیلۂ ہمدان اور فدائیانِ امیر المومنینؑ سے کتاب فتوح عاثم کوفی نے لکھا ہے کہ سعید بن قیس جنگِ جمل میں سوارانِ میسرۂ لشکرِ حضرت امیر المومنینؑ کے سردار تھے اور جنگِ صفّین میں عدیل بن بدیل بن ورقاء الخزاعی کے ہمراہ سوارانِ جناح کے سردار تھے اور جنابِ امیر المومنینؑ نے اپنے دیوانِ حقائق بیان میں فضائلِ قبیلۂ ہمدان اور جنگِ صفّین میں ان کی جانفشانی کا ذکر فرمایا ہے۔ جنگِ جمل میں آپ برابر حملے پر حملہ کر رہے تھے اور دیگر جاں نثاری کے کارنامے پیش کر رہے تھے۔ ابنِ عاثم کوفی نے لکھا ہے کہ عمر بن حصین سکونی جنگِ صفّین میں علی مرتضیٰ علیہ السلام کے پسِ پشت آیا اور حملہ نیزے کا کرنا چاہتا تھا کہ زخمی کر دے چنانچہ سعید بن قیس نے بڑھ کر اس کو قتل کر دیا اور وہ اشعار کہے جن کا ماحصل یہ ہے کہ ''معاویہ بن سحر کو یہ خبر پہنچا دی جائے کہ ہم ہمیشہ تیرے دشمن رہیں گے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہمارے والد ابوالحسنؑ علی ہیں اور ہم ان کے فرزند ہیں اور ہم سوائے ان کے کسی کو نہیں چاہتے اور یہی عینِ ہدایت ہے اور یہی ہماری بڑی خوش قسمتی ہے''۔ معاویہ نے جب یہ سنا تو اُس نے تمام قبائل یحصب وکندہ ولخم وخرام کو ذوالکلاحِ حمیری کے ہمراہ بھیجا۔ حضرت امیر نے خاص کر قبیلہ ہمدان کو پکارا سب لبیک لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھے حضرت نے فرمایا:-

Presented by Ziaraat.Com

اس لشکر سے مقابلہ کرو جو معاویہ نے خاص تمہارے لیے بھیجا ہے۔ سعید بن قیس نے معہ اپنے قبیلے کے اس لشکر پر حملہ کر دیا اور صفوں کو درہم و برہم اور منتشر کر دیا حتیٰ کہ ان کو بھگاتے ہوئے سراپردۂ معاویہ تک جا پہنچے اور کئی سردارانِ نامی کو ان میں سے قتل کیا۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ حضرت امیر نے اس جنگ کو پسند کیا اور سعید بن قیس کو معہ ان کی قوم کے اپنے سامنے بلایا اور ان کی مدح فرمائی اور فرمایا کہ اے آلِ ہمدان تم بجائے میرے جوشن و سپر و تیر و کمان کے ہو۔ میں ہمیشہ تم سے مدد حاصل کرتا رہا ہوں، اے سعید تو میری چشمِ بینا اور بجائے میرے ہاتھ کے ہے، میں ہر وقت اور ہر کام میں تیری شجاعت و مردانگی اور خردمندی پر اعتماد کرتا رہوں گا۔ قسم خدا کی اگر تقسیم بہشت میرے ہاتھ ہوئی تو اے قبیلۂ ہمدان تم کو بہشت کے بہترین مقام میں اُتاروں گا۔

سعید بن قیس نے عرض کی کہ یا امیر المومنین یہ کام ہم محض خداوندِ عالم کے لیے کرتے ہیں آپ پر کوئی احسان نہیں ہے۔ خداوندِ عالم اس کی جزا اور اس کا ثواب پورے طور پر ہمیں عنایت کرے گا۔ جو خدمت سخت سے سخت ہو وہ آپ ہم سے متعلق کر دیجئے اور جہاں جی چاہے بھیج دیجئے ہم دل و جان سے آپ کو دوست رکھتے ہیں اور آپ کے مطیع ہیں۔ حضرت امیر المومنینؑ نے ان کی تعریفیں فرمائیں اور وہ لوگ اپنی کارگزاری پر مسرور و خوش ہوئے۔ جناب سعد کی بجائے سعید بن قیس معلوم ہوتے ہیں جو کتاب کی وجہ ہے۔ قیس ہمدانی کے علیحدہ حالات نظر انداز کیے جاتے ہیں۔ بس قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری کے متعلق یہ ذکر ملتا ہے کہ آپ صحابۂ سیدِ ابرار میں سے تھے اور طریقِ جنگ آزمائی میں ہر جوان و پیر سے سبقت حاصل کی۔ صاحب اِستیعاب نے مالک بن انس

Presented by Ziaraat.Com

سے نقل کی ہے کہ وہ رسالت مآبؐ کے ایسے مقرب تھے جیسے بادشاہوں کے داروغہ مقرب ہوتے ہیں اور روزِ فتح مکہ کبھی علم پیغمبران کے پدرِ بزرگوار سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں رہتا تھا اور کبھی ان کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ جنگِ جمل اور صفین میں یہ حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ رہے اور کبھی آپ سے جدائی نہیں اختیار فرمائی۔ تفصیل کے ساتھ حالات قیس اور ان کے خاندان کی بزرگی کے اِستیعاب میں ملیں گے جن کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ (ترجمہ فتوح)

Presented by Ziaraat.Com

جناب بدیل خزاعی

کتاب خلاصہ ابنِ داؤد میں اتنا پتہ چلتا ہے کہ عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی اور ان کے دونوں بھائیوں محمد و عبدالرحمن کو جنابِ رسالت مآبؐ نے ان کے باپ بدیل کے پاس یمن بھیج دیا تھا اور آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس رہے یہاں تک کہ جنگِ صفین میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ صاحبِ استیعاب نے لکھا ہے کہ عبداللہ معہ اپنے باپ کے قبل فتح مکہ مسلمان ہوئے تھے اور یہ قبیلۂ خزاعہ کے رؤسا میں سے تھے اور خزاعہ جنابِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے راز دار تھے۔

شعبی نے روایت کی ہے کہ عبداللہ جو بدیل کے فرزند تھے جنگِ صفین میں دو زرہ پہنے تھے اور دو تلواریں لیے تھے اور اہلِ شام کو قتل کرتے جاتے تھے...... اور برابر تلواریں مارتے اور مقابل کو گراتے جاتے تھے یہاں تک کہ معاویہ کے پاس پہنچ گئے اور اس کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا، اصحاب جو اس کی حوالی میں تھے ان کو متفرق کر دیا آخرکار اس کے ساتھیوں نے متفق ہو کر پتھر برسانا شروع کیے اور تلواریں اور تیر بھی مارتے تھے یہاں تک کہ بدیل کے فرزند عبداللہ شہید ہو گئے اور باپ بیٹے نصرتِ حق میں سرفراز ہوئے۔

Presented by Ziaraat.Com

جنابِ اویس قرنی

سہیل ملک یمن اور آفتاب قبیلہ قرن سے متعلق تھے اور تابعین کے آٹھ زاہدوں میں ان کا بھی شمار ہے جنہوں نے زہد کی انتہا کردی۔ جنابِ خاتم المرسلین نے اویس کی شان میں نفس الرحمن اور خیر التابعین فرمایا ہے۔

اویس عہدِ پیغمبر میں موجود تھے اور غائبانہ آپ پر ایمان لائے تھے لیکن اپنی ضعیف والدہ کی خدمت میں مشغول و مصروف رہتے تھے حتیٰ کہ حضرت سرورِ کائنات کی زیارت سے مشرف نہیں ہو سکے تھے۔ دن کو شتر بانی کرتے تھے اور اس کی مزدوری سے اپنا اور اپنی ماں کا خرچ چلاتے تھے۔

سیّد محمد نور بخش نور اللہ مرقدہٗ نے کتاب ''شجرۂ اولیاء'' میں لکھا ہے کہ اویسِ قرنی مجذوب و مقدس ہیں جن کو رسولِ اکرمؐ نے ولی فرمایا ہے کہ یمن کی طرف سے نفس الرحمن کا احساس کرتا ہوں اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ سیّدِ تابعین ہیں پس جس کی تعریف خود رسولؐ خدا نے فرمائی ہو اُس کو اُمت میں کسی کی تعریف کی کچھ حاجت نہیں۔ جناب حیدر بن علی آملی نے اوائلِ کتاب ''منبع الاسرار'' میں لکھا ہے کہ اویس قرنی کی جلالتِ قدر اور رازدارِ اسرارِ الٰہی ہونے کی وجہ سے جنابِ رسالت مآب جب یمن کی طرف سے ان کے انفاسِ شریفہ کی خوشبو سونگھتے تھے تو فرماتے تھے کہ ''میں یمن کی طرف سے روحِ رحمن سونگھ رہا ہوں''۔ حضرت سلمان نے حضور ختمی مرتبت سے سوال کیا کہ ''وہ کون شخص ہے''؟

Presented by Ziaraat.Com

حضرت نے فرمایا کہ ''یمن میں ایک شخص ہے جسے اویس قرنی کہتے ہیں۔ وہ روزِ قیامت تنہا ایک امت کے مثل محشور ہوگا اور اس کی شفاعت میں مثل قبیلۂ ربیعہ ومضر کے داخل ہوں گے۔ آگاہ ہو کہ جو شخص تم میں سے انھیں دیکھے وہ میرا سلام پہنچادے اور ان کو حکم دے کہ وہ مجھے (بلائیں یا) میرے لیے دعا کریں''۔

کتاب ''تذکرۃ الاولیا'' میں ہے کہ جب جنابِ امیرؑ اور عمر نے حسبِ وصیت جنابِ رسالت مآبؐ کے آنحضرت کا سلام اویس کو پہنچایا اور عمر نے ان کو دیکھا کہ وہ ایک ستری گلیم اوڑھے برہنہ سر و برہنہ پا ہیں اور دونوں عالم تونگری کو اپنی گلیم میں چھپائے ہوئے ہیں تو اپنی خلافت انہیں حقیر معلوم ہوئی اور کہا ''کون شخص ایسا ہے جو خلافت مجھ سے ایک روٹی کے عوض میں مول لے لے''۔ اویس نے کہا کہ ''اے عمر کون ایسا بے عقل ہے جو روٹی دے کر خرید کرے گا یہ تو کیا بیچ رہا ہے پھینک دے جس کا جی چاہے گا اُٹھالے گا''۔

منقول ہے کہ وہ سہیل یمن بعض راتوں میں کہتے تھے کہ یہ رکوع کی رات ہے اور پوری رات سجدے میں بسر کر دیتے تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ سجود کی رات ہے۔ کسی نے ان سے کہا کہ ''اے اویس تم کو عبادت کی اتنی طاقت کیسے حاصل ہوئی کہ ایسی طولانی راتیں ایک حالت میں کاٹ دیتے ہو''؟۔ جواب دیا کہ ''رات طولانی کہاں ہوتی ہے؟ کاش کہ ازل سے لے کر ابد تک ایک رات ہوتی اور میں پوری رات ایک سجدہ میں کاٹ دیتا اور اچھی طرح گریہ وزاری کرتا''۔

''حبیب السیر'' میں مذکور ہے کہ ایک دن اویسِ قرنی آبِ دریائے فرات کے کنارے وضو کر رہے تھے کہ ایک طبل کی آواز کان میں آئی۔ لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیسی آواز ہے لوگوں نے جواب دیا کہ حضرت امیر المومنینؑ کی فوج جنگ معاویہ کے لیے جارہی ہے اویس نے کہا کہ کوئی عبادت میرے نزدیک متابعت

Presented by Ziaraat.Com

علی مرتضیٰؑ سے افضل نہیں ہے۔

چنانچہ یہ کہہ کر اسی طرف دوڑے اور ملازم رکاب فیض انتساب ہوئے یہاں تک کہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

کتاب ''تحفۃ الاحیا'' میں عبداللہ بن عباس سے نقل ہے کہ جب ہم لوگ حضرت امیرؑ کے ساتھ مقامِ ذیقار میں پہنچے تو کوفے اور اس کے توابع ولواحق کا لشکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ آج ۲۱ فوجیں ہمارے پاس آئیں گی اور ہر فوج میں ہزار آدمی ہوں گے۔ ابنِ عباس کہتے ہیں کہ میرے قیاس میں یہ امر بعید معلوم ہوا مگر ولایت مآب میرے دل کا حال سمجھ گئے۔ حکم دیا کہ اس صحرا میں دو نیزے نصب کر دیے جائیں تا کہ جو لشکر آئے وہ ان دو نیزوں کے درمیان سے میں ہو کر گزرے۔ لوگوں کو یہ بھی حکم دیا کہ بہت تحقیق کے ساتھ ہر فوج کے افراد کو شمار کیا جائے۔ جب غروب کا وقت قریب ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ ایک آدمی کم ہے وہ بھی آنے والا ہے۔ دیکھا کہ ناگاہ ایک مرد پیادہ پا اپنا سامان باندھے ہوئے پشت پر آرہا ہے۔ نہایت ضعیف ونحیف و لاغر چہرہ زرد غبار آلود ہے۔ جب حضرت کی خدمت میں آیا تو سلام کیا حضرت نے جوابِ سلام دینے کے بعد نام وقبیلہ دریافت کیا۔ عرض کی میں اویسِ قرنی ہوں یا امیر المومنینؑ ہاتھ بڑھایئے کہ میں بیعت تو کرلوں۔ فرمایا تم کس چیز پر بیعت کرو گے، عرض کی اس وعدے پر کہ آپ کی نصرت و مددگاری میں اپنے کو چھوڑ دوں اور اپنا سر آپ پر نثار کر دوں۔

ایک دن اپنی ماں سے اجازت مانگی۔ ماں نے کہا کہ جاؤ لیکن رسولِ خدا مکان میں نہ ہوں تو ٹھہرنا نہیں اور فوراً واپس آنا۔ مدینے جب پہنچے مکان پر حضرت موجود نہ تھے فوراً یمن کی طرف واپس ہو گئے۔ آں حضرت جب مکان

Presented by Ziaraat.Com

میں تشریف لائے تو آپ نے گھر میں ایک نور دیکھا جو کبھی نہ دیکھا تھا۔ دریافت فرمایا کہ دروازۂ مکان سے کوئی آیا تھا؟ جواب ملا کہ ہاں یمن سے ایک شتربان اویس نامی آیا تھا اور سلام کہہ کر واپس گیا حضرت نے فرمایا کہ ہاں۔ یہ اویس کا نور ہے جو خود چلے گئے اور نور بطور ہدیہ ہمارے گھر میں چھوڑ گئے۔

اویسِ قرنی (نجم آفندی)

حُسن کے واقفِ اسرار اویسِ قرنی
اے محبت کے فداکار اویسِ قرنی

تیرے جذبے کا تقدُس ترے احساس کا نُور
عشقِ برحق کا ہے آئینِ وفا کا دستور

کس بلندی پہ ستارے ہیں درخشاں تیرے
قیمتی ہو گئے کتنے دُرِ دنداں تیرے

اُسوہ اس شان کا تاریخ کو مطلوب بھی تھا
ماں کی خدمت بھی غمِ فرقتِ محبوب بھی تھا

جس کی خوشبو سے ہے فطرت کی چمن آرائی
اُس کی محفل میں قرن سے تری خوشبو آئی

جس پہ نازاں ہے طریقت وہ شرف تجھ کو ملا
تُجھ سے مضبوط ہوا سلسلۂ اہلِ ولا

جستجو تجھ کو نبیؐ کی تھی علیؑ کو پایا
جس کا شیدا تھا بہر شکل اُسی کو پایا

جلوہ افروز امامتؑ میں رسالت دیکھی
تو نے آئینہ میں محبوب کی صورت دیکھی

تو اک اربابِ تصوّف میں سپاہی نکلا
پھر نہ ایسا کوئی میدان کا راہی نکلا

حق کے اظہار کو صفین کا عنوان ملا
اُحد و بدر سے ملتا ہوا میدان ملا

موت اے مردِ مجاہد تری انگڑائی ہے
سایۂ پرچمِ کرّارؑ میں نیند آئی ہے

تشنہ کاموں میں ترا فیض ہے ساقی اب تک
بزمِ عرفاں میں تری یاد ہے ساقی اب تک

Presented by Ziaraat.Com

جناب جابر ابنِ عبداللہ انصاری

جناب جابر ابنِ عبداللہ انصاری اصحابِ رسولِ خداؐ سے تھے اور جنگِ بدر اور دیگر اٹھارہ لڑائیوں میں رسولؐ کے ساتھ رہے۔

حضرت امام جعفرِ صادقؑ سے روایت ہے کہ وہ اصحابِ رسولؐ سے سب سے آخر میں باقی رہنے والے شخص ہیں اور ان کی بازگشت ہم اہلِ بیتؑ کی طرف تھی۔

کتاب ''خلاصہ'' میں فصل بن شاذاں سے روایت ہے کہ وہ ان سابقین صحابہ میں ہیں جنھوں نے بعدِ رسولؐ حضرت علی مرتضیٰؑ کی طرف رجوع کیا تھا اور ابنِ عقدہ نے جو اکابر محدثین میں سے ہیں ان کی محبت اہلِ بیتؑ اور متابعتِ اہلِ بیتؑ کی تصریح کی ہے کہ وہ آخر ان صحابہ کے ہیں جنھوں نے مدینے میں وفات پائی۔ جنگِ صفین میں آپ حضرت علیؑ کے ہمراہ تھے استیعاب میں اس کا ذکر ہے۔ ابو عمر کشی نے لکھا ہے کہ جابر سیاہ عمامہ باندھتے تھے اور مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر مسائلِ دینی بیان کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ بولے اور کہنے لگے ''یا باقِرَ العلم'' اہلِ مدینہ نے جب یہ کلمے سنے تو کہنے لگے جابر بن عبداللہ بڈھے ہوگئے ہیں، ہذیان بکتے ہیں، جب یہ بات جابر نے سنی تو انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں ہذیان نہیں بکتا بلکہ پیغمبرِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ تم عنقریب میرے اہلِ بیتؑ میں سے ایسے مرد کو دیکھو گے جس کا نام میرا ہوگا اور جس کے شمائل میرے شمائل ہوں گے، وہ علم کو اس طرح شگافتہ

Presented by Ziaraat.Com

کرے گا جو شگافتہ کرنے کا حق ہے میں نے یہ کلام معجز بیان پیغمبرؐ انام سے سنا ہے مجھ کو ان کے دیکھنے کی بہت آرزو ہے جو مجھے بے اختیار کر رہی ہے۔

ایک دن جابر مدینے کی گلیوں سے گزر رہے تھے کہ امام زین العابدینؑ کے دروازے سے ایک لڑکے کو دیکھا کہ جس سے رسولِ خداؐ کے شمائل ظاہر تھے اپنے پاس بلایا، حضرت سامنے آئے جابر نے کہا ذرا پلٹ جایئے پلٹ گئے۔ جابر نے اپنے جی میں کہا کہ یہ شمائل تو پیغمبر کے شمائل ہیں، ان کو قسم دی کہ آپ کا کیا نام ہے انھوں نے فرمایا محمد بن علی بن الحسین بن علی ابنِ ابی طالب یہ سن کر جابر آگے بڑھے اور انھوں نے سر مبارک پر بوسہ دیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کے جدِّ امجد نے آپ کو سلام کہا ہے۔ حضرت یہ خبر سن کر متاثر ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہو کر ذکر کیا۔ جناب زین العابدینؑ نے اس خبر کے افشا ہونے سے اندیشہ فرمایا آخر جابر نے سلام و پیام کو ظاہر کیا اُنھوں نے عرض کی کہ ہاں! امام نے فرمایا کہ اے فرزند اب تم گھر میں بیٹھو اور باہر نہ جاؤ اس لیے کہ لوگ تمہاری طرف رجوع کرنے لگیں گے اور دشمنوں کے مظالم ہم پر بڑھ جائیں گے۔ بعد ازاں جابر ہر صبح و شام امام محمد باقرؑ کی خدمت میں تنہا حاضر ہوتے تھے اور علم کی باتیں سیکھتے تھے۔ اہلِ مدینہ اس امر سے تعجب کرتے تھے۔

یہ ذکر ''روضۃ الشہداء'' میں اس طرح ہے:-

آخر عمر میں جابر کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ ایک دن امام محمد باقرؑ اپنے عنفوانِ شباب میں ان کے پاس تشریف لائے اور ان پر سلام کیا جابر نے جوابِ سلام دے کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا محمد بن علی بن حسین ہوں۔ جابر نے عرض کی کہ اے سردار میرے پاس آیئے اور اپنا ہاتھ مجھے دے دیجیے۔ امام نے اپنا ہاتھ جابر کے ہاتھ میں دے دیا، جابر نے ہاتھ پر بوسہ دیا اور چاہا کہ پاؤں پر بھی

Presented by Ziaraat.Com

بوسہ دیں لیکن امام نے پاؤں نہ دیئے۔ جابر نے عرض کی کہ اے فرزند رسولؐ حضرت رسولؐ خدا نے آپ کو سلام کہا ہے امام نے فرمایا "علیٰ رسول اللہ السلام و رحمتہ اللہ وبرکاتہٗ پھر جابر سے فرمایا کہ" اے جابر اس کا حال بیان کرو"۔ جابر نے عرض کی کہ "ایک روز میں رسولؐ خدا کے ساتھ تھا۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے جابر شاید تم اس وقت رہو کہ میرے ایک فرزند سے ملاقات کرو جن کا نام محمدؐ بن علی بن حسین ہو۔ خداوندِ عالم اس کو اپنا نور اور حکمت دے گا، اسے میری طرف سے سلام پہنچا دینا" نیز کتاب کشی میں مذکور ہے کہ جابر عصا ہاتھ میں لیے ہوئے کوچہ ہائے مدینہ اور وہاں کی مجالس میں جاتے تھے اور کہتے تھے "علی خیر البشر میں ابیٰ فقد کفر" یعنی علی خیر البشر ہیں جو شخص اس سے انکار کرے یقیناً کافر ہے" اور اے گروہِ انصار اپنی اولاد کو محبتِ علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ ادب سکھاؤ جو شخص انکار کرے اس کی ماں کی حالت پر غور کرو۔

اس مفہوم کا شعر ملاحظہ ہو۔

محبتِ شے مرداں مجوز بے پدرے
کہ دستِ غیر گرفتہ است پائے مادرِ اُو

یہ جابر وہی مقدس بزرگ ہیں جو اوّل زائر قبر سید الشہداء علیہ السلام ہوئے اور اسی روز اہلِ بیت کا قافلہ قید سے چھوٹ کر قبرِ سیّد الشہدا پر پہنچا تھا اور جنابِ زینبؑ خاتون ثانیِ زہرا بھائی کی قبر پر فریاد و نالہ و زاری فرما رہی تھیں۔

جابر کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ آپ مقامِ صبر تک پہنچے ہوئے تھے۔ جابر آخر عمر میں مبتلائے ضعفِ پیری ہو گئے تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام آپ کی حالت معلوم کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ (اوصاف الاشراف)

Presented by Ziaraat.Com

حضرت ابوایوّب انصاری

حضرت ابوایوّب انصاری زید کے فرزند تھے۔ نام ان کا خالد تھا لیکن کنیت نام پر غالب آ گئی تھی انھوں نے جنگِ بدر اور دیگر جنگوں میں مثلاً جنگِ جمل و صفین و نہروان میں حضرت امیر المومنینؑ کی ہمراہی میں جہاد کیا۔ "فتوح ابن عاثم کوفی میں "مذکور ہے کہ ابوایوب نے زمانۂ جنگِ صفین میں ایک روز لشکرِ حضرت علیؑ سے نکل کر لشکر شام سے مبارز طلبی کی، بہت پکارا مگر کوئی مقابلے کے لیے نہ آیا حتیٰ کہ آپ معاویہ کے خیمے تک پہنچ گئے۔ معاویہ خیمے کے در پر کھڑا تھا ابوایوب کو دیکھ کر بھاگا اور دوسرے دروازے سے نکل گیا۔ بہت نامی آدمیوں کو زخمی کر کے بھگا دیا۔

معاویہ کی طرف ایک شخص نے جس کا نام مترفع بن منصور تھا کہا کہ "اے معاویہ اس کی فکر نہ کرو میں اسی طرح علیؑ کے خیمہ کی طرف جاتا ہوں اگر علیؑ کو پالیا تو ان کو زخمی کر کے آؤں گا" یہ کہہ کر گھوڑا بڑھایا اور حضرت امیر کے خیمہ کی جانب بڑھا ناگاہ ابوایوّب انصاری کی نظر پڑ گئی بالآخر ایسا وار کیا کہ وہ قتل ہو گیا اور لوگ نہ سمجھ سکے کہ وہ قتل ہو گیا۔ ابوایوب کی تیز دستی پر سب متعجب ہوئے۔

ابوایوّب معاویہ کے زمانے میں جنگِ روم گئے تھے اثنائے راہ میں بیمار ہو گئے اور وصیت فرمائی کہ جہاں پر لشکرِ کفار سے ملاقات ہو اسی جگہ مجھے دفن کر دینا۔ چنانچہ اس وجہ سے شہر استنبول کے باہر شہر پناہ کے قریب دفن ہوئے۔ روضے پر آپ کے مسلمان و نصاریٰ دونوں طلبِ باراں کے لیے دعا مانگنے آتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ صاحبِ استیعاب نے لکھا ہے کہ جب اہلِ روم لڑائی سے فارغ ہوئے تو انھوں نے ارادہ کیا کہ ابوایوب کی قبر کھود ڈالیں۔ ناگاہ اس روز بہت زور کی بارش ہوئی یہ طوفانی کیفیت دیکھ کر لوگ خائف ہوئے اور باز رہے۔

آپ جلیل القدر صحابی امیر المومنینؑ کے تھے۔ آپ صاحبِ نخلستان تھے۔ مکان آپ کا دومنزلہ تھا۔ آپ کے یہاں پارچہ بافی ہوتی تھی اور کپڑا بُنا جاتا تھا۔ جب بعدِ ہجرت رسولِ کریمؐ مدینے پہنچے تو شہر کے باہر ٹھہرے۔ انصار زیارت کو آتے تھے اور ہر شخص کی آرزو تھی کہ آپ ہمارے گھر میں قیام فرمائیں۔ اونٹنی تمام جگہ پھری بالآخر حضرت ابوایوب کے دروازے پر بیٹھ گئی اور آپ وہیں اتر پڑے۔ سات ماہ ان کے مکان میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ عبادت گذار، پابندِ شریعت حافظِ قرآن، بہادر جری تھے۔ جب رسولِ اکرمؐ نے وفات پائی تو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جناب ابوایوب اس موقعے پر موجود تھے۔ جناب ابوایوب کی ذات تمام مسلمانوں میں غیر اختلافی ہے۔ آپ جنگِ جمل اور صفین و نہروان تینوں لڑائیوں میں شریک رہے اور علی کی معیت میں رہے۔ جنگِ جمل بصرہ کے قریب ہوئی تھی، پھر جنگِ صفین ہوئی اور اسی کے ساتھ ہی نہروان کی لڑائی ہوئی، آپ کو میزبانی رسول کا شرف حاصل تھا۔ سالِ وفات ۵۱ ہجری ہے اور مزارِ ایوبی استنبول قسطنطنیہ میں ہے، بڑی شاندار عمارت ہے جس میں مسجد و خانقاہ، مدرسہ اور مہمان خانہ ہے اور یہ مزار مرکزِ زیارت بنا ہوا ہے۔

قوم نور باف (یعنی جولاہے) کا خیال ہے کہ ہم لوگ ابوایوب انصاری کی شاخ اور سلسلے سے ہیں اور یہ کپڑا سازی جو ہمارے جد کے یہاں ہوتی تھی اسی میں ہم کو ترقی کرنا چاہیئے اور ہینڈ لوم صنعت میں اضافہ ہمارا فرض ہونا چاہیے۔ جولاہے فی زمانہ تقریباً سب اپنے کو انصاری کہتے ہیں لہٰذا ہمیں بھی ان سے

Presented by Ziaraat.Com

اختلاف کی کوئی وجہ نہیں کہ حقیقت کا کیا رخ ہے۔ ہمیں تو یہ کہنا ہے کہ اگر وہ اپنے کو حضرت ابوایوب انصاری کی نسل سے سمجھتے ہیں تو جُوان کے کردار اور خیالات ہیں یعنی جنگِ جمل وصفین ونہروان کی شرکت تو پھران کو سیرتِ معاویہ اور یزید سے دوری اختیار کرنا فرض ہے ورنہ وہ خلفِ صادق نہیں ہو سکتے۔ یہ ہمیں تسلیم ہے کہ ایامِ عزا میں جو انصاریان تعزیہ داری میں اپنا جوش نصرت پیش کرتے ہیں وہ تو اسی خون کا اثر معلوم ہوتا ہے لیکن برخلاف اس کے عقائد میں اختلافی صورتیں پیدا ہو جائیں یہ ان کی نسل کا اثر نہیں ہو سکتا بلکہ عقائد کی طرف متوجہ ہونا بھی ضروری ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

سُلیم بن قیس الہلالی

تابعی کبیر الشیخ ابو صادق سُلیم بن قیس الہلالی العادی الکوفی خواص امیر المومنین امام علیؑ ابن ابی طالب، امام حسینؑ، امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقر علیہم السلام میں سے ہیں۔ آپ معصومین علیہ السلام کے درمیان ثقہ تھے آپ کی کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اپنے موضوع کی پہلی کتاب ہے۔

سُلیم کا نام نامی اسلامی تاریخ کے صفحات میں سونے کے حروف سے لکھے جانے کا مستحق ہے۔ سُلیم کی اصل بنی ہلال بن عامر ہے یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے حجاز کو اپنا وطن بنالیا تھا اور جناب اسماعیل بن ابراہیمؑ کی اولاد میں سے تھے۔

سُلیم کی پیدائش ہجرت سے دو سال قبل ہوئی تھی اور آپ کی عمر رسول مقبول صلی علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے وقت تقریباً بارہ ۱۲ سال تھی۔

سُلیم بن قیس رسولؐ اسلام کی وفات کے بعد دورِ خلافت ثانیہ میں عازم مدینہ ہوئے اور اسی عہد میں آپ نے اپنے علمی جہاد کا آغاز کیا اس وقت سُلیم کی عمر تقریباً سولہ ۱۶ سال تھی۔

سُلیم نے مدینہ میں اصحابِ رسول اعظمؐ سے فرداً فرداً ملاقاتیں کیں۔ ان سے احادیث رسولؐ سنیں، سُلیم امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کے اصحاب کرام سلمان، ابوذر اور مقداد وغیرہ سے ملاقات کرتے تھے،

Presented by Ziaraat.Com

ان سے استفادہ کیا سیرت مرسل اعظم اور احادیث کی معلومات حاصل کیں۔

واقعہ سقیفہ کی تفصیلات سُلیم نے تین اصحابِ رسولؐ سے حاصل کیں۔ سلمان، عبداللہ ابنِ عباس اور براء ابنِ عازب۔ یہ سب کے سب قضیہ سقیفہ میں حاضر تھے اور اس کے شاہد تھے۔ اس طرح سُلیم نے اپنے زمانے میں تمام واقعات کو بچشم خود دیکھا۔ عہد امیر المومنین واقعہ جمل، ۴۰ ہجری میں واقعہ نہروان اور شہادت امیر المومنین۔ سُلیم کا تعارف امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام سے عہد امیر المومنینؑ میں ہی ہو چکا تھا بعض روایات بھی ان دونوں اماموں سے نقل کی ہیں۔

سُلیم کوفہ بھی پہنچے وہاں کے حالات کا مشاہدہ کیا معاہدہ صلح امام حسنؑ اس کے بعد امام حسن علیہ السلام کا وہ خطبہ بھی سنا جو آپ نے مصالحت کے بعد ارشاد فرمایا تھا۔ شہادت امام حسن علیہ السلام کے بعد ۵۰ ہجری میں سُلیم کوفہ سے پھر مدینہ پہنچے اور وہاں جو کچھ رونما ہوا دیکھا۔ امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد سُلیم کا شمار اصحاب امام حسین علیہ السلام میں ہو گیا۔ ۵۱ ہجری میں حاکمِ شام کی موت سے دو سال پہلے آپ نے امام حسین علیہ السلام کی معیت میں حج کی سعادت حاصل کی اور مجلس امام علیہ السلام میں حاضر ہوئے جو کہ مقام منیٰ میں منعقد ہوئی تھی اس میں تقریباً ۷۰۰ کبار اصحاب اور تابعین موجود تھے اس موقع پر امام نے جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا سُلیم نے اس کو اپنی کتاب میں وارد کیا ہے۔ تاریخ کے صفحات میں سُلیم کے احوال کے فقدان کی اصل وجہ ۶۱ ہجری میں واقعہ کربلا ہے جس کو سُلیم نے بڑے صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کیا کیونکہ سُلیم اس وقت عبیداللہ ابن زیاد کی قید میں تھے اس طرح آپ کے لیے امام حسین علیہ السلام کی نصرت کرنا ممکن نہیں تھا۔ سُلیم نے جب امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہ السلام سے ملاقات کی اس وقت امام محمد باقر علیہ السلام کا سن شریف ۷ سال یا اس سے زیادہ تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

سُلیم کی کتاب کے بارے میں امام زین العابدین علیہ السلام کی زرّیں رائے سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سُلیم امام کے نزدیک کتنے ثقہ تھے۔

ابان بن ابی عیاش کہتے ہیں ''جس سال میں نے حج کیا اسی سال امام زین العابدین علی بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں ابوطفیل عامر بن واثلہ الکنانی صحابی رسولؐ اللہ موجود تھے اور آپ حضرت علی علیہ السلام کے بہترین اصحاب میں سے تھے اور وہاں تھے علی بن ابی سلمہ جو کہ اُمّ سلمہ زوجہ نبیؐ کے فرزند تھے ان سے بھی ملاقات کی اور میں نے (سُلیم کی) کتاب ابی طفیل عمر بن ابی سلمہ اور امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی۔ امام وہاں تین دن تک شبانہ روز تشریف فرمار ہے۔ عامر اور علی وہاں آتے تھے اور کتاب کو امام علیہ السلام کو پڑھ کر سناتے تھے۔ امام نے فرمایا ''سچ کہا سُلیم نے خدا اس پر رحمت نازل فرمائے یہ ساری حدیثیں ہم نے سنی ہیں''۔

سُلیم کے بارے میں جبکہ کبار علماء اسلام کی توشیقات کثرت سے ہیں مگر اس سے بھی بالاتر یہ امر ہے کہ سُلیم کے لیے پانچ آئمہ معصومین علیہ السلام کی تصدیق ہے خصوصاً امام سجاد علیہ السلام جنھوں نے آپ کی تمام کتاب کی تصدیق کی اور دعائے رحمت فرمائی یہ گواہی امام معصوم کی کافی ہے۔ کیسی اچھی گواہی اور کیسا اچھا گواہ ہے۔ امام جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام کتاب سُلیم کے لیے فرماتے ہیں ''وہ ہمارے شیعہ اور محبّین میں سے نہیں ہوسکتا جس کے پاس کتاب سُلیم بن قیس الہلالی نہ ہو۔ وہ ہماری اولاد اور اسباب کے بارے میں نہیں جانتا وہ (کتاب سلیم) ابجد شیعہ ہے اور وہ اسرارِ آلِ محمد علیہ السلام میں ایک مخفی راز ہے''۔

۱۔ ''ابان ابن ابی عیاش نے سُلیم کے لیے فرمایا ''میں نے ایسا مرد نہیں دیکھا جو اتنا بلند مرتبہ بزرگ ہو اور شدت کے ساتھ اجتہاد کرتا ہو اور اتنا طویل

Presented by Ziaraat.Com

حزن کرنے والا، اپنے کو شدت کے ساتھ گمنامی میں بسر کرنے والا اور ایسا شخص نہیں دیکھا جو اپنی شہرت سے اتنا بغض رکھتا ہو"۔

۲۔ ابان نے کہا جس کو ابنِ ندیم نے اور عقیقی نے نقل کیا ہے (سُلیم) ایک بزرگ عبادت گذار تھے اور جس کی پیشانی سے نور ساطع ہوتا تھا۔

۳۔ برقی نے اپنی کتاب رجال میں اولیاء اصحاب امیر المومنین علیہ السلام میں ذکر کیا ہے اور اس کو علامہ نے اپنے خلاصہ میں ذکر کیا ہے۔

۴۔ ان روایات کا ذکر برابر ہے جس کو شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الاختصاص میں ذکر کیا ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سُلیم شرطۃ الخمیس میں تھے شان شرطۃ الخمیس کے بارے میں جو وارد ہوا ہے اس کو ملاحظہ کرنے کے بعد جلالت سُلیم معلوم ہوسکتی ہے۔

۵۔ ال کشی نے کتاب رجال میں وارد کیا ہے کہ دو روایات سُلیم کے لیے تصدیق آئمہؑ کے بارے میں دلالت کرتی ہیں اور وہ دونوں روایات مقتبح کتاب سُلیم میں موجود ہیں سُلیم کا ذکر شیخ ابوالعباس نے اپنی رجال کشی میں سُلیم کی تصنیف کو زمرہ متقدمین سلف صالح میں کیا ہے۔

۶۔ ابنِ قتیبہ دینوری نے اپنی معارف میں برزقہ میں مسلمین اور مشہورین کے فرق کے ذکر میں شیعہ کے عنوان سے (سُلیم کا ذکر) کیا ہے۔

شیعہ-: حضرت الاعور۔ صعصعہ بن صوحان، اصبغ بن نباتہ، عطیہ العوفی، طاؤس، اعمش، ابواسحاق السبیعی اور ابوصادق۔۔ (پھر کہتے ہیں) میں کہتا ہوں ابوصادق سے مراد سُلیم بن قیس ہلالی ہیں جس طرح اس کا احتمال ہے کہ اس سے مراد اباصادق بن عاصم الجرمی ہیں جس کا ذکر برابر آیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

جناب عبداللہ بن عباس

اصحابِ امیر المومنینؑ میں ان کی شخصیت گونا گوں حیثیتوں سے بہت اہم ہے اور جنابِ امیر المومنینؑ سے آپ کے اخلاص ومحبت کی احادیث کو درایتی حیثیت سے بہت اہمیت حاصل ہے اس لیے کہ جتنے گہرے حجابات کے باوجود حقیقت نمایاں ہوجائے اور اس کے پُرقوت ہونے کی قوی ترین دلیل ہے۔

ایک طرف بنی امیہ اور ان کے ہوا خواہوں کی یہ پالیسی کہ اہلِ بیتِ رسول کے خلاف جو بات بھی لکھنا ہو وہ ان کے کسی عزیز کی طرف نسبت دے کر کہی جائے اسی لیے جنابِ عباس کی زبانی اس قسم کی باتیں تصنیف کی گئیں جو امیر المومنینؑ کی حقانیت کے خلاف بطور سند پیش کی جاسکتیں، اور اس پر جناب عبداللہ ابن عباس کی طرف اس قسم کے حکایات منسوب کیے گئے جو اس بات کا پتہ دیں کہ انھیں جناب امیرؑ کے طرزِ عمل سے اتفاق نہ تھا۔

یہ کام ڈیڑھ دوسو برس تک بنی اُمیہ کے زیرِ سرپرستی ہوتا رہا اور اس کے بعد برسرِ اقتدار، ان ہی جنابِ عبداللہ ابنِ عباس کی طرف نسبی حیثیت سے نسبت رکھنے والے بنی عباس برسرِ اقتدار آئے جنھوں نے اگرچہ سلطنت آلِ محمدؐ کے نام پر اور ان کے ساتھ خلقِ خدا کی ہمدردی کی بدولت حاصل کی تھی مگر بعد میں انھیں بھی اپنے اقتدارِ ملکی کے تحفظ کے لیے ضرورت اس کی محسوس ہوئی کہ آلِ رسولؐ کو نذرِ تغافل کیا جائے، اور وہ اپنے کو زیادہ حقدارِ وراثتِ رسولؐ ثابت کریں اس

Presented by Ziaraat.Com

لیے ان کا نصب العین حتی الامکان یہ تھا کہ بنی عباس کی فوقیت ثابت ہو اور لوگ علیؑ و اولادِ علیؑ کو بھول جائیں۔ اس عناد کی حد متوکل کے دور میں تو اس منزل تک پہنچی کہ بھرے ہوئے دربار میں حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی نقل بنائی جاتی تھی اور بادشاہ وارکانِ سلطنت قہقہے لگاتے تھے۔

اس صورت میں عباسی سلطنت کی پالیسی کا کہاں تقاضا تھا کہ جنابِ عبداللہ ابنِ عباس کے اس اخلاص وارادت کے روایات جو انھیں حضرت امیر المومنین علی ابنِ ابی طالبؑ سے تھا یا آپ سے ان کے کسبِ فیوض کے اعترافات منظرِ عام پر آسکیں مگر اس سب کے بعد یہ حقانیت کی طاقت سمجھنا چاہیے کہ جنابِ عبداللہ ابن عباس کی حضرت امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب کے ساتھ انتہائی وابستگی اور علمی و عملی طور پر آپ کے زیر سایہ تربیت پانا، تاریخ اور رجال وسیر کی ایسی ناقابلِ انکار حقیقت ہے جس کے شواہد کسی زیادہ جستجو کے محتاج نہیں بلکہ معمولی سے ذوقِ مطالعہ رکھنے والے کو بھی کسی شاذ و نادر کتاب میں نہیں بلکہ متبادل علمی و تاریخی ماخذوں میں نمایاں نظر رہیں گے۔

ولادت:

جنابِ عبداللہ ابنِ عباس ہجرت کے تین سال پہلے پیدا ہوئے اور اس لیے وفاتِ پیغمبرِ خدا کے وقت آپ کی عمر تیرہ برس کی ہوتی ہے۔ ایک روایت میں اس سے کم یعنی دس برس اور ایک میں اس سے زیادہ یعنی پندرہ برس بھی وارد ہے مگر پہلا قول زیادہ ترجیح ہے۔

عرب میں تیرہ برس کی عمر کا بچہ جوانی کی منزل سے قریب ہوتا تھا اس لیے جنابِ رسالت مآبؐ کے اقوال وافعال کے متعلق ان کے جو روایات یا تاثرات ہوں انھیں بے وقعت نہیں سمجھا جاسکتا۔ ''استیعاب'' علّامہ ابن عبدالبر اور ''اصابہ''

Presented by Ziaraat.Com

حافظ ابنِ حجر وغیرہ میں یہ بھی وارد ہے کہ آپ کی ولادت کے بعد کمسنی ہی میں دو مرتبہ حضرت پیغمبرؐ خدا نے ان کے لیے علم وحکمت کے عطا ہونے کی دعا فرمائی جس کے الفاظ چاہے مختلف ہوں مگر مفہوم تقریباً ایک ہے۔ مثلاً کہیں یہ ہے **اللّٰھم علّمه الحکمة و تاویل القران** (پروردگارا سے حکمت اور تاویلِ قرآن کا علم عطا فرما) کہیں ہے **اللّٰھم فقھم فی الدّین و علّمه التّاویل** (پروردگارا سے فہمِ دین اور علمِ تاویل عنایت فرما) کہیں ہے **اللّٰھم زدہ علی و فقھا** (پروردگار اس کے علم وفقاہت میں اضافہ کرتا)۔

پیغمبرِ اسلامؐ کی یہ حدیثیں خود بابِ مدینۃ العلم اور بابِ دارالحکمہ سے ان کے ہمیشہ وابستہ رہنے کی ضمانت تھیں اس لیے کہ اصل علم وحکمت وہی ہے جو اصلی سر چشمہ علم وحکمت سے حاصل ہو۔

ابتدائی تاثرات:-

اسی کا نتیجہ یہ تھا کہ پیغمبرِ خدا کے بعد جب سیاست کی ہوا نے اکثریت کو دوسرے رخ پر منتشر کر دیا تو جنابِ عبداللہ ابنِ عباس باوجود کم عمری کے پختہ کاری کے ساتھ اُسی حقیقت سے وابستہ رہے جو ان کی صحیح معرفت کا تقاضا ہو سکتی تھی۔

وفاتِ رسالت مآبؐ کے قبل ہی سے جو ناگوار واقعات سامنے آرہے تھے ان پر جنابِ عبداللہ ابنِ عباس ایک ذہین صاحبِ نظر مکمل انسان کی طرح غور کر رہے تھے، اور اس سے شدید طور پر متاثر تھے چنانچہ صحاح ستہ کی سب سے اہم کتاب صحیح بخاری (مطبوعہ کرزن پریس، دہلی نصف دوم صفحہ ۸۴۸) بنی باب یقول المریض قوموا عنی میں ہے کہ حضرت ابنِ عباس نے کہا کہ جب رسالت مآبؐ کے احتضار کا عالم تھا اور اس وقت گھر میں بہت سے لوگ تھے جن میں عمر بن الخطاب بھی تھے تو حضرتؐ نے فرمایا کہ آؤ میں تم کو ایک تحریر لکھ دوں جس کے

Presented by Ziaraat.Com

بعد تم گمراہ نہ ہوگے، جنابِ عمر نے کہا کہ رسالت مآبؐ پر اس وقت مرض کا غلبہ ہے، قرآن تمہارے پاس موجود ہے اور ہمارے لیے خدا کی کتاب کافی ہے۔

گھر والوں میں اس وقت اختلاف ہوا، کچھ لوگ کہتے تھے کہ قلم و دوات دینا چاہیئے تا کہ رسالتؐ مآب ایسی تحریر لکھ دیں جس کے بعد گمراہی سے محفوظ ہو جاؤ اور کچھ لوگ وہی کہتے تھے جو عمر نے کہا تھا۔ جب شور ہوا اور جھگڑا ہونے لگا تو رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ ''میرے پاس سے اٹھ جاؤ'' اس کے بعد بخاری میں ہے

ابنِ عباس کہتے ہیں کہ مصیبت سب سے بڑی وہی تھی کہ رسالتؐ مآب کو وہ تحریر لکھنے کا موقع نہ دیا گیا جو آپ لکھنا چاہتے تھے۔

یہ ایک معمولی بچے کی بات نہیں ہے بلکہ ایک پوری سیاست اسلام کا تجزیہ کر لینے والی نظر کا جائزہ ہے جس نے اصل سنگِ بنیاد کو دریافت کر لیا جس پر بعد کی صدیوں کی سیاست کی عمارت قائم ہوئی۔

پیغمبرِؐ خدا کے بعد آپ نے اپنے علمی استفادے کا مرکز حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ کو قرار دیا اور باوجود اپنی کم عمری کے وہ امتیاز حاصل کیا کہ علامہ ابنِ عبداللہ کے الفاظ استیعاب میں یہ ہیں لقد کان عمر یعدہ للمقصدات یعنی عبداللہ ابنِ عباس کو حضرت عمر علمی مشکلات کے حل کرنے کے لیے ذخیرہ رکھتے تھے۔ علامہ ابنِ حجر مکی مصنف ''صواعقِ محرقہ'' نے بھی منہج مکیہ شرحِ قصیدۂ ہمزیہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر ابنِ عباس کو اکابر شیوخ مہاجرین و انصار پر ترجیح دیتے تھے، اس لیے کہ ان کے پاس دعائے رسولؐ کی برکت سے وہ علم پاتے تھے جو اُن کے پاس نہ پاتے تھے۔ (منہج مکیہ مطبوعہ مصر ۱۳۰۷ھ صفحہ ۲۲۷ و صفحہ ۲۲۸)

تبحرِ علمی:۔

حضرت عمر کے علاوہ دوسرے صحابہ بھی ان کی بلندی علمی کے معترف تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

جناب عبداللہ ابنِ مسعود کا قول ہے (کیا کہنا ترجمان القرآن ابنِ عباس کا اگر ہماری عمر کے ہوتے تو ہم میں سے کوئی ان سے بات نہ کر سکتا۔ طاؤس یمانی کا قول ہے کہ میں نے پانچ سو اصحابِ رسولؐ ایسے دیکھے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو ابنِ عباس اُس کی غلطی پر متنبہ کرتے تھے اور اسے اقرار کرنا پڑتا تھا۔

مسروق کا قول ہے کہ جب میں عبداللہ ابنِ عباس کو دیکھتا تھا تو کہتا تھا اجمل الناس (سب سے زیادہ خوبصورت) اور جب بات کرتے تھے تو کہنا پڑتا تھا کہ افصح الناس اور جب حدیثیں بیان کرنے پر آتے تھے تو ماننا پڑتا تھا کہ اعلم الناس۔

سید مرتضیٰ زبیدی نے ''شرح احیاء العلوم'' میں لکھا ہے کہ حافظ ابو نعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں ابو صالح کی روایت درج کی ہے کہ میں نے ابنِ عباس کی علمی صحبت کا ایسا واقعہ دیکھا ہے کہ جس پر اگر تمام قریش ناز کریں تو بجا ہے۔ میں نے دیکھا کہ دروازے پر اتنے لوگ مختلف مسائل کی تحقیق کرنے والے جمع ہو گئے کہ راستہ بند ہو گیا۔ نہ اِدھر کا کوئی آدمی اُدھر جا سکتا اور نہ اُدھر کا اِدھر آ سکتا۔ میں اندر گیا اور میں نے ابنِ عباس کو اطلاع دی کہ اتنے لوگوں کا مجمع ہے۔ انھوں نے وضو کیا اور اپنی جگہ پر آ کر بیٹھے، کہا کہ باہر جاؤ اور کہو کہ جو لوگ الفاظِ قرآن اور اس کے حروف کے متعلق سوال کرنا چاہتے ہیں، وہ اندر آئیں میں گیا اور میں نے ان لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی۔

وہ لوگ آئے یہاں تک کہ تمام گھر بھر گیا، انھوں نے اپنے اپنے مسئلے دریافت کیے اور ابنِ عباس نے جو کچھ انھوں نے پوچھا وہ بتایا اور کچھ اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔ پھر انھوں نے کہا کہ بس اب اپنے دوسرے بھائیوں کو موقع دو، وہ لوگ اٹھے اور باہر گئے۔ ابنِ عباس نے مجھ سے کہا کہ جاؤ اور کہو کہ جو لوگ تفسیرِ قرآن اور تاویل کے متعلق سوال کرنا چاہتے ہیں وہ اندر آئیں۔ روایت

Presented by Ziaraat.Com

طولانی ہے جس میں اسی طرح مختلف علوم و فنون کے طلاّب کے جمع ہونے اور اپنے سوالات سے کچھ زیادہ ہی معلومات حاصل کرنے کا تذکرہ ہے۔

جنابِ ابنِ عباس کے اعترافات:-

باوجود اس مقبولیت اور مرجعیت کے جناب عبداللہ ابنِ عباس اظہارِ حق اور اعترافِ حقیقت سے کبھی خاموش نہیں ہوئے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا باوجودیکہ خلیفۂ دوم آپ کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے مگر مسئلہ خلافت پر آپ کی ان سے اکثر تلخ اور سخت گفتگوئیں ہوگئی ہیں جن کی تفصیل طول کے خیال سے ترک کی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ آپ کا امیر المومنینؑ سے تفسیرِ سورۂ حمد دریافت کرنا اور امیر المومنینؑ کا رات بھر بیان فرمانا اور آخر میں یہ ارشاد کہ: ''اگر رات اور گنجائش دیتی تو میں اور بیان کرتا'' اس موقعے پر جناب ابنِ عباس کا قول ہے کہ ''میں اپنے کو آپ کے پہلو میں ایسا پا رہا تھا جیسے فوّارہ ایک بڑے سمندر کے پہلو میں''۔

جنابِ ابنِ عباس کے مجاہدات:

حضرت امیر المومنینؑ کو اپنے زمانۂ خلافت میں جو جمل و صفین و نہروان میں جہاد کرنا پڑے ان میں بھی جناب عبداللہ ابنِ عباس پیش پیش نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ''استیعاب'' میں ہے۔ (بر حاشیہ اصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۵۷) کہ شہید عبداللہ ابنِ عباس مع علی الجمل و صفین والنھروان۔

حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد اقتدارِ بنی اُمیّہ کے زمانے میں وہ حکومتِ وقت کے خلاف جہاد باللسان میں مشغول رہے چنانچہ کمال الدین دمیری نے حیات الحیوان (مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۱۴۵ میں شفاء الصدد) ابنِ سبع

Presented by Ziaraat.Com

بستی کے حوالے سے جناب علی ابنِ عبداللہ ابنِ عباس کی روایت لکھی ہے کہ ایک مرتبہ اپنے والد کے ساتھ مکۂ معظمہ میں اس وقت، جب کہ ان کی آنکھوں کی بصارت زائل ہو چکی تھی، ہمارا گزر ہوا۔ ایک جماعت کی طرف، جو زمزم کے کنارے بیٹھی ہوئی علی ابنِ ابی طالبؑ کو بُرا کہہ رہی تھی، جناب عبداللہ ابنِ عباس نے اپنے شاگرد سعید ابن جبیر سے، جو آپ کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتے تھے، کہا کہ ذرا مجھے ان کی طرف واپس کرو، سعید انھیں پلٹا کر اس مجمعے کے پاس لائے۔

ابنِ عباس نے کہا ایکم الساب اللہ ولرسولہ (تم میں سے کون شخص خدا اور رسولؐ کو گالیاں دے رہا تھا) ان لوگوں نے کہا سبحان اللہ ہم میں سے کوئی شخص نہیں جس نے خدا اور رسول کو برا کہا ہو۔ ابنِ عباس نے کہا "تم میں سے حضرت علیؑ کو برا کہنے والا کون ہے" ان لوگوں نے کہا کہ ہاں یہ تو یہاں ہو رہا تھا۔ ابن عباس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسالت مآبؐ کو فرماتے سنا ہے "جو شخص علیؑ کو بُرا کہے اس نے مجھے بُرا کہا اور جس نے مجھے بُرا کہا اس نے خدا کو بُرا کہا اور جس نے خدا کو بُرا کہا خدا اس کو اوندھے منہ آگ میں ڈال دے گا"

فقہی مسلک :-

مسلّمہ طور پر جناب عبداللہ ابنِ عباس فقہ کے اختلافی مسائل میں ہمیشہ مسلک اہلِ بیتؑ کے ترجمانی اور استدلالی طور پر اُسی کے حق میں جہاد کرتے رہے۔ چنانچہ مسئلہ متعہ میں جناب خلیفۂ دوم کے وقت سے لے کر عبداللہ ابنِ زبیر کے عہد تک ہر ایک برسرِ اقتدار فرد سے ان کا تصادم ہوتا رہا اور عبداللہ ابنِ زبیر سے تو انھوں نے بھرے ہوئے مجمعے میں بڑی سخت بات کہہ دی کہ اپنی والدہ (اسماء بن حضرت ابوبکر) سے جا کر دریافت کرو کہ خود تمہاری ولادت کس قسم کے نکاح

Presented by Ziaraat.Com

سے ہوئی ہے۔

اسی طرح متعہ الحج اور میراث کے اختلافی مسائل عول اور تعصیب وغیرہ میں برابر وہ مسلکِ جمہور کے خلاف اعلان کرتے رہے جو خود کتبِ جمہور میں درج ہے۔ اس سب کی تفصیل ایک مستقل اور بسیط تصنیف کی طلب گار ہے۔

بیعتِ یزید سے انحراف:-

امیرِ شام کے مسلک سے اختلاف کے وقتاً فوقتاً مظاہرے کے ساتھ ساتھ جو ابھی صرف اقوال کی صورت سے تھا ان کو عملی منزل میں بھی آنے کا پھر اُس وقت موقع ملا جب یزید کی بحیثیت ولی عہد بیعت لی جا رہی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ ساتھ جن لوگوں نے شروع ہی میں بیعت سے انکار کیا تھا ان میں جنابِ عبداللہ ابنِ عباس بھی تھے، چنانچہ معاویہ نے اپنے وقتِ آخر جو اظہارِ حسرت کے الفاظ بطور پیغام یزید سے کہلوائے ہیں ان میں پانچ آدمیوں کا نام لیا تھا کہ ان کی بیعت نہ کرنے کا مجھے افسوس ہے۔ ان میں جناب عبداللہ ابنِ عباس کا نام بھی تھا۔ اس کے بعد جب حضرت امام حسینؑ کی شہادت ہو گئی تو سطوتِ یزید سے مرعوب ہو کر عبداللہ ابنِ عمر اگرچہ یزید کے اقتدار کے سامنے اتنے سپر انداختہ ہو گئے کہ وہ وفاداریِ حکومت کے بہت بڑے مبلّغ بن گئے، اس وقت بھی جنابِ عبداللہ ابنِ عباس اپنے مسلک پر قائم رہے اور کبھی یزید کی بیعت نہیں کی۔

جرأتِ اظہار کا آخری کارنامہ:-

یزید کی بیعت سے انحراف کے بعد پھر ایک آسان صورت یہ تھی کہ وہ عبداللہ ابنِ زبیر کے ساتھ ہو جاتے جو اس وقت یزید سے کم، بنی ہاشم سے اختلاف

Presented by Ziaraat.Com

رکھے تھے اور یزید سے برسرِ پیکار بھی تھے مگر اہلِ بیتِ رسولؐ کا چونکہ مسلک یہ تھا کہ کسی اقتدارِ باطل کی بیعت نہ کی جائے اس لیے جناب عبداللہ ابنِ عباس نے عبداللہ ابنِ زبیر کی بیعت سے بھی انکار کیا۔ اسے مخبروں نے یزید تک پہنچایا تو اسے خواہ غلط فہمی ہوئی ہو یا سیاسی طور پر فائدہ اٹھانا چاہا ہو، اس نے جنابِ عبداللہ ابنِ عباس کو خط لکھا۔ اس کے جواب میں جناب عبداللہ ابنِ عباس نے یہ تاریخی جواب دیا جو جرأت اظہارِ حق کا ایک شاہکار ہے اور جنابِ عبداللہ ابنِ عباس کے قلم کی ایک مستند دستاویز ہوتے ہوئے کسی بھی عباسی کے اس مزعومات کے قلعے کو مسمار کرنے والا ہے جو یزید کی صفائی میں قائم کیا چاہیے۔

یزید کو یہ معلوم ہوا تو اس نے عبداللہ بن عباس کو لکھا کہ ”مجھے اطلاع ملی ہے کہ اُس لامذہب (ابنِ زبیر) نے آپ کو حرمِ الٰہی میں اپنی بیعت حاصل کرنے کے لیے بلایا تھا مگر آپ نے ہماری وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اُس کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ بس اپنے ابنائے وطن کو اور ان لوگوں کو جو بیرونجات کے آپ کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں، ابنِ زبیر اور میری نسبت اپنے صحیح خیالات سے برابر آپ مطلع فرماتے رہیں اس لیے کہ ابنِ زبیر آپ کو اپنی بیعت اور اطاعت میں لینے کے بعد آپ سے باطل کی تمنا اور اپنے گناہوں میں آپ کو شریک کرنے کی آرزو رکھتا تھا مگر آپ نے ہماری بیعت و اطاعت میں داخل رہتے ہوئے وفائے عہد کے حق کو پورا کیا ہے لہٰذا خدا اس صلہ رحم کی آپ کو جزائے خیر دے اور بہر طور میں بھی آپ کے اس صلہ رحم اور نیک سلوک کو بھولنے والا نہیں ہوں اور جس صلہ و انعام کے آپ مستحق ہیں وہ بہت جلد آپ کے پاس پہنچاؤں گا۔ مکرّر یہ کہ آپ آنے جانے والوں کو ابنِ زبیر کی برائیوں اور اُس کی چرب زبانی کے متعلق متنبہ کرتے رہیں کیونکہ عام طور پر لوگ اس کے متعلق آپ

Presented by Ziaraat.Com

کی رائے کو زیادہ وقیع اور معتبر سمجھتے ہیں"۔ عبداللہ ابنِ عباس نے اس خط کا حسبِ ذیل جواب یزید کو روانہ کیا۔ "تمہارا خط پہنچا۔ تم نے جو یہ لکھا ہے کہ میں نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت تمہاری وفاداری کے خیال سے نہیں کی۔ یہ غلط ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں کبھی بھی تمہارا مداح اور ہوا خواہ نہیں رہا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اس بات کو بھول جاؤں گا کہ تم نے ہی حسینؑ کو قتل کیا ہے اور کیا نبی مطلب کے ان نوجوانوں کی خاک وخون میں بھری لاشوں کا ہولناک تصوُّر میرے دماغ سے محو ہو جائے گا جن کے کپڑے تک لوٹ لیے گئے تھے اور بے گور و کفن گرم ریگ پر یوں ہی چھوڑ دی گئی تھیں۔ صرف ہوا کے جھونکوں نے خاک ڈال کر جن کی پردہ داری کا حق ادا کیا اور جانورانِ صحرائی نے ان کی حفاظت کے فرض کو پورا کیا یہاں تک کہ اللہ نے ایک قوم کے ذریعے سے ان کے دفن و کفن کا کام سرانجام کیا۔

ہاں ہاں اے یزید میں نہیں بھول سکتا اور کبھی نہیں یہ کہ تم نے حسینؑ کو حرمِ خدا اور حرمِ رسولؐ سے نکلنے پر مجبور کیا اور ابنِ مرجانہ کو قتلِ حسینؑ پر مامور کیا۔ میں تو خدا کی ذات سے بہرحال امید رکھتا ہوں کہ وہ منتقمِ حقیقی بہت جلد تمہارے اعمال کے مطابق سزا دے گا اور عذاب میں مبتلا فرمائے گا کیونکہ تم نے اُس کے نبی کی عترت کو قتل کیا ہے اور اُن کے قتل پر راضی ہوئے ہو اور یہ جو تم نے لکھا ہے کہ تم میرے ساتھ صلۂ رحم برتو گے اور انعام و اکرام سے پیش آتے رہو گے تو تم اپنی اس مہربانی اور صلۂ رحم کو بس اپنے ہی لیے اٹھا رکھو۔ ہم کو اس کی مطلق ضرورت نہیں ہے اور یہ جو تم نے لکھا ہے کہ میں لوگوں کو تمہاری طرف مائل اور عبداللہ ابنِ زبیر سے منحرف اور برگشتہ کروں تو اس کے متعلق میں بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ تمہارے لیے کبھی خیر و برکت نہ ہو اس لیے کہ تم مجھ سے اپنی نصرت اور حمایت کی

Presented by Ziaraat.Com

امید رکھتے ہو درانحالیکہ تم نے میرے ابنِ عم کو قتل اور رسولؐ اللہ کے ان اہلِ بیت کو ذبح کیا ہے کہ جو رشد و ہدایت کے چراغ اور تاریک راتوں میں روشن ستارے تھے۔ افسوس کہ اُن کو تمہاری فوجوں کی گھنگھور گھٹا نے پوشیدہ کر دیا۔ کیوں اے یزید۔ کیا تم نے اپنے نمک خواروں کو اس لیے حرمِ الٰہی میں نہیں بھیجا تھا کہ حسینؑ کو اسی حرم مقدس میں قتل کر دیں اور کیا تم حسینؑ کو برابر ڈراتے دھمکاتے نہیں رہے یہاں تک کہ وہ سفرِ عراق اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ تم نے ہی یہ سب کچھ کیا اور اس لیے کیا کہ تمہارے دل میں مخالفت خدا و رسولؐ اور آل رسولؐ کی، جن کی شان میں خدا نے آیۂ تطہیر نازل فرمائی، جاگزیں ہے۔ اس آیۂ تطہیر کے مصداق آلِ رسولؐ ہی تھے نہ کہ تمہارے باپ دادا جو جفا کار، طاغی و باغی اور دشمن خدا و رسولؐ تھے۔ اب ان افعال و اعمال کے باوجود بھی کیا تم مجھ سے اپنی ہوا خواہی کی امید رکھ سکتے ہو؟ اے یزید، سب سے زیادہ عظیم جسارت تمہاری یہ تھی کہ تم نے رسولؐ کی نواسیوں کو سر برہنہ کیا اور قیدی بنا کر عراق سے شام تک تشہیر کرایا تا کہ لوگوں کے دلوں پر اپنے غلبے تسلط اور قہاری کا یہ سکہ بٹھاؤ کہ بظاہر کس طرح ذرّیتِ رسولؐ کو مغلوب و مقہور کرنے میں تم کامیاب ہوئے ہو اور پھر اس پر تم نازاں ہو کہ اس طرح تم نے آلِ رسولؐ سے اپنے ان فاسق و فاجر اور کافر بزرگوں کے خون کا بدلہ لیا ہے کہ جو جنگِ بدر میں قتل ہوئے تھے اور جس کا کینہ تمہارے دل میں دبی ہوئی جنگاری کی طرح چھپا ہوا تھا"۔

وفات:-

یزید اور عبداللہ ابنِ زبیر کی مخالفت کے بعد حضرت عبداللہ ابنِ عباس چکی کے دو پاٹوں کے بیچ میں آ گئے تھے، مجبوراً آپ کو حرمین شریفین سے ہجرت کرنا

Presented by Ziaraat.Com

پڑی اور طائف میں جا کر سکونت اختیار کرنا پڑی وہیں حضرت محمد ابن الحنفیہ بھی ابنِ زبیر کے تشدّد سے جنابِ مختار کی فوجی امداد کی بدولت چھٹکارا پا کر تشریف لے گئے، وہیں ۶۸ ھ میں جناب عبداللہ ابنِ عباس کی وفات ہوئی۔ حضرت محمد ابن الحنفیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور کہا الیوم مات ربانی ھذالامۃ آج اس امت کا عالمِ ربانی دنیا سے اُٹھ گیا۔

Presented by Ziaraat.Com

جناب قیس بن سعد انصاری

جنابِ مولانا سیّد محمد باقر صاحب مدیرِ رسالہ اصلاح کجوا (بہار)

قیس بن سعد بن عبادہ بہت ہی مشہور اور جلیل القدر صحابیِ رسول ہیں، انھیں کے والد سعد بن عبادہ رئیسِ خزرج تھے جن میں اور حضرت ابوبکر وعمر میں بروز سقیفہ خلافت کے لیے دھینگا مشتی ہوئی تھی۔

قیس معزز رئیس، زیرک و چالاک، سخی و جواد، فصیح اللسان مقرر اور زاہد و صاحبِ فضیلت افراد میں سے تھے اسی کے ساتھ ان کی ہستی ارکانِ دین میں سے ایک رکن اور مذہب کے ستونوں میں سے ایک ستون بھی تھی۔

قیس کا فضل وشرف

قیس قبیلۂ خزرج کے سردار تھے اوران کے باپ دادا سینکڑوں برس پہلے سے سردار ہوتے چلے آرہے تھے۔ زمانۂ جاہلیت و اسلام دونوں میں عزت وتوقیر کے حامل رہے۔

سُلیم بن قیس ہلالی مشہور تابعی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں ’’قیس بن سعد قبیلۂ انصار کے سرداراور سردار کے بیٹے تھے‘‘۔ کامل برو میں ہے ’’قیس شجاع وجواداور سیّد وسردار تھے (جلد ا ص ۳۰۹)

علاّمہ کشی اپنی ’’رجال‘‘ صفحہ ۷۳ پر لکھتے ہیں ’’قیس جاہلیت واسلام دونوں

Presented by Ziaraat.Com

زمانوں میں سردار رہے۔ ان کے باپ دادا پردادا بھی سردار ہوتے آئے، شرف و بزرگی ہمیشہ ان میں رہی۔ قیس اور ان کے باپ جاہلیت و اسلام کے مشہور غریب پروروں میں سے تھے''۔

''استیعاب'' جلد ۲ ص ۵۳۸ پر ہے ''قیس اپنی قوم کے رئیس تھے اور ان کا کوئی ہم سر نہ تھا، یہی حالت ان کے باپ دادا کی بھی تھی''۔

''اسد الغابہ'' جلد ۴ ص ۲۱۵ میں بھی یہی عبارت ہے۔

ابنِ کثیر اپنی تاریخ جلد ۴ صفحہ ۹۹ میں لکھتے ہیں، قیس واجب الاطاعت سردار، کریم، ستودہ صفات اور بہادر تھے۔ ان کے والد سعد بن عبادہ ان بارہ نقیبوں میں سے تھے جنھوں نے پیغمبرِ خدا سے اپنی قوم کے اسلام کی ضمانت کی تھی۔

قیس کی افسری

عہدِ پیغمبرؐ میں قیس بمنزلۂ وزیر پولیس کے تھے (جامع ترمذی جلد ۲ ص ۲۱۷) اصابہ جلد ۵ ص ۳۵۴ ''مصابیح یعقوبی'' جلد ۲ ص ۵۱ ''استیعاب'' جلد ۲ ص ۵۳۸، ''اسد الغابہ'' جلد ۴ ص ۲۱۵ تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۳۹۴ تاریخ ابنِ عساکر جلد ۱ ص ۸۶۔

بعض غزوات پیغمبر میں قبیلہ انصار کے علم کے بھی حامل رہے پیغمبر نے انھیں صدقات کا عامل بھی مقرر کیا تھا (تاریخ ابن کثیر جلد ۸ ص ۹۹)

امیر المومنینؑ نے اپنے زمانے میں انھیں مصر کا گورنر مقرر کیا تھا اور وہاں بڑی پاکیزہ نفسی اور حکمتِ عملی سے انھوں نے حکومت کی۔ قیس امیر المومنینؑ کے فدائیوں اور خیر خواہوں میں سے تھے۔ امیر المومنینؑ نے ماہ صفر میں انھیں مصر کا گورنر مقرر کیا اور روانہ کرتے وقت بہت سی وصیتیں انھیں کیں اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اپنے ساتھ ایک دستہ بھی فوج کا لے جاؤ مگر قیس کی محبت نے گوارا نہ کیا

Presented by Ziaraat.Com

کہ امیر المومنینؑ کے ہمراہیوں کی تعداد کم کریں اور جس فوج کی حضرت کو زیادہ ضرورت ہے اسے اپنے ساتھ لے جائیں صرف سات آدمیوں کے ساتھ یکم ربیع الاوّل کو مصر پہنچے۔ منبر پر جا کر تقریر کی جس میں حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ بھائیو! ہم نے اس شخص کی بیعت کی ہے جسے بعد پیغمبر سب سے بہتر جانتے تھے۔ تم بھی اٹھو اور کتابِ خدا و سنتِ نبوی پر ان کی بیعت کرو۔ اگر ہم سے وعدہ خلافی ہو تو پھر یہ بیعت قائم نہ رہے گی۔ سب نے اٹھ کر بیعت کی اور مصر ان کے لیے ہموار ہو گیا۔ ہر ہر حصے پر انھوں نے اپنے حکّام مقرر کر کے بھیج دیئے۔ سوا موضع ''خرتبا'' کے کہ وہاں حضرت عثمان کے ہواخواہوں کی آبادی تھی اور وہ لوگ قتلِ عثمان پر برگشتہ خاطر تھے۔ وہاں بنی کنانہ کا ایک شخص یزید بن قیس نامی تھا اس نے قیس کو کہلا بھیجا کہ میں خود تو تمہارے پاس آؤں گا نہیں البتہ تم اپنے حامل کو یہاں بھیج دو یہ زمین تمہاری زمین ہے البتہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو تا کہ ہم سوچ لیں اور دیکھیں واقعات کا انجام کیا ہوتا ہے۔ محمد ابنِ مسلمہ بن مخلد ابنِ صامت انصاری شورش انگیزی پر مستعد ہوا اور اس نے حضرت عثمان کے قتل کا حال بتا کر لوگوں سے تحریک کی کہ انتقام کا مطالبہ کریں۔ قیس نے اس کے پاس کہلا بھیجا کہ تم میرے خلاف محاذ قائم کر رہے ہو خدا کی قسم تمہیں قتل کر کے مجھے شام و مصر دونوں کی حکومت بھی مل جائے تو مجھے پسندیدہ نہیں۔ تم اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔ مسلمہ نے کہلا بھیجا کہ جب تک تم مصر کے گورنر رہو گے میں تم سے کوئی تعرض نہیں کروں گا۔ یہ قیس بڑے دور اندیش اور صاحب تدبیر تھے

(تاریخِ طبری جلد ۵ ص ۲۲۷ ''تاریخ کامل'' جلد ۳ ص ۱۰۶ وغیرہ)

امیر المومنینؑ جب جنگِ جمل کے لیے بصرے کی طرف روانہ ہوئے تو قیس اس وقت مصر میں تھے۔ جب جنگِ جمل سے واپسی ہوئی تب بھی وہیں تھے یہ

Presented by Ziaraat.Com

۴ مہینے ۵ دن وہاں گورنر رہے۔ پہلی ربیع الاوّل کو مصر پہنچے تھے اور ۵ رجب کو واپس ہوئے جیسا کہ خطط مقریزی میں ہے، ''استیعاب'' وغیرہ میں جو یہ مذکور ہے کہ قیس جنگِ جمل میں موجود تھے جو کہ جمادی آلاخر میں پیش آئی تھی صحیح نہیں ہاں تاریخ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنگِ جمل کی ابتدائی کاروائیوں میں موجود تھے بعد میں امیر المومنینؑ نے انھیں آذربائیجان کا عامل مقرر کیا (تاریخِ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۰) عامل مقرر کرتے وقت انھیں خط میں لکھا۔

''امّا بعد! مالِ خراج حق وانصاف کے ساتھ وصول کرنا اور اپنی فوج کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرنا اور اپنے پاس کے لوگوں کو جو کچھ تمھیں آتا ہے تعلیم دینا۔ دوسری بات یہ ہے کہ عبداللہ بن سبیل (حمس نے ہم سے درخواست کی ہے کہ اس کے متعلق تم سے بھلائی کی سفارش کروں۔ میرا خیال ہے کہ وہ بہت ہی متواضع اور منکسر المزاج شخص ہے تم اپنا دروازہ اس کے لیے کھول دو اور حق کی طرف مائل ہو۔ جو شخص حق کی مواقفیت کرے گا اس کا بال بیکا نہ ہوگا۔ خواہشِ نفسانی کی پیروی نہ کرنا کہ خدا کی راہ سے بھٹک جاؤ۔ جو لوگ خدا کی راہ سے گمراہ ہوں گے ان پر روزِ قیامت سخت عذاب ہوگا''۔

غیاث کا بیان ہے کہ جب امیر المومنینؑ معاویہ سے جنگ پر کمر بستہ ہوئے تو قیس کو خط لکھا۔

''امّا بعد! عبداللہ بن شبیل احمسی کو اپنا نائب مقرر کر کے میرے پاس چلے آؤ۔ مسلمانوں کی جمعیت اکٹھا اور ان کی جماعت ہموار ہو چکی ہے جتنا جلد ہو سکے پہنچو۔ میری روانگی میں جو کچھ تاخیر ہوگی وہ تمہارے ہی لیے ہوگی۔ خداوندِ عالم ہمیں اور تمہیں تمام معاملات میں نیکی کی توفیق دے''۔

Presented by Ziaraat.Com

قیس کی زیرکی و دانائی:

قیس بڑے زیرک و دانا اور عرب کے مشہور با تدبیر لوگوں میں سے تھے۔ چالاکی و ہوشیاری میں بڑے بڑوں کے کان کترتے تھے۔ پانچ آدمی (عمرو عاص، معاویہ، مغیرہ بن شعبہ، قیس بن سعد، عبداللہ بن بدیل) عرب کے زبردست ڈپلومیٹ گنے جاتے ہیں اور یہ سب کے استاد تھے۔

''استیعاب'' وغیرہ میں ان کے متعلق مشہور ہے کہ یہ عرب کے مشہور سیاست داں، با تدبیر اور جنگی چالبازیوں کے ماہر لوگوں میں سے ایک تھے اسی کے ساتھ ان میں دلیری، بہادری اور سخاوت کی خوبیاں بھی تھیں۔ (استیعاب جلد ۲ ص ۵۳۸)

علّامہ حلّی لکھتے ہیں کہ ''معاویہ اور ان کے درمیان جو داؤں پیچ ہوئے انھیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ عقل و خرد سے کتنا بیش از بیش حصہ انھوں نے پایا تھا''۔

علّامہ ابنِ کثیر ''بدایہ'' جلد ۸ ص ۹۹ میں لکھتے ہیں کہ ''علی ابن ابی طالب نے انہیں مصر کا گورنر مقرر کیا تھا اور یہ اپنی ہوشیاری اور چالاکیوں سے معاویہ اور عمرو عاص دونوں کی سیاست کا مقابلہ کرتے تھے''۔

امام حسنؑ (اپنے عہد خلافت میں) سپہ سالارِ لشکر عبیداللہ بن عباس کو جو بارہ ہزار بہادرانِ عرب کے سپہ سالار تھے اور مصر کے قاریوں کو تاکید کیا کرتے تھے کہ قیس سے مشورہ لیتے رہیں اور اہم جنگی معاملات اور معاویہ کے مقابل فوجی تنظیم میں ان کی طرف رجوع کریں۔ معاویہ کو ان کا وجود بہت کھلتا تھا۔ جب مصر سے یہ مدینے چلے آئے تو مروان اور اسود بن ابی البختری نے انہیں بہت ڈرایا دھمکایا۔ قیس امیر المومنینؑ کے پاس کوفے چلے گئے۔ معاویہ نے مروان اور اسود کو بگڑ کر خط لکھا۔

Presented by Ziaraat.Com

''تم نے قیس، ان کی رائے اور تدبیروں سے علی کے بازو اور قوی کر دیئے خدا کی قسم اگر تم دونوں ایک لاکھ جنگی سورماؤں سے بھی علی کی مدد کرتے تو مجھے اتنا صدمہ نہ ہوتا جتنا اس سے صدمہ پہنچا کہ تم نے قیس کو مجبور کر کے علی کے پاس بھیج دیا''۔ (طبری جلد ۶ ص ۵۳)

قیس مکر و تدبیر میں اپنے کو سب سے اونچا اور ہر ایک سے بہتر سمجھتے تھے اور کہا کرتے کہ ''میں نے رسول اللہ سے یہ نہ سنا ہوتا کہ مکر وفریب جہنم میں ہوں گے تو میں اس امت کا سب سے بڑا مکار ہوتا''

(اسد الغابہ جلد ۴ ص ۲۱۵ تاریخ ابن کثیر جلد ۸ ص ۱۰۶)

اور کہا کرتے کہ اگر اسلام نہ ہوتا تو میں ایک ایسا مکر کرتا جسے عرب والے برداشت نہ کر پاتے''۔

قیس کی اپنی دانائی و ہوشیاری میں مشہور ہونا اسی کے ساتھ دین داری، حفظِ ناموسِ شریعت، مرضی الٰہی کی پابندی اور خوفِ خدا میں ان کی شہرت بتاتی ہے کہ عرب کے تمام شاطروں سے بہتر و افضل تھے اور وہ شاطر جو مشہور ہیں ان میں کوئی ان کے مقابل کا نہ تھا سوا عبداللہ بن بدیل کے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں ہی دین دار و متقی، ہوا و ہوس سے پاک اور فتنہ سامانی سے مبرا تھے۔

جب امیر المومنینؑ کی بیعت ہوئی تو آپ کو معلوم ہوا کہ معاویہ بیعت سے گریزاں ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اگر علی ہمیں شام اوران مقامات کی حکومت پر باقی رکھیں جن پر عثمان نے مقرر کیا تھا تو میں بیعت کرلوں گا، اس پر مغیرہ امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا امیر المومنین! معاویہ کو تو آپ جانتے ہی ہیں کہ آپ سے پہلے جو خلیفہ تھے انھوں نے اسے خلیفہ مقرر کیا لہٰذا آپ بھی اسے برقرار رکھیے تاوقتیکہ آپ کے معاملات استوار ہو جائیں پھر آپ کی مرضی ہوگی تو

Presented by Ziaraat.Com

بدل دیجیے گا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا تم اس کی ضمانت لیتے ہو کہ انھیں گورنر مقرر کرنے کے بعد جب تک انھیں معزول نہ کرلوں زندہ رہوں گا؟ مغیرہ نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا تو میں انھیں رات بھر کے لیے بھی کسی ''مسلمان'' پر حاکم مقرر نہیں کرسکتا۔ میں ان کو اپنا دست و بازو ہرگز نہ بناؤں گا۔ تم اپنا کوئی آدمی وہاں بھیجو، انھیں میری بیعت کی دعوت دو اگر انھوں نے قبول کیا تو جیسے دوسرے مسلمان ہوں گے ویسے ہی وہ بھی اگر انھوں نے انکار کیا تو میں اس کا فیصلہ خدا کے حوالے کردوں گا۔ مغیرہ یہ جواب سن کر کہتے ہوئے واپس ہوئے ''تو پھر خدا ہی کے حوالے کیجیے''۔ ''خدا ہی کے حوالے کیجیے''۔ اس پر قیس بن سعد نے کھڑے ہو کر کہا۔ امیرالمومنین! مغیرہ نے آپ کو ایسی بات کا مشورہ دیا جو خدا کو پسند نہیں، انھوں نے اپنا ایک پیر آگے بڑھایا اور ایک پیچھے رکھا اس مشورے سے ان کی غرض یہ تھی کہ اگر آپ معاویہ پر غالب ہوئے تو اپنی اس فصیحت کے سبب آپ کے مقرب بننے کی کوشش کریں گے اور اگر معاویہ کو کامیابی ہوئی تو اس مشورے کی وجہ سے اس کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کریں گے''۔

امیرالمومنینؑ نے انھیں کی بات کو قبول کیا اور مغیرہ وغیرہ سب کی رائیں رد کردیں۔

قیس کی جوانمردی:

تاریخ و سِیَر کے جن جن کتابوں میں قیس کے حالات لکھے گئے ہیں ان میں قیس کی بہادری و شجاعت اور جوانمردی کا تذکرہ اور مدح و ستائش ہے۔ وہ پیغمبر کے مشہور شمشیر زن اور امیرالمومنینؑ کے بعد اپنے زمانے کے انتہائی بہادر تھے معاویہ کے لیے اگر کسی کی ذات بوجھ تھی تو انھیں کی ذات تھی۔ جتنا وہ ایک لاکھ سورماؤں کے لشکر سے نہیں ڈرتے اتنا ایک اکیلے قیس سے خوف کھاتے۔ بروزِ صفین معاویہ کہا کرتے، اگر خدا نے نہیں روکا تو کل قیس ہمیں نیست و نابود ہی

Presented by Ziaraat.Com

کر کے دم لیں گے''۔ (ارشادالقلوب دیلمی جلد ۲ ص ۲۰۱)

قیس کی بے نظیر شجاعت کے مظاہرے عہدِ پیغمبر میں بھی ہوئے اور عہد امیر المومنینؑ میں بھی۔ عہدِ پیغمبر میں جنگِ بدر واُحد وحنین وخیبر وخندق وغیرہ سب ہی میں انھوں نے کارہائے نمایاں کئے۔ صاحبِ درجات رفیق لکھتے ہیں کہ یہ پیغمبر کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ پیغمبر کے ساتھ انصار کے علم کے یہی علمبردار تھے۔ فتحِ مکہ کے دن پیغمبر نے ان کے باپ سعد سے علم لے کر انھیں کو دیا۔ خطیب بغدادی اپنی تاریخ جلد ۱ ص ۱۷۷ میں لکھتے ہیں کہ بعض غزوات میں حاملِ لوائے پیغمبر یہی قیس تھے۔ تاریخ طبری وابن اثیر جلد ۳ ص ۱۰۶ میں ہے کہ رسول کے ساتھ انصار کے علَم کے یہی علمبردار ہوتے تھے اور یہ صاحبان تدبیر وشجاعت وہیبت میں سے تھے۔ ''استیعاب'' میں ہے کہ بروزِ فتحِ مکہ پیغمبر کے رایۃ کے یہی حامل تھے۔ پیغمبر نے علیؑ کو بھیجا تھا کہ سعد سے علَم لے کر ان کے بیٹے قیس کو دے دو علیؑ نے ایسا ہی کیا۔

عہدِ امیر المومنینؑ میں ان کی جنگی خدمات جنگِ صفین سے ظاہر ہیں۔ معاویہ سے جنگ اور دشمنوں سے لڑنے کی حضرت کو برابر ترغیب دیا کرتے ان کا مقولہ تھا۔

امیر المومنینؑ! روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر ہمیں کوئی محبوب نہیں اس لیے کہ آپ ہمارے وہ ستارے ہیں جس سے ہم ہدایت پاتے ہیں اور وہ ٹھکانا ہیں جس کی ہم لوگ پناہ لیتے ہیں۔ اگر ہم آپ کو کھو بیٹھے تو ہمارے زمین وآسمان دونوں تاریک ہو جائیں گے۔ اگر معاویہ کو مکر وفریب کرنے کی اجازت دے دی جائے تو وہ مصر پر چڑھ دوڑے، یمن کو خراب کرے اور عراق کے متعلق بھی اس کو طمع لاحق ہو اس کے ساتھ یمن کے ایسے لوگ ہیں جنھیں قتلِ عثمان پر بہکایا گیا ہے انھوں نے علم چھوڑ کر ظن وتخمین پر اکتفا کی ہے اور یقین کو چھوڑ کر شک کو کافی سمجھا

Presented by Ziaraat.Com

اور خیر سے قطعِ نظر کر کے ہوا و ہوس کے ہو رہے۔ آپ اہلِ حجاز کو لے کر اس کی طرف چل کھڑے ہوں اور ایسے امر کا ارادہ کر لیں جس کی وجہ سے اس کا سانس لینا دشوار ہو جائے اور اس کا دم گھٹ کر رہ جائے''۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ ''بہت ٹھیک کہا تم نے''۔ (امالی شیخ الطائفہ ص ۸۵)

جب امیر المومنینؑ نے شام روانہ ہونے کا قصد کیا تو آپ نے اپنے ساتھ کے مہاجرین و انصار کو طلب فرما کر کہا۔

''آپ لوگ مبارک خیال، بہتر علم، صادق القول اور پسندیدہ افعال کے ہیں، ہم اپنے دشمن کی طرف چلنا چاہتے ہیں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے''؟ قیس نے کھڑے ہو کر کہا:۔

''امیر المومنین ہمیں ساتھ لے کر دشمن کی طرف جلد چلیے اور تاخیر سے کام نہ لیجیے، خدا کی قسم ان شام کے دشمنوں سے جہاد کرنا ہمارے نزدیک ترک و روم کے کافروں سے جنگ کرنے سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ یہ لوگ دین میں دغا فریب کر رہے ہیں اصحابِ پیغمبر، مہاجرین و انصار اور نیکو کار تابعین کو ذلیل کر رہے ہیں۔ جب یہ لوگ کسی شخص سے ناراض ہوتے ہیں تو اسے قید کر دیتے یا زدو کوب کرتے ہیں۔ ہمارا مال حلال سمجھتے ہیں اور ہم ان کے خیال میں ان کے غلام ہیں''۔ (کتابِ صفین ص ۵۰)

صعصعہ بن صوحان بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت نے جنگِ صفّین کے لیے علم آراستہ کیے تو آپ نے پیغمبر کا لواء باہر نکالا۔ پیغمبر کے انتقال کے بعد اب تک یہ دیکھا نہیں گیا تھا۔ اسے آراستہ کر کے آپ نے قیس بن سعد بن عبادہ کو بلایا اور ان کے حوالے کیا۔ تمام انصار اور بدر میں شرکت کا شرف رکھنے والے صحابہ سمٹ آئے۔ انھوں نے جب لوائے رسول کو دیکھا تو بے ساختہ رونے

Presented by Ziaraat.Com

لگے۔قیس نے چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ :-

''یہ وہ لواء ہے جس کا ہم پیغمبر کے ساتھ حلقہ کئے ہوتے اور جبرئیل ہمارے مددگار تھے۔انصار جس کی پشت پناہ ہوں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔نہ کسی دوسرے کی موجودگی کی اسے حاجت ہے۔انصار وہ لوگ ہیں کہ جب وہ آمادہ پیکار ہوتے ہیں تو ان کے ہاتھ نیزوں کے ساتھ دراز ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ شہر فتح ہو جائیں''۔(مناقب خوارزمی ص ۱۲۲، استیعاب جلد ۲ ص ۵۴۹، اسد الغابہ جلد ۴ ص ۲۱۶، تاریخ ابن عساکر جلد ۳ ص ۲۴۵)

جب معاویہ کی پریشانیاں بہت بڑھ گئیں تو انھوں نے عمرو بن عاص، بسیر ین ارطارۃ، عبید اللہ بن عمر، عبد الرحمن بن خالد کو بلایا اور ان سے کہا۔

''علی ابنِ ابی طالب کے چند آدمیوں کی طرف سے مجھے بے حد قلق ہے قبیلۂ ہمدان کے سردار سعید بن قیس، دوسرے مالکِ اشتر، تیسرے ہاشم مرقال، چوتھے عدی بن حاتم، پانچویں قیس بن سعد۔اب تک یمانی قبیلے کے لوگ تمہاری سپر بنے رہے یہاں تک کہ اب مجھے شرم آنے لگی ہے کہ تم لوگ قریش کے سر بر آوردہ افراد ہو۔میں چاہتا ہوں کہ یہ یمانی لوگ سمجھ لیں کہ تم ان کے محتاج نہیں ہو۔میں ان مذکورہ بالا ہر شخص کے مقابلے میں تم میں سے ایک شخص کو مقرر کرنا چاہتا ہوں اس کا فیصلہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔

لوگوں نے کہا۔'' آپ کو اختیار ہے''۔معاویہ نے کہا کہ میں سعید بن قیس اور اس کی قوم کا مقابلہ کروں گا اور تم اے عمرو بنی زہرہ کے یک چشم ہاشم مرقال سے مقابلہ کرو اور تم اسے بسر قیس بن سعد سے اور تم اے عبید اللہ اشتر نخعی سے اور تم اے عبد الرحمن بن خالد قبیلے طے کے یک چشم یعنی عدی بن حاتم سے''۔

اسی پروگرام کے تحت تیسرے دن بسر نے قیس بن سعد کا مقابلہ کیا، گھمسان

Presented by Ziaraat.Com

کارن پڑا، قیس یوں نکلے جیسے شتر زبسر نے نیزے سے ان پر حملہ کیا اور قیس نے تلوار سے اور اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ سب لوگ اپنی اپنی جگہ واپس آئے اور میدان اس دن قیس کے ہاتھ رہا۔ (کتاب صفین ص ۳۲۶)

نصر بن مزاحم نے اپنی کتاب صفین ص ۲۲۷ و ۲۴۰ پر روایت کی ہے کہ معاویہ نے نعمان بن بشیر بن سعد انصاری اور مسلمہ بن مخلد انصاری کو طلب کیا، معاویہ کے پاس قبیلۂ انصار کے بس یہی دو آدمی تھے اور کوئی نہیں تمام انصار امیر المومنینؑ کے علم کے نیچے اور حضرت کے قدموں پر جاں نثار کرنے کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ معاویہ نے نعمان اور مسلمہ سے کہا۔

''قبیلہ اوس وخزرج سے ہمیں بے حد صدمات پہنچ رہے ہیں۔ یہ لوگ اپنی تلواریں کاندھوں پر رکھ کر مقابلہ کرنے کے لیے نکل پڑے ہیں یہاں تک کہ خدا کی قسم انھوں نے میرے ساتھ کے بڑے بڑے بہادروں کو بزدل بنا دیا ہے اب یہ حالت ہے کہ شام کے جس بہادر کا نام لے کر میں دریافت کرتا ہوں یہی جواب ملتا ہے کہ انصار نے اسے قتل کر ڈالا۔ خدا کی قسم اب میں پورے ساز و سامان سے ان کا مقابلہ کروں گا اور ان کے ہر بہادر کے مقابلے میں اپنا ایک بہادر کھڑا کروں گا جو اُن کا گلا چھید دے اور جتنی ان کی تعداد ہے اتنی ہی تعداد میں قریش کے ایسے مردوں کو کھڑا کروں گا جن کی غذا نہ کھجور ہے نہ طفشیل (ایک قسم کا شوربہ) یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم انصار ہیں، ٹھیک ہے کہ انھوں نے پیغمبر کو پناہ دی تھی اور ان کی نصرت و یاری کی تھی لیکن ان لوگوں نے باطل کی آمیزش کی وجہ سے اپنے حق کو فاسد کر دیا ہے''۔

نعمان بن بشیر یہ تقریر سن کر بگڑ گئے اور کہا۔

''معاویہ تم انصار کی ملامت اس وجہ سے نہ کرو کہ انھوں نے جنگ کی طرف

Presented by Ziaraat.Com

سبقت کی۔ وہ جاہلیت میں بھی ایسے ہی تھے (آج اگر وہ تم سے برسرِ پیکار ہیں تو کل تمہارے باپ دادا سے لڑ چکے ہیں) رہ گیا لڑائی کے لیے ان کا یہ چیلنج تو تم نے پیغمبر کے ساتھ انھیں دیکھا ہی ہے اور یہ جو تم نے کہا کہ ان کی تعداد کے مقابلے میں قریش کے اتنے ہی آدمی تم کھڑے کرد گے تو قریش والوں کو انصار کے ہاتھوں جتنی شکستیں اور صدمات اٹھانے پڑے ان سے بھی تم بخوبی واقف ہو اگر تم ویسا ہی چاہتے ہو تو کر کے دیکھ لو۔ رہ گیا تمر اور طفشیل تو تمر بے شک ہماری غذا تھی مگر جب تم نے اسے چکھا تو تم بھی کھانے لگے اور طفشیل یہودی کھایا کرتے تھے جب ہم نے کھایا تو ہم یہودیوں سے بڑھ گئے جیسا کہ قریش والے سخینہ کے نام سے بدنام ہیں (سخینہ ایک قسم کی غذا ہے جو گھی اور ستو سے بنائی جاتی ہے، قریش والے بہت کھاتے تھے جس کی وجہ سے ان کا نام پڑ گیا تھا ''قریش السخینہ'' اس گفتگو کی خبر انصار کو بھی لگ گئی، قیس نے تمام انصار کو اکٹھا کیا اور تقریر کرتے ہوئے کہا۔

''معاویہ نے تم لوگوں کے متعلق جو کچھ کہا ہے تمہیں معلوم ہی ہوا ہوگا، تمہاری طرف سے تمہارے قبیلے والوں نے جواب بھی دے دیا ہے۔ اپنی جان کی قسم تم لوگوں نے اگر آج معاویہ کو غم و غصے میں مبتلا کیا ہے تو کل بھی کر چکے ہو۔ اگر اسلام میں تم نے ان کا خون بہایا ہے تو بحالت شرک بھی معاویہ کے نزدیک تمہارا کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں کہ تم نے اس دین کی مدد کی جس پر آج تم ہو۔ تم آج کوشش کر کے وہ مزا چکھاؤ کہ پچھلے معاملے گرد ہو جائیں اور کل اس بات کی کوشش کرو کہ وہ آج کے واقعات ہیچ سمجھنے لگیں۔ تم اس لوا کے ساتھ ہو جس کے

Presented by Ziaraat.Com

دائیں جبرئیل قتال کیا کرتے تھے اور بائیں میکائیل اور وہ لوگ (معاویہ اور ان کے ساتھی ابوجہل اور مشرکین کے ساتھ ہیں۔

معاویہ کا یہ طعنہ کہ ہم لوگ کھجور کھاتے ہیں تو کھجور ہم نے نہیں بویا تھا البتہ ہم لوگ ان لوگوں پر فتح یاب ہوئے تھے جنھوں نے اس کی کاشت کی تھی اور طفیلی تو یہ ضرور ہماری غذا تھی اور ہم لوگ اس کے ساتھ مشہور بھی ہیں جیسے قریش سخینہ کے ساتھ مشہور ہیں"۔

اس کے بعد قیس نے چند اشعار پڑھے جن میں معاویہ کی مذمت کی تھی۔ جب معاویہ کو ان اشعار کی خبر ملی تو عمرو عاص سے رائے لی، کیا حرج ہے ہم لوگ بھی انصار کو گالیاں دیں۔ عمرو عاص نے کہا ہماری رائے یہ ہے کہ تم دھمکی تو ضرور دو مگر گالیاں نہ دو اور گالیاں دو گے بھی تو کیا؟ زیادہ سے زیادہ ان کے جسموں کی مذمت کرو گے مگر ان کے حَسَب پر کچھ حرف نہیں رکھ سکتے تھے معاویہ نے کہا کہ انصار کے خطیب قیس ضرور تقریر کر کے انصار کو ہمارے خلاف برانگیختہ کرتے ہیں۔ خدا کی قسم قیس کا تو ارادہ ہے کہ کل ہمیں ملیامیٹ ہی کر دیں تو تمہاری رائے کیا ہے۔ عمرو عاص نے کہا "دل مضبوط رکھو اور صبر کرو"۔

پھر معاویہ نے قبیلۂ انصار کے کچھ لوگ جن میں عقبہ بن عمرو ابو مسعود، براء بن عازب، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، خزیمہ بن ثابت، زید بن ارقم، عمرو، حجاج بن غزیہ بھی تھے کے پاس پیغام بھیجا اور اپنی ناراضی ظاہر کی۔ معاویہ نے ان لوگوں سے فرمائش کی تم لوگ قیس سے ملو۔ چنانچہ یہ سب لوگ قیس کے پاس آئے اور کہا کہ معاویہ ہم لوگوں کو گالیاں دینے سے پرہیز کر رہے ہیں تم بھی انھیں گالیاں نہ دو۔ قیس نے کہا میرے ایسا آدمی گالی نہیں بکتا البتہ میں ان سے لڑنے سے تو باز نہیں

Presented by Ziaraat.Com

رہ سکتا، مرتے دم تک ان سے لڑے جاؤں گا۔ دوسرے دن علی الصباح معاویہ کے لشکر نے حرکت کی۔ قیس سمجھے اس میں معاویہ بھی ہیں انھوں نے معاویہ کے خیال میں ایک آدمی پر حملہ کیا اور مار ڈالا، دیکھا تو معاویہ نہ تھے دوسرے آدمی پر اسی دھوکے میں حملہ کیا اور مار کے پلٹ آئے۔

معاویہ نے شام والوں کو تاکید کی کہ جب تمہارا قیس سے سامنا ہو تو خوب گالیاں دو۔ جب دونوں لشکروں کا سامنا ہوا تو معاویہ نے قیس کو بڑی سخت گالیاں دیں ساتھ ہی ساتھ انصار کو بھی، اس پر نعمان اور مسلمہ بن مخلد دونوں بگڑ گئے، ان دونوں نے ارادہ کرلیا کہ جا کر اپنے قبیلے والوں سے مل جائیں مگر معاویہ نے بہلا پھسلا کر راضی کرلیا۔

اس کے بعد معاویہ نے نعمان سے فرمائش کی کہ تم قیس کے پاس جاؤ انھیں سرزنش کرو اور مصالحت پر آمادہ کرو۔ نعمان گیا دونوں صفوں کے درمیان کھڑا ہو کر بولا۔

''اے قیس، کیا انصار نہیں جانتے کہ بروزِ قتلِ عثمان، عثمان کی مدد سے گریز کر کے انھوں نے خطا کی تو جس طرح تم نے عثمان کی مدد نہ کی تھی علی کی بھی مدد نہ کرتے تو حساب برابر ہو جاتا۔ مگر مصیبت تو یہ ہے کہ تم نے حق کی مدد سے گریز کیا اور باطل کی مدد پر کمربستہ ہوئے پھر یہ بھی تمہیں گوارا نہ ہوا کہ جیسے اور لوگ بے تعلق ہیں تم بھی بے تعلق رہتے یہاں تک کہ تم لڑائی میں گھس پڑے اور مقابلے کے لیے چیلنج کرتے ہو۔ علی پر جب کوئی دشواری پڑتی ہے تم لوگ اسے آسان کردیتے ہو اور اُن سے کامیابی کا وعدہ کرتے ہو۔ لڑائی نے ہمارا اور تمہارا جتنا نقصان کیا ہے وہ تم دیکھ ہی چکے اب جو بچے کچھے رہ گئے ہیں اُن کے متعلق خدا سے ڈرو''۔

قیس یہ سن کر ہنسے اور کہا:- ''نعمان مجھے تم سے اس جسارت بھری گفتگو کا وہم

Presented by Ziaraat.Com

وگمان بھی نہ تھا۔ جو شخص خود اپنے نفس کو دھوکہ دے وہ اپنے بھائی کو نصیحت نہیں کر سکتا، تم خدا کی قسم دھوکے باز، گمراہ اور گمراہ کن ہو اور تم نے عثمان کا جو ذکر کیا تو ان کے متعلق خبریں تو تمھیں ملی ہوں گی، ایک بات مجھ سے بھی سن لو جس نے عثمان کو قتل کیا وہ بھی تم سے بہتر ہے اور جس نے عثمان کی مدد سے گریز کیا وہ بھی تم سے بہتر ہے۔ اصحابِ جمل سے ہم نے اس لیے لڑائی لڑی کہ انھوں نے بیعت کر کے بیعت توڑ دی تھی رہ گئی یہ معاویہ تو خدا کی قسم تمام عرب بھی اگر معاویہ کے ساتھ ہو جائیں تب بھی انصار آخر وقت تک ان سے لڑتے رہیں گے۔ تمہارا یہ کہنا کہ ہم دوسروں جیسے نہیں ہیں تو ہم اس لڑائی میں ویسے ہی تھے جیسے رسولؐ اللہ کے ساتھ ہوا کرتے تھے جب کہ ہم اپنے چہروں سے تلوار روکتے اپنے سینوں سے نیزوں کو ٹالتے تھے یہاں تک حق غالب ہوا، خدا کا امر ظاہر ہو کر رہا اور مشرکین جلتے ہی رہے لیکن نعمان تم یہ دیکھو کہ معاویہ کے ساتھ سوائے آزاد کردہ لوگوں یا بدو عربوں کے اور بھی کون ہے یا قبیلۂ یمانی کے وہ لوگ جو اپنے غرور میں ڈوبے ہوتے ہیں دیکھو تو مہاجرین وہاں کہاں؟ انصار کہاں؟ تابعین کے نیکوکار کہاں؟ پھر یہ بھی دیکھو کہ معاویہ کے ساتھ سوا تمہارے اور تمہارے ساتھی (مسلمہ بن مخلد) کے اور کون ہے اور تم دونوں نہ جنگِ بدر میں شریک ہوئے نہ احد میں، نہ تمھیں اسلام میں سابقت کا شرف حاصل ہے نہ تمہارے متعلق کلامِ مجید کی کوئی آیت اتری۔ خدا کی قسم اگر آج تم نے ہماری مخالفت کی ہے تو تمہارے باپ بھی ہماری مخالفت کر چکے ہیں" (کتاب صفین نصر بن مزاحم۔ شرح نہج البلاغہ الامامت والسیاست جلد ا ص ۹۴)

امام حسنؑ کے مختصر عہدِ خلافت میں بھی قیس کی مردانگی اور جوانمردی کی یہی کیفیت رہی۔ امام حسنؑ نے تختِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد بارہ ہزار عرب کے بہادروں کا ایک لشکر مرتب کر کے عبید اللہ بن عباس کی زیرِ سرکردگی معاویہ کی

Presented by Ziaraat.Com

طرف روانہ کیا ساتھ میں قیس بن سعد اور سعید بن قیس ہمدانی بھی تھے۔ امام کی تاکید تھی کہ ہر مسئلے میں ان دونوں کے مشورے پر عمل کیا جائے اور اگر عبید اللہ قتل ہو جائیں تو قیس بن سعد سردار لشکر ہوں اور قیس کی شہادت کے بعد سعید بن قیس، معاویہ بھی لشکر کی آمد کی خبر سن کر مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے ایک جگہ دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ جھڑپیں بھی ہوئیں، رات جب آئی تو معاویہ نے عبید اللہ بن عباس کے پاس کہلا بھیجا کہ امام حسنؑ نے مجھے صلح کا پیام بھیجا ہے، وہ یہ حکومت میرے حوالے کرنے والے ہیں اگر تم اس گھڑی خوشی سے میری اطاعت قبول کرو تو عزت بنی رہے گی ورنہ آخر کار تمہیں ذلت کے ساتھ میری اطاعت قبول کرنی پڑے گی اگر اس وقت تم میری بات مان لو تو تمہیں دس لاکھ درہم دوں گا ۵ لاکھ ابھی اور ۵ لاکھ اس وقت جب تم کوفہ پہنچ لو گے۔ عبید اللہ راتوں رات معاویہ کے لشکر میں جا پہنچے۔ معاویہ نے حسبِ وعدہ ۵ لاکھ درہم انھیں دے دیئے جب صبح ہوئی تو لوگ عبید اللہ کی راہ تک رہے تھے، ڈھونڈا گیا تو ندارد قیس نے لشکر کو جماعت سے نماز پڑھائی اور اس کے بعد ولولہ انگیز تقریر کی، سپاہیوں کی ہمت بڑھائی، ساتھ ہی عبید اللہ بن عباس کو بُرا بھلا کہا، سپاہیوں کو صبر کی تلقین اور دشمن سے مقابلہ کرنے کی ترغیب دی سب نے لبیک کہی اور کہا خدا کا نام لے کر ہمارے ساتھ دشمن پر حملہ کیجئے۔ قیس انھیں لے کر مستعد کارزار ہوئے اُدھر سے بسر بن ارطاق نے چیخ کر کہا وائے ہو تم پر تمہارے سردار (عبید اللہ) تو ہمارے پاس ہیں اور تمہارے امام حسنؑ نے مصالحت کر لی ہے اب کس بات پر تم اپنی جانیں دیتے ہو۔ قیس نے اپنے لشکر والوں سے کہا اب دو ہی راستے تمہارے سامنے رہ گئے ہیں یا تو بغیر امام کے جنگ کرو یا گمراہی کی بیعت کر لو۔ فوج نے کہا نہیں بلکہ ہم بغیر امام کے لڑائی کو ترجیح دیتے ہیں، سب

Presented by Ziaraat.Com

اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے شام والوں کو پسپا کر کے اپنی صف میں جانے پر مجبور کر دیا۔

''معاویہ نے قیس کو خط لکھا جس میں انھیں اپنے پاس آنے کی دعوت دی اور انھیں بہت کچھ داد و دہش کی اُمید دلائی۔قیس نے جواب دیا خدا کی قسم ہم میں تم میں کبھی ملاقات نہیں ہوسکتی مگر یہ کہ ہمارے تمہارے درمیان نیزہ ہو''۔

(ابنِ ابی حدید جلد ۴ ص ۱۴)

''استیعاب'' برحاشیہ ''اصابہ'' جلد ۳ ص ۲۲۸ میں عروہ سے منقول ہے کہ قیس امام حسنؑ کے مقدمۃ الجیش میں تھے اور ان کے ساتھ ۵ ہزار آدمی تھے جنھوں نے امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد اپنے سر منڈوا دیئے تھے اور مرنے مارنے پر بیعت کر لی تھی۔جب امام حسن سے معاویہ کی مصالحت ہوگئی تو قیس نے معاویہ کی بیعت کرنے سے انکار کیا اور اپنے اصحاب سے کہا تمہاری کیا خواہش ہے اگر تم کہو تو تمہارے ساتھ معاویہ سے لڑوں یہاں تک کہ ہم لوگ شہید ہو جائیں اور کہو تو تمہارے لیے امان لے لوں۔ان لوگوں نے کہا امان لے لو۔ قیس نے ان کے لیے امان لے لی اور حقوق حاصل کئے اور اپنے کو بھی انھیں کا ایک فرد قرار دیا۔اپنے لئے کوئی بھی خصوصی مراعات قبول نہ کیں اس کے بعد قیس اپنے اصحاب سمیت مدینے کو روانہ ہو گئے۔

قیس بن سعد کا جُود و سخا:-

گنجائش نہیں کہ ہم تفصیل سے قیس کے بذل و عطا پر روشنی ڈال سکیں صرف چند نمونے نذرِ ناظرین کرتے ہیں۔

قیس نے اپنا کوئی مال معاویہ کے ہاتھ ۹۰ ہزار درہم میں بیچا اس کے بعد

Presented by Ziaraat.Com

مدینے میں منادی کرادی کہ جسے روپیہ قرض لینا ہو آکر لے جائے۔ چالیس پچاس ہزار بطور قرض لوگوں کو دیئے اور باقی داد و دہش کے طور پر دے ڈالے، جن لوگوں کو قرض دیا تھا ان سے قرض کی ادائیگی کا اقرار نامہ بھی لکھوایا۔ اس کے کچھ دنوں کے بعد قیس بیمار پڑے تو بہت کم لوگ عیادت کو آئے، انھوں نے اپنی بیوی قریبہ ہمشیرۂ ابی بکر سے کہا قریبہ دیکھتی ہو عیادت کے لیے کتنے کم لوگ آئے، قریبہ نے کہا اس کی وجہ وہ مال ہے جو تم نے لوگوں کو بطور قرض دیا ہے۔

قیس نے جتنی تحریریں لوگوں سے لکھوائی تھیں وہ سب واپس کردیں اور مال جو انھیں دیا تھا وہ انھیں ہبہ کردیا۔ اس کے بعد اتنی کثرت سے لوگ ان کی عیادت کو آئے کہ مکان کا زینہ منہدم ہو گیا اور دوسری روایت کی لفظ ہے کہ چوکھٹ ٹوٹ گئی۔ (تاریخ خطیب بغدادی جلد ۱ ص ۱۷۷ تاریخ ابن کثیر جلد ۸ ص ۹۹، ربیع الابرار زمخشری استیعاب، بدایہ ونہایہ جلد ۸ ص ۱۰۰)

جابر بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک رسالے کے ساتھ دشمن کی طرف روانہ ہوئے اس میں قیس بھی تھے۔ قیس نے رسالے کی ضیافت میں ۹ اونٹ سواری کے ذبح کرائے، جب ہم لوگ رسول اللہ کے پاس واپس آئے تو یہ سارا واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا جُود ہمیشہ اس گھر کی خصلت میں داخل رہا اور جب یہ قیس امام حسنؑ کی صلح کے بعد اپنے اصحاب سمیت مدینے واپس گئے تو ہر دن ان کے لیے ایک ناقہ ذبح کرتے یہاں تک کہ سب ناقے ختم ہو گئے"۔

(استیعاب جلد ۲ ص ۵۲۹، تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۲۹۴)

معاویہ نے مروان کو خط لکھا کہ کثیر بن صلت سے اس کا گھر خرید لو کثیر نے انکار کیا۔ معاویہ نے پھر مروان کو لکھا کہ جو مال کثیر کے ذمّے واجب الادا ہے اس کے بدلے مکان لے لو اگر مال دے دے تو خیر ورنہ اس کا مکان بیچ ڈالو۔

Presented by Ziaraat.Com

مروان نے کثیر کے پاس معاویہ کا پیغام کہلا بھیجا، اس نے تین دن کی مہلت لی۔ اِدھر اُدھر سے جتنے روپے فراہم ہو سکے جمع کیے ۳۰ ہزار کی کمی رہ گئی، لوگوں نے قیس کا تذکرہ کیا اس نے آکر قیس سے ۳۰ ہزار لیے اور پوری رقم لے جا کر مروان کو پیش کر دی۔ جب مروان نے دیکھا کہ اس نے روپیہ فراہم کر کے ادا کر دیے تو اس نے مکان بھی لوٹا دیا اور روپے بھی کثیر نے ۳۰ ہزار درہم لا کر قیس کو واپس کرنا چاہے قیس نے واپس نہیں لیا۔

(استیعاب جلد ۲ ص ۵۳۹ اصابہ جلد ۵ ص ۲۵۴)

ایک بوڑھی عورت نے قیس سے شکایت کی کہ میرے گھر میں چوہے بالکل نہیں رہے۔ قیس نے کہا کیا عمدہ سوال کیا تو نے میں تیرے گھر کو چوہوں سے بھر دوں گا۔ چنانچہ قیس نے اشیائے خورد و نوش سے اس کے گھر کو بھر دیا۔ علّامہ ابنِ عبدالبر لکھتے ہیں کہ یہ قصہ مشہور ہے اور صحیح ہے۔

قیس کے والد سعد جب مدینے سے رخصت ہونے لگے تو انھوں نے اپنا مال و متاع اپنے لڑکوں میں تقسیم کر دیا مگر ان کی بیوی کو حمل تھا جس کا علم سعد کو نہ ہو سکا۔ سعد کے مرنے کے بعد وہ بچہ پیدا ہوا۔ ابو بکر و عمر نے قیس سے کہا کہ سعد کے مال میں اس بچے کا بھی حصہ ہے لہٰذا تم لوگ اپنے اپنے حصے میں سے کم کر کے اس بچے کو حصہ دے دو۔ قیس نے کہا میں اپنے حصے کا سارا مال اس بچے کو دیتا ہوں مگر میرے باپ جو تقسیم کر گئے ہیں اس میں

پیغمبر نے مشرکین سے لڑنے کے لیے ایک رسالہ روانہ کیا اس میں قیس بھی تھے اور حضرت عمر و ابو بکر بھی۔ قیس قرضہ لے لے کر رسالے کے مسلمانوں کی ضیافت کرتے، ابو بکر و عمر نے کہا اگر اس جوان قیس کو یونہی چھوڑ دیا گیا تو یہ اپنے باپ کو کنگال کر دے گا۔ ان حضرات نے لوگوں کو منع کر دیا کہ کوئی انھیں قرض نہ

Presented by Ziaraat.Com

دے جب سعد کوخبر ملی توانھوں نے پیغمبر سے شکایت کی کہ ابوبکر وعمر میرے لڑکے کو بخالت سکھاتے ہیں''۔ (اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۵)

قیس کی خطابت:

قیس بہت بڑے فصیح اللسان اور جادو بیان مقرر تھے ان کی اس خوبی کا اندازہ معاویہ کے اس فقرے سے بآسانی ہوسکتا ہے۔''انصار کے خطیب قیس ابنِ سعد ہر دن تقریر کرنے لئے کھڑے ہوتے ہیں خدا کی قسم قیس کا ارادہ ہے کہ وہ ہمیں کل نیست ونابود کر کے رکھ دیں''۔

قیس کی جلالت وعظمت:

قیس کی تحریر وتقریر، اُن کے کلمات ومقالات جو سیرۃ وتاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں وہ روشن ثبوت ہیں کہ قیس کتنے بامعرفت اور کتاب وسنّت کے کتنے بڑے عالم تھے۔ پیغمبر کی خدمت میں دس برس رہے (بدایہ ونہایہ جلد ۸ ص ۹۹) بلکہ مدتِ دراز تک رہے۔ ان کے باپ سعد بن عبادہ نے قیس کو پیغمبر کے حوالے کر دیا تھا کہ ہر وقت حضرت کی خدمت میں رہیں (اسد الغابہ جلد ۴ ص ۲۱۵) سفر و حضر ہر حال میں پیغمبر کے ساتھ رہا کئے، پیغمبر کی ہر وقت کی رفاقت اس پر فطری عقل وخرد ودور اندیشی اور اصابتِ رائے سونے پر سہاگے کا کام کر گئی۔ پیغمبر نے ان کی تعلیم وتربیت میں کمالِ شفقت سے کام لیا۔ مکارمِ اخلاق سکھائے اور ہر وہ باتیں تعلیم کیں جو انسان کو انسانِ کامل بناتی ہیں۔ پیغمبر کی خدمت میں ان کا ہر وقت رہنا نوکر چاکر کی حیثیت سے نہ تھا اس لیے کہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے بلکہ جیسے شاگرد استاد کی خدمت میں ہر وقت رہتا ہے اور استاد کے کمالات کا اکتساب کرتا رہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پیغمبر کو جب بھی موقع ملتا قیس کو دین و

Presented by Ziaraat.Com

مذہب کے علوم تعلیم دیتے قیس بھی موقعے کے متلاشی رہتے اور پورے ذوق و شوق سے کسبِ کمالات کرتے اس کا پتہ علامہ ابنِ اثیر کی اس روایت سے ہوتا ہے کہ قیس بیان کرتے ہیں کہ ''پیغمبرِ خدا کا گزر میری طرف سے ہوا، میں نماز سے فارغ ہو چکا تھا''۔ پیغمبر نے فرمایا قیس تمھیں جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کا پتہ نہ دوں میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ ضرور، آپ نے فرمایا "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" جنت کا ایک دروازہ ہے۔

پیغمبر کی وفات کے بعد امیر المومنینؑ سے پیغمبر کے ارشادات حاصل کئے اور آپ سے کتاب وسنت کا استفادہ کیا جیسا معاویہ سے ایک گفتگو میں اس کا تذکرہ بھی ہے۔ معاویہ اور قیس میں بحث ہوئی، قیس نے وہ تمام آیتیں پیش کیں جو امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں، وہ تمام حدیثیں بیان کیں جو پیغمبر علیؑ کے متعلق ارشاد فرما چکے تھے۔ معاویہ نے جل کر کہا کہ سعد کے فرزند یہ سب کس سے تمھیں معلوم ہوا، کس سے تم نے سنا؟ تمھارے باپ نے یہ سب تمھیں بتایا تھا۔ قیس نے کہا یہ سب میں نے اس سے معلوم کیا جو میرے باپ سے بہتر تھا اور اس کا حق میرے باپ کے حق سے بڑا تھا۔ معاویہ نے پوچھا وہ کون؟ کہا علی ابنِ ابی طالب جو اس امت کے عالم اور صدیق ہیں۔

قیس کے کمالِ علم کے منجملہ دیگر شواہد کے یہ بھی ہے کہ وہ پکے مسلمان، سچے مومن تھے، انھیں پیغمبرِ خدا کے حقیقی جانشینوں کی معرفت حاصل کی تھی، وہ ان کی محبت میں غرق اور ان کے قدموں پر اپنی جان چھڑکتے تھے، دنیا والے لاکھ طعن وتشنیع کرتے مگر انھیں اس کی پروا نہ ہوتی۔ مصر کی حکومت سے جب انھیں امیر المومنینؑ نے واپس بلا لیا تو حسان بن ثابت نے جو عثمانی تھے قیس پر فقرے کسے اور کہا علی نے تم سے مصر کی حکومت چھین لی، تم عثمان کے قاتل بھی ہو، علی نے

Presented by Ziaraat.Com

تمہیں کوئی بدلہ بھی نہ دیا اور قتلِ عثمان کا گناہ بھی تمہارے سر رہا۔ قیس نے کہا اے آنکھ اور دل کے اندھے اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے اور تمہارے قبیلے میں جنگ چھڑ جائے گی تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا۔ پھر قیس نے دھکے دے کر پاس سے نکال دیا۔

اگر قیس ویسے ہی خزینہ دارِ علوم و معارف، سرچشمہ مُعارف دین اور مرکزِ فضل و شرف نہ ہوتے جیسا کہ سیاست و دور اندیشی میں طاق تھے تو امیر المومنینؑ مصر کے دینی و دنیوی معاملات کا ناظم مقرر کر کے انہیں نہ بھیجتے اور یہ فقرہ انھیں نہ تحریر کرتے "وعلم من قبلك مما علمك الله" خدا نے جو تمہیں علم بخشا ہے وہ اپنے پاس کے لوگوں کو تعلیم کرو (تاریخِ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۸)

قیس کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرنے والا یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ قیس ابن سعد دین کے ستون میں سے ایک ستون، ہدایت کے ارکان میں سے ایک رکن، اکابرِ اُمت کی ایک نمایاں فرد اور حق کے بہت بڑے مبلغ تھے اور کتب سیَر و تواریخ میں ان کے جتنے بھی مناقب و فضائل مذکور ہیں وہ کچھ ان سے بھی فزوں تر تھے۔

اگر قیس کے ایسا آدمی سعد کی نسل میں نہ ہوتا تو پیغمبر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا نہ کرتے، اللّٰھم اجعل صلواتك ورحمتك علیٰ آل سعد بن عبادہ" خداوندا تو اپنی رحمت و برکت نازل کر سعد بن عبادہ کی اولاد پر غزوہ ذی فرد میں نہ فرماتے۔

"اللّٰھم ارحم سعدا وآل سعد نعم المرء سعد بن عبادہ" خداوندا تو سعد اور ان کی آل پر رحمت نازل کر کیا ہی اچھا آدمی ہے۔ سعد بن عبادہ سعید کے یہاں غذا نوش فرمانے کے بعد پیغمبر فرماتے تمہارے یہاں نیکوکاروں نے غذا نوش کی تمہارے لیے ملائکہ نے دعائے رحمت کی اور روزہ

Presented by Ziaraat.Com

داروں نے تمہارے یہاں افطار کیا۔ سعد سے پیغمبر فرماتے ''اے ابو ثابت (کنیتِ سعد) خوشخبری ہو تمہیں بلاشبہ تم کامیاب ہوئے۔ اولاد خدا کے ہاتھ میں ہے خدا جسے چاہتا ہے خلف صالح دیتا ہے تمہیں بھی اس نے خلفِ صالح عنایت کیا ہے''۔ یہ تمام حدیثیں مقریزی کی کتاب الامتاع ص ۲۶۳ و ۵۱۵، تاریخ ابنِ عساکر جلد ۶ ص ۸۲ و ۸۸، سیرۃ حلبیہ جلد ۳ ص ۸ پر موجود ہیں۔

قیس بن سعد اور معاویہ جنگِ صفّین سے پہلے:

سوانحِ عمری حضرت امیرالمومنینؑ کی چھٹی جلد حضرت امیرالمومنینؑ حصۂ ثالثہ میں تفصیل سے یہ باب مذکور ہے ہم یہاں اس کا خلاصہ نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

صفّین کی لڑائی جب سر پر آگئی تو معاویہ ڈرے...... کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ علیؑ اپنے لشکر جرّار کو لے کر عراق سے آدھمکیں اور ادھر مصر سے قیس بن سعد حملہ کردیں اور ہم دونوں فوجوں کے درمیان پس کے رہ جائیں۔ قیس کی حکمتِ عملی ایسی تھی کہ معاویہ کافی عرصے تک پتہ نہ چلا سکے کہ قیس ہمارے موافق ہیں یہ مخالف۔ انھوں نے ایسی تدبیریں کرنے میں دیر نہ کی جن کی وجہ سے قیس کھل کر سامنے آجائیں۔ انھوں نے قیس کو ایک خط لکھا۔

> ''اگر تم لوگ جانب داری اور اعزّہ پروری یا ضرب و تادیب یا کسی شخص کو بُرا بھلا کہنے یا کسی کو جلاوطن کرنے کی وجہ سے عثمان سے ناراض ہوئے یا نوجوانوں کو حکومت دینا جرم قرار دیا تو یہ سب سہی مگر تم یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ ان امور کے سبب ان کا خون تمہارے لیے مباح نہیں تھا۔ تم نے سنگین جرم کا ارتکاب کیا۔ امرِ مکروہ و ناپسندیدہ و حرام پر عمل کیا تو اے قیس! اللہ کے دربار میں توبہ کرو تم ان لوگوں میں سے ہو جو حضرت

Presented by Ziaraat.Com

عثمان پر بلوہ کر کے آئے تھے۔ یاد رکھو کہ یہ خون تمہارا پیچھا نہ
چھوڑے گا اور تمہاری قومی شرافت وعزت کا کچھ پاس ولحاظ نہ
کرے گا اگر تم کو اپنی جان کی فکر اور اس کی حفاظت مطلوب ہے
تو حضرت عثمان کے قصاص طلب کرنے والوں میں مل جاؤ۔
اس امر میں ہمارے تابع ہو کر معین و مددگار رہو۔ بروقتِ فتح ہم تم
کو مصر و عراق دونوں کی حکومت دیں گے اور اپنی زندگی تک
تمہاری قوم میں سے جس کو تم چاہو گے حجاز کی حکومت دیں گے
اور جو تمہاری خواہش ہوگی جلد پوری کریں گے، اپنی رائے سے
جلد اطلاع دو''۔

قیس کے پاس جب یہ خط پہنچا وہ خط پڑھ کر یہ سوچے کہ ابھی معاویہ کو باتوں میں ٹالنا چاہیئے اپنے ذاتی خیالات کا اظہار مناسب نہیں۔ فی الحال ان سے ظاہر داری کرنا اور جنگ سے بچنا مناسب ہے انھوں نے کہا۔

''بعد حمد و نعت کے جو تم نے لکھا مجھے معلوم ہوا میں خوب
سمجھا۔ حضرت عثمان کے قتل کے بارے میں جو لکھتے ہو یہ محض
تمہارا خیال ہے مجھ کو اس واقعے سے دراصل کوئی تعلق نہ تھا نہ
میں اس میں کسی طرح شریک تھا بلکہ اس کام کے پاس تک نہ گیا
نہ مجھ کو حضرت علی کی شرکت اس ہنگامے میں نظر آئی۔ میں جہاں
تک غور کرتا ہوں وہ بھی بالکل اس سے بے تعلق ہیں۔ رہی
تمہاری اطاعت یہ معمولی بات نہیں کہ میں اس کا جواب فوری
دے دوں۔ اس معاملے میں ابھی غور و تامل کر رہا ہوں یہ عجلت
کا کام نہیں ہے حالانکہ میں ہر طرح تمہارے لیے کافی ہوں

Presented by Ziaraat.Com

تاہم میری طرف سے کوئی ایسا امر نہ ہوگا جو تم کو ناگوار وشاق گزرے اس کو سمجھ بوجھ کر انشاء اللہ جواب دوں گا''۔

معاویہ نے یہ خط پڑھ کر پھر دوسرا خط اس مضمون کا لکھا

''میں نے تمہارا خط پڑھا اس میں کوئی بات صاف نظر نہیں آتی تم میری خواہش کے قریب نہیں آتے کہ میں تم کو صلح خواہ خیال کروں اور نہ تمہارے اس خط سے دوری اور اختلاف ظاہر ہوتا ہے کہ میں تم کو اپنا دشمن سمجھ لوں۔ تم کو صلح کے لیے بلاتا ہوں تم اس سے نہ بھاگو، میں تمہیں لڑائی سے بچاتا ہوں، میرا کہنا مانو اور جعل وفریب کی باتیں مجھ سے نہ کرو، مجھ سا شخص ہرگز تمہارے دامِ تزدیر میں نہیں آسکتا اور نہ تم ایسوں کے فقرے میں آکر کسی حیلے میں گرفتار ہوسکتا ہے''۔

قیس نے یہ خط دیکھ کر سمجھ لیا کہ اب معاویہ حیلہ وحوالے سے نہیں مانیں گے اور نہ ٹالنے سے ٹلیں گے جو کچھ دل میں تھا اس کو صاف الفاظ میں تحریر کردیا اور نہایت طعن آمیز خط معاویہ کو لکھا۔

''مجھ کو سخت تعجب ہے کہ تم مجھ کو کس قدر فریب دے رہے ہو مجھ سے اطاعت کی طمع رکھتے ہو، تم نے مجھے بالکل حقیر و کمزور سمجھ لیا ہے کی تم مجھ کو مستحقِ امارت وخلافت (علیؑ) کی اطاعت سے نکالنا چاہتے ہو، وہ شخص بہت عالی مرتبہ ہے، سب لوگوں میں امارت کے لائق، سب میں حق بات کہنے والا، راہ حق کا ہادی، آنحضرتؐ سے باعتبارِ تعلقات سب سے قریب ہے۔ تم مجھ سے اپنی اطاعت کے لیے کہتے ہو تو تم اپنی حقیقت بھولے

Presented by Ziaraat.Com

ہوئے ہو۔ تم ایسے ہو جو اس امارت میں سب لوگوں سے دور، سب مکّاروں سے زیادہ مکار، آنحضرتؐ سے باعتبار تعلق بہت بعید اور گمراہ کرنے والے کی اولاد ایک شریر شیطان ابلیس کی جماعت سے ہو۔ اگر میں تم کو مجبور اور اپنی لڑائی میں مصروف نہ کر دوں کہ تم کو اپنی جان کے لالے پڑ جائیں تو سمجھنا کہ تم بڑے خوش نصیب ہو"۔

جب معاویہ کو قیس کی طرف سے بالکل مایوسی ہوگئی تو انھوں نے لکھا:-

امّا بعد! تم یہودی ہو اور یہودی کے بیٹے ہو اگر دونوں فریق میں تمہارا محبوب فریق کامیاب ہوا تو تمہیں معزول اور تبدیل کردے گا اور اگر وہ فریق کامیاب ہوا جو انتہائی مبغوض تمہارا ہے تو وہ تمہیں مار ڈالے گا اور انتہائی اذیت پہنچائے گا۔ تمہارے باپ نے اپنی کمان چڑھالی، غلط نشانہ تاکا، خطا ہی خطا کی اس وجہ سے اسے زمانے نے بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور اس کی موت نے اسے آدبوچا اور وہ جلاوطنی کے عالم میں بمقام حوراں جان بحق ہوا"۔

اس کے جواب میں قیس نے لکھا۔

امّا بعد! تم بُت پرست ہو، بُت پرست کے بیٹے ہو، اسلام میں جبراً وقہراً داخل ہوئے اور خوشی خاطر باہر ہوگئے۔ تمہارا ایمان پرانا نہیں اور تمہارا نفاق نیا نہیں۔ میرے باپ نے اپنی ہی کمان چڑھائی اور صحیح نشانہ تاکا، ان پر یورش ان لوگوں نے کی جو ان کے ٹخنوں تک بھی نہ پہنچتے تھے۔ ہم خدا کے اس دین کے

Presented by Ziaraat.Com

انصار ہیں جس سے تم باہر ہو گئے ہو اور اس دین کے دشمن ہیں
جس میں تم داخل ہو گئے ہو"۔

(البیان والتبیین جلد ۲ ص ۴۸، تاریخِ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۶۸، عیون الانبیاء ابنِ قتیبہ جلد ۲ ص ۲۱۳، مروج الذہب جلد ۲ ص ۶۲، سیرۃ علویہ حافظ محمد علی حیدر کاکوروی جلد سوم)۔

علامہ جاحظ نے اپنی کتاب التاج کے ص ۱۰۹ پر قیس کے آخری خط کو ان لفظوں میں ذکر کیا ہے۔

"اے بُت پرست، بُت پرست کے بیٹے، تم مجھے خط لکھ کر اس امر کی دعوت دے رہے ہو کہ میں علی سے جدا ہو جاؤں اور تمہاری اطاعت میں داخل ہوں، تم مجھے اس سے ڈراتے ہو کہ علی کے اصحاب ان کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں اور تمہارے پاس ٹوٹ ٹوٹ کر آ رہے ہیں۔

خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم اگر علیؑ کے پاس سے سب لوگ چلے جائیں اور سوائے میرے کوئی باقی نہ رہے تو جب تک تم ان سے برسرِ پیکار رہو گے میں کبھی تم سے مصالحت نہ کروں گا اور ہرگز ہرگز تمہاری اطاعت میں نہ داخل ہوں گا جب تک تم ان کے دشمن رہو گے۔ خدا کے ولی اور دوست کو چھوڑ کر دشمنِ خدا کو اختیار نہیں کر سکتا نہ خدا کی جماعت چھوڑ کر شیطان کی جماعت میں داخل ہوں گا"۔

معاویہ قیس کا یہ خط پڑھ کر قیس کی طرف سے ناامید ہو گئے اور سمجھ لیا کہ قیس دام میں نہ آئیں گے تب دوسرا جال پھیلایا۔ اہلِ شام پر ظاہر کیا کہ قیس ہمارے مطیع ہو گئے انھوں نے اہلِ شام کے سامنے تقریر کی۔

Presented by Ziaraat.Com

''شام والو، قیس تمہارے ساتھ ہوگئے ہیں۔ ان کے لیے خدا سے دعا کرو اور انھیں بُرا بھلا نہ کہو ان سے لڑنے کی تیاری نہ کرو''۔

اب وہ ہمارے طرف دار ہوگئے ہیں......

(سیرۃ علویہ حافظ محمد علی حیدر کاکوروی)

پھر ایک فرضی خط قیس کی طرف سے اپنے نام تصنیف کیا:۔

''امیر معاویہ ابنِ ابی سفیان کے نام قیس بن سعد کی طرف سے اما بعد جب ہم نے اپنے نفس اور اپنے دین کے متعلق غور کیا تو ہمیں مناسب نہ معلوم ہوا کہ ہم ایسے لوگوں کی پشت پناہی کریں جنھوں نے امام (عثمان) کو قتل کر دیا حالانکہ وہ مسلمان تھے ان کا خون بہانا حرام تھا، نیکوکار تھے، پرہیز گار تھے، ہم اپنے گناہوں پر خدا سے استغفار کرتے ہیں اور دست بہ دعا ہیں کہ ہمارے دین کو سلامت رکھے۔ آپ کی اطاعت قبول کر رہے ہیں اور قاتلینِ عثمان سے جنگ کرنے پر تیار ہیں جو ہدایت کے امام اور مظلوم تھے۔ فوج، سپاہ اور مال و متاع کی جس قدر آپ کو ضرورت ہو لکھتے ہیں فوراً ہی آپ کے پاس روانہ کروں گا''۔

(تاریخِ کامل جلد ۵ ص ۲۲۹، سیرۃ علویہ حافظ محمد علی حیدر کاکوروی وغیرہ)

کذب و افترا، جعل، فریب جس کی فطرت میں داخل ہو اس سے اس قسم کی چھچھوری حرکتیں بعید بھی نہیں۔ معاویہ ہی کے زمانے میں سے اُن خودساختہ اور خانہ ساز حدیثوں کی شروعات ہوئیں جن میں بنی اُمیہ کے فضائل اور بنی ہاشم خانوادۂ نبوت و رسالت کے نقائص بیان ہوتے تھے۔ سوانحِ عمری حضرت

Presented by Ziaraat.Com

امیر المومنینؑ شائع کردہ دفتر اصلاح کی جلد اول اعجاز الولی میں بہت تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے کہ معاویہ نے جھوٹی حدیثوں کے اختراع و اشاعت میں کتنا اہتمام کیا اور ان کی خوشنودی کے لیے پیغمبر پر الزام لگانے والے کتنی کثرت سے پیدا ہو گئے اور کس قدر بے حد و حساب ایسی حدیثوں کا انبار لگ گیا۔ تو جو شخص پیغمبر کے متعلق اس حد تک افترا و بہتان کر سکتا تھا علی ابنِ ابی طالب اور خاندان اہلِ بیت کی طرف ایسی باتیں منسوب کر سکتا تھا اس کا قیس کے متعلق ایسا خط تصنیف کر لینا کیا مشکل تھا۔

مصر کے مشہور فلسفی مؤرخ ڈاکٹر طہٰ حسین لکھتے ہیں:۔

''معاویہ سمجھ گئے کہ قیس ہمارے جال میں پھنسنے کے نہیں، نہ تو نرمی و چاپلوسی کی پالیسی ان پر اثر انداز ہو سکتی ہے نہ سختی و درشتی اور تخوف و تہدید لہٰذا انھوں نے مصر میں داؤں کرنے کے بجائے عراق میں ان پر داؤں کیا۔ قیس کی طرف سے اپنے نام ایک فرضی خط لکھا جس میں ظاہر کیا کہ قیس علی سے برگشتہ ہو چکے ہیں، عثمان کے قتل پر غضبناک اور ان کے انتقام کے درپے ہیں۔ اس خط کو انھوں نے اپنے جاسوسوں کے ذریعے کوفے والوں میں مشتہر کیا۔ علی نے تو اس خط کی تصدیق نہ کی، انھوں نے اپنے اصحاب سے صرف اتنا کہا کہ میں تم لوگوں کی بہ نسبت قیس کو زیادہ جانتا ہوں اور سمجھتا ہوں، یہ معاویہ کی چالوں میں سے ایک چال ہے لیکن آپ کے ساتھیوں نے اس خط پر یقین کر لیا اور بگڑ کھڑے ہوئے اور حضرت سے شدید اصرار کیا کہ قیس کو آپ فوراً معزول کر دیجیے۔ علیؑ نے اس شدید اصرار کے

Presented by Ziaraat.Com

باوجود توقف سے کام لیا اور قیس کو خط لکھا کہ مصر کے جن لوگوں نے بیعت سے کنارہ کشی کی ہے ان سے بزور بیعت لو اور سوا بیعت کے کوئی چیز قبول نہ کرو۔ قیس کو اس خط سے بڑی حیرت ہوئی، انھوں نے حضرت کو لکھا کہ جلد بازی مناسب نہیں اور نہ ان لوگوں کو ابھی چھیڑنا ٹھیک ہے جو خاموشی اور صلح و سلامتی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ مصر کا انتظام میرے اوپر چھوڑ دیں اور مجھے اپنی مرضی کے مطابق یہاں کے کام کرنے دیں، آپ یہاں سے دور ہیں، صحیح حالات آپ کے پیشِ نظر نہیں اور میں انھیں لوگوں کے درمیان موجود ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر ان لوگوں کو چھیڑا گیا تو بنی بنائی بات بگڑ جائے گی، یہ لوگ لڑنے بھڑنے پر تُل جائیں گے اور بہت سے مددگار بھی ان کے پیدا ہو جائیں گے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لوگ معاویہ سے مدد کے طالب ہوں اور وہ ان کی مدد کرے"۔

قیس کے اس جواب سے کوفے والوں کو یقین ہوگیا کہ قیس کے دل میں کھوٹ ہے اور وہ در پردہ امام کے مخالف ہیں۔ وہ لوگ پیچھے پڑ گئے کہ قیس کو فوراً معزول کر دیجیے۔ اتنا اصرار ان کا بڑھا کہ آخر حضرت نے مجبور ہو کر قیس کو مصر سے معزول کر دیا اور ان کی جگہ محمد ابنِ ابی بکر کو مصر کا حاکم مقرر کیا"۔

(الفتنۃ الکبریٰ جلد دوم ص ۱۳۰)

مؤرخین کی عبارتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس موقعے پر بعینہٖ وہی صورت پیدا ہوگئی تھی جو جنگِ صفین میں تحکیم کے متعلق پیش آئی۔ حضرت امیر المومنینؑ جس

Presented by Ziaraat.Com

طرح تحکیم پر ہرگز آمادہ نہیں تھے اسی طرح قیس کو مصر کی حکومت سے ہٹانا بھی آپ کو منظور نہ تھا مگر جب ساتھ والے ہی اڑ جائیں تو ایک اکیلے امیر المومنینؑ کیا کر سکتے تھے۔ جنگِ صفین میں فتح یقینی ہو جانے کے بعد ہمراہیوں کی ضد نے تحکیم پر مجبور کیا اسی طرح قیس کی معزولی میں ان کی ضد کے آگے حضرت کی ایک نہ چلی۔

قیس اور معاویہ میں صلح:-

شرطۃ الخمیس (شیعیانِ امیر المومنینؑ کی وہ جماعت جس نے معاویہ کے استیصال کے لیے اپنی جان کی بازی لگائی تھی) نے قیس بن سعد کو اپنا امیر مقرر کیا تھا اور قیس صاحب شرطۃ الخمیس کے نام سے مشہور تھے۔ امیر المومنینؑ کی شہادت اور امام حسنؑ کی صلح کے بعد بھی یہ جماعت معاویہ کے لئے کافی دردِ سری کا باعث تھی آخر کار معاویہ نے ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہر کر کے قیس کے پاس بھیجا اور خط میں لکھا کہ جو شرائط مصالحت کے تم چاہو لکھ لو ہمیں منظور ہے۔ عمرو عاص نے مخالفت کی کہ قیس کو اتنی آزادی نہ دو بلکہ ان سے جنگ کرو۔ معاویہ نے کہا قیس اور ان کی جماعت سے جنگ کرنا اتنا آسان نہیں ہم ان کا صفایا اس وقت تک نہیں کر پائیں گے جب تک اتنے ہی شام کے لوگ بھی صاف نہ ہو جائیں اور اس کے بعد پھر جینے کا مزہ ہی کیا، میں قیس سے بس اسی وقت جنگ کروں گا جب کہ جنگ کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہ رہے۔ جب معاویہ کا وہ کاغذ قیس کے پاس پہنچا تو قیس نے اپنے اور شیعیانِ امیر المومنینؑ کے لیے یہ شرط لکھی کہ ان کے ہاتھ سے جتنے بھی خون کئے ہیں یا جنگ میں انھوں نے جتنا مال لوٹا تھا اس کا کوئی مواخذہ ان سے نہ ہوگا۔ اس کاغذ پر قیس نے اپنے لئے کوئی خصوصی مراعات نہیں طلب کیں۔

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ نے قیس کی شرط مان لی اور قیس اپنے ساتھیوں سمیت حلقۂ اطاعت میں داخل ہو گئے۔ (طبری جلد ۶ ص ۹۴، کامل جلد ۳ ص ۱۶۳)

ابوالفرج کا بیان ہے کہ اس کے بعد معاویہ نے انھیں بلایا کہ آکر ہماری بیعت کرو، قیس نے کہا میں قسم کھا چکا ہوں کہ معاویہ سے جب بھی ملوں گا میرے اس کے درمیان یا نیزہ ہوگا یا تلوار۔ معاویہ نے نیزہ اور تلوار منگائی، دونوں چیزیں سامنے رکھیں گئیں تا کہ قیس کی قسم پوری ہو سکے، جب قیس آئے تو امام حسنؑ بھی تشریف فرما تھے۔ قیس نے امام حسنؑ سے عرض کیا کہ آپ اپنی بیعت بحل فرماتے ہیں، امام نے اثبات میں جواب دیا، قیس کے لیے ایک کرسی ڈال دی گئی، معاویہ اور امام حسنؑ تخت پر بیٹھے۔ معاویہ نے پوچھا ''قیس تم بیعت کرتے ہو''، قیس نے کہا ''ہاں'' اور ہاں کہہ کر انھوں نے اپنا ہاتھ اپنے زانو پر رکھ لیا اور معاویہ کی طرف نہیں بڑھایا۔ معاویہ تخت سے اترے قیس پر جھکے اور اپنا ہاتھ قیس کے ہاتھ سے مس کیا۔ قیس نے اپنا ہاتھ بھی نہ اٹھایا۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ۴ ص ۱۷)

علامہ یعقوبی اپنی تاریخ جلد ۲ ص ۱۹۲ پر لکھتے ہیں کہ کوفے میں جب معاویہ کی بیعت ہونے لگی تو کوئی کہتا ''میں تمہاری بیعت تو کر رہا ہوں مگر دل سے تمہیں ناپسند کرتا ہوں''۔ معاویہ کہتے ''بیعت کر لو، خداوندِ عالم نے ناپسندیدہ باتوں میں بہت سی بھلائیاں مضمر کر رکھی ہیں''۔ کوئی آتا اور کہتا ''تم سے خدا کی پناہ'' یہاں تک کہ قیس بن سعد آئے معاویہ نے کہا ''قیس تم بھی بیعت کرو''، قیس نے کہا ''معاویہ میں ایسے ہی دن سے ڈرتا تھا''، معاویہ نے کہا ''جانے بھی دو، خدا تم پر رحم کرے''۔ قیس نے کہا ''میری انتہائی خواہش تو یہ تھی کہ ایسا دن آنے سے پہلے ہی تمہاری روح و تن میں جدائی ڈال دوں مگر خدا کو منظور نہ ہوا''۔ معاویہ نے کہا ''خدا کا حکم کون ٹال سکتا ہے'' اس کے بعد قیس نے مجمع کو مخاطب کر کے کہا۔

Presented by Ziaraat.Com

''لوگو! تم نے خیر کو چھوڑ کر اس کے عوض میں شر قبول کر لیا، عزت کے بدلے میں ذلت لے لی، ایمان کو چھوڑ کر کفر اختیار کر لیا۔ امیر المومنین سید المرسلین ابنِ عم رسول رب العالمین کی حکومت کے بعد اب طلیق بن طلیق کی حکومت میں تم آ گئے جو تمہیں ذلیل و رسوا کرتا اور تشدد سے پیش آتا ہے۔ بھلا تمہارے نفوس اس بات کو کیوں کر بھول گئے یا خدا نے تمہارے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اور تم سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھے ہو''۔

معاویہ نے قیس کا گھٹنا پکڑ لیا اور کہا، ''میں تمہیں قسم دیتا ہوں''، پھر ان کے ہاتھ پر ہاتھ مارا لوگوں نے کہا قیس نے بیعت کر لی، قیس نے کہا ''تم جھوٹے ہو، خدا کی قسم میں نے بیعت نہیں کی''۔

اس موقعے پر معاویہ کی بیعت جس نے بھی کی معاویہ نے اس سے قسمیں بھی لیں اور معاویہ پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے اپنی بیعت پر لوگوں سے حلف لیا۔

حافظ عبد الرزاق بن عینیہ ناقل ہیں کہ قیس بن سعد معاویہ کے یہاں آئے، معاویہ نے کہا ''قیس تم بھی مجھ پر چڑھائی کرنے والوں میں سے تھے۔ خدا کی قسم دلی تمنا تو یہ تھی کہ یہ دن آنے سے پہلے ہی میرا قابو تم پر چل گیا ہوتا اور تمہارا قصہ ہی پاک کر چکا ہوتا''۔ قیس نے کہا ''خدا کی قسم مجھے خود بھی یہ بات انتہائی ناپسند تھی کہ یہ دن آئے اور میں یہاں کھڑے ہو کر تمہیں خلافت والا اسلام کروں'' معاویہ نے کہا۔ ''یہ کیوں؟ کیا تم علماءِ یہود میں سے ہو'' قیس نے کہا، معاویہ اور تم خود کیا ہو، تم خود جاہلیت کے اصنام میں سے ایک صنم تھے اسلام میں بادلِ ناخواستہ داخل ہوئے اور خوشی خاطر نکل گئے''، معاویہ نے کہا ''خدا معاف

Presented by Ziaraat.Com

کرے''، اچھا ہاتھ بڑھاؤ۔ قیس نے کہا اگر چاہو تو کچھ اور مزید سناؤں؟
(تاریخِ ابن کثیر جلد ۸ ص ۹۹)

قیس اور معاویہ صلح کے بعد:

مصالحت کے بعد قیس انصار کی ایک جماعت کے ساتھ معاویہ کے پاس آئے، معاویہ نے کہا: ''اے انصار تم کیوں ہم سے مال وزر کے خواہش مند ہو' حالانکہ اس سے پہلے تمہارے گنتی کے لوگ میرے ساتھ تھے اور تمہاری بہت بڑی اکثریت علی کے ساتھ تھی۔ بروزِ صفین تم نے ہماری باڑھ کند کر کے رکھ دی تھی کہ تمہارے نیزوں کی انیوں میں مجھے موت شعلہ بداماں نظر آنے لگی اور تم نے میرے آباؤ اجداد کی جتنی شدید ہجو کی وہ نیزوں کے وار سے بھی زیادہ کاری تھی یہاں تک کہ خداوندِ عالم نے اس معاملے کو استوار کر دیا جسے تم بگاڑنے پر ہی تلے ہوئے تھے تو اب تم لوگ کہتے ہو کہ رسولؐ اللہ نے ہم لوگوں کے متعلق جو وصیت کی تھی اس کا پاس ولحاظ کیجئے''۔

قیس نے کہا: ''ہم تم سے اسی کے طالب ہیں جو خداوندِ عالم نے اسلام کے سبب ہمیں دیا ہے، تمہارے گھر سے کچھ نہیں مانگتے رہ گیا یہ کہ ہم تم سے عداوت رکھتے ہیں اس کا سبب بھی خود تم ہی ہو تم سے اگر ایسی حرکتیں نہ ہوتیں تو ہم بھی عداوت نہ رکھتے۔ تمہارے آباؤ اجداد کی ہجو، باطل کی بیخ کنی اور حق کی حمایت واشاعت تھی، تمہارے معاملے کی استواری بادلِ ناخواستہ ہوئی ہم اس پر ہرگز راضی نہ تھے ہم نے تمہاری باڑھ بروزِ صفین جو کند کر دی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم ایک ایسے شخص کی معیت میں تھے جس کی اطاعت کو ہم خدا کی عبادت سمجھتے تھے۔ رہ گئی رسول کی وصیت ہمارے متعلق تو جسے پیغمبر پر ایمان تھا اس نے بعدِ پیغمبر وصیتِ رسول کی رعایت بھی کی...... الخ

(عقدِ فرید جلد ۲ ص ۱۲۱، مروج الذہب جلد ۲ ص ۶۳ التاریخ والموانسہ جلد ۳ ص ۱۷۰)

Presented by Ziaraat.Com

قیس اور معاویہ مدینے میں :

تابعی کبیر سلیم بن قیس ہلالی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :-

''امام حسنؑ کی وفات کے بعد معاویہ نے حج کیا اسی سلسلے میں مدینے بھی آئے مدینے کے باشندوں نے ان کا استقبال کیا، معاویہ نے جب استقبال کرنے والوں پر نظر کی تو وہ سب قریش کے معمولی آدمی تھے، معاویہ نے قیس سے پوچھا ''انصار کو کیا ہوا وہ کیوں نہیں ہمارے استقبال کو آئے''۔ کسی نے جواب دیا ''انصار محتاج ہو رہے ہیں، اُن کے پاس سواریاں نہیں رہیں''، معاویہ نے پوچھا ''ان کے اونٹ کیا ہوئے'' قیس نے کہا ''انھیں تو انصار نے جنگِ بدر و احد اور دیگر غزواتِ رسول میں فنا کر دیا جب کہ وہ تم سے اور تمہارے باپ ابوسفیان سے اسلام کے لئے نبرد آزما تھے یہاں تک کہ خدا کا حکم غالب ہو کر رہا اور تم جلتے ہی رہ گئے''۔ معاویہ نے کہا ''خدا معاف کرے''۔

قیس :- رسولؐ خدا نے فرمایا تھا کہ تم عنقریب میرے بعد جانب داری اور ترجیح بلا مرجح دیکھو گے۔

معاویہ :- تو ایسے وقت میں رسولؐ اللہ نے تمہیں کیا حکم دیا تھا۔

قیس :- یہی کہ ہم صبر کریں۔

معاویہ :- تو پھر صبر ہی کرو۔

پھر قیس نے کہا :- معاویہ تم ہمیں ہمارے اونٹوں کا طعنہ دیتے ہو۔ خدا کی قسم ہم نے انھیں پر بیٹھ کر جنگِ بدر کے دن تم سے ملاقات کی تھی، اس وقت تم خدا کے نور کو بجھانے اور شیطان کے کلمے کو سر بلند کرنے کے لیے کوشاں تھے پھر تم اور تمہارے باپ چار و ناچار اسلام میں داخل ہوئے جس کے لئے ہم نے تمہیں تلوار کا مزہ چکھایا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ! تو گویا تم ہم پر احسان جتا رہے ہو کہ تمہارے ہی دم سے اسلام کو فروغ ہوا حالانکہ احسان جو کچھ ہے وہ خدا کا اور قریش کا ہے پیغمبرِ خدا ہمارے ابنِ عم تھے اور ہم سے تھے لہٰذا احسان ہوا بھی تو ہمارا ہی کہ خداوندِ عالم نے تمہیں ہمارے انصار اور پیرو بنایا اور ہمارے ذریعہ سے تمہاری ہدایت کی۔

قیس نے کہا۔ خداوندِ عالم نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کو تمام خلائق پر نبی بنا کر مبعوث کیا، جنّ وانس، کالے اور گورے، سرخ وسپید سب پر انھیں اپنی رسالت کے لیے مخصوص کیا چنانچہ سب سے پہلے جو شخص ان پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی وہ آنحضرتؐ کے ابنِ عم علی ابنِ ابی طالب تھے اور ابوطالب پیغمبر کی حفاظت کرتے، دشمنوں کو ان سے دفع کرتے اور پیغمبر اور قریش کی ایذا رسانیوں کے درمیان حائل ہو جاتے اور انھیں تاکید کرتے کہ رسالت کے فرائض انجام دیتے رہیں چنانچہ پیغمبر ہر ظلم واذیت سے محفوظ رہے یہاں تک کہ ان کے چچا ابوطالب نے انتقال کیا اور وہ اپنے بیٹے کو تاکید کر گئے کہ پیغمبر کا بوجھ بٹائیں۔ چنانچہ انھوں نے پیغمبر کی ہر ممکن نصرت دیاوری کی اور ہر سختی وتنگی وخوف میں اپنے کو سپر بنالیا پیغمبر کا۔ خداوندِ عالم نے تمام قریش میں خصوصیت کے ساتھ علی ہی کو اس شرف سے ممتاز کیا اور تمام عرب وعجم میں انھیں کو فوقیت بخشی، رسولؐ اللہ نے تمام فرزندانِ عبدالمطلب کو جمع کیا۔ اس میں ابوطالب بھی تھے، ابولہب بھی غرض کہ چالیس آدمی تھے رسولؐ اللہ نے اور ان کے خدمت گذار علی ابنِ ابی طالب نے انھیں ابوطالب کے مکان میں مدعو کیا۔ رسالتؐ مآب نے فرمایا تم میں کون ہے ایسا جو میرا بھائی اور میرے بعد ہر مومن کا ولی ہو، سب لوگ خاموش رہے یہاں تک کہ پیغمبر نے دوبارہ اور سہ بارہ کہا۔ اس پر علی نے کہا میں حاضر ہوں یا رسولؐ اللہ، رسولؐ اللہ نے علی کا سر اپنے کلیجے سے لگالیا اور اپنا لعابِ دہن ان کے

Presented by Ziaraat.Com

منہ میں دیا۔ اور دعا کی خداوندا علی کے باطن کو علم و فہم اور حکمت سے لبریز کر دے پھر آنحضرتؐ نے ابو طالب سے کہا چچا جان اپنے فرزند کی بات سنیے اور اس کا کہا مانیے خداوندِ عالم نے اسے اپنے نبی کے لیے ویسا ہی قرار دیا ہے جیسا موسیٰ کے لیے ہارون تھے اور آنحضرتؐ نے اپنے اور علی کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔

اسی سلسلے میں قیس نے امیر المومنینؑ کے جتنے مناقب تھے ایک ایک کر کے گنا دیئے پھر کہا انھیں علیؑ و رسولؐ کے گھرانے سے جعفرؑ ہیں جو جنّت میں دو پروں سے محو پرواز ہیں، خداوندِ عالم نے انھیں خصوصی شرف عنایت کیا ہے۔ انھیں میں سے حمزہ سید الشہداء ہیں، فاطمہ سیدۂ نساءِ اہلِ جنّت ہیں تو اے معاویہ اگر قریش سے تم رسولؐ اللہ اور ان اہلِ بیت اور عترت طاہرین کو نکال لو تو قسم بخدا ہم قریش والوں سے کہیں زیادہ بہتر اور خدا و رسولؐ اور اہل بیتِ رسول کے کہیں زیادہ محبوب ہیں۔ جب رسول اللہ کا انتقال ہوا تو تمام انصار میرے باپ کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ ہم سعد کی بیعت کریں گے، یہ خبر سن کر قریش والے دوڑ پڑے اور علما اور اہلِ بیتؑ کے نام پر ہم سے جھگڑا کرنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ وہ رسول اللہ کی قرابت کی وجہ سے زیادہ حق دار ہیں مگر آخر کار انھیں قریش نے انصار کا حق بھی غصب کر لیا اور آلِ محمدؐ کا بھی اور اپنی جان کی قسم علی اور ان کی اولاد کے مقابلے میں خلافت کا کوئی حق نہ انصار کو ہے نہ قریش کو نہ عرب و عجم کے کسی شخص کو"۔

اس تقریر سے معاویہ غضب ناک ہو گئے اور کہا "فرزندِ سعد یہ سب باتیں تم نے کس سے سنیں؟ کس سے روایت کی کس سے معلوم کیا؟ کیا تمہارے باپ نے یہ سب باتیں تمھیں بتائی ہیں"۔ قیس نے کہا "میں نے یہ سب باتیں اس شخص سے سنی ہیں جو میرے باپ سے بھی بہتر تھا اور جس کا حق مجھ پر میرے باپ سے بھی زیادہ ہے"۔ معاویہ نے پوچھا "وہ کون"؟ کہا "علی ابنِ ابی طالب جو اس

Presented by Ziaraat.Com

اُمت کے عالم اور صدیق ہیں جن کے متعلق خداوندِ عالم نے یہ آیت نازل کی اسی سلسلے میں قیس نے وہ تمام آیتیں تلاوت کیں جو امیر المومنینؑ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔

معاویہ نے کہا۔ ''اسلام کے صدیق ابو بکر ہیں، فاروق عمر ہیں اور ''الذی عندہ علم الکتاب'' سے مراد عبداللہ بن سلام ہے''، قیس نے کہا، ان سب چیزوں کا زیادہ حق دار و سزاوار وہ ہے جس کے متعلق خداوندِ عالم نے فرمایا ہے، اور وہ ہے جسے رسول اللہ نے بروزِ غدیر بالائے منبر ایستادہ کر کے فرمایا۔ ''من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ'' اور غزوۂ تبوک میں کہا ''انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ'' قیس نے اس موقعے پر جتنی آیتیں اور حدیثیں پیش کیں انھیں بڑے بڑے علما و حفاظِ حدیث نے اپنی تفاسیر وصحاح وسنن و مسانید میں بیان کیا ہے۔ سوانحِ عمری حضرت امیر المومنین جلد دوم، قرآن ناطق جلد سوم، ثقلِ اکبر میں، ہم نے بھی ان آیات واحادیث کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

قیس کا قدوقامت:

شکل وصورت اور قدوقامت کو بھی انسان کی وجاہت ووقار میں بڑا دخل ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص غیر معمولی ڈیل وڈول اور پُر ہیبت منظر کا ہوتا ہے تو عوام پہلی ہی نظر میں مرعوب ہوجاتے ہیں۔ بادشاہوں، رئیسوں اور معزز لوگوں کے لیے یہ بہت ہی ضروری چیز ہے۔

خداوندِ عالم نے قیس بن سعد کو جہاں باطنی خوبیوں سے سنوارا تھا وہاں ظاہری وجاہت وہیبت سے بھی سرفراز کیا۔ جس طرح انھیں علم وعمل زہدوورع، عقل وخرد، حزم واحتیاط، چالاکی وہوشیاری، امارت وحکومت، ریاست وسیاست، شجاعت و مردانگی، جود وسخا ادوستد ایسے فضائل وکمالات سے پورا پورا حصہ مرحمت فرمایا وہاں ڈیل ڈول، قدوقامت سے بھی امتیازی درجہ بخشا۔ علامہ دیلمی اپنی ارشاد

Presented by Ziaraat.Com

جلد ۲ ص ۳۲۵ پر لکھتے ہیں قیس بن سعد ۱۸ بالشت لمبے اور ۵ بالشت چوڑے تھے اور امیر المومنین کے بعد اپنے زمانے میں سب سے زیادہ سخت وشدید تھے۔

ابو الفرج کا قول ہے کہ قیس اتنے لمبے قد کے تھے کہ اونچے سے اونچے گھوڑے پر بیٹھتے مگر پھر بھی ان کے پیر زمین پر کھنچتے ہوئے جاتے۔

علّامہ کشی رجال کشی ص ۷۳ پر لکھتے ہیں کہ یہ قیس پیغمبرِ خدا کے ان دس اوّلین مخصوصین میں سے ہیں جن کا قد خود ان کے بالشت سے دس بالشت تھا، ابراہیم ثقفی کی کتاب الغارات میں مذکور ہے کہ قیس سب سے زیادہ دراز قامت اور چوڑے چکلے تھے، چندیا پر بال نہیں تھے، معزز ومحترم، بہادر وآزمودہ کار، علی و اولادِ علی کے انتہائی جان نثار، مرنے کے وقت تک قیصر روم نے روم کا ایک مشہور پہلوان جو انتہائی غیر معمولی ڈیل ڈول کا تھا معاویہ کے پاس بھیجا، معاویہ کی نظروں میں قیس کے علاوہ کوئی ایسا نہ تھا جو اس کے مقابلے پر لایا جاسکے ایک مرتبہ وہی رومی پہلوان معاویہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ قیس بھی آگئے، معاویہ نے کہا گھر پہنچنے کے بعد ذرا تم اپنا پائجامہ بھیج دینا، قیس مطلب سمجھ گئے، انھوں نے اپنا پائجامہ اتار کر اس رومی پہلوان کی طرف پھینک دیا، رومی پہلوان نے وہیں اسے پہنا اور وہ پائجامہ اس کے سینے تک گیا، پہلوان نے شکست کی شرمندگی سے سر جھکا لیا، لوگ قیس پر فقرے کسنے لگے کہ انھوں نے معاویہ کے سامنے پائجامہ اُتار دیا اس پر قیس نے چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ ''میری اس حرکت کا مدعا یہ ہے کہ سب لوگ یقین کرلیں کہ یہ پائجامہ قیس ہی کا ہے، گھر جا کر پائجامہ بھجواتا تو لوگ یہ کہتے کہ یہ پائجامہ آجکل کے زمانہ کا تھوڑا ہی ہے یہ تو قوم عادوثمود کا پائجامہ ہے''۔ (ثمار القلوب ثعالبی ص ۴۸۰)

ابنِ کثیر نے بھی بدایہ ونہایہ جلد ۸ ص ۱۰۲ پر اس واقعے کو ذرا سے تغیر کے

Presented by Ziaraat.Com

ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے۔

''ایک روایت میں ہے کہ بادشاہِ روم نے اپنے لشکر کے دو آدمی معاویہ کے پاس بھیجے، بادشاہ کا دعویٰ تھا کہ ان میں سے ایک اس کی بادشاہت بھر میں سب سے زیادہ طاقتور ہے اور دوسرا سب سے زیادہ طویل القامہ۔ اس نے معاویہ کو کہلا بھیجا کہ اگر تمہارے لشکر میں کسی نے انھیں مات دے دی تو میں تمہیں اتنے اتنے تحائف دوں گا ورنہ تمہیں یہ سب کچھ دینا پڑے گا۔ جب سب معاویہ کے پاس اکٹھا ہو گئے تو محمد بن حنفیہ نے رومی پہلوان سے کہا،''میں بیٹھتا ہوں میرا ہاتھ پکڑ کر تم مجھے اٹھا دو یا تم بیٹھو میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر اٹھا دوں''، رومی پہلوان نے کہا،''آپ بیٹھیے میں اٹھا دوں گا''۔ محمد بن حنفیہ بیٹھ گئے، رومی نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پوری طاقت صرف کر دی مگر انھیں کھڑا نہ کر سکا بلکہ محمد ابنِ حنفیہ ہی نے اسے بٹھا لیا۔ پھر محمد ابنِ حنفیہ کھڑے ہوئے، رومی بیٹھا اور محمد بن حنفیہ نے ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیا رومی پہلوان شرمندہ ہو کر بیٹھ رہا۔ اس کے بعد قیس اٹھے ایک گوشے میں گئے اور اپنا پائجامہ اتار کر دوسرے رومی کی طرف پھینکا، اس نے پہنا تو اس کے گلے تک وہ پائجامہ آیا اور پھر بھی پائینچے زمین پر لٹک رہے تھے''۔

اس قسم کے تاریخی حقائق دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ مشکل وقتوں میں اہلِ بیت و پیروان اہلِ بیت ہی مرجع ہوا کیے، جس قسم کی بھی پریشانی لاحق ہوئی انھیں کے ذریعے دور ہوئی جیسے امیر المومنینؑ صدرِ اول میں حلّالِ مشکلات تھے۔

قیس کی وفات:-

۵۹ھ یا ۶۰ھ میں مدینے میں ہوئی آخر زمانہ خلافتِ معاویہ میں''۔

(اسد الغابہ، استیعاب وغیرہ) اقتباس و ترجمہ از الغدیر جلد اول)

Presented by Ziaraat.Com

حضرت قیس بن سعد انصاری

قیسؔ زنگی پوری

اے کہ تیرے نام سے لرزاں تھے مردانِ وغا　　السّلام اے قیس اے شیرِ نیستانِ وغا
گوہرِ بحرِ شرافت پاک طینت پاک باز　　نیّرِ برجِ سعادت سرفروش و سرفراز
عزت و اجلال کے دیہیم کا دُرِ خوش آب　　سطوت و رعب و جلالت کے فلک کا آفتاب
بیشۂ جرأت کا وہ بپھرا ہوا ضرغام تھا　　مرگ دشمن عرصۂ ہیجا میں جس کا نام تھا
عہدِ ختم المرسلینؐ سے تا بہ سلطانِؑ نجف　　ہر مہم میں تابع فرمانِ حق تھے سر بکف
یوم فتح مکہ جس دم جنگ تھی گھمسان کی　　دید کے قابل تھی اس دم شان اس ذیشان کی
آستیں اُلٹے ہوئے کھینچے ہوئے تیغ دودم　　سر پہ لہراتا ہوا فوجِ الٰہی کا علم
جمع کر کے غزوۂ صفّین میں انصار کو　　یوں مخاطب کر کے سمجھایا ہر اک جرّار کو
شکر ہے اس فوج میں رہ کر وغا کرتے ہیں ہم　　ہمسرِ طوبیٰ ہے فرّ و شان ہے جس کا علم
کل اسی فوج و علم کی وہ نرالی شان تھی　　صدقے ہوتے تھے ستارے کہکشاں قربان تھی
میمنے پر اس کے سایہ تھا پر جبریلؑ کا　　میسرے کو زور تھا بازوئے میکائیل کا
یہ ابوسفیان کا بیٹا اور اس کے جاں نثار　　ان کا کل سردار تھا بوجہل جیسا نابکار
یک زباں ہو کر کہا انصار نے حق پر ہیں آپ　　آپ کے ہم تابع فرماں ہیں اور افسر ہیں آپ
سر ہتھیلی پر لیے حاضر ہیں جملہ جاں نثار　　حملہ ور ہوں شامیوں پر حکم کا ہے انتظار
ناگہاں فوجِ مخالف رزم گہ میں آ گئی　　شام کی کالی گھٹا دشت وغا میں چھا گئی

Presented by Ziaraat.Com

آپ نے گھوڑا اُڑایا قلبِ لشکر میں دھنسے اک قیامت آ گئی ہر سمت سر گرنے لگے
جس کو دیکھا اس میں کچھ بھی تمکنت ہے شان ہے آپ نے سمجھا یہی ابنِ ابوسفیان ہے
یوں جھپٹ کر ہاتھ مارا شاہ نے تلوار کا رنگ رُخ کے ساتھ ہی سر اُڑ گیا غدّار کا
غیظ میں کشتوں سے میدانِ وغا بھرتے ہوئے بڑھتے ہی جاتے تھے سرداروں کو دو کرتے ہوئے
دی صدا اک بار گھبرا کر امیرِ شام نے شامیو بھاگو نہ جاؤ اس جری کے سامنے
لاکھوں کے لشکر سے یہ منھ موڑنے والا نہیں جنگ میں دشمن کو زندہ چھوڑنے والا نہیں
اس کا حملہ کیا رُکے نام آورانِ دہر سے شیر کو جو مار لیتا ہو نگاہِ قہر سے
سُن کے یہ آواز بولا غیظ میں وہ یکّہ تاز ہے ابوسفیانؔ کے بچّے تری رسّی دراز
اللہ اللہ آپ اس درجہ جلیل القدر تھے بعد معصومین ہر بزمِ شرف کے صدر تھے
جس طرح ممتاز دربارِ رسالت میں رہے یوں ہی سرافراز سرکارِ امامت میں رہے
فیض بزمِ سیّدِ لولاک سے پائے ہوئے بیشۂ شیرِ الٰہی کی ہوا کھائے ہوئے

لشکرِ اسلام کا وہ معتمد جاں باز تھا
جس کی جرأت پر امیر المومنینؑ کو ناز تھا

Presented by Ziaraat.Com

ابوذر غفاری

آپ کا نام جندب بن جنادہ اور کنیت ابوذر تھی، آپ کا تعلق قبیلۂ غفّار سے تھا۔ بعثتِ نبوی سے قبل مسافرانہ حیثیت سے آپ واردِ مکہ معظمہ ہوئے تھے۔ آپ کو جنابِ امیرؑ نے کئی روز اپنے گھر مہمان رکھنے کے بعد آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش فرمایا تھا۔ اس کے بعد یہ اپنے قبیلے کو واپس چلے گئے اور ہجرت نبوی کے بعد ابوذر مدینۂ منورہ پہنچ کر اصحابِ صُفّہ کے ساتھ مسجدِ نبوی میں مقیم ہو کر غزوات میں آنحضرتؐ کے ساتھ شریک رہنے لگے۔ جنگِ مصطلق پر تشریف لے جاتے وقت آنحضرتؐ نے ابوذر کو مدینے میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔

ہرقل رومی کے مقابلے کے موقعے پر جب آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کو طلب فرمایا تو ابوذر بھی اس لشکر میں شریک تھے لیکن اپنے اونٹ کی لاغری کی وجہ سے پیچھے چھوٹ گئے تھے۔ جب لوگوں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ ابوذر پیچھے رہ گئے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا "ان کو چھوڑ دو اگر ان کے لیے بھلائی ہے تو وہ تم تک پہنچ جائیں گے اور اگر ان کا وجود تمہارے لئے نقصان رساں ہے تو خدا نے تم کو آسودہ کیا" بالآخر ابوذر نے اپنے اونٹ کو جنگل میں چھوڑ کر پیدل چلنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ ایک ایسے ٹیلے پر پہنچے جہاں بارش کا پانی ایک پتھر کے شگاف میں جمع تھا ابوذر نے اپنی مشک کو اس پانی سے بھر لیا۔ جب لشکرِ اسلام تبوک کے قریب پہنچا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک مسافر بیابان کے آخری

Presented by Ziaraat.Com

کنارے سے چلا آ رہا ہے۔ لشکر اس کے انتظار میں وہیں رُک گیا، جب وہ شخص قریب آیا تو سب نے پہچان لیا کہ وہ ابوذر ہیں۔ آنحضرتؐ نے ابوذر کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا کہ "ابوذر کو پانی پلاؤ وہ پیاسے ہیں۔ ابوذر نے اپنی مشک آنحضرتؐ کے سامنے پیش کی تو آپ نے فرمایا ابوذر تم اپنے ساتھ پانی رکھتے ہوئے پیاسے رہے"۔ ابوذر نے عرض کیا "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں ایک پتھر کے قریب پہنچا تو اس کے شگاف میں برسات کا پانی جمع تھا تھوڑا سا پانی پینے کے بعد چونکہ وہ سرد اور لطیف تھا میں نے خیال کیا جب تک آپ نوش نہ فرمالیں نہ پیوں گا"۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "اے ابوذر خدا تم کو بخشے، تنہا زندگی کرو گے۔ تنہا مرو گے اور قیامت میں تنہا اٹھائے جاؤ گے"۔

۹ ھ میں جنگ تبوک میں جزیے کی ادائی کی شرط پر مصالحت ہوگئی اور جنگ کے بغیر لشکر اسلام مدینے واپس ہوا۔ ۱۱ھ میں آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد ابوذر خلافتِ اوّل و دوم میں خاموش رہے لیکن خلافتِ ثالث کے وقت ابوذر کو ناگوار ہوا کہ جناب امیرؑ خلیفہ نہ ہوئے۔ انھوں نے مدینے کی سکونت ترک کر کے شام کا سفر بقول مسعودی اس لئے اختیار کیا کہ خلیفہ ثالث نے دیہات اور اراضی اپنے قرابت داروں کو بطور جاگیر عطا کر دی تھی اور خیبر کی اراضی کی مال گزاری جو خلافت اوّل و ثانی تک مسلمانوں کے تصرّف میں تھی اسے اور افریقہ کے خراج کا خمس بھی خلیفۂ ثالث نے مروان کو بخش دیا تھا اور شام کی مال گزاری معاویہ کو دے دی گئی تھی۔ ابوذر نے یہ مشاہدہ کر کے کہ بعض مسلمان مفلس اور بعض کافی دولت مند ہو گئے ہیں اس طرزِ عمل کی بالا علان مخالفت شروع کر دی کہ مسلمانوں کا ایک گروہ مفلس اور دوسرا دولت مند کیوں رہے چنانچہ وہ اس آیۃ کی بار بار مجمعٔ عام میں تلاوت کیا کرتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

''جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کر کے راہِ خدا میں نہیں دیتے انھیں دردناک عذاب کی خبر دے دو جبکہ اس سونے چاندی کو تپا کر ان کی پیشانیوں پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغ دیں گے یہی وہ چیز ہے جو تم نے ذخیرہ کی تھی اب اس کا مزہ چکھو''۔

ابوذر نے اس آیت کی تلاوت کی اس قدر تکرار کی کہ جن کے حقوق پامال ہوئے تھے وہ سب ان کے اطراف جمع ہونے لگے اور مال دار ان سے خائف رہنے لگے۔ اس صورتِ حال پر حبیب بن مسلمہ فہری نے معاویہ سے ایک دن کہا ''بہت بڑا فتنہ رونما ہو گیا ہے۔ ابوذر اہلِ شام کو تمھارے خلاف بھڑکا رہا ہے اگر تم شام کے حکومت کی خیر چاہتے ہو تو اس کی کچھ تدبیر کرو''۔ اس پر معاویہ نے ابوذر کو ارضِ روم اور جزیرہ قبرص کی جنگ پر بھجوا دیا جہاں سے وہ بہت جلد کامیاب ہو کر لوٹ آئے اور بدستور۔ سابق کہنا شروع کیا۔ ''میں دیکھ رہا ہوں کہ حق پامال اور باطل زندہ ہو رہا ہے، سچوں پر ملامت ہو رہی ہے بے پروا آگے بڑھ رہے ہیں اور پرہیز گار دھتکارے جا رہے ہیں''۔ معاویہ نے ابوذر کو راضی رکھنے کے لیے ایک مرتبہ تین سو دینار ان کے پاس بھیجے۔ ابوذر نے لانے والے سے کہا ''اگر یہ میرا ذاتی حق ہے جس سے میں محروم کیا گیا تھا تو لیتا ہوں اور اگر یہ انعام ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں''۔ یہ کہہ کر دینار واپس کر دیئے۔

ایک مرتبہ معاویہ نے ابوذر کو بُلوا بھیجا اور خواہش کی کہ وہ ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوں۔ ابوذر نے قبول نہ کیا اور یہ کہا کہ ''سرمایہ دار شکایت کرتے ہیں کہ میں فقرا کو ان کے خلاف بھڑکا رہا ہوں حالانکہ میں ان سرمایہ داروں سے کہتا ہوں کہ کیوں مال جمع کرتے ہو اور خدا کے لئے خرچ نہیں کرتے اس لئے کہ اللہ ان سے فرما رہا ہے کہ جو سونا چاندی جمع کرنے والے راہِ خدا میں نہیں دیتے انھیں دردناک عذاب کی بشارت دو، میں ان سے یہ کہہ رہا ہوں کہ جو تمھارے مصرف

Presented by Ziaraat.Com

سے بچ جائے وہی فقرا کو دے دو۔ فقرا کا یہ حق سرمایہ داروں کی گردن پر ہے اور خدا فرماتا ہے کہ تمہارے مال میں فقرا و مساکین کا حق ہے"۔

اس پر معاویہ نے ابوذر کو اپنے گھر سے نکلوا دیا اور حکم دیا کہ کوئی ان سے نہ ملے مگر اس کی تعمیل نہ ہوئی۔ ابنِ سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ جلام بن جندب جو قنسرین وغیرہ پر معاویہ کی جانب سے مامور تھے ایک دن کسی کام سے معاویہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک شخص معاویہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر بآوازِ بلند کہہ رہا ہے "آگ کے بوجھ تمہارے لئے آئے ہیں۔ جو شخص نہی عن المنکر نہ کرے خدا اس پر لعنت کرے اور جو امر بالمعروف نہ کرے خدا اس پر لعنت کرے"۔ یہ صدا سن کر معاویہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور کہا "اے جلام کیا تم اس شخص کو پہنچانتے ہو"۔ انھوں نے کہا نہیں۔ تو معاویہ نے کہا "کون ہے جو مجھے جندب بن جنادہ سے نجات دلائے گا۔ ہر روز اسی وقت آ کر جو کچھ تم نے سنا یہ شخص بلند آواز سے کہتا ہے اس کو میرے سامنے لاؤ"۔ چنانچہ ابوذر کو کشاں کشاں معاویہ کے سامنے لایا گیا۔ معاویہ نے کہا۔ "اے دشمنِ خدا ہر روز ہمارے وقت پر آ کر یہی کام کرتا ہے اگر میں محمدؐ کے کسی صحابی کو عثمان کی بغیر اجازت قتل کرتا تو وہ تو ہوتا"۔ ابوذر جو خمیدہ پشت ہو گئے تھے انھوں نے معاویہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ "میں خدا اور پیغمبر کا دشمن نہیں ہوں۔ تو اور تیرا باپ خدا اور پیغمبر کے دشمن تھے جو بظاہر مسلمان ہوئے اور باطن میں کافر ہے"۔

ابوذر کے اس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وجہ سے عوام کے دماغوں میں انقلاب کا مادّہ فراہم ہو گیا چنانچہ ایک مرتبہ نمازِ جمعہ کے بعد معاویہ جامع اموی کے منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ "مال ہمارا مال اور فئی ہمارا فئی ہے ہم جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں نہیں دیتے"۔ اس پر مصلیوں میں

Presented by Ziaraat.Com

سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا ''ایسا نہیں ہے۔ مال ہمارا مال ہے اور فئی ہمارا فئی ہے جو شخص ہم کو ہمارے حق سے محروم کرے اس کو ہم خدا کے پاس بھیج دیں گے جہاں ہمارا اور اس کا فیصلہ ہوگا''۔ معاویہ سمجھ گئے کہ یہ ابوذر کی تبلیغ کے اثرات ہیں۔ مسجد سے گھر آ کر انھوں نے خلیفۂ ثالث کو لکھ بھیجا۔ ''ایک گروہ ابوذر کے چاروں طرف جمع ہو گیا ہے جو شب و روز اسی کے ساتھ رہتا ہے۔ ابوذر مجھے کام کرنے نہیں دیتے۔ مجھے اطمینان نہیں ہے کہ آپ بھی ان سے محفوظ رہ سکیں۔ اگر آپ کو اہلِ شام کی ضرورت ہے تو ابوذر کو بلوا لیجیے اس لیے کہ انھوں نے شامیوں کو آپ سے بدگمان کر کے ان کے دلوں میں آپ کی عداوت پیدا کر دی ہے۔ شامی سوائے ابوذر کے کسی سے مشورہ نہیں کیا کرتے اور سوائے ابوذر کے ان پر کوئی حکومت نہیں کر سکتا ہے''۔ خلیفۂ ثالث کے پاس سے اس کا یہ جواب آیا ''یہ فتنہ بالکل آشکار ہو چکا ہے۔ صرف چھیڑنے کی دیر ہے۔ تم اس بند زخم کا منہ نہ کھولو۔ ابوذر کو ایک نہایت شریر اونٹ پر سوار کرا ایسے شخص کے ساتھ روانہ کرو جو ان پر بہت سختی کرے۔ لوگوں سے کچھ غرض نہ رکھو۔ تم جب تک خاموش ہو وہ بھی خاموش رہیں گے''۔

یہ جواب پا کر معاویہ نے ابوذر کو ایک ایسے اونٹ پر سوار کرا کے، جس کی پشت پر صرف لکڑی کا پالان تھا، پانچ سپاہیوں کے ساتھ روانہ کر دیا۔ روانگی کے وقت لوگوں نے چاہا کہ انھیں جانے نہ دیں مگر ابوذر نے انھیں مخاطب کر کے کہا ''لوگو میں تمھیں ایسی نصیحت کرتا ہوں جس پر عمل کرنے سے تمھارا فائدہ ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ قیامت، بہشت، دوزخ اور جو کچھ پروردگار کی جانب سے آیا ہے وہ سب برحق ہے۔ خدا و رسول کی خوشنودی کا پیغام اس شخص کو مبارک ہو جو اس عقیدے پر مرے بشرطیکہ وہ گنہگاروں کا طرف دار اور ظالموں کا مددگار نہ

Presented by Ziaraat.Com

ہو۔ خدا کی ناراضی پر اپنے بزرگوں اور پیشواؤں کی رضامندی وخوشنودی کو ترجیح نہ دو، اگر ان سے کوئی برائی دیکھو تو دوری اختیار کرو چاہے اس وجہ سے تمہیں قید و بند میں مبتلا ہونا یا اپنا وطن چھوڑنا پڑے۔ خدا سب سے بلند و بالا اور لائقِ پیروی ہے۔ خدا کی خوشنودی کے لیے خدا کو ناخوش کرنا ہرگز سزاوار نہیں"۔ اس کے بعد ابوذر روانہ ہو گئے۔

گرما کی شدت اور پالانِ شتر کی لکڑی نے ابوذر کی دونوں رانوں کا گوشت چھیل دیا تھا، وہ شبانہ روز چل کر مدینے میں جب خلیفہ ثالث کے پاس پہنچے تو انھوں نے کہا کہ تم نے ایسا کیا اور ویسا کیا۔ ابوذر نے جواب دیا کہ "میں نے تم کو اور تمہارے ساتھی (معاویہ) کو نصیحت کی ہے لیکن دونوں سمجھ رہے ہیں کہ میں دھوکا دے رہا ہوں"۔ خلیفہ نے کہا "لیکن تم فتنہ برپا کرنا چاہتے ہو، تم نے اہلِ شام کو ہماری مخالفت پر آمادہ کیا ہے"۔ ابوذر نے کہا "اپنے دو رفقائے سابق کی پیروی کرو پھر تم پر کوئی نکتہ چینی نہ کرے گا"۔ خلیفہ نے کہا "او بے ایمان کے بچے۔ تجھے ان باتوں سے کیا کام"۔ ابوذر نے کہا۔ "خدا کی قسم میں نے سوائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کوئی گناہ نہیں کیا ہے"۔ شامیوں کو مجھ سے شکایت نہیں ہے۔ ہاں ایک مختصر سا گروہ دولت اور غلّہ ذخیرہ کر کے مستحقین اور حاجت مندوں کو اس سے محروم کر رہا ہے وہی میرا مخالف ہو گیا ہے"۔ خلیفہ نے کہا "کیا وہ حرام کا مال کھانا چاہتے ہیں (با آوازِ بلند کہا) لوگو۔ کہو میں اس بڈھے کے ساتھ کیا کروں، اس کو قتل کروں، ماروں یا سلطنتِ اسلامیہ سے باہر کر دوں۔ اس نے مسلمانوں کو پریشان کر رکھا ہے"۔ اس موقعے پر جناب امیرؑ بھی موجود تھے، انھوں نے فرمایا "میں تم سے وہی بات کہتا ہوں جو مومنِ آلِ فرعون نے کہی تھی۔ ابوذر کو چھوڑ دو۔ اگر وہ جھوٹ کہتے ہیں تو اس کا خمیازہ بھگتیں گے اگر سچ

Presented by Ziaraat.Com

کہہ رہے ہیں تو ان میں سے بعض کی ذمے داری تم پر عاید ہوتی ہے۔ خدا اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ میں نے پیغمبرؐ سے سنا ہے کہ درختوں نے سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے اپنی پشت پر ابوذر سے زیادہ سچ بولنے والا نہیں اٹھایا،،۔

اس کے بعد بھی خلیفہ نے غضبناک ہو کر سب کو تاکید کردی کہ ابوذر سے کوئی نہ ملے اور نہ فتویٰ پوچھے۔ اس پر بھی لوگ برابر ابوذر کے پاس جمع ہوتے رہے۔ خلیفہ نے ابوذر کے پاس کہلا بھیجا کہ ان آیات و احادیث کو بیان نہ کیا کرو جو فقراء کو مال داروں کے خلاف اُبھارتی ہیں۔ ابوذر نے جواب دیا کہ ''کیا عثمان مجھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور جو احکام خداوندی پر عامل نہیں ہے اس کو ٹوکنے سے روکتے ہیں''۔

ایک دن خلیفہ نے ابوذر کو بلا بھیجا جب وہ وہاں پہنچے تو کعب الاخبار بیٹھے تھے۔ خلیفہ نے اُن سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردے تو کیا اس کے ذمہ کسی کا حق رہ سکتا ہے۔ کعب نے جواب دیا کہ نہیں۔ اگر اپنے مال کی زکوٰۃ دے کر وہ ایسا محل تعمیر کرے جس کی ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی ہو تو اس کے ذمہ کچھ واجب الادا نہیں رہتا ہے۔ اس پر ابوذر نے اپنے عصا کو کعب کے سینے پر مار کر کہا کہ ''جھوٹ کہتا ہے'' اور یہ آیہ سورۂ بقر (۱۷۷) کی تلاوت کی

(لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا

Presented by Ziaraat.Com

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ...الخ

(نیکی یہ نہیں ہے کہ اپنا منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دے بلکہ نیک کام کرنے والے وہ ہیں جو خدا اور قیامت اور ملائکہ اور قرآن اور پیغمبر پر ایمان لائیں اور محض خدا کی خوشنودی کے لیے اپنا مال اپنے (یا پیغمبر کے) اہلِ قرابت کو دیں اور یتیموں اور بے خانماں لوگ اور وہ مسافر جو عالمِ مسافرت میں نادار ہو گئے ہوں اور فقرا و کنیز و غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے دیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور جو وعدہ کر کے وفا کرتے ہیں اور جو تنگدستی و بیماری، جنگ کے وقت سختیاں برداشت کرتے ہیں یہی لوگ سچے اور متقی ہیں۔)

اس کے بعد ابوذر لوگوں کے ہاں آنا جانا ترک کر کے مسجدِ نبوی میں مصروف عبادت رہا کرتے تھے۔ ایک دن عبدالرحمن بن عوف کا کثیر متروکہ خلیفۂ ثالث کے پاس لایا گیا تو کعب الاحبار نے کہا کہ "عبدالرحمن نے حلال سے کمایا۔ مالِ حلال لوگوں کو دیا کرتے تھے اور مالِ حلال چھوڑ گئے خدا ان کو دنیا و آخرت کی نیکی عطا کرے"۔ ابوذر نے جب یہ واقعہ سنا تو وہ کعب کی تلاش میں پھرنے لگے یہاں تک کہ وہ خلیفہ کے گھر میں مل گئے تو ابوذر نے کعب سے کہا۔ "تو کہتا ہے کہ خدا دنیا و آخرت کی نیکیاں اسے عطا کرتا ہے جس نے یہ مال چھوڑا ہے مجھے بتا کہ عبدالرحمن نے یہ مال کہاں سے پیدا کیا۔ یہ ان کے لیے خدا نے آسمان سے بھیجا یا یہ مال لوگوں کے حصے کا ہے جسے ان لوگوں نے محنت سے کمایا تھا۔ پیغمبر کا تو یہ قول تھا کہ اگر میں مر جاؤں تو میرے پاس ایک قیراط بھی نہ نکلے اور تو عبدالرحمن کو اس مال کا ذمے دار نہیں سمجھتا"۔ یہ کہہ کر وہ عصا جو ہاتھ میں تھا کعب کے سر پر مارا جس سے ان کا سر پھٹ گیا۔

Presented by Ziaraat.Com

خلیفہ نے کہا ''مجھے کہاں تک تکلیف دو گے میرے سامنے سے نکل جاؤ۔ ہمارے حدودِ سلطنت اور ہمسایہ سے نکل جاؤ''۔ ابوذر نے کہا ''مجھے بھی تمہارا ہمسایہ بُرا معلوم ہوتا ہے اچھا تم ہی کہو میں کہاں جاؤں مکّہ، شام، عراق، مصر'' لیکن خلیفہ نے ان مقامات پر جانے کی اجازت نہ دی۔ ''ابوذر نے کہا خدا کی قسم ان کے سوائے اب کوئی دوسری جگہ منتخب نہ کروں گا میری مرضی پوچھتے ہو تو مدینہ چھوڑنا نہیں چاہتا''۔ خلیفہ نے کہا ''تم کو بیابانِ ربذہ میں جانا ہوگا، آج ہی جاؤ'' اس کے بعد خلیفہ نے مروان اور اہلِ دربار سے مخاطب ہوکر کہا ''ابوذر کو باہر لے جاؤ اور ان کو ایسے اونٹ پر سوار کرو جس کی پشت پر صرف لکڑی کا پالان ہو اور ربذہ پہنچادو''۔ خلیفہ نے یہ بھی ہدایت کی کہ ابوذر کو رخصت کرنے کوئی نہ جائے۔ جنابِ امیرؑ نے ابوذر کے ساتھ اس برتاؤ کا حال سنا تو آبدیدہ ہوکر فرمایا ''افسوس ہے کہ صحابیِ پیغمبرؐ کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے'' اور اپنے بھائی عقیل و حسنین علیہم السلام کے ساتھ ابوذر کے پاس آئے۔ مروان نے امام حسنؑ سے کہا ''کیا نہیں جانتے امیر المومنین کا حکم ہے کہ اس شخص سے کوئی بات نہ کرے''۔ یہ سن کر جنابِ امیرؑ نے مروان کے گھوڑے کے سر اور کانوں پر ایک تازیانہ مار کر کہا۔ ''ہٹ جا۔ خدا تجھے جہنم میں ڈالے''۔

جنابِ امیرؑ نے فرمایا ''اے ابوذر تم خدا سے ڈر رہے ہو اور یہ لوگ اپنی دنیا سے ڈر رہے ہیں چونکہ تم اپنے دین سے ڈر رہے ہو اس لیے یہ لوگ ایسے مصائب تم پر ڈال رہے ہیں۔ اگر کسی پر زمین و آسمان کے راستے بند کردیئے جائیں اور اس کے دل میں خدا کا خوف ہو تو خدا اس کے لیے نجات کا راستہ پیدا کردیتا ہے۔ اے ابوذر سوائے خدا کے کسی سے محبت نہ کرو اور سوائے باطل کے کسی سے نہ ڈرو''۔

اس کے بعد نہایت رنج کے ساتھ آپ نے ابوذر کو رخصت کیا۔ ابوذر کے

Presented by Ziaraat.Com

ساتھ ان کی بی بی، لڑکا و لڑکی کے سوائے کوئی اور نہ تھا۔ کچھ مدت کے بعد ربذہ میں ان کی بکریاں مرگئیں اور ان کی لڑکی بھی فاقے کرتے کرتے مرگئی مجبوراً ابوذر مدینے واپس ہوئے اور خلیفہ کے پاس پہنچ کر کہا کہ ''تم نے مجھے ایسی سرزمین میں بھیجا ہے جہاں سوائے چند ایسی بکریوں کے جو اس وقت دودھ دینے کے قابل نہیں ہیں میرے پاس کچھ نہیں رہا ہے۔ وہاں میرے لیے صرف ایک درخت کا سایہ ہے اس لیے مجھے ایک خادم اور چند بکریاں دو تا کہ میں زندگی بسر کرسکوں''۔ اس وقت حبیب بن مسلمہ وہاں موجود تھے انھوں نے چاہا کہ ایک ہزار درہم۔ پانچ سو بھیڑ بکریاں اور ایک خادم ابوذر کو دیں چونکہ ابوذر یہ جانتے تھے کہ حبیب نے مسلمانوں کے بیت المال سے یہ دولت حاصل کی تھی۔ ابوذر کی علوِ ہمتی نے اجازت نہ دی کہ ایسے شخص کا احسان لیں۔ جواب میں ابوذر نے حبیب سے کہا۔ ''تم یہ رقم، بکریاں اور خادم اس کو دو جو اس کا مستحق ہو۔ میں بحیثیت ایک فردِ مسلم کے اپنا حصہ بیت المال سے طلب کر رہا ہوں''۔ اس اثنا میں جنابِ امیرؑ وہاں آگئے تو خلیفہ نے آپ سے مخاطب ہوکر کہا کہ ''اپنے اس پاگل کو ہمارے سروں سے دور نہیں کرتے''۔ جنابِ امیرؑ نے فرمایا ''وہ پاگل نہیں ہے۔ خدا کی قسم پیغمبرِ خداؐ فرماتے تھے کہ ابوذر کی حیا، فروتنی اور ان کا زہد مثل عیسیٰؑ مریم کے ہے''۔

اس کے بعد ابوذر بے پروائی کے ساتھ وہاں سے باہر نکل کر ربذہ بے نیل مرام واپس ہوگئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ان کی بیوی اپنے لڑکے کی نعش کے سرہانے بیٹھی رو رہی ہیں، اس کے دفن و کفن سے فراغت کے بعد پھر میاں بیوی کی فاقوں پر بسر ہونے لگی۔ ایک دن بھوک کی شدت سے ابوذر پر جان کندنی کی کیفیت پیدا ہوگئی تو ابوذر نے بیوی سے کہا راستے کی طرف دیکھو ممکن

Presented by Ziaraat.Com

ہے کہ کوئی مسلمان دکھائی دے۔ زوجۂ ابوذر ایک ٹیلے پر جا کر چاروں طرف دیکھنے لگیں۔ صحرا کے کنارے پر چند سوار آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ انھوں نے کپڑا ہلا کر انھیں اپنے قریب بلا کر کہا ''ایک مسلمان مر گیا ہے اس کو کفن دو اور خدا سے اس کا بدلہ لو''۔ انھوں نے نام پوچھا تو بتایا کہ وہ ابوذر غفاری صحابیِ پیغمبرؐ ہیں چنانچہ ان میں سے ایک جوان انصاری نے اپنے پاس سے کفن دیا اور مابقی سواروں نے مل کر سپردِ خاک کیا۔ یہ واقعہ ۳۲ھ کا ہے۔

ابوذر غفاری کے حق میں پیغمبرِ اکرمؐ کا ارشاد تھا کہ ''آسمان نے کسی ایسے شخص پر سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے پرورش نہیں کی جو ابوذر سے بہتر ہو''۔ ابوذر کا قول تھا کہ ''اپنے اور اپنے اہل وعیال کے معمولی اخراجات کے بعد جس قدر بچ جائے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ خدا کی راہ میں دے دے''۔ ابوذر کا یہ ادعا تھا کہ مسلمانوں کے بیت المال سے اپنے معمولی مصارف سے زائد لینا حرام ہے چنانچہ معاویہ نے جب سبز محل بنوایا تھا تو ابوذر نے اُن سے سوال کیا۔ ''تم نے یہ محل اپنے مال سے بنوایا یا مسلمانوں کے مال سے۔ اگر اپنی ذاتی رقم سے تعمیر کیا تو اسراف کیا اور اگر مسلمانوں کے مال سے بنوایا تو خیانت کی''۔ معاویہ نے یہ جواب دیا کہ ''مال خدا کا ہے اور میں خدا کا خلیفہ ہوں''۔

❁❁❁

Presented by Ziaraat.Com

حضرت ابوذر غفاریؓ

شوقؔ بہرائچی

ہو کس زباں سے ثنا حضرتِ ابوذر کی جنھوں نے زندگی بھر خدمتِ پیمبرؐ کی
تھی جن کے دل میں محبت بتولؑ و حیدرؑ کی جو قدر کرتے تھے شبیرؑ اور شبرؑ کی
رہے جو پنجتنِ پاکؑ کی تاسّی میں
ہمیشہ جن کی رہیں پانچوں انگلیاں گھی میں

جنھوں نے خامس الاسلام کا شرف پایا جنھوں نے مال و زرِ ناروا کو ٹھکرایا
جنھوں نے فقر و قناعت کو خود ہی اپنایا بُجز اہلِ بیتؑ نہ کوئی جنھیں سمجھ پایا
جو بعدِ حضرتِ سلمان بے مثال ہوئے
جو زہد میں بنِ مریمؑ کے ساجھے وال ہوئے

رہی سدا جنھیں خوشنودیٔ خدا حاصل رہے جو خُلق و مُروّت میں فرد اور کامل
نہ کرسکا جنھیں مرعوب دہر میں باطل جنھیں نبیؐ نے کیا اہلِ بیتؑ میں داخل
جو ہیں ذکاوت و مہر و وفا کا گنجینہ
جو بالا خانۂ ایماں کا ہیں نواں زینہ

انھوں نے کذب بیانی سے جبکہ نفرت کی رسولِ پاکؐ نے دے دی سند صداقت کی
خدا نے بھی وہ بزرگی انھیں عنایت کی کہ آدمی کیا درندوں نے بھی اطاعت کی
نماز میں انھیں مشغول و منہمک پاکر
چرایا کرتے تھے شیر ان کی بکریاں آکر

Presented by Ziaraat.Com

جواب ان کا نہیں کوئی خوش بیانی میں   بہاریں آئی نظر ان کی گلفشانی میں
یہ وہ جری ہیں جنھوں نے جہانِ فانی میں   کیے ہیں کارِ نمایاں یہ زندگانی میں
کلائیاں ستمِ ناروا کی توڑی ہیں
حکومتوں کی بھی چولیں ہلا کے چھوڑی ہیں
انھوں نے منھ کبھی ایمان سے نہیں موڑا   جو کر چکے تھے وہ عہدِ وفا نہیں توڑا
منافقین سے رشتہ کبھی نہیں جوڑا   نبیؐ کی آل کا دامن کبھی نہیں چھوڑا
ہزار بے بسی و یاس و بیکسی میں رہے
یہ اہلِ بیتؑ نبیؐ کی سوسائٹی میں رہے
زہے فضائل و صدق و عبادتِ بوذر   زہے منازل و درجات وشوکتِ بوذر
زہے مراتب و جاہ و جلالتِ بوذر   زہے مناقب واوصافِ حضرتِ بوذر
سُنا کیے ہیں پیمبرؐ سے یہ حکایت بھی
کہ ان پہ لٹّو ہے مُدت سے باغِ جنّت بھی
مراجعت طرفِ ربذہ جبکہ فرمائی   بجز تعب کے نہ راحت کسی گھڑی پائی
نظر نہ آتا تھا کوئی انیسِ تنہائی   مگر جو عالمِ غربت میں ان کو مَوت آئی
تو یہ معاوضۂ حُبِّ پنجتنؑ پایا
جو واقعی تھا بہت بڑھیا وہ کفن پایا
یہ وہ جری ہیں جو تیغ وسناں سے بھی نہ دبے   یہ وہ ہیں پھول جو دورِ خزاں سے بھی نہ دبے
یہ وہ ہیں عزم جو کوہِ گراں سے بھی نہ دبے   یہ وہ زمین ہیں جو آسماں سے بھی نہ دبے
ہزار غلبہ رہا ضعف و ناتوانی کا
مگر تھا پیری میں بھی حوصلہ جوانی کا

Presented by Ziaraat.Com

سدا مذمتِ لات و منات کر کے رہے　　نمایاں دہر میں عزم و ثبات کر کے رہے
بیانِ آلِ عباؑ کے صفات کر کے رہے　　جو بات کرنا تھی اُن کو وہ بات کر کے رہے

جہاں میں اہلِ ستم کے چھڑا دیئے چھکّے
یہ دُھن کے پورے تھے اے شوقؔ کام کے پکّے

Presented by Ziaraat.Com

حضرت ابوالاسود دؤلی

اُڑائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

حضرت ابوالاسود دؤلی تابعین کے طبقۂ اعلیٰ میں ایک روشن چراغ تھے، امیر المومنین علیہ السلام کے شاگردِ رشید، تلمیذ خاص اور صحابیِ باوفا تھے جنگِ صفین میں آپ نے دشمنوں سے برسرِ پیکار ہوکر خوب دادِ شجاعت دی۔ آپ عاقل وفرزانہ زیرک ودانا بزرگ تھے۔

آپ نے بابِ مدینۃ العلم کے حسبِ ہدایت علمِ نحو کو ترتیب دیا۔ آپ آسمانِ شاعری کے کوکبِ درخشاں تھے۔ حاضر جوابی میں لاجواب تھے۔ فقیہِ کامل اور محدثِ بے نظیر تھے۔ آپ نے حسبِ ارشادِ مرتضوی قرآنِ کریم پر نقطے اور اعراب لگائے۔ آپ میدانِ تگ وتاز میں ایک چابک دست سوار تھے، عزت و شرافت میں نامور تھے، دولت وثروت سے مالا مال تھے۔ آپ کفایت شعار تھے اس لیے لوگ رشک وحسد سے آپ کو بخیل کہتے تھے۔ بعض دشمنوں نے جھوٹے واقعات بھی اس قسم کے بیان کیے ہیں جن سے آپ کا بخیل ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن یہ سب قصے پایۂ اعتبار سے گرے ہوئے ہیں۔

آپ کی ولادت رسولِ اکرم صلعم کی بعثت سے ۵ سال قبل ہوئی تھی۔ جب

Presented by Ziaraat.Com

رسولِ خدا صلعم نے وفات پائی اس وقت آپ کی عمر ۷۲ سال کی تھی۔ آپ کی کنیت ابوالاسود تھی سلسلۂ نسب گیارھویں پشت پر حضرت حزیمہ پر رسول صلعم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ فہر بن مالک بن نصر بن کنانہ کی نسل میں ہیں اس لیے آپ کا قبیلہ دوَلی کہلاتا ہے۔

رسولِ خدا صلعم کی وفاتِ حسرت آیات کے بعد آپ مدینے میں تشریف لائے اور امیر المومنین علی علیہ السلام کی صحبتِ بابرکت سے فیوض و برکات حاصل کرنے لگے یہاں تک کہ آپ اپنے معاصرین میں ممتاز ہوگئے اور رفتہ رفتہ دنیوی اور دینی مراتب میں اس قدر بلند درجہ حاصل کیا کہ جب جنابِ عبداللہ بن عباس بصرہ کے حاکم مقرر ہوئے تو امیر المومنین علیہ السلام نے آپ کو کاتب (جو نائب کے ہم پایہ ایک اعلیٰ منصب تھا) بنا دیا۔

آپ نہایت دیانت دار اور امین تھے، امیر المومنینؑ کے سچے وفادار تھے۔ عہدۂ مذکورہ ملنے کے بعد آپ کو حکومتِ بصرہ کے طرزِ عمل میں جو نقائص نظر آتے تھے وہ آپ امیر المومنین علیہ السلام کی خدمتِ بابرکت میں لکھ بھیجتے، اس کے جواب میں ابوالاسود کو حضرت علیؑ استباز اور مشیرِ مخلص کے القاب سے یاد فرماتے۔

جب عبداللہ بن عباس بصرے کی امارت سے علیحدہ ہوگئے اس وقت امیر المومنین علیہ السلام نے بصرے کی زمامِ انتظام و انصرام آپ کے سپرد فرما دی۔ اُدھر زیاد بصرے کا حاکم ہوا۔ (یہ زیاد اس عبیداللہ کا باپ ہے جو یزید پلید کے حکم سے کوفے کا عامل ہوا تھا اور جس کے حکم سے مولانا حسین علیہ السلام معہ اعزّا و احباب شہید کئے گئے)۔ زیاد نے ابوالاسود کی شکایتیں دربارِ علوی میں لکھ بھیجیں مگر ان جھوٹی تہمتوں کی کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ جب ابوالاسود کو معلوم ہوا کہ زیاد نے خدمتِ امیر المومنینؑ میں میری چغلیاں لکھی ہیں تو آپ نے اس کی مذمت میں

Presented by Ziaraat.Com

چند اشعار کہے جواب تک مشہور ہیں۔

حضرت ابوالاسود نہایت منصف مزاج تھے چنانچہ مذکور ہے کہ آپ کا ایک دوست مالک ابن احرام تمیمی تھا۔ اوس کے اور اس کے چچا زاد بھائی کے درمیان ایک جھگڑا پیدا ہو گیا آپ کی عدالت میں پیش ہوا۔ آپ نے مقدمے کی روداد اور اُس کے ہر ہر پہلو پر کامل غور کر کے حقِ انصاف ادا کیا اور اپنے دوست کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا جس سے مالک نے غصے میں آکر آپ سے کہا کہ ''واہ آپ نے حقِ دوستی خوب ادا کیا'' اس وقت آپ خاموش ہو گئے مگر پھر اشعار میں اس طنز کا معقول جواب دیا۔ آپ کے والیِ بصرہ ہونے کو ایک سال گزر چکا تھا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ابنِ ملجم کی زہر آلود تلوار سے شہادت پائی۔ جب آپ کو اس غمناک واقعے کی اطلاع ملی تو آپ نے اعیانِ مملکت اور ارکانِ شہر کو جامع مسجد میں بلایا اور اُن کے سامنے ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے۔

اے عباد اللہ ایک ظالم نے امیر المومنین علیہ السلام کو جب آپ مسجدِ کوفہ میں مصروفِ عبادت تھے تیغِ بے دریغ سے شہید کر دیا۔ آپ کے انتقال سے دنیا تاریک ہو گئی انا للہ وانا الیہ راجعون رحمت وسلام ہو آپ پر کہ روزِ محشر خدا کے حضور کھڑے ہوں گے۔ اتنا کہہ کر آپ زار زار رونے لگے اور پھر فرمایا کہ آپ نے اپنے فرزند سبطِ رسول امام حسین علیہ السلام کو اپنا جانشین بنایا ہے۔ اے لوگو تم مولانا حسن علیہ السلام کے لیے بیعت کرو چنانچہ بجز چند غداروں کے سب لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی مگر ایک سال کے بعد امام حسنؑ نے جب معاویہ سے صلح کر لی تو آپ بھی امارت سے علیحدہ ہو گئے اور معاویہ کی طرف سے عبداللہ بن عامر والی مقرر ہوا۔ زمامِ حکومت ہاتھ سے نکل جانے کے بعد بھی آپ

Presented by Ziaraat.Com

بصرے ہی میں مقیم رہے کہ بصرہ آپ کا وطنِ عزیز تھا۔

آپ نے حکومتِ بصرہ سے الگ ہونے کے بعد کسی اور جگہ ملازمت کرنے کا خیال تک نہ کیا اگرچہ احباب آپ کو اس طرف متوجہ کرتے رہے لیکن آپ نے محبت اہلِ بیتؑ میں سب کچھ چھوڑ دیا۔ البتہ اب ہر روز صبح کے وقت گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے۔ شہر کی سیر کر کے پھر اپنے مکان پر واپس آجاتے یہ معمول آپ کی آخر عمر تک باقی رہا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے آپ کو اس سے بھی منع کیا کہ پیرانہ سال میں آپ گھر سے باہر نہ نکلا کیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ سواری سے جسمانی ورزش ہو جاتی ہے، تازہ ہوا سے دل کو خوشی ہوتی ہے، دوستوں سے ملنے جلنے کا موقع نکل آتا ہے تم ہی بتاؤ گھر میں بیٹھے رہنے سے کیا فائدہ سوائے اس کے کہ میرے ہاتھ پاؤں سست و بیکار ہو جائیں۔

جب زیاد بصرے کا حاکم ہوا اُس وقت بعض وجوہ سے مجبور ہو کر آپ اُس کے بیٹے کو تعلیم دینے لگے۔ کیا انقلابِ زمانہ ہے کہ حاکمِ بصرہ اپنے ماتحت کے لڑکوں کی معلمی کرے اور ان کا ایک شاگرد (عبداللہ بن زیاد) ایک روز امیر المومنین علیہ السلام کے فرزند حسینؑ پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے۔

علم و ادب پر آپ کے احسانات:

جلال الدین سیوطی جیسا متعصب مؤرخ اپنی تصنیف ''تاریخ الخلفا'' میں رقم طراز ہے کہ خود ابوالاسود روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آپ فرقِ مبارک جھکائے ہوئے خاموش تشریف فرما ہیں، میں نے بصد ادب دریافت کیا کہ یا امیر المومنینؑ! کون سا اہم مسئلہ زیرِ غور ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس شہر کے لوگ عربی زبان بولتے ہوئے اکثر غلطیاں کرتے ہیں اس لیے میرا ارادہ ایک کتاب ترتیب

Presented by Ziaraat.Com

دینے کا ہے جس میں عربی زبان دانی کے تمام قاعدے محفوظ کر دیے جائیں میں نے عرض کیا کہ اس مبارک کام کی تکمیل سے عربی زبان زندگی جاوید حاصل کرلے گی۔ پھر میں تین روز کے بعد خدمت علویہ میں حاضر ہوا آپ نے مجھے جس تختی پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی عنایت فرمائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم کلام کی تین قسمیں ہیں۔ اسم، فعل، حرفِ اسم وہ ہے جو اپنے مسمّٰی کی خبر دے۔ حرف وہ ہے کہ ایسے معنی کی خبر دے جو نہ اسم ہو نہ فعل۔ فعل وہ ہے کہ اپنے مسمّٰی کی حرکت کی خبر دے۔

''اے ابوالاسود! تم اس اصول کے ماتحت جو کچھ مناسب سمجھو اس میں بڑھاؤ۔ اے ابوالاسود دنیا کی تمام چیزیں تین قسم کی ہوتی ہیں ایک مضمر، ایک ظاہر اور تیسری جو نہ ظاہر ہو اور نہ مضمر''۔

ابوالاسود بیان کرتے ہیں کہ'' میں نے مذکورہ بالا ارشاداتِ عالیہ کو علم نحو کا اصول قرار دیا۔ ان کی روشنی میں بہت سے ابواب وفصول قائم کیے اور ان میں حرفِ ناصبہ کا بھی بیان کیا۔ اِنّ، لن، لیست، لعلّ، کاَن کا ذکر کیا مگر لکن کو چھوڑ دیا۔ کاغذات کو لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، آپ نے دیکھ کر ارشاد کیا کہ لکن کو بھی حرفِ ناصبہ میں شامل کرو۔

بعض مؤرخین نے اوپر کی روایت سے اختلاف کیا ہے اور یوں بیان کیا ہے کہ ایک روز گرمی کے موسم میں جناب ابوالاسود باہر سے گھر میں تشریف لائے تو آپ کی بیٹی نے کہا یا ابت ما اشد الحر آپ نے کہا کہ فلاں ماہ میں گرمی سخت پڑا کرتی ہے اُس نے کہا کہ'' میں نے تو یہ نہیں دریافت کیا کہ کب گرمی زیادہ ہوتی ہے اور کب کم بلکہ میں تو گرمی کی شدت پر اظہارِ تعجب کر رہی ہوں''۔ لڑکی کا منشاءِ دلی ظاہر کرنے کے لیے دال پر زبر اور۔ رَ۔ کے نیچے زیر ہونا چاہیے

Presented by Ziaraat.Com

تھا۔ ابوالاسود نے یوں اپنی بیٹی کو غلط بولتے ہوئے سنا تو نہایت فکر مند ہوئے اور دربارِ وصایت میں پہنچ کر عرض کی کہ ''آقا! عجمیوں کے میل جول سے عربی زبان خراب ہو رہی ہے اگر کچھ دنوں تک یہی حالت باقی رہی تو عربی زبان کا خاتمہ سمجھیے''۔ مولانا علی مرتضیٰؑ نے دریافت کیا کہ '' تمہاری توجہ اس طرف کیونکر منعطف ہوئی''۔ ابوالاسود نے سارا قصہ بیان کیا۔ مشکل کُشائے عالم نے ارشاد فرمایا ''بہتر ہے کچھ کاغذ خرید لاؤ'' اور آپ نے علم نحو کے اصول اپنے اس شاگرد کو تحریر کرا دیے۔

سعد نامی ایک عجمی بصرہ میں آیا اور حضرت ابو سعید انصاری کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ ایک دن وہ گھوڑے کو لیے جا رہا تھا، راستے میں ابوالاسود سے ملاقات ہوئی آپ نے اُس کی گفتگو سُنی تو محاورہ عرب کے بالکل خلاف تھی، آپ کے دل پر بہت اثر ہوا اور آپ زیاد کے پاس گئے اور کہا ''اے امیر! عجمیوں کے میل سے زبان خراب ہو رہی ہے ایک تصنیف کی ضرورت ہے جو ان نقائص کو دور کرے میں اس خدمت کے لیے تیار ہوں'' مگر زیاد نے مطلق توجہ نہ کی۔ آپ دل برداشتہ خاموش چلے آئے، چند روز کے بعد زیاد کے سامنے ایک شخص نے اثنائے گفتگو میں کہا توفی ابانا وترک بنوں (ہمارے باپ نے انتقال کیا اور کئی بیٹے چھوڑ گئے) حالانکہ یہ جملہ غلط تھا، صحیح یوں ہونا چاہیے، توفی ابونا وترک بنین۔ الغرض زیاد کو خیال پیدا ہوا کہ ابوالاسود کا قول درست تھا یقیناً اس علم کے واضع کرنے کی ضرورت ہے جس سے لوگ اس قسم کے اغلاط سے محفوظ رہیں۔

بعض لوگوں نے اس واقعے سے اختلاف کیا ہے اور علم نحو کے وضع کیے جانے کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک روز ابوالاسود گھر میں تشریف لے گئے تو آپ کی ایک بیٹی نے کہا ''یا ابت ما احسن السماء''۔ تو ابوالاسود نے فرمایا (یا

Presented by Ziaraat.Com

بنیۃ مہا) لڑکی نے کہا ''میرا یہ سوال نہیں ہے کہ آسمان کی خوبصورت ترین چیز کیا ہے میں تو آسمان کی خوبصورتی پر تعجب کر رہی ہوں''۔ آپ کے فرزند ابوحرب کہتے ہیں کہ ''میرے والد نے علمِ نحو میں سب سے پہلے باب التعجب وضع کیا تھا۔ علمِ نحو کا نام علمِ نحو اس لیے رکھا گیا کہ ابوالاسود نے کہا کہ ''میں نے حضرت علی علیہ السلام سے اجازت لی تھی کہ میں نحو کو اسی طریقے پر ترتیب دوں۔ نحو کے معنی طریقے کے ہیں اس لیے اس کا نام نحو رکھا گیا''۔

امیر المومنین علیہ السلام کے عہد تک قرآنِ کریم کے نسخوں میں حروف پر نہ اعراب لگائے جاتے تھے نہ نقاط۔ اہلِ عرب تو قرآن کریم کو دیکھ کر صحت کے ساتھ تلاوت کر لیتے تھے مگر غیر عرب تلاوت کے وقت فاش غلطیاں کرتے تھے بعض وقت تو ایسی سخت غلطیوں کا ارتکاب کرتے تھے کہ توبہ ہی بھلی چنانچہ ایک روز ابوالاسود نے ایک قاری کو یہ آیۂ کریمہ، **ان اللہ بری من المشرکین و رسولہ** میں بجائے کے رَسُولِہٖ پڑھتے ہوئے سُنا اصل آیۂ مبارک کا ترجمہ یہ تھا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ مشرکین سے بری ہیں مگر اعراب کی غلطی سے آیت کے معنی یہ ہو گئے معاذ اللہ اللہ مشرکین اور اس کے رسول سے بری ہے۔ ابوالاسود آیۂ مذکورہ کو غلط پڑھتے ہوئے سُن کر نہایت برانگیختہ ہوئے۔ اس سے پہلے زیاد حاکم بصرہ نے آپ سے التجا کی تھی کہ آپ کوئی ایسا علم مدوّن فرمایئے جس سے لوگ کلام اللہ کی صحت کے ساتھ تلاوت کر سکیں اس وقت آپ نے اس خیال سے کہ صحابۂ کرام کے عہد کی چیزوں میں اصلاح کی ضرورت نہیں انکار کر دیا تھا لیکن جب آپ نے قاریِ مذکور کو اپنے کانوں سے غلط پڑھتے ہوئے سنا تو فوراً مصمم ارادے کی تکمیل کے لیے آپ زیاد کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ ''اب وہ کام کرنے کو تیار ہوں مجھے ایک ہوشیار کاتب دیا جائے''۔ قبیلہ عبدالقیس کا کاتب

Presented by Ziaraat.Com

حاضر کیا گیا جسے آپ نے ناپسند کیا۔ پھر دوسرا کاتب حاضر ہوا، اُسے گھر لے گئے اور کہا ''میں قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا ہوں جب مجھے دیکھو کہ میں نے کسی حرف کی ادائیگی کے وقت منہ کھول دیا ہے تو اُس حرف کے اوپر نقطہ لگا دو اور اگر منہ کو بند کر دوں تو ایک نقطہ اس حرف کے سامنے لگا دینا اور اگر منہ کو اِدھر اُدھر پھیروں تو ایک نقطہ اُس حرف کے نیچے لگا دینا۔ کاتب نے آپ کے ارشاد کے بموجب تعمیل کی۔ یہ نقطے بجائے زیر زبر پیش کے لگائے گئے۔ رفتہ رفتہ ان اعراب میں ترقی ہوتی گئی اور چوتھی اور پانچویں صدی میں یہ فنِ کتابت معراجِ کمال پر پہنچ گیا۔

علامہ ابن المندیم نے کتاب ''الفہرست'' میں لکھا ہے کہ محمد بن اسحٰق نے اپنا چشم دید واقعہ مجھ سے بیان کیا کہ بغدادِ جدید میں ایک شخص محمد بن حسین نامی رہتا تھا اُسے کتابوں کے جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ میں نے اس سے دوستی پیدا کی جب اس کو مجھ پر کامل اعتماد پیدا ہو گیا تو ایک روز مجھے اپنے کتب خانے میں لے گیا اور سب کتابیں دکھلائیں ان میں بہت سی نایاب کتابیں تھیں۔ ازاں جملہ چینی پتروں کے چار ورق تھے جن پر لکھا تھا کہ ''بحث فاعل مفعول از ابوالاسود دوَلی'' یہ تحریر یحییٰ بن یعمر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی۔ یحییٰ ابوالاسود کے شاگرد تھے۔ اس تحریر کے نیچے علان نحوی اور نضر بن شمیل کے دستخط تھے اس شخص کے مرنے کے بعد یہ کتب خانہ تلف ہو گیا۔ سوائے قرآنِ مجید کے نسخوں کے اور کوئی کتاب ہاتھ نہ لگی۔ الغرض ابوالاسود نے اسلامی علمِ ادب پر دو بڑے احسان کیے ایک تو یہ کہ آپ نے علمِ نحو کی تدوین فرمائی اور دوسرا احسانِ عظیم یہ فرمایا کہ قرآن کریم پر اعراب اور نقطے لگائے جس سے مخلوقِ خدا نہایت آسانی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کر سکتی ہے۔

ابن خلکان رقمطراز ہیں کہ آپ کا ایک مکان بصرہ میں تھا، آپ کا پڑوسی ہمیشہ

Presented by Ziaraat.Com

آپ کو ایذائیں پہنچایا کرتا تھا۔ ایک اور روایت کے بموجب رات ہوتے ہی پتھر پھینکا کرتا، ابوالاسود نے قبیلہ والوں سے اپنے شریر پڑوسی کی شکایت کی لوگوں نے اُسے سمجھایا کہ اپنے قبیلے کے بزرگ کو ستانا اچھا نہیں تو اس نے کہا کہ ''میں پتھر نہیں پھینکتا بلکہ خداوند عالم اُن کے گھر پر سنگباری کرتا ہے''۔ جب ابوالاسود کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے وہ مکان فروخت کرڈالا اور بنی ہذیل کے محلے میں دوسرا مکان خرید لیا۔ اس واقعے کے بعد کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ ''آپ نے اپنا مکان فروخت کرڈالا''۔ آپ نے فرمایا کہ بل بعث جاری (بلکہ میں نے اپنے پڑوسی کو بیچ ڈالا)۔ آپ کا یہ جواب اس قدر پسند کیا گیا کہ اعرابی میں ضرب المثل بن گیا۔

ایک دن آپ عبداللہ بن ابی بکرہ یفیع بن بحرث بن مکدہ ثقفی کے پاس گئے انھوں نے دیکھا کہ ابوالاسود ایک پھٹا سا جُبہ پہنے ہوئے تو انھوں نے کہا کہ ''اے ابوالاسود کیا تمہاری طبیعت اُس پرانے جُبّے سے نہیں اُکتاتی'' تو فرمایا ''کیا کیا جائے اکثر چیزیں ناگوار تو ہوتی ہیں مگر اُن کا چھوڑنا مشکل ہوتا ہے''۔ پھر آپ اپنے مکان پر چلے آئے تو عبداللہ نے سو جوڑے کپڑے کے آپ کے پاس ارسال کردیے آپ نے اس وقت یہ اشعار فرمائے۔

کسانی ولم استکه محمدته

اخ لك يعطيك الجزيل و ناصر

وان أحق الناس ان كنت شاكرا

يشكرك من أعطاك والعرض وافر

(ترجمہ) مجھے لباس پہنایا حالانکہ میں نے مانگا نہ تھا، میں نے ان کی تعریف کی۔ تیرا بھائی عطایائے کثیر عنایت کرتا ہے اور تیرا حامی و ناصر ہے لوگوں میں

Presented by Ziaraat.Com

مستحقِ شکریہ، اگر تم شکریہ ادا کرنا چاہتے ہو تو وہ ہے کہ جو تم کو دیے اور تمہاری عزت بھی باقی رہے یعنی بے طلب دینے والا قابلِ شکریہ ہے۔ آپ کے اشعار واقعات اور سچے جذبات سے پُر ہوتے تھے، آپ نے اپنے اشعار میں اپنی زندگی کے اکثر واقعات نظم کیے ہیں، آپ کا کلام دیوان کی صورت میں جمع کیا گیا جواب تک موجود ہے۔

آپ ایک قناعت پسند بزرگ تھے، آپ کے اخلاق کا اثر آپ کے فرزند ابوالحرب پر بھی پڑا جو نہ تجارت کرتے تھے نہ ملازمت۔ آپ نے انھیں نصیحت فرمائی تھی کہ طلبِ معاش میں سعی ضرور کرنی چاہیے اور حسبِ ذیل شعر سے استدلال کیا۔

وما طلب المعیشة بالمتنی

ولکن الق دلوك فی الدّلاء

(ترجمہ) رزق خواہش سے نہیں ملتا مگر تم اپنا ڈول اور لوگوں کے ڈول کے ساتھ کنویں میں ڈال دو۔

تجئی بعلئها طور اوطوراً

تجئی بحمأة و قلیل ماء

(ترجمہ) تو وہ ڈول کبھی تو پانی سے بھرا ہوا آئے گا اور کبھی تھوڑا پانی اور باقی کیچڑ ہوگی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ابوالاسود خلافتِ دوم کے آخری عہد میں مفلوج ہو گئے تھے اس لیے جب آپ بازار سے پیدل گزرتے تو آپ کا ایک پاؤں گھسٹا ہوا جاتا تھا آپ کے پاس کئی غلام اور لونڈیاں تھیں کسی نے آپ سے کہا کہ ”آپ بازار آنے جانے اور سودا سُلف لانے کی بذاتِ خود کیوں تکلیف کرتے ہیں کسی

Presented by Ziaraat.Com

غلام کو حکم فرما دیا کیجیے وہ آپ کے حکم کی تعمیل کیا کرے گا" آپ نے جواب دیا کہ "ابھی تو یہ حالت ہے کہ جب میں بازار سے مکان جاتا ہوں تو میرے فرزند اور غلام خوش آمدید کہتے ہیں اور اگر میں خانہ نشین ہو جاؤں تو مجھے کوئی پوچھے گا بھی نہیں"۔

علّامہ ابنِ اثیر نے "اسد الغابہ" میں حرف ظاء کی فصل میں آپ کا حال نہایت اجمال سے لکھا ہے اور ایک حدیث کو بیان کر کے، جو آپ سے مروی ہے، تحریر کیا ہے کیونکہ آپ صحابی نہ تھے بلکہ تابعی تھے اور امیر المومنین علیہ السلام کے شاگرد رشید تھے اور پھر آپ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ آپ شعر خوب کہتے تھے، حاضر جواب تھے، آپ کا کلام حکمت آموز ہوتا اس درجہ کہ ضرب المثل بن جاتا

قاضی نور اللہ شوستری نے اپنی بے مثل تصنیف "مجالس المومنین" میں بھی آپ کے حالات لکھے ہیں اس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے۔

جب جنگِ صفّین کے ختم ہونے کے بعد شرائطِ صلح طے کرنے کے لیے طرفین سے حَکَم مقرر کرنے کا موقع آیا تو آپ نے امیر المومنین علیہ السّلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آپ ابو موسیٰ اشعری کو حَکَم نہ بنایئے میں اُن کو بار بار آزما چکا ہوں البتہ مجھے حَکَم بنایئے میں فریقِ مخالف سے خوب نپٹ لوں گا لیکن اگر وہ حیلہ کریں کہ "یہ غلام صحابیِ رسول نہیں ہے تو مجھے ابو موسیٰ کا معاون بنا دیجیے میں اُن کے اقوال و احوال کی اچھی طرح نگرانی کرتا رہوں گا"۔ مگر فریقِ مخالف نے جس طرح حضرت عبد اللہ بن عباس کے حَکَم بنائے جانے سے انکار کر دیا اسی طرح ابو الاسود کا حکم بننا بھی منظور نہ کیا۔

ابو الاسود نے بنی قشیر کے محلے میں سکونت اختیار کی چونکہ آپ امیر المومنینؑ سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے اس لیے یہ لوگ رات کے وقت آپ کے مکان پر سنگ باری کیا کرتے تھے، آپ نے ایک روز صبح کو ان لوگوں سے شکایت کی تو

Presented by Ziaraat.Com

انھوں نے جواب دیا کہ پتھر ہم نہیں پھینکتے بلکہ خدائے قہار خود آپ کے مکان پر پتھر برساتا ہے آپ نے فرمایا ''تم لوگ خدائے تعالیٰ پر تہمت نہ تراشو اگر وہ میرے گھر پر پتھر پھینکتا تو اس کا نشانہ ہرگز خالی نہ جاتا''، ان لوگوں نے کہا۔ ''اے ابوالاسود تم کب تک امیر المومنین علیہ السلام اور ان کے اہلِ بیتؑ کی مدح سرائی کرتے رہوگے''۔ آپ نے جواب میں چند اشعار ارشاد فرمائے۔

یقولون الارذلون بنو قشیر

طلوال الدھر لا ینسی علیّا

(ترجمہ) بنی قشیر کے ارذال کہتے ہیں تو علیؑ کو کبھی نہیں بھولتا۔

فان یك حبھم رشدا اصبه

ولم یك نحطیا ان کان علیّا

اگر ان کی محبت کوئی ہے تو وہ مجھے حاصل ہوگی، اگر وہ غلطی بھی ہو تو میں خطاوار نہیں ہوسکتا۔ اس آخری شعر کو سُن کر بنی قشیر کے بعض افراد نے اعتراض کیا کہ آپ کے اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو محبتِ اہلِ بیتؑ کی فضیلت میں شک وشبہ ہے۔ آپ نے فی البدیہہ یہ جواب دیا کہ کیا تمھیں قرآنِ مجید یاد نہیں۔ اللہ جلِ شانہٗ ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے۔ (انا وایاکم لعلی ھدی اوفی ضلال مبین۔ ہم اور تم دونوں یا تو ہدایت پر ہیں یا گمراہی پر ہیں)

ایک روز ابوالاسود نے قبیلہ بنی قشیر کے بعض شخصوں سے فرمایا کہ ملکِ عرب میں تم سے زیادہ طول بقا کسی اور قبیلے کا مجھے پسند نہیں انھوں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ''اس لیے کہ تم لوگ جو کرتے ہو وہ محض ضلالت ہوتا ہے میں ان افعال سے اجتناب کرتا رہتا ہوں اور جن کاموں سے تم بچتے ہو رشد و ہدایت ہوتا ہے میں اُن پر کاربند ہوتا ہوں''۔ ایک روز دشمنِ اہلِ بیتؑ۔ عبداللہ بن زیاد

Presented by Ziaraat.Com

نے آپ سے کہا کہ ''اگر آپ بوڑھے اور ضعیف نہ ہو گئے ہوتے تو آپ سے بعض امور میں استعانت طلب کرتا'' آپ نے فرمایا کہ ''اے عبداللہ! تو مجھے کشتی لڑنے کو کہے تو یہ مشکل ہے، ناممکن ہے اور اگر خلق ورائے کا طالب ہوتا تو یہ دونوں چیزیں مجھ میں پیشتر سے زائد موجود ہیں''۔

ایک دفعہ آپ سے کسی نے کہا کہ حقیقتاً آپ کا ظرفِ علم وحلم بہت بڑا ہے مگر آپ میں ایک عیب ضرور ہے کہ آپ بخیل ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ظرف کی خوبی یہی ہے کہ اس میں جو شے ڈالی جائے اُس کو محفوظ رکھے۔ جس برتن سے پانی یا کوئی مائع چیز ٹپکتی ہے وہ عیب دار ہے۔ ایک دفعہ عبداللہ کے باپ زیاد نے پوچھا کہ ''امیر المومنینؑ کی محبت سے آپ کو کیا ملتا ہے'' آپ نے فرمایا کہ ''حضرت کی محبت سے استغنا اور حظِ وافر حاصل ہوتا ہے۔ اے زیاد! میں امیر المومنینؑ کی دوستی سے آخرت کا طالب ہوں اور تو اپنے امیر کی دوستی سے دنیا اور زینتِ دنیا کا خواہاں ہے۔ میری اور تیری مثال عمرو بن معدی کرب کے اشعار سے ظاہر ہے۔

روزانہ سیر وتفریح کی وجہ سے آپ کی صحت اچھی رہتی تھی، آپ نے آخری عمر میں ایران کے سفر کا ارادہ کیا۔ سردی کا موسم تھا، بیٹی نے روکنا چاہا کہ جاڑے کے ایام گزر جائیں پھر تشریف لے جایئے گا مگر آپ نے فرمایا ''بیٹی موت کا ایک دن مقرر ہے۔ انسان کو قضا وقدر پر بھروسہ رکھنا چاہیے'' الغرض آپ نے ایران کی سیاحت کی اور وہاں سے اپنے وطنِ مالوف بصرہ میں تشریف لائے کچھ دنوں کے بعد فالج میں مبتلا ہوئے اس پر بھی آپ روزانہ شہر کی گشت کو ضرور جاتے تھے۔

ایک روایت کے مطابق آپ نے بمقام بصرہ ۶۹ھ میں مرض طاعون میں رحلت فرمائی اس وقت آپ کا سن ۸۵ سال کا تھا۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ نے طاعون پھیلنے سے پہلے مرضِ فالج میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ تیسری

Presented by Ziaraat.Com

روایت یوں ہے کہ آپ نے عمر بن عبدالعزیز کے ایامِ حکومت میں رجب ۱۰۱ھ میں بمقام دیر سمعان انتقال فرمایا۔ موت کے وقت آپ سے کہا گیا کہ مغفرت کی بشارت آپ کو مبارک ہو، آپ نے فرمایا کہ میں اپنے اعمال سے نادم ہوں جن کی وجہ سے مغفرت کی حاجت ہوئی۔

آپ کے اقوال جو تاریخوں میں درج ہیں ان میں سے بعض حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) اگر مال کے بارے میں فقیروں کی اطاعت کریں تو ہمارا حال ان گداگروں سے بھی بدتر ہو جائے۔

(۲) بخیل کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بخیل رہنا بہتر ہے۔

علاوہ ازیں بہت سے حکیمانہ اقوال آپ کے دیوان سے اخذ کیے جا سکتے ہیں، آپ کو خدا تعالیٰ نے ایک بیٹی اور ایک بیٹا عنایت کیا تھا ممکن ہے کہ اور اولاد ہو مگر اُن کا تاریخوں میں کہیں ذکر نہیں ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

جناب عمّارِ یاسر

جناب عمار کے پدرِ بزرگوار جناب یاسر یمن کے رہنے والے تھے، پریشان حالی کے عالم میں مکّے میں آئے جہاں انھوں نے ابوحذیفہ مخزومی کی کنیز سمیہ نامی سے عقد فرمالیا۔ بال بچے ہوئے، مکّے ہی میں سکونت اختیار کرلی۔ جناب یاسر کی بی بی سمیہ اور دو فرزند عمار و عبداللہ مختصر یہ کہ سارا گھر کا گھر تبلیغِ نبوت کے پہلے ہی سال مشرّف بہ اسلام ہوا۔ ''استیعاب جلد دوم'' صفحہ ۴۳۶ پر عمارِ یاسر اور ان کے قبیلے کے مشرف بہ ایمان ہونے کے متعلق عربی عبارت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

''جب اسلام کو خدا نے ظاہر فرمایا تو یاسرؓ، ان کے صاحبزادے عمار، عمار کی ماں سمیّہ عمار کے بھائی عبداللہ بن یاسر اسلام لائے۔ ان حضرات کا اسلام ابتدائے اسلام میں سے قدیم تھا اور یہ دو بزرگوار تھے جن پر خدا کی راہ میں ظالموں کی طرف سے ظلم وعذاب بے حساب کیا گیا تھا۔ جب ان لوگوں پر ظلم کیا جارہا تھا تو اتفاق سے جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اِدھر سے گزرے ان حضرات کو اس عالم میں دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اے آلِ یاسر صبر کرو، اے پروردگار تو آلِ یاسر کو ان کے اعمال کے بدلے میں بخش دے اور ابنِ شہاب کی روایت کے مطابق اسمٰعیل بن عبداللہ بن جعفر اپنے باپ کی

Presented by Ziaraat.Com

زبانی نقل کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلعم کا گزر آلِ یاسر عمار، اُمِّ عمار وغیرہم پر ایسے وقت میں ہوا جب ان لوگوں پر ظلم وستم کیا جا رہا تھا یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا اے آلِ یاسر صبر کرو تحقیق کہ تمہاری وعدہ گاہ جنّت ہے"۔

"استیعاب" جلد اوّل میں ابنِ البر نے صفحہ ۵۸ پر واضح الفاظ میں لکھا ہے پہلے سات آدمیوں نے اپنا اسلام ظاہر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و ابوبکر، عمار اور ان کی ماں سمیّہ صہیب بلال اور مقداد۔

اسلام قبول کرنے کے بعد آلِ یاسر کو سخت مصائب وشدائد کا سامنا کرنا پڑا۔ مشرّف بہ اسلام ہونے کے بعد آلِ یاسر کے پاس دولتِ ایمان کے سوا کچھ نہ تھا۔ تمام خاندان عسرت وناداری میں بسر کرتا تھا۔ کفّار قریش بے یار ومددگار سمجھ کر ان پر ٹوٹ پڑے اور ایک ایک کر کے ان بیچاروں کو اتنا مارا کہ جینے کے لالے پڑ گئے سر سے پاؤں تک مجروح ہو گئے۔ اتفاقاً اسی عالم میں رسول مقبول اُدھر آ نکلے۔ مخلص مومنین کی مصیبت دیکھی نہ گئی مگر مجبوری لاحق تھی بجز خاموشی چارہ کار نہ تھا حضرت نے آلِ یاسر کی مصیبت ناک حالت مشاہدہ فرما کر ارشاد فرمایا اصبروا اٰل یاسر فان موعدتم الجنہ اے آلِ یاسر صبر کرو تحقیق کہ بہشت تمہاری وعدہ گاہ ہے۔

ابوجہل نے یاسر کی اہلیہ جناب سمیّہ کو نیزے کی انی چبھو کر شہید کر ڈالا اور جنابِ یاسر کا بھی ایسی ہی ضربوں سے خاتمہ بالخیر ہو گیا۔

والدین کی شہادت کے بعد عمارِ یاسر نے مجبور ہو کر بادلِ ناخواستہ کلمہ کفر زبان سے جاری کر دیا۔ ملاحظہ ہو تفسیرِ کبیر جلد ۵ صفحہ ۳۵۵۔

جبکہ مشرکینِ عرب نے عمار اور ان کے والدین کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا اور عمار

Presented by Ziaraat.Com

کے والدین کو کلمہ کفر نہ کہنے کی وجہ سے قتل کر ڈالا تو اس وقت عمار نے اپنی جان بچانے کے لیے اپنی زبان سے وہ بات کہہ دی جس کا مشرکین نے ارادہ کیا تھا اس لیے کہ اس حالت میں مشرکین ان پر جبر و تشدد کر رہے تھے پس کسی نے کہا یارسول اللہ عمار تو کافر ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہرگز نہیں، عمار تو وہ شخص ہے کہ جو سر سے قدم تک ایمان سے مملو ہے اور اس کے گوشت پوست میں ایمان محفوظ ہے، پس عمار روتے ہوئے خدمتِ رسول میں حاضر ہوئے، رسول اللہ نے اُن کے آنسو پونچھے اور فرمایا کہ "عمار تمہیں کیا اندیشہ ہے؟ اگر وہ لوگ پھر تمہیں مجبور کریں اور یہی بات کہلوائیں جو تم کہہ چکے ہو تو پھر کہہ دینا"۔

امیر الدولہ سعید الملک نے اپنی تالیف IDLE HOURS میں حصہ سوم صفحہ ۱۷، ترجمہ مجالس المومنین مصنفہ قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ میں حسبِ ذیل عبارت تحریر فرمائی ہے۔

AMMAR-BIN YASIR

He was a Musalman by birth, and one of the companion of the prophet, he was muohprosecuted by the enemies of Islam, He was depued to Habash where he was insulted and woun dedafter the death of the prophet, he sided with Hazrat Ali-Ibn-i-Abi Talib and furiouslyat tacked the usurpers. he was present at the b attle of Jmal and was Murdered at Siffin at the age of ninety one.

عمار بن یاسر:- وہ پیدائشی مسلمان اور اصحابِ رسولؐ میں سے ایک فرد تھے، دشمنانِ اسلام نے انھیں سخت صعوبات پہنچائیں وہ حبش مامور کیے گئے جہاں ان کی تذلیل کی گئی اور وہ

Presented by Ziaraat.Com

زخمی ہوئے۔ وفاتِ رسولِ مقبول کے بعد انھوں نے علی ابنِ ابی طالب کا ساتھ دیا، وہ ان کے مخالفین پر سخت اعتراضات کرتے تھے وہ جنگِ جمل میں موجود تھے اور جنگِ صفّین میں ۹۱ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

قولِ بالا میں دو امر قابلِ غور ہیں۔ پہلا امر یہ کہ وہ پیدائشی مسلمان تھے۔ یہ قول بادی النظر میں مہمل معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ جنابِ عمار جنگِ صفّین میں ۹۱ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ جنابِ عمار کی شہادت ۳۹ھ میں ہوئی اس حساب سے ایمان لانے کے وقت عمار کی عمر تقریباً ۳۹ سال کی ہوتی ہے مگر میرے خیال میں قولِ بالا بایں معنی صحیح ہے کہ یہ نصِ قرآن آدم سے خاتم تک ہر نبی دینِ اسلام کی تبلیغ پر مامور تھا اس لیے ممکن ہے کہ عمار کا قبیلہ دینِ حنیف بمعنی مذہبِ ابراہیمی پر عامل رہا ہو اور غالباً یہی سبب تھا ان کا قبیلہ تبلیغِ رسالت کے پہلے سال ہی ایمان سے مشرف ہوا اور حسبِ تحریر استیعاب جلد اول صفحہ ۵۸ جنابِ عمار تیسرے نمبر پر ایمان لانے والوں کی فہرست میں نظر آتے ہیں مگر یہاں پر یہ خیال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جنابِ امیر المومنینؑ کا نام اس فہرست میں نہیں ہے جس کا سبب غالباً یہ ہے کہ صاحبِ تصنیف نے جس راوی سے یہ روایت کی ہے اس نے اپنے مسلک کے مطابق علی ابنِ ابی طالب کو کمسنی میں ایمان لانے کے باعث اس فہرست میں شامل نہ کیا۔ بہرکیف یہ تو مسلم ہے کہ عمار سابقین مسلمین میں تھے۔

دوسرا امر جو اس روایت میں محلِّ نظر ہے وہ جنابِ عمار کا حبش میں مامور ہونا ہے۔ شہیدِ ثالث علیہ الرحمہ نے مجالس المومنین صفحہ ۲۹۴ پر تحریر فرمایا ہے "عمار نے ابتدائے اسلام میں کفار کے ہاتھوں بڑی بڑی اذیتیں اٹھائیں اور ان کی ماں سمیّہ نامی قید کنار ہی میں شہید ہوئیں۔ عمار منجملہ مہاجرینِ اوّلین اور اس

Presented by Ziaraat.Com

جماعت کے ہیں جنھوں نے بحکم حضرت رسول صلعم مکّے سے حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی اور عمار نے دو قبیلوں کی طرف نماز ادا کی اور غزوۂ بدر اور علاوہ ان کے دیگر غزوات جو بعد بدر کے ہوئے، ہر ایک میں دادِ مردانگی وشجاعت دی اور جنگِ یمامہ میں کہ جہاں مسلمانوں نے فرار کیا عمار نے بڑے بڑے زخم کھائے اور ایک گوشِ مبارک ان کا کٹ کر دوش پر لٹک رہا تھا۔ باوجود اس کے فرار نہیں کیا اور مشغولِ کارزار تھے اور اہلِ اسلام کو پکار بھی رہے تھے کہ ''اے گروہِ مسلمانان کیا تم بہشت سے بھاگتے ہو، دیکھو میں عمار ہوں اور کھڑا ہوا ہوں میرے پاس تو آؤ''۔ مگر شبلی نعمانی نے اپنی تصنیف میں جن اصحاب کی فہرست پیش فرمائی ہے ان میں عمارِ یاسر کا نام نہیں ہے۔ فوق صاحب بلگرامی نے اُسوۃ الرسول میں محض یہ تحریر فرما کر اکتفا کیا ہے ایک عجیب بات ہے کہ جو لوگ سب سے زیادہ مظلوم تھے اور جن کو انگاروں کے بستر پر سونا پڑتا تھا یعنی حضرت بلال وعمارِ یاسر وغیرہ ان کے نام مہاجرینِ حبش کی فہرست میں نہیں ہیں یا تو ان کی بے سروسامانی اس حد تک پہنچی تھی کہ سفر کرنا دشوار تھا یا یہ کہ درد کے لذت آشنا تھے اور اس لطف کو چھوڑ نہ سکتے تھے۔ میرے خیال میں ممکن ہے کہ شہید علیہ الرحمہ نے جو واقعہ حبش میں عمار کی ماموری کا لکھا ہے اس سے مراد ہجرتِ حبشہ نہیں ہے بلکہ بعد کا قصہ ہے۔ علّامہ مجلسی نے ''حیات القلوب'' جلد دوم صفحہ ۱۰۶ پر جو کچھ لکھا ہے اُس سے ظاہر ہے کہ جب رسولِ مقبول مدینہ ہجرت کر چکے اس کے بعد ضعفائے مسلمانان جو کفار کے شدائد میں مبتلا تھے اور کفار انھیں کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کر رہے تھے از انجملہ عمارو یاسر و سمیّہ صہیب و بلال نے ہجرت کا ارادہ کیا کفار نے انھیں پکڑ لیا اور کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا عمار نے تقیتاً وہ کلمات کہہ دیے مگر ان کے والدین شہید ہوئے لوگوں نے مدینے میں حضرت رسولِ مقبول سے کہا عمار کافر ہو گئے۔

Presented by Ziaraat.Com

آپ نے فرمایا کافر نہیں ہو سکتے وہ سراپا ایمان ہیں۔ جب عمار آئے تو روئے۔ حضرتؑ نے استفسارِ حال کیا عمار نے واقعہ بیان کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا اگر پھر کبھی ایسا کہنے پر مجبور کیا جائے پھر کہہ دینا۔ علامہ مجلسیؒ کے قول کے مطابق عمار نے پیغمبر کی ہجرت کے بعد مدینہ ہجرت کی اور غالباً یہی صحیح ہے۔

جب رسولِ مقبول نے مسجدِ نبوی کی تعمیر کے لیے زمین مول لے لی اور حضرت نے مسجد کی بنیاد ڈالی اور خود کام کرنے لگے تو مسلمان مہاجرین و انصار بھی ٹوٹ پڑے ان خدمت گزاروں میں عمارِ یاسر سب سے زیادہ ممتاز ہیں۔ ابنِ ہشام تحریر فرماتے ہیں:۔

سفیان بن عتبہ زکریا سے اور زکریا امام شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ پہلا شخص جس نے بنائے مسجد میں ہاتھ لگایا وہ عمارِ بن یاسر ہیں۔

امام قسطلانی شارح بخاری اور علامہ زرقانی نے مفصلہ ذیل عبارت لکھی ہے طوالت کے خوف سے محض ترجمے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

''تمام مسلمان ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار بن یاسر دو دو اینٹیں ایک اپنے حصے کی اور ایک جناب رسول خدا کے حصے کی آنحضرت صلعم نے ان کی پیٹھ پر دستِ مبارک رکھ کر اور گرد و غبار جھاڑ کر ارشاد فرمایا سب کے لیے ایک ثواب ہے اور تمہارے لیے دو ثواب ہیں اور دنیا میں تیری آخری غذا دودھ ہوگی اور بخاری نے بعض نسخوں میں اور مسلم و ترمذی وغیرہ نے باسناد مرفوع لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے اس موقعے پر یہ ارشاد فرمایا تھا کہ تجھ کو فرقہ باغیہ قتل کرے گا درآنحالیکہ تو انھیں جنت کی طرف بلاتا ہوتا اور وہ لوگ تجھے دوزخ کی طرف بلاتے

Presented by Ziaraat.Com

ہوں گے۔ زرقانی ۱۴۴

نیز علامہ زرقانی نے صفحہ ۴۴۴ پر اس بشارتِ نبویہ کے حصول سعادت کی توجیہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے۔

بنائے مسجد میں پہلی اینٹ اُٹھانے کی ابتداء جناب رسالتؐ مآب نے اپنے دستِ مبارک سے اس لیے کی تا کہ اوروں کے لیے باعثِ ترغیب ہو۔ آپ اینٹ اُٹھاتے وقت عبداللہ ابنِ رواحہ کا یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔

اللّٰھم لا اجرا اجرالاخرہ

فارحم علی الانصار و المھاجر

پروردگار تُو مہاجر و انصار پر رحم فرما اور اجرِ آخرت جو اصل اجر ہے عنایت فرما۔

حضرت علیؑ نے سن کر حسبِ ذیل شعر نظم کر کے پڑھا۔

لا یستوی من یعمر المساجد یندرب فیما قائما و قاعدہ

ومن یری عن التراب حائدا

اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے جو مسجد بناتا ہے اس ارادے سے کہ اس میں کھڑے بیٹھے عملِ خیر بجا لائے اور خاک کی طرف اپنا میلانِ خاطر رکھے۔ جنابِ علی مرتضیٰ نے یہ اشعار بالکل اس غرضِ خاص سے پڑھے تھے جیسا کہ عام دستور ہے کہ کام کرتے وقت دلبستگی کے لیے شعر پڑھے جاتے ہیں اس سے غرض آپ کی کسی پر طعن نہیں تھی۔

بیہقی، حسن بصری کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ جب رسالت مآبؐ نے مسجد کی تعمیر شروع کی تو تمام صحابہ نے آپ کی اعانت

Presented by Ziaraat.Com

کی اور سب اینٹ مٹی وغیرہ ڈھونے لگے اس وجہ سے ان کے سینے خاک سے آلودہ ہو گئے۔ ایک صحابی عثمان بن مظعون نامی نفاست پسند بزرگ تھے، کسی مٹی اٹھانے والے سے مٹی یا گارا گر پڑا اور وہ ان کے کپڑوں میں بھر گیا انھوں نے اپنے کپڑوں کی طرف نظر کی اس خیال سے کہ مٹی سے کپڑے آلودہ تو نہیں ہو گئے جناب علی مرتضیٰؑ نے ان کی طرف نظر فرمائی اور شعرِ مذکور بالا پڑھا۔ حضرت عمار نے اس شعر کو یاد کر لیا اور پڑھنے لگے، عثمان بن مظعون کو بُرا لگا انھوں نے عمار سے کہا میں تمہاری تعریض کو خوب سمجھتا ہوں۔ ان کے ہاتھ میں اس وقت لوہے کا ایک عصا تھا اُسے دکھا کر عمارِ یاسر سے کہنے لگے کہ اگر تم اپنی تعریض نہ چھوڑو گے تو میں اسے تمہارے منہ پر دے ماروں گا۔ جنابِ رسولؐ خدا نے سن لیا سخت برہم ہوئے یہ دیکھ کر لوگ عمار سے کہنے لگے دیکھو آں حضرت تم سے خفا ہو گئے قریب ہے تمہاری شان میں کوئی قرآن کی آیت نازل ہو عمار نے جواب دیا کوئی مضائقہ نہیں میں آپ کے غصے پر بھی راضی ہوں یہ سُن کر عمار نے پکار کر عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ کے اصحابِ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ ارشاد ہوا کیسے؟ عرض کی وہ تُلے ہوئے ہیں کہ مجھے مار ڈالیں آپ تو ایک اینٹ اٹھاتے ہیں اور مجھ پر دو دو اینٹیں لاد دیتے ہیں، یہ سن کر آنحضرتؐ نے عمار کا ہاتھ تھام لیا، بنیادِ مسجد کا طواف کرایا، اپنے ہاتھوں سے ان کی گرد جھاڑی اور ارشاد فرمایا یا بن سمیّہ یہ لوگ تمہیں قتل نہیں کریں گے تم کو ایک

Presented by Ziaraat.Com

فرقۂ باغی قتل کرے گا۔

تاریخ ابنِ ہشام میں جز ۱۱ صفحہ ۷۶ مطبوعہ مصر یہ واقعہ بہ الفاظِ ذیل درج ہے ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

عمار بن یاسر نے ان اشعارِ ابنِ ابی طالب کو یاد کرلیا اور پڑھنے لگے اصحاب رسول صلعم میں سے اکثر لوگوں کو یہ اشعار سن کر خیال ہوا کہ عمار ہم پر تعریض کرتے ہیں، ان میں سے ایک شخص بول اٹھا کہ اے ابنِ سمیہ قسم خدا کی میں تمہاری اس تعریض کو سمجھتا ہوں اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عصا تمہاری ناک پر دے ماروں اس وقت اس کے ہاتھ میں عصا موجود تھا۔ جنابِ رسولؐ خدا یہ سن کر بہت خفا ہوئے اور لوگوں سے کہنے لگے تمہیں کیا ہوگیا ہے پھر عمار سے ارشاد فرمایا کہ تم ان کو جنّت کی طرف بلاؤ گے اور یہ تمہیں دوزخ کی طرف بلائیں گے تحقیق کہ ''عمار جلد مابین عینی وانفی'' عمار میری آنکھوں اور میری ناک کے درمیان کی جلد ہے جب آپ کا ارشاد لوگوں نے سنا تو پھر کسی نے سبقت نہیں کی اور سب نے اجتناب اختیار کیا۔

محدث شیرازی نے ''روضۃ الاحباب'' میں اس واقعے کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

عمارِ یاسر نے حضرت علی مرتضیٰ کا یہ رجز یاد کرلیا، اینٹ اٹھاتے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے، صحابہ میں ایک شخص بیٹھا تھا اور کام نہیں کرتا تھا اس نے خیال کیا کہ عمار ہم پر تعریض کرتے ہیں، اس کو غصہ آیا، اس کے ہاتھ میں عصا موجود تھا، عصا دکھا کر عمار سے کہنے لگے ''چپ رہو نہیں تو اسی عصا سے تمہاری

Presented by Ziaraat.Com

ناک توڑ دوں گا'' اس مرد کے کلام جو اس نے عمار سے کہے تھے سن لیے جناب رسولؐ نے ،عمار کے حق میں کہا عمار میری دونوں آنکھوں کے کے برابر ہے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ اس دن ہر صحابی ایک ایک اینٹ اٹھاتا تھا اور عمار دو اینٹیں روایت میں ہے کہ ایک اینٹ اپنے لیے اور ایک اینٹ رسولِ خدا صلعم کے لیے، آنحضرت صلعم خاک ان کے سر سے پاک کرتے تھے اور کہتے تھے ''عمار تجھے فرقۂ باغیہ قتل کرے گا، تو انھیں جنّت کی طرف اور وہ تجھے دوزخ کی طرف بلائیں گے''۔عمار نے کہا خدا فتنے سے پناہ میں رکھے۔

تاریخِ ابنِ ہشام نے تحریر فرمایا ہے کہ بعد تعمیرِ مسجد عقدِ مواخاہ کا انتظام فرمایا اور انس ابنِ مالک کے مکان میں مہاجرین و انصار کو جمع فرما کر باہمی صیغۂ اخوت جاری فرمایا۔ ابنِ ہشام اور شبلی نعمانی نے جو فہرست پیش کی ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسولِ مقبول نے حضرت عمار بن یاسر کو حذیفۂ یمانی کا بھائی بنایا۔

علامہ مجلسیؒ ''حیات القلوب'' جلد ۲ باب اکتیس ۳۱ صفحہ ۶۲۹ جنگِ بدر کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

> علی ابنِ ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اس شب آں حضرتؐ نے عمار یاسر و عبداللہ ابن مسعود کو کفار کے لشکر کی طرف بھیجا تا کہ اُن کے حالات سے باخبر کریں جب وہ لشکرِ کفار میں داخل ہوئے سب کو خائف و ترساں پایا، انھوں نے پیغمبرؐ کو اطلاع دی نیز جنگِ خندق میں حسبِ تحریرِ ''حیات القلوب'' باب ۳۵ صفحہ ۱۳، میں علی ابنِ ابراہیم سے روایت ہے کہ جب خندق کھودی جارہی تھی ایک صحابی رسول کا ادھر گزر ہوا عمارِ یاسر خندق کھودنے میں مصروف تھے اور غبار بلند تھا، اُس صحابی نے

Presented by Ziaraat.Com

اپنی آستین سے ناک کو چھپالیا اور چلے گئے جب عمار نے ان کی کراہت کو مشاہدہ فرمایا رجز میں وہی شعر پڑھا جو مسجدِ نبوی کی تعمیر کے وقت پڑھا تھا، اس صحابی نے عمار کو گالی دی اور کہا کہ اے فرزندِ زن سیاہ مجھ کو کہتا ہے اور رسولِ مقبول سے کہا کہ ''ہم نے اسلام اس لیے نہیں قبول کیا ہے کہ لوگوں کی دشنام سنیں'' حضرت نے اس صحابی سے کہا ''اگر تو اسلام نہیں چاہتا تو مجھے کافروں کی پروانہیں ہے جہاں چاہو جاؤ''۔

غزوۂ تبوک کے سلسلے میں حیات القلوب جلد ۲ باب ۴۵ کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

جنابِ امیر مدینے سے رسالت مآبؐ کے روانہ ہونے کے بعد چلے، منافقین نے راستے میں ایک گڑھا کھود کر گھاس پھوس سے چھپا دیا تھا، علی ابنِ ابی طالب نے علمِ امامت کے زور سے اس تدبیر کو معلوم کرلیا اور اس خندق کو پار کر گئے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ حرکت کس کی ہے سب نے انکار کیا پس آپ نے اپنے گھوڑے سے دریافت کیا اس نے بزبانِ حال تمام اشخاص کے نام بتادیے بعض نے کہا کہ رسول کو مطلع کرنا چاہیے۔ جنابِ امیر نے ارشاد فرمایا کہ وحیِ الٰہی ہوچکی ہے۔ حضرت رسولِ مقبول جب عقبہ کے قریب پہنچے انھوں نے وحی کی آمد سے مسلمانوں کو مطلع کیا، منافقین نے فوراً خود کو الزام سے بچانے کے لیے مصلحت مبارک باد دی۔ جب پیغمبرؐ واپس ہونے لگے انھوں نے اعلان کرادیا کہ کوئی مسلمان مجھ سے پہلے عقبہ پر نہ جائے اور حذیفۂ یمانی کو اہلِ عقبہ میں پنہاں

Presented by Ziaraat.Com

کر دیا۔ پس وہ چوبیس اشخاص آئے، جب سب اپنے مقامات پر متمکن ہو چکے حذیفہ نے ان کی گفتگو سے پیغمبر کو آکر مطلع کیا۔ پیغمبر روانہ ہوئے اور سلمان و عمار اور حذیفہ نے مہار ناقہ تھامی۔ سلمان ناقے کو ہنکار رہے تھے اور عمار ناقے کے پہلو میں راہ چل رہے تھے۔ منافقین نے اپنی حرکت کی مگر ناقۂ رسول بقدرتِ خدا بلند ہو گیا اور پیغمبر محفوظ رہ گئے۔ حضرت نے عمار سے کہا کہ ''پہاڑ پر جاؤ اور اپنے عصا سے منافقین کے اونٹوں کے منہ پر مارو اور اونٹوں کو عقبہ سے نیچے گرا دو'' عمار نے ایسا ہی کیا اور منافقین کے اونٹ بھڑکے اور اکثر ان میں سے زخمی ہوئے۔

وفاتِ پیغمبرِ اسلام کے بعد عمار یاسر ہمیشہ حضرت امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب کے ہمنوا رہے۔ آبان ابنِ تغلب سے منقول ہے کہ میں نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ''علیؑ کو خلافت نہ ملنے پر صحابہ میں سے کسی نے اعتراض کیا یا نہیں''؟ آپ نے فرمایا ہاں بارہ آدمیوں نے احتجاج کیا، مہاجرین میں سے مقداد، ابوذر، سلمان، ابو برزہ اسلمی، خالد بن سعید اور عمارِ یاسر اور انصار میں سے ابوالہیثم تیہان، عثمان بن حنیف، سہیل بن حنیف، خزیمہ بن ثابت، بن کعب، ابوایوب انصاری'' ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ علیؑ کا کوئی مخالف منبرِ رسول پر بیٹھے تو ہم اسے اتار لیں، بعضوں نے کہا ایسا نہ کرنا چاہیے جب تک امیر المومنین سے مشورہ نہ کر لیا جائے سب علی کے پاس آئے اور عرض کیا ''یا امیر المومنین آپ نے اپنے حق کو چھوڑ دیا اور اس پر نصرت کرنے سے باز رہے درانحالیکہ پیغمبر نے فرمایا ہے علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی کے ساتھ ہے

Presented by Ziaraat.Com

حق اسی طرف پھرتا ہے جدھر علی پھریں اب ہم لوگوں کا ارادہ ہے کہ آپ کے مخالف کو منبر سے اتار لیں صرف آپ سے اجازت کے طالب ہیں''۔حضرت نے فرمایا قسم خدا کی اگر ایسا کرو گے تو سب تلواریں کھینچ کر میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ بیعت کرو نہیں تو قتل کر دیئے جاؤ گے اور جب ایسا ہوگا تو مجھ پر بھی دفاع لازم ہو جائے گا درانحالیکہ رسول نے مجھے خبر دی ہے کہ مرے بعد یہ اُمت تم سے غدر کرے گی اور میرے عہد کو توڑے گی اور تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔جس طرح سے بنی اسرائیل نے موسیٰ و ہارون کو چھوڑ کر گؤسالہ پرستی اختیار کی تھی اسی طرح یہ اُمت تمہیں چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کرے گی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں ان لوگوں کے ساتھ کیا کروں۔ارشاد فرمایا کہ اگر ناصر و مددگار تمہیں ملیں تو قتال کرو اور اگر نہ ملیں تو اپنے خون کی حفاظت کرو یہاں تک کہ میرے پاس آؤ''۔

امام یوسف گنجی کی کتاب **تاخیر الظلامہ الی یوم القیٰمہ** میں مرقوم ہے کہ سالم ابنِ الجعد ناقل ہیں کہ حاکم وقت نے بنی اُمیہ کا ذکر کیا اور کہا کہ قسم خدا کی اگر میرے ہاتھ میں کُنجیاں بہشت کی ہوتیں تو میں بنی امیہ کو دیتا کہ وہ سب کے سب داخلِ بہشت ہو جاتے اور ہر آئینے میں ان لوگوں کو حاکم اور عامل مقرر کروں گا۔صرف اس شخص کی ناک رگڑنے کے لیے جوان سے اختلاف کرتا ہے پھر عمار کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ بات تیری ناک خاک پر رگڑے،عمار نے جواب دیا کہ'' خدا میرے غیر کی ناک زمین پر رگڑے'' یہ سن کر حاکم وقت نے غصے میں کھڑے ہو کر لات سے بڑی مار ماری لوگوں نے چھڑا دیا طلحہ وزبیر بھیجے گئے تاکہ عمار تین باتوں میں سے ایک بات مان لیں۔اولاً یہ کہ مجھے مار لیں یا دیت لیں یا مجھے معاف کریں عمار نے کسی شرط کو نہ مانا اور فرمایا

Presented by Ziaraat.Com

''میں رسالت مآبؐ سے ملاقات کروں گا اور شکایت کروں گا''۔

صاحبِ ''استیعاب'' لکھتے ہیں کہ عمار بن یاسر کے باپ قبیلۂ بنی مخزوم کے دوست اور ہم عہد تھے اسی بنا پر جب عمار کے پہلو کی ہڈیاں حاکمِ وقت کے مارنے سے ٹوٹ گئیں اور فتق کا عارضہ پیدا ہو گیا تو بنی مخزوم نے ضارب پر ہجوم کیا اور قسم کھائی کہ اگر عمار مر گئے تو ان کے خون کے عوض میں حاکم کو قتل کریں گے۔

''تاریخِ فتوح احمد بن عاثم کوفی'' میں مرقوم ہے کہ حاکمِ وقت کی ایک سال کی حکومت کے بعد جب ایسی چیزیں رونما ہوئیں جسے مسلمانوں نے پسند نہیں کیا تو اصحاب کے ایک گروہ نے مشورہ کیا کہ حاکم سے چل کر کہنا چاہیے کہ جو کام وہ طریقِ ثواب کے خلاف کر رہا ہے ان کو چھوڑ دے پھر سب کاموں کے لکھنے کی رائے قرار پائی اور ابتدائے دور سے اس وقت تک جو باتیں نا مناسب و بے قاعدہ تھیں وہ سب لکھی گئیں اور لکھا گیا کہ اگر تم نے یہ باتیں ترک نہ کیں تو تمہیں حکومت سے معزول کر دیا جائے گا۔

عمار یہ خط لے کر بھیجے گئے، حاکمِ وقت مکان سے برآمد ہوئے اور عمار کو کاغذ لیے کھڑا دیکھا۔ عمار سے پوچھا ''اے ابو یقظان کوئی حاجت ہے''، عمار نے کہا ''مجھے کوئی حاجت نہیں لیکن ایک گروہ نے جمع ہو کر کچھ لکھا ہے'' حاکم نے وہ کاغذ لے کر چند سطریں پڑھیں مگر پھر غضب ناک ہو کر وہ رقعہ ہاتھ سے پھینک دیا۔ عمار نے کہا ''کاغذ اصحابِ رسولؐ نے لکھا ہے اس کو ہاتھ سے نہ پھینکو بلکہ بغور مطالعہ کرو اور دیکھو اس میں کیا لکھا ہے اور یقین کرو کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور یہ باتیں تمہاری نصیحت کی غرض سے کہہ رہا ہوں'' حاکم نے کہا ''اے پسر سمیّہ تو جھوٹا ہے'' عمار نے فرمایا کہ ''اس میں شک نہیں کہ میں سمیّہ اور یاسر کا بیٹا ہوں''۔

حاکم نے غلاموں کو حکم دیا، ان سب نے مارنا شروع کیا، عمار زمین پر گر

Presented by Ziaraat.Com

پڑے اور بالکل بے جان ہو گئے چند لاتیں پیٹ پر پڑیں بے ہوش ہو گئے اور علتِ فتق عارض ہو گئی۔ ہشام ابن ولید مخزومی اپنے قبیلے والوں کے ساتھ آ کر عمار کو اٹھا لے گئے لے جا کر بستر پر لٹا دیا دراں حالیکہ انھیں خبر نہ تھی۔ ان لوگوں نے قسم کھائی تھی کہ اگر عمار نے اس صدمے سے وفات پائی تو مارنے والے کو بھی ہم قتل کریں گے عمار اسی طرح بے ہوش پڑے رہے یہاں تک کہ شب کا بھی کچھ حصہ گزر گیا، نمازِ ظہر و مغرب و عشا ان سے فوت ہو گئی جب درمیانِ شب میں ہوش آیا تو وضو کر کے سب نمازیں پڑھیں۔

''تاریخ اعثم کوفی صفحہ ۹۹ میں مرقوم ہے کہ ابوذر کی طرح عمارِ یاسر کو بھی ربذہ نکالے جانے کا حکم ہوا تھا، حضرت علیؑ نے جب حاکم کو سمجھایا تو ان سے بھی کہا کہ آپ کو بھی شہر بدر کرنا چاہیے۔ علیؑ نے کہا ''تیری کیا مجال ہے اگر ہمت ہو تو کر کے دیکھو تمہارا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ فسادات تو تمہاری ذات سے ہیں''۔

کنز العمال، ابطال الباطل، شرح تجرید، تاریخ الظلالہ، نجاتِ المومنین، انسان العیون، استیعاب اور نہایۃ ابنِ اثیر میں ہے کہ ایک دن عمارِ یاسر نے حاکمِ وقت سے کہا کہ ''خدا اور رسولؐ سے ڈر اور شریعت کی پیروی کر'' حاکم نے اس قدر پیٹا کہ فتق کی بیماری ہو گئی۔

حسبِ تحریر ''تاریخ اعثم کوفی''، ''کنز العمال'' ''تاریخ الخلفا'' ''استیعاب رفع الاساسل'' علامہ سیوطی، شرح ابن الحدید سے پتہ چلتا ہے کہ عمار یاسر بھی محمد ابنِ ابی بکر اور ان کے ہمنواؤں کے ہم آواز تھے۔

جنابِ امیر نے مقام زاویہ میں پہنچ کر اپنے ہمراہیوں کی تعداد پر نظر فرمائی اور طلحہ و زبیر کی فوج کی تعداد سے مقابلہ کیا اور مزید فوج کی ضرورت محسوس کی تو آپ نے ابوموسیٰ الاشعری عاملِ کوفہ کو خط لکھ کر ایک ہزار فوج طلب کی، ابوموسیٰ

Presented by Ziaraat.Com

نے جواب نہیں دیا۔ امیر المومنین سے پہلے جنابِ امیرؑ کے حریف کا نامہ پہنچ چکا تھا ابوموسیٰ نے لوگوں کو جمع کر کے جنابِ امیرؑ کا حکم نامہ سنایا مگر لوگوں کی رائے حضرت امیر کی مدد کرنے کی نہ ہوئی رسالہ المرتضیٰ صفحہ ۹۱

تاریخ طبری میں ابوموسیٰ الاشعری کا خطبہ حسبِ ذیل الفاظ میں ملتا ہے۔

جب نامہ ابوموسیٰ کو ملا منبر پر گیا اور کہا اے لوگو وہ قرشی سلطنت چاہتے ہیں علی اور طلحہ، جو شخص اس دنیا کو چاہے جہاں جی چاہے جاوے اور جو آخرت کا طالب ہو اپنے گھر میں بیٹھے یہ جانا خلیفہ وقت کی زندگی میں ہونا چاہیے تھا جو کہ خلیفہ روئے زمین تھا اور اس کی بیعت میں شک نہ تھا لہٰذا مسلمانوں کا فریضہ تھا کہ اس کی نصرت کرتے اور آج مسلمانوں پر اس کے خون کا عوض لینا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ فتنہ ہے اور میں نے پیغمبر سے سنا ہے کہ فرمایا بیٹھا ہوا کھڑے ہونے سے بہتر ہے اور سویا ہوا جاگنے والوں سے، پیادہ سوار سے بہتر ہے۔ ہر شخص کو چاہیے کہ گھر میں بیٹھے اور تلوار نیام میں رکھے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جب کام ٹھیک ہو جائے گا اس وقت جس شخص کے لیے یہ کام درست ہو جائے اس کی اطاعت و حمایت کی جائے اور جو کچھ کہا جائے اس پر سرِ تسلیم خم کیا جائے بیعت خلیفہ واجب ہے۔ طبری صفحہ ۵۵۸۔

جب امیر المومنینؑ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے عبداللہ ابنِ عباس کو بھیجا مگر ان کا جانا مفید مطلب نہ ہوا۔ ان کی واپسی کے بعد جنابِ امیرؑ نے عمار ابنِ یاسر اور حضرت امام حسنؑ کو کوفہ بھیجا۔ حسبِ قول مصنف رسالہ المرتضیٰ جو گفتگو ان لوگوں کے مابین ہوئی وہ بہت طویل ہے۔ صاحبِ ''روضۃ الاحباب'' نے تفصیل سے

Presented by Ziaraat.Com

لکھا ہے یہاں بخاری کی ایک حدیث درج کرتا ہوں۔

جب طلحہ و زبیر بصرے کو روانہ ہوئے علیِ مرتضیٰ نے عمارِ یاسر اور امام حسنؑ کو کوفہ بھیجا۔ یہ دونوں حضرات کوفے پہنچ کر منبر پر چڑھے امام حسن منبر کے بالائی حصے پر اور عمار ان سے نیچے کھڑے ہوئے۔

عمار نے کہا طلحہ و زبیر وغیرہ بصرہ میں آئے ہیں۔ ان کے ہمراہ زوجۂ رسول ہے مگر اللہ تمہاری آزمائش کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ تم علیِ مرتضیٰ کی اطاعت کرتے ہو یا زوجۂ رسول کی (المرتضیٰ صفحہ ۹۴)

سید المحدثین نے ''تحفۃ الاحیا'' میں لکھا ہے کہ جب جنابِ امیرؑ جنگِ جمل کی طرف متوجہ ہوئے حضرت امام حسن کو عمار یاسر کے ساتھ بھیجا۔ ابو موسیٰ نے لوگوں کو جانے سے منع کیا امام نے اس پر عتاب کیا۔ ابو موسیٰ نے کہا پیغمبر نے اس کو فتنۂ کبریٰ کہا ہے اس سے دور رہنا بہتر ہے اور گوشے میں بیٹھ رہنا اچھا ہے عمار نے جواب دیا کہ ''یہ ایسا فتنہ ہے جس میں مستعدی کرنا بیٹھ رہنے سے بہتر ہے اور حق کو باطل سے ممتاز کرنا اچھا ہے''۔

یہ سب حق کے چھپانے کے لیے ابو موسیٰ نے کہا کہ ''جب حق و باطل میں تمیز نہ ہوسکے تو گوشہ نشینی ہی بہتر ہے''۔ عمار نے جواب دیا کہ ''حق اس فتنے میں آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور باطل بھی ظاہر ہے لیکن امتیاز سے مانع صرف ضعف بصیرت ہے'' شیخ اجل جعفر طوسی نور اللہ مرقدہٗ نے کتاب ''امالی'' میں ابی بختہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ عمار یاسر نے ابو موسیٰ اشعری کو بہت لعنت ملامت کی اور پوچھا کہ ''کون سی چیز تجھ کو متابعت امیر المومنین سے مانع ہو رہی ہے؟ قسم خدا کی اگر تجھے ان کی حقیقت میں کچھ شک ہے تو '' تو دائرۂ اسلام سے خارج ہے''۔ ابو موسیٰ نے کہا ''اس قدر غصہ نہ کرو

Presented by Ziaraat.Com

میں بھی تمہارا بھائی ہوں''، عمار نے فرمایا ''میں تیرا بھائی ہرگز نہیں ہوں گا اس لیے کہ میں نے پیغمبر خدا سے سنا ہے کہ شب عقبہ تُو بھی منافقین کے ساتھ آں حضرتؐ کے قتل کے ارادے سے شریک تھا اور رسولِ خدا نے تجھ پر لعنت کی ہے''، ابوموسیٰ نے کہا ''یہ نہیں سنا کہ حضرت نے میرے لیے استغفار کیا تھا'' فرمایا ''میں نے لعنت کو سنا تھا'' بہرصورت اس گفتگو سے نو ہزار کوفی نصرت پر آمادہ ہوگئے۔

ابنِ جارود نے باسناد نقل کیا ہے کہ راوی کہتا ہے کہ جب امیر المومنینؑ معہ لشکر بصرہ کے قریب پہنچے میں نے دیکھا...... پھر ایک سفید گھوڑے والا آیا اس کے پاس سفید کپڑے اور کالا عمامہ تھا اور اس کو آگے پیچھے خوب مضبوط و پیچ دار باندھ رکھا تھا، نہایت تجمل و وقار کے ساتھ کلام شریف پڑھتا ہوا اسی طرح تلوار گلے میں ڈالے، کمان دوش پر رکھے ہاتھ میں سفید پھریرے والا نیزہ لیے ہزار آدمیوں کے ساتھ جن کی ٹوپیاں مختلف رنگ کی تھیں اور ان کے گرد بوڑھے ادھیڑ اور جوان تھے ان کی درستی اور سکوت ایسا تھا گویا گنتی کے لیے چپ کھڑے ہوئے ہیں، ان کی پیشانیوں پر سجدے کے نشان تھے، میں نے پوچھا تو لوگوں نے کہا یہ عمار ابن یاسر اور چند مہاجرین و انصار و اصحابِ رسول صلعم کی اولادیں ہیں۔

شیخ ابوجعفر طوسی علیہ الرحمہ نے موسیٰ بن عبداللہ ابدی سے روایت کی ہے کہ جب اہلِ بصرہ شکست کھا چکے اور امیر المومنین نے حکم کیا مادرِ مومنین کو قصر بن حلف میں اتاریں، وہاں پہنچنے کے بعد عمارِ یاسر ان کے پاس گئے اور فرمایا ''اے مادر اپنے فرزندوں کی شمشیر زنی آپ نے دیکھی''۔

مادرِ مومنین نے کہا:- ''عمار چونکہ اس وقت تم کو غلبہ ہوگیا ہے لہٰذا دین میں صاحبِ بصیرت و بصارت ہوگئے ہو'' عمار نے جواب دیا ''قسم خدا کی میری

Presented by Ziaraat.Com

بصیرت دین کے امور میں اس سے زیادہ ہے جو غلبے کے سبب سے بڑھے یا مغلوبیت کے سبب سے گھٹے۔ قسم خدا کی اگر تم لوگ ہم پر اس طرح سے غالب آتے کہ نخلستانِ ہجر تک بھگا دیتے جب بھی ہمیں یقین رہتا کہ ہم حق پر ہیں اور تم باطل پر''۔

مادرِ مومنین نے کہا ''تمہارے دل میں لوگوں نے ایسا ہی ڈال دیا ہے''۔

عمار نے فرمایا ''قسم خدا کی میں نے جو کچھ اختیار کیا ہے حجت و دلیل سے اختیار کیا ہے نہ کسی کے شبہ ڈالنے اور خوبصورت تخیل پیدا کرنے سے۔ میں از روئے یقین جانتا ہوں کہ حضرت امیر علیہ السلام تمام صحابۂ پیغمبر سے زیادہ قاری اور زیادہ تر حافظِ کتابِ خدا اور علمِ تفسیر قرآن کے جاننے والے ہیں اور حرمت و تعظیم قرآن میں سب سے زیادہ شدید ہیں علاوہ بریں جو قربِ خاص ان کو پیغمبر کے ساتھ حاصل ہے اور جس کثرت سے انھوں نے اسلام میں جہاد کیے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں''۔

جنگِ صفین میں امیر المومنینؑ نے ترتیبِ فوج اور غنیم کے مقابلے کا انتظام شروع فرمایا اور بعد خطبہ احکامِ جنگ سنائے۔ ان امور سے فراغت کے بعد آپ نے ترتیب کی طرف توجہ فرمائی، لشکر کا نشان ہاشم ابن عتبہ کو دیا، سواروں کو عمار یاسر کی ماتحتی میں اور پیادوں کو بدیل ابنِ ورقہ کے زیرِ حکومت دیا میمنہ لشکر پر اشعث کو اور میسرہ لشکر پر حارث ابنِ مرہ کو مقرر فرمایا اس کے علاوہ قبیلے قبیلے کا جدا جدا افسر مقرر کیا۔

صفین کی چوتھی لڑائی کے بعد عمر بن عاص نے ابونواخ کو بلا کر عمارِ یاسر کے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر تم کو فرصت ہو اور کوئی امر مانع نہ ہو تو میرے پاس چلے آؤ اور ہم تم باہم مل کر طرفین سے مصالحت کرا دینے کی نسبت کچھ قرار دیں اور

Presented by Ziaraat.Com

باہمی اتفاق کی کوئی صورت نکالیں۔ ابونواخ عمار کے پاس آیا اور عمرِ عاص کا پیغام سنایا، عمار یاسر نے جواب دیا ''میں ضرور آؤں گا'' عمار یاسر نے اپنے چند رفیقوں کو بلایا اور اپنے ہمراہ لے کر عمر عاص کے پاس پہنچے۔ عمار یاسر جیسے خالص الاسلام اور جلیل القدر صحابی نے جو عمر عاص کی عیاریوں سے واقف تھے بہت کچھ نصیحت فرمائی اور پھر عمر عاص اور اس کے جلیسوں سے مخاطب ہو کر معاملۂ قصاص پر مبسوط روشنی ڈالی اور یہ ثابت کیا کہ امیر المومنینؑ کا واقعہ قتل سے کوئی تعلق نہیں۔ بہت سے دیگر عمائد جو طالبِ قصاص ہیں خود قاتلین کے معاون و مشیر تھے نیز یہ کہ معاویہ کو حقِ قصاص نہیں ہے۔

عمر عاص نے عمار کے قول کی تصدیق کی مگر معاویہ کے متعلق اس نے کہا کہ اُسے طلبِ قصاص کا حق حاصل ہے۔ عمر عاص نے عمار کی تعریف و توصیف کے بعد خوں ریزی سے بچنے کے تلقین کی، عمار نے اس کی عیارانہ گفتگو سن کر فرمایا کہ ''تو کب تک منافقانہ گفتگو کرے گا بیشک ہم اور تم ایک خدا کو مانتے ہیں، ایک قبلے کی طرف نماز پڑھتے ہیں مگر تیرے ہمراہیوں کو میرے رفیقوں سے کیا کام۔ خدا پرستی، قرآن خوانی، ایمانداری، دینداری، راستبازی ہمارا شعار ہے تمہارا نہیں ہے۔ رسول نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ اے عمار تم ایک جماعت سے لڑو گے جو خدا کے اوپر اپنے عہد و میثاق کو توڑ ڈالنے کو جائز سمجھے گی چنانچہ میں نے تم سے جنگ کی اور تا بمقدور ارشادِ نبوی کے بموجب کام انجام دیا۔ حضرتؐ نے فرمایا تھا تم ظالموں اور ستمگاروں سے لڑو گے، قاسطوں اور بیدادگروں سے جنگ آزمائی کرو گے، '' تم لوگ اس جماعت سے ہو اور تمہاری ہی یہ صفت ہے''۔ عمر عاص نے کہا'' ہم تو تم سے نرمی سے گفتگو کرتے ہیں اور تم ہم کو گالیاں دیتے ہو''۔ (تاریخِ اعثم کوفی)

Presented by Ziaraat.Com

عمر و عاص نے بعد گفتگو کے طویل واقعہ قتل کا الزام عمارِ یاسر کے سر تھوپنا چاہا۔ بات بڑھی، اہلِ شام اپنی فرودگاہ تک واپس گئے اور حصین ابنِ مالک وحارث ابنِ عوف فوجِ عمرو عاص سے علیحدہ ہو کر حمص چلے گئے۔

پانچویں لڑائی سے قبل حسبِ تاریخِ اعثم کوفی جب عمر عاص عمارِ یاسر کی تقریر سے مایوس ہو کر واپس ہوا تو ایک گروہِ اہلِ شام نے پوچھا کہ ہم نے عمار کے متعلق رسولِ مقبول کی یہ حدیث سنی ہے کہ عمارِ یاسر کو حق چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ عمرِ عاص نے تصدیق کی اور فوراً یہ تاویل کی کہ ہم عمار سے کب جدا ہیں۔ تم نے دیکھا کہ وہ کس کشادہ دلی سے مجھ سے گفتگو کر رہے تھے، ان کا شمار ہم میں اور ہمارا شمار ان میں ہے۔ ذوالکلاغ حمیری نے کہا ''تو کیوں انھیں دامِ فریب میں لیتا ہے تیرے اور عمار کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ میں نے خود سنی۔ انھوں نے تیغِ زبان سے تجھے گھائل اور رسوا کیا''۔ عمر عاص نے پوچھا ''تو کیوں اس صحبت میں شریک ہوا''۔ ذوالکلاغ نے کہا ''تصدیقِ حدیث یا عمار...... الی النار کے لیے۔

ذوالکلاغ حمیری نے عمر عاص کی ہجو کی اور عمار یاسر کی تعریف۔ عبداللہ ابنِ عمر التمیمی نے دونوں کی گفتگو سن کر اہلِ شام کے کیمپ کو خیرباد کہا اور لشکر جناب امیرؑ میں آ گیا پھر اس نے ذوالکلاغ کو بھی مشورہ دیا کہ وہ لشکرِ عمرو عاص سے علیحدہ ہو جائے۔ (خلاصہ تاریخِ اعثم کوفی مطبوعہ لکھنؤ، صفحہ ۱۸۶)

معاویہ اس خبر سے عمرو عاص پر برہم ہوا۔ عمرو عاص نے جھلا کر کہا ''میں نے تو جو کچھ رسول سے حدیث سنی تھی صرف وہی بیان کی، مجھے کیا علم تھا میرے قول سے پست ہمت لشکر کو چھوڑیں گے'' بہر حال دن بھر عمر عاص اور معاویہ میں کشیدگی رہی دوسرے دن سلسلۂ جنگ پھر شروع ہوا۔

Presented by Ziaraat.Com

صفین کی اٹھارھویں لڑائی شروع ہوئی، جانبین کے لشکر حرکت میں آئے، خوں ریز جنگ ہونے لگی اسی عالم میں عمارِ یاسر قلبِ لشکر سے جدا ہو گئے اور اپنے ساتھیوں کی پُرجگری اور استقلال کے متعلق پُرتاثیر تقریر فرمائی اور فرمایا ''بھائیو تم کو معلوم ہے کہ ہم لوگوں نے تین بار رسولِ مقبول کے ساتھ انھیں لوگوں کے مقابلے میں، جن کو ہم امیرِ شام کے پاس دیکھ رہے ہیں، جنگ کی ہے، میں آج محض مقابلے پر آمادہ نہیں ہوں بلکہ اپنی موت پر بھی مستعد ہوں۔ اگر میں حریف کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں تو میرے ہمراہیوں کو چاہیے کہ مجھے دفن کر دیں''۔
بہرحال عمارِ یاسر اہلِ شام سے مقابل ہوئے اور پے در پے مردانہ وار حملے کیے اور دستِ ضعیف و کہنہ مشق کے جوہر دکھائے، صفوں کو توڑتے ہوئے محافظینِ معاویہ کے غول تک پہنچے، اہلِ شام نے عمارِ یاسر کو محاصرے میں لے لیا۔

صاحب ''استیعاب'' لکھتے ہیں کہ روزِ جنگِ صفّین عمار نے ہاشم ابن عتبہ سے کہا کہ ''اے ہاشم آج ہم بہشت میں جائیں گے اور اپنے پیغمبر اور ان کے گروہ سے ملاقات کریں گے۔ قسم خدا کی اگر یہ باغی لوگ ہم کو نخلستانِ ہجرت بھی بھگا لے جائیں جب بھی ہم کو یہی یقین رہے گا کہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر'' یہ فرما کر حسبِ ذیل رجز پڑھنا شروع کیا۔

نحن ضربنا علی تنزیلہ
فالیوم نضربکم علی تاویلہ
ضربا یزیل الھام عن مقیلہ
ویذھل الخلیل حسن خلیلہ
او یرجع الحق الی سبیلہ

''ہم وہ ہیں جنھوں نے تم کو تنزیلِ قرآن کی بنیاد پر مارا اور آج تاویل و تفسیر

Presented by Ziaraat.Com

قرآن کی بنیاد پر تم کو ایسی مار ماریں گے کہ سر اپنی جگہ پر قائم نہ رہیں گے اور عاشق اپنے معشوق کی محبت بھول جائے گا جب تک کہ حق اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے'' یہ رجز پڑھنے کے بعد عمار یاسر نے فوجِ مخالف پر حملہ کیا۔

بنا بر ناسخ التواریخ'' اور'' تاریخ کامل'' ابن اثیر عمار نے اذن جہاد مانگا، علی ابن ابی طالب نے بادلِ ناخواستہ اجازت دی سینے سے لگایا اور رخصت کیا۔ عمار سوار ہو کر نکلے ہاشم ابنِ عتبہ نے علم دار فوج کو پکار کر کہا ''علم آگے لاؤ جنت تلواروں کے سائے میں ہے اور موت برچھیوں کے گرد۔ درِ جنت کھلا ہوا ہے اور حوریں استقبال کے لیے موجود ہیں''۔ چورانوے ۹۴ سال کی عمر، ہاتھوں میں رعشہ، سر ہلتا ہوا، پلکیں لٹکی ہوئی، جوشِ محبت میں سینے تانے ہوئے میدان میں بڑھے، میدان میں آ کر خداوندِ عالم سے خطاب کر کے بآوازِ بلند کہا۔

''خداوندا تو خوب جانتا ہے میں ہر حال میں تیرا فرمانبردار بندہ ہوں اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تیری خواہش اس میں ہے کہ دریا میں غرق ہو جاؤں یا آگ میں جل کر خاک ہو جاؤں تو میں اس میں بھی کمی نہ کروں۔ اے مالک اگر تو دوست رکھے تو نوکِ نیزہ اپنے شکم پر رکھ کر اتنا زور کروں کہ پشت کے پار ہو جائے اور اس وقت تک ہاتھ نہ ہٹے جب تک موت نہ آ جائے''۔

''اے معبود جہاں تک مجھ کو تیرے رسول نے تعلیم دی ہے آج کوئی عمل تیری رضا حاصل کرنے کے لیے اس سے بہتر نہیں ہے کہ ان فاسقوں سے جنگ کروں، اے پالنے والے آج اس حق کو ادا کرنے کے لیے اپنے خون میں نہاتا ہوں جس کا وعدہ تیرے رسول سے کر چکا ہوں، تو گواہ رہنا وہ حق ادا ہو رہا ہے اور اپنے بعد کے لیے اگر کوئی وصیت چھوڑتا ہوں تو علی کی محبت و رفاقت''۔ بہر حال مناجات سے فارغ ہو کر گھوڑے کو ایڑ لگائی، دستِ مرتعش قبضۂ شمشیر تک پہنچا،

Presented by Ziaraat.Com

گھوڑا بارحق سمیت دشمن کے دل میں پہنچا، سپاہ درہم برہم ہوئی، شجاعت کا سکہ فوجِ شام کے دل پر بیٹھ گیا، کشتوں کے پشتے لاشوں کے انبار لگ گئے۔

ابنِ جزء مقابلے میں آیا، عمار نے ایک تلوار میں ابنِ جزء کے جسم کا جزوِ اعظم جدا کردیا پھر لشکر سے جنگ میں مشغول ہوئے۔ عمار یاسر نے باوجود ضعفِ پیری اہلِ شام کے متعدد جوانوں کو قتل کیا، ابن جویر السکونی نے عمارِ یاسر کو بہت سخت زخم لگایا اور اسی محاصرے میں کام تمام کرنا چاہا مگر عمارِ یاسر کے استقلال، ثبات اور شجاعت نے محاصرے کے ایسے نازک وقت میں بھی ایسے بیش بہا جوہر دکھلائے جنھوں نے اہلِ شام کی تمام مردانہ اور جوانانہ دلیریوں کو خاک میں ملادیا اور اہلِ شام کے اس مستحکم محاصرے کو توڑ کر نکل آئے اور اپنی فوج میں واپس آئے۔ زخمِ کاری کی شدت اور پیری کے ضعف و نقاہت نے سنبھلنے نہ دیا اپنے غلام رشید سے پانی مانگا خادم نے دودھ وشہد کا پیالہ حاضر کیا اور گھوڑے سے نیچے اترنے سے قبل عمار کو جامِ اخیر سے سیراب کیا۔ عمار نے غلام کی خدمت کو حسرت کی نظر سے دیکھا اور کاسۂ شیر کو دیکھ کر فرمایا"۔ صدقت یارسول اللہ سچ فرمایا تھا آپ نے یارسول اللہ" لوگوں نے اس کی شرح پوچھی تو آپ نے فرمایا" رسولؐ خدا نے فرمایا تھا کہ اے عمار تجھے گروہِ باغی قتل کرے گا۔ تو ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ تجھ کو دوزخ کی طرف بلائیں گے اور تیری آخری غذا دودھ ہوگی"۔ خادم سے وہ جام لے کر پیا مگر وہ شربت زخم کی راہ سے باہر نکل آیا، خادم گھوڑے کی باگ تھام کر اپنے آقا کو میدانِ جنگ سے علیحدہ لایا۔ عمار گھوڑے پر نہ سنبھل سکے، رشید نے سہارا دے کر نیچے اتارا زمین پر پہنچتے ہی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ خلاصۂ تاریخِ طبری جلد ۴ صفحہ ۵۸۰، المرتضیٰ باسنادِ صحیحین شریفین صفحہ ۱۰۴ اصاحبِ تہذیب المتین، روضۃ الصفا جلد ثانی صفحہ

Presented by Ziaraat.Com

۲۳۹ پر تحریر فرماتے ہیں جب امیر المومنین کو خبر ہوئی اصحاب و انصار کے ساتھ فوراً لاشِ عمار پر آئے، سرہانے بیٹھ گئے اور عمار کا سر زانوئے مبارک پر رکھا۔ اپنے رفیق قدیم کو مُردہ دیکھ کر اس کی فرطِ محبت اور محاسنِ خدمات کا خیال فرما کر تحمل نہ کر سکے، بے ساختہ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ذیل کے شعر پڑھے۔

الا یا ایھا الموت الذی ھو قا صدی

ارحتی فقد افنیت کل خلیلی

اراك بصراً الذین اجبھم

کانك تنحوا یخوھم بدلیلی

ترجمہ:- اے موت تو مجھ کو چھوڑنے والی نہیں ہے مجھ کو بھی آ جا اور اب مجھ کو بھی راحت دے جب میرے تمام دوستوں کو فنا کر چکی، میں دیکھتا ہوں کہ تو میرے دوستوں کو اس طرح ایذا پہنچاتی ہے یا دیکھ لیتی ہے کہ گویا کوئی راہ نما ہے جو تجھ کو ان کی جانب راہ دکھاتا ہے۔

جنابِ امیر المومنینؑ دیر تک لاشِ عمار پر افسوس کرتے رہے۔ حضرت کے اصحاب و انصار کا ہجوم تھا، حضرت کے علاوہ بہترے ایسے موجود تھے جن کی آنکھوں میں رسول کی محبت گھوم رہی تھی، ہر شخص ان کی باتوں کو یاد کر کے حد سے سوا متاثر تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص عمار کی وفات سے دل تنگ نہ ہو اس کو اسلام کا کوئی حصہ نہ ملے گا (یعنی اس کا فرض ہو)۔

پھر حضرت نے حسب تحریر صحیح بخاری مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۲۴۲ ارشاد فرمایا ”عمار وہ شخص تھا جس سے میں نے کبھی صحبتِ رسول کو خالی نہ پایا، جب تین آدمی ان کی صحبت میں ہوئے تو چوتھے عمار یا سر تھے اور اسی طرح جب چار آدمیوں کا مجمع ان کی خدمت میں موجود ہوتا تو پانچواں بزرگ یہی ہوتا تھا، یہ وہی مقدس ہے جس کے بہشتی ہونے کی

Presented by Ziaraat.Com

پاک بشارت مخبرِ صادق نے واضح الفاظ میں فرمائی ہے۔

ان الجنة تشتاق ثلثة علی و عمار و سمه

(ترجمہ) بہشت تین بزرگوں کی مشتاق ہے۔علی، عمار اور سلمان کی۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے فرمایا عمار پر صرف ایک مرتبہ بہشت واجب نہیں ہوئی بلکہ بار ہا انھوں نے اس کا استحقاق پیدا کیا۔ جنتِ عدن ان کے لیے مہیا اور گوارا ہوں اس لیے کہ وہ ایسی حالت میں قتل ہوئے کہ حق ان کے ساتھ تھا اور وہ حق کے مددگار تھے چنانچہ رسولِ خدا صلعم نے ان کی شان میں فرمایا۔

''حق عمار کے ساتھ پھرتا رہے گا جس طرف عمار پھریں''۔

بعد اس کے حضرت نے فرمایا عمار کا قتل کرنے والا اور ان کو بُرا کہنے والا اور ان کے ہتھیار لُوٹنے والا آتشِ جہنم میں معذب ہوگا پھر حسبِ تحریر روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۴، تہذیب المتین صفحہ ۱۷۰ جنابِ عمارِ یاسر کی لاش اٹھا کر کنارِ دریا غسل دیا، نماز پڑھی اور وہیں دفن کر دیا۔

کتاب ''کامل بہائی'' میں قاضی عبد الجبار معتزلی سے منقول ہے کہ انھوں نے کتاب ''محیط'' میں لکھا ہے کہ علی علیہ السلام نے عمار کے قتل سے قبل کبھی اہلِ بغاوت کے قتال میں ابتدا نہیں کی تھی لیکن جب چھبیسویں روز عمار شہید ہوئے تو حضرت نے اہلِ بغاوت پر کفّار کا حکم لگا دیا اور ان کے قتل میں ابتدا فرمائی اور ایک شب میں پانچ سو تیس ۵۳۰ آدمیوں کو اپنے دستِ مبارک سے قتل کیا اور ہر ایک کو قتل کرنے کے بعد تکبیر اس طرح فرماتے تھے جیسا کہ قتلِ کفّار میں قاعدہ ہے اور فرماتے تھے جس کو میری تلوار قتل کرے گی وہ جہنم میں جائے گا۔

عمارِ یاسر کی شہادت کے بعد عباس صفِ لشکرِ معاویہ کے پاس گئے اور حدیث

Presented by Ziaraat.Com

شقتلك الفئة الباغيه اس لشکر کو سنائی اور ان کو بغاوت سے خوف دلایا۔

حضرت عمار کے واقعے سے اہلِ عراق میں جو پریشانی وافسوس کا اظہار ہورہا تھا اس سے زیادہ اس واقعے نے انتشار وشورش برپا کردی۔ ابنِ جویر اسکنی اور ابولعادیہ فرازی دونوں قتلِ عمار میں شریک تھے، دونوں انعام کی لالچ میں باہم جھگڑتے ہوئے عمرو عاص کے پاس پہنچے ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ میں نے عمار کو قتل کیا، عمر عاص نے ان کی تکرار سنی حدیث شقتلك الفئة الباغيه نے اسے سراپا انتشار بنا رکھا تھا، آخر دیر کے سکوت کے بعد عمر عاص نے ان سے کہا ''تم دونوں جہنمی ہو خدا کی قسم میں نے اپنے کانوں سے رسالت مآبؐ کو کہتے سنا ہے کہ عمار کو فرقۂ باغی قتل کرے گا''۔

سوانحِ عمری حضرت علی صفحہ ۷۷۵ باسنادِ خصائص امام نسائی و ابن مسعود روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۴۰ دونوں نے معاویہ کے پاس دعویٰ کی اپیل کی۔ انھوں نے عمرو عاص سے کہا ''اگر تم ہر شخص کے واسطے یونہی اظہارِ حق سے کام لیا کرو گے تو ہمارا کام نکل چکا۔ ولایتِ شامی کی امیدیں منقطع ہوجائیں گی تو امارتِ مصر کے موہوم خیال کب قائم رہ سکتے ہیں''۔ معاویہ نے عمار کے قاتلوں کو سمجھایا کہ ''فرض کرو یہ حدیث صحیح بھی ہے تو تمہارے سر اس کا الزام نہیں، عمار کے قتل کا باعث وہ کہلائے گا جو ان کو اپنے ہمراہ لایا ہو''۔ شدہ شدہ اس قول کا چرچا خاص لوگوں میں ہوا عمرو عاص ولید ابنِ عقبہ عبداللہ بن عمر عاص محمد ابن عمر عاص وغیرہ حدیث شقتلك الفة باغيه کے خیال میں متفکر تھے معاویہ نے ان کے سامنے وہی بات کہی، حاضرین نے تعجب سے دیکھا عبداللہ ابن عمرو عاص نے کہا ''تیری دلیل کتنی فضول ہے اگر یہ اصول رفعِ الزام کے لیے قائم کیا گیا تو غزواتِ رسول میں اہلِ اسلام کے خون کا الزام کس کے سر جائے گا، جو رسول کی

Presented by Ziaraat.Com

رفاقت میں شہید ہوئے اس وقت یہ عذاب معاذ اللہ کس کے سر جائے گا اگر یہ میرا باپ شریک نہ ہوتا اور اس کی اطاعت فرض نہ ہوتی میں تیری متابعت چھوڑ دیتا''۔

علامہ طبری نے یہ مکالمہ عبداللہ ابنِ عمر خطاب کے متعلق لکھا ہے مگر اس کا ثبوت دشوار ہے۔ صفین میں ان کا کسی طرف ہونا ثابت نہیں اگر یہ کہا جائے کہ اس سے عبداللہ ابنِ عمر سے مراد ہے تو وہ قتلِ عمار سے قبل مارے جا چکے تھے یہ البتہ ممکن ہے کہ بعد معاملۂ صفین عبداللہ بن عمر نے واقعات سن کر اس کے جواب میں یہ رائے قائم کی ہو۔ صاحبِ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۴۰ پر طبری کے قول پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض تاریخیں یہ کہہ رہی ہیں کہ جب قتلِ عمار کی نسبت معاویہ کا دعویٰ جنابِ امیرؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس کے خاموش کرنے کے لیے یہ ارشاد فرمایا تھا۔

بنی اُمیہ کے موید مورخین بھی جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تو ان کے ہاتھوں سے بھی قلم چھوٹ جاتا ہے اور وہ امرِ حق کی تصریح پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ حدیث شقتلك الفة الباغیه نے معاویہ کا جما جمایا طلسم توڑ دیا، اس حدیث نے زمانے کی نگاہوں میں اہلِ شام کی بغاوت کو ثابت کر دیا، یہ حدیث متواترات میں ہے اور صحیحین میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔ امام ابولمعالی کتاب ''ارشاد'' میں لکھتے ہیں۔

حدیث شقتلك الفئة الباغیه هومن اثبت الاخبار

حدیث شقتلك الفئة الباغیه نہایت ثابت شدہ احادیث میں ہے۔

امام عبدالبرؒ ''استیعاب'' میں تحریر فرماتے ہیں

ترجمہ:۔ متواتر حدیثیں جناب رسولؐ خدا سے مروی ہیں کہ حضرت نے فرمایا عمار کو باغیوں کا گروہ قتل کرے گا اور یہ

Presented by Ziaraat.Com

حضرت کی پیشین گوئیوں میں ایک پیشین گوئی جس کا اعلامِ نبوت میں شمار ہے اور نہایت صحیح احادیث میں ہے۔

علّامہ ابنِ اثیرؒ ''اسد الغابہ'' میں لکھتے ہیں:-

ترجمہ:- ان کے قاتلوں میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں ابوالمعادیہ ملزنی نے قتل کیا تھا اور بعض کا قول ہے کہ جہنمی نے انھیں نیزہ مارا تھا۔ جب وہ مر گئے تو ایک دوسرے شخص نے ان پر چڑھ کر ان کا سر کاٹ لیا پس وہ دونوں لڑتے ہوئے آئے ہر ایک ان میں یہ کہتا تھا کہ میں نے عمار کو قتل کیا، عمر عاص کہنے لگا'' واللہ یہ دونوں نہیں جھگڑتے مگر دوزخ میں گرنے کے لیے ہیں واللہ اگر بیس برس پہلے مر گیا ہوتا تو اچھا تھا''۔ اس مضمون کو علّامہ ابوالفدا نے تاریخ کامل میں بھی تحریر فرمایا ہے۔

(تاریخ ابوالفدا جلد ۳ صفحہ ۴۲۶)

علّامہ شیخ ابنِ حجر عسقلانی نے ''اصابہ فی مرتبۃ الصحابہ'' میں لکھا ہے **وظهر يقتل عمار ان الصواب كان مع علي**

عمار کے قتل سے ظاہر ہو گیا کہ حق علی کی جانب تھا (المرتضیٰ صفحہ ۱۱۴)

ابنِ طلحۃ الشافعی نے ''مطالب السؤل'' میں اس حدیث کی تصدیق کی نسبت اور قوی رائے تحریر فرمائی ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے۔

اکثر یہ بات کہی جاتی ہے کہ معاویہ آنحضرتؐ کے کاتب اور مسلمانوں کے ماموں تھے تم ان پر اور ان کے تابعین پر علی علیہ السلام کے جنگ کرانے میں کس طرح بغاوت کا حکم لگاتے ہو کہ وہ اُس اپنے فعل میں راہِ صواب میں بھٹکے ہوئے اور قصداً بغاوت کے مرتکب اور خدا کی اطاعت سے خارج ہو جانے والوں کے

Presented by Ziaraat.Com

گروہ میں داخل ہونے والے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے ان بغاوت کے وصف اور اس کے لوازمات کے حکم، بناوٹ اور جھوٹ اپنی طرف سے گھڑ کر نہیں بلکہ بہ حکم نقل اور اتباع کے کیا ہے جس کو محدثین میں سے مشہور آئمہ نے اپنے صحیح مسندوں میں متعدد حدیثوں کے درمیان روایت کیا ہے اور ہر ایک ان میں سے اپنی حدیث کی سند کو آنحضرتؐ تک پہنچاتا ہے کہ عمار سے فرمایا تھا تجھے باغیوں کا گروہ قتل کرے گا۔ یہ ایسی حدیثیں ہیں کہ جن کے اسناد میں کسی قسم کا خلل واقع نہیں ہے اور ان حدیثوں، متون (جمع متن) میں کسی قسم کا اضطراب نہیں ہے۔ بس ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ نے عمار کے قاتلوں کے گروہ کو وصف باغی ہونے کے ساتھ قرار دیا ہے اور بغی کا وصف اس گروہ سے علیحدہ نہیں ہوسکتا۔ اس گروہ کے لیے یہ وصف لازم ہے اور باغی کے معنی ظلم اور کثرتِ فساد کے ہیں۔ پس جو شخص باغی ہو اوہ ظالم و جابر اور عدل سے تجاوز کرنے والا ہے اور خدائی اطاعت سے خارج ہونے والا ہے پس عمار کے قتل کرنے والوں کا گروہ آنحضرتؐ کے فرمانے کے مطابق انھیں صفات کے ساتھ موصوف ٹھہرا۔ (سوانح عمری علی علیہ السلام صفحہ ۷۷۷)

بخاری، مسلم، ترمذی صفحہ ۲۲۱ مسطر ۶۔ جامع صغیر اور حاشیہ تقسیر الباری شرح بخاری نواب وحید الزماں صاحب۔

ترجمہ:- اے عمار تجھ کو فرقہ باغی قتل کرے گا جبکہ تو بہشت کی طرف بلاتا ہوگا اور وہ تجھے دوزخ کی طرف۔ ''اسد الغابہ'' میں ہے عمار ایسا ایمان دار ہے کہ اس کا ہر استخوان مغزِ ایمان سے ٹھوس بنایا گیا ہے۔

حیاتِ القلوب "العمار جلدة بين عيني" عمار میری آنکھوں کے درمیان کا پردہ ہے نیز یہ بھی حدیث رسولؐ ہے۔ یدور الحق مع عمار حيثما دار حق اسی طرح پھرتا ہے جس طرف عمار گردش کرتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

جامع صغیر سیوطی میں ہے بہشت بہت مشتاق ہے علی اور عمار و سلمان و مقداد کی طرف۔

ابنِ بابویہ بسند معتبر گریزہ ابنِ صالح سے روایت کی ہے کہ ابوذر نے کہا شہادت دیتا ہوں میں کہ علی خدا کے ولی ہیں گریزہ نے کہا یہی شہادت آنحضرتؐ کے لیے سلمانِ فارسی مقداد، عمار و جابر ابنِ عبداللہ انصاری و ابوالہیثم بن الہتان و خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین و ابوایوب صاحب خانۂ رسولِ خدا و ہاشم ابنِ عتبہ نے دی ہے۔ ابوذر نے کہا کہ سب افاضل اصحابِ رسولؐ میں تھے۔

نیز ابنِ بابویہ بسندِ معتبر لکھتے ہیں کہ حضرت امیرؑ سے عمار کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ''عمار ایک مومن تھا جس کا مغزِ استخواں ایمان سے بھرا ہوا تھا جو کام بھولا ہوتا تھا جب یاد کرادیا جاتا تھا جلد یاد کر لیتے تھے''۔

حبہ عربی راوی ہیں کہ عبداللہ بن عمر نے دیکھا کہ دو شخص باہم مخاصمہ کر رہے ہیں ہر ایک کہتا تھا کہ میں نے عمار کو قتل کیا، عبداللہ بن عمر نے کہا ''یہ دونوں مخاصمہ کر رہے ہیں اس امر میں کہ کون جلد جہنم میں جائے گا''۔ پھر'' کہا میں نے سنا رسولِؐ خدا نے فرمایا کہ عمار کا قتل کرنے والا اور ان کے لباس و اسلحہ کا لینے والا جہنم میں ہے''۔

نیز روایت ہے کہ جب عمار شہید ہو گئے لوگ حذیفہ کے پاس آئے کہ یہ شخص قتل ہو گیا ہے اور لوگوں میں اختلاف ہے ان کے قتل ہونے میں کہ وہ حق پر قتل ہوئے یا ناحق آپ کا کیا ارشاد ہے۔ حذیفہ نے کہا ''مجھے بٹھا دو ایک شخص نے انھیں اٹھایا اور اپنے سینے پر ان کو تکیہ دیا'' حذیفہ نے کہا میں نے رسولِؐ خدا سے سنا ہے کہ آنحضرتؐ نے سو مرتبہ فرمایا ابوالیقظان فطرتِ اسلام پر ہے اور وہ فطرتِ اسلام کو ترک نہ کرے گا یہاں تک کہ مر جائے''۔

Presented by Ziaraat.Com

جنابِ عائشہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا اختیار نہیں کرتے عمار دو کاموں سے مگر اس کام کو جوان پر دشوار تر ہو۔

''کنز العمال'' میں ہے کہ آیۂ مودّت کی شرط وفا نہ کی مگر سات اشخاص نے سلمانِ ابوذر، مقداد ابنِ اسود، جابر ابنِ عبداللہِ انصاری اور آزاد کردۂ رسولِ خدا کہ ان کو بیشت کہتے ہیں اور زید ابنِ ارقم۔

علی ابنِ ابراہیم نے امام جعفرِ صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اٰیہ ان الذین اٰمنو وعملو الصٰلحٰت کانت لھم جنات الفردوس نزلا ابوذر مقداد سلمان وعمار کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت امام جعفرِ صادقؑ و امام رضاؑ سے روایت ہے کہ اُن مومنوں کی ولایت و محبت واجب ہے جنھوں نے بعدِ وفاتِ پیغمبر مقداد، عمار، جابر، حذیفہ، ابوہیثم، سہیل ابنِ حنیف، ابوایوب انصاری، عبداللہ بن صامت، خزیمہ ذوالشہادتین و ابوسعید خدری اور جس نے ان کا طریقہ اختیار کیا ہے اور ان کے کردار کو نمونۂ عمل بنایا ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ زمین سات اشخاص کے لیے پیدا کی گئی ہے، ان کے سبب سے روزی اہلِ زمین کو ملتی ہے اور انھیں کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور انھیں کے سبب سے یاری کی جاتی ہے۔ وہ سلمان، ابوذر، مقداد، عمار، حذیفہ اور عبداللہ ابن مسعود ہیں۔ پس حضرت نے فرمایا۔ ''میں ان کا امام و پیشوا ہوں اور انھیں لوگوں نے نمازِ فاطمہ زہراؑ میں شرکت کی''!

نیز بہ سندِ معتبر امام رضا سے روایت ہے کہ حضرت رسول مقبول نے فرمایا ''عمار حق پر ہوگا جس وقت کہ قتل ہوگا درمیان دو لشکر کے، ان میں سے ایک میرے راستے اور سنّت پر ہوگا اور دوسرا دین سے خارج''۔

کتاب ''احتجاج'' میں امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ جب رسولِ مقبول

Presented by Ziaraat.Com

نے وفات پائی اور میں نے رسول کو غسل دیا اور دفن کیا، میں قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ جب اس سے فارغ ہوا تو فاطمہؑ اور حسنؑ وحسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور تمام اہلِ بدر اور ان لوگوں کے گھروں پر گیا جنھوں نے دین میں سبقت کی تھی اور انھیں اپنے حق کی قسم دی اور ان سے مدد چاہی۔ کسی نے ان میں سے لبیک نہ کہا مگر چار اشخاص، سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار نے۔

اصبغ ابنِ نباۃ نے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابنِ کوا نے امیر المومنینؑ سے اصحاب کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے ہر ایک کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا، عمار کے بارے میں جب سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ''وہ مرد تھا جس پر خدا نے آتش جہنم کو حرام قرار دیا ہے اور جہنم اس کے گوشت وخون کو چھو نہیں سکتی''۔

ایضاً بہ سندِ معتبر مروی ہے کہ ایک گروہ امام رضاؑ کے درِ دولت پر حاضر ہوا اور کہا کہ ''ہم شیعیانِ امیر المومنینؑ سے ہیں'' حضرت نے عرصے تک ان کو منع کیا داخلے کی اجازت نہ دی۔ جب انھیں اجازت دی انھوں نے شکایت کی، حضرت نے فرمایا ''کیونکر تم کو اجازت دیتا کہ تم غلط دعوے کرتے تھے کہ ہم شیعیانِ امیر المومنینؑ سے ہیں اور آنحضرت کا شیعہ نہیں تھا کوئی مگر حسنؑ وحسینؑ، سلمان وابوذر، مقداد وعمار ومحمد ابنِ ابی بکر جنھوں نے مخالفت نہ کی اُن امر سے جن کا انھیں حکم دیا گیا''۔

تفسیرِ امامِ حسن عسکریؑ میں مرقوم ہے کہ ایک روز صبح کے وقت رسولِ خدا نے اصحاب سے پوچھا کہ تم میں سے کس نے اپنے عزت ورتبے سے اپنے برادرِ مومن کی مدد کی جنابِ امیرؑ نے فرمایا ''میں نے'' حضرت سے پوچھا کیونکر، جنابِ امیرؑ نے فرمایا میں عمار یاسر کے پاس سے گزرا ایک یہودی ان سے لپٹا ہوا تھا اور قرض ادا کرنے پر مصر تھا عمار نے مجھے دیکھ کر کہا ''اے برادرِ رسولِ خدا یہ یہودی آپ کی محبت کی وجہ سے مجھے اذیت پہنچا رہا ہے اور مجھے ذلیل کرنا چاہتا

Presented by Ziaraat.Com

ہے مجھے اس کے ہاتھ سے نجات دلوایئے اپنے جاہ وعزّت کے صدقے میں‘‘ جب میں نے چاہا کہ اس یہودی سے عمار کے بارے میں کلام کروں عمار نے کہا ’’اے برادرِ رسولؐ خدا میں تمہیں دیدہ دل سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں اس سے کہ آپ اس کافر سے شفاعت کریں میری شفاعت اس ذات سے کیجیے جو آپ کی حاجت رد نہیں کرتا اور اس سے ادائی قرض کے لیے شفاعت کیجیے میں نے دعا کی۔ خداوندا جو آرزو عمار کی ہے پورا کر‘‘ بعد دعا کے میں نے کہا کہ ’’ہاتھ بڑھاؤ اور جو کچھ از قسم پتھر اور ڈھیلہ وغیرہ مل جائے اپنے سامنے لاتا کہ تمہارے لیے طلا خالص ہو جائے‘‘۔ پس عمار نے ہاتھ بڑھایا اور ایک پتھر اُٹھایا جس کا وزن کئی من تھا۔ وہ بقدرتِ حق تعالیٰ طلا خالص بن گیا۔ عمار نے یہودی سے پوچھا ’’تیرا کتنا قرضہ ہے‘‘۔ یہودی نے کہا ’’تیس درہم‘‘۔ عمار نے پوچھا ’’قیمت اس کی کتنی ہے‘‘ یہودی نے کہا ’’دینار‘‘ عمار نے اس وقت دعا کی خداوندا جس شخص کے طفیل میں تو نے پتھر کو طلا خالص بنا دیا تجھے اسی کی قسم ہے اس طلا کو نرم کر دے تا کہ میں یہودی کے حق کے برابر توڑ سکوں، قدرتِ خدا سے وہ طلا نرم ہو گیا۔ عمار نے آسانی سے تین مثقال اس میں سے توڑ لیا اور یہودی کو دے دیا پس عمار نے باقی سونے کی طرف نظر کی اور کہا خداوندا میں نے سنا ہے کہ تو نے فرمایا ہے قرآن میں کہ ان الا نسان لیطغیٰ ان راہ استغنیٰ یعنی بدرستیکہ آدمی طاغی ہو جاتا ہے اس سبب سے کہ وہ خود کو بے نیاز پاتا ہے اور میں بے نیازی کو نہیں چاہتا جو میرے طغیان کا سبب ہے پس خداوندا اس طلاءِ خالص کو اس ذات کے صدقے میں جس کے صدقے میں اسے طلا بنایا پتھر بنا دے۔ عمار نے اُسے پھینک دیا اور ’’کہا میرے لیے دنیا و آخرت میں یہی کافی ہے کہ اے برادرِ رسولِ خدا تیرا دوست و شیعہ رہوں‘‘۔ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا

Presented by Ziaraat.Com

ملائکہ ہفت آسمان نے اس کے قول پر تعجب کیا اور درگاہِ خدا میں عمار کی مدح وثنا کی اور صلوات رحمتِ الٰہی عرش ان پر نازل کی۔

رسولؐ نے کہا ''بشارت ہو اے ابوالیقظان کہ تو علی کے ساتھ دیانت میں ان کا بھائی ہے'' ان کے دوست داروں میں سے، نیکوں میں سے ہے، ان لوگوں میں سے جو علی کی محبت میں قتل ہوگا، تجھے گروہِ باغی قتل کرے گا اور آخری غذا تیری ایک صاع دودھ ہوگا اور تو دودھ پینے کے بعد انتقال کر جائے گا اور روحِ تیری ارواح محمدؐ وآل محمدؐ کے ساتھ نیکوترین مخلوق میں ہوگی اور تو ہمارے نیک شیعوں میں سے ہے''۔

نیز اس تفسیر میں منقول ہے کہ جب جنگِ اُحد میں مسلمانوں کو سختیاں اٹھانی پڑیں اور وہ مصائب جھیل کر مدینے واپس آ گئے ایک گروہ یہودیوں کا حذیفہ اور عمار کے پاس آیا اور کہا تم لوگوں نے نہیں دیکھا جو احد میں ہوا، محمدؐ کی جنگ بادشاہوں کی طرح ہے جو کبھی غالب ہوتے اور کبھی مغلوب، اگر پیغمبر ہوتے ہمیشہ غالب ہوتے پس ان کے دین سے پھر جاؤ۔'' حذیفہ نے کہا خدا کی تم پر لعنت ہو میں تمہارے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا اور بات نہیں کر سکتا اور تمہاری بات نہیں سن سکتا اور تم سے اپنی جان و دین سے ڈرتا ہوں''، اس لیے بھگا رہا ہوں، وہ سامنے سے اُٹھ کر بھاگ گئے۔ عمار نے جواب دیا ''رسولؐ نے اپنے اصحاب سے وعدۂ نصرت وظفر کیا بدر میں اس شرط پر کہ وہ صبر کریں انھوں نے شرطِ صبر وفا کی اور فتح یاب ہوئے، احد میں بھی بشرطِ صبر وعدہ نصرت رسولؐ نے کیا مگر انھوں نے صبر نہیں کیا اس وجہ سے ایسا ہوا جو انھوں نے دیکھا۔ اگر وہ اطاعت کرتے ضرور فتح یاب ہوتے''۔ یہودیوں نے کہا ''اے عمار اگر تم اطاعت کرتے اس پتلے پاؤں سے بزرگانِ قریش پر فتح پاتے'' عمار نے کہا ''بیشک قسم ہے اس خدا کی جس نے رسولؐ کو حق پر مبعوث کیا ہے کہ محمدؐ نے ہمیں فضل وحکمت کی معرفت کرا دی ہے اور

Presented by Ziaraat.Com

اپنے وصی کی فضیلت سمجھا دی ہے اور اپنے اہلِ بیت کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور ہمیں بتایا ہے کہ اگر اعتقادِ کامل کے ساتھ دعا کرو گے البتہ وہ کام پورا ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر تم ہم سے کہو تو آسمان کو زمین پر اُتار لیں اور زمین کو آسمان پر پہنچا دیں۔ ضرور اللہ ہمیں اس کی قوت دے گا''۔ یہودیوں نے کہا ''تمہارا مرتبہ نزدِ محمدؐ پست تر ہے''۔ اس دعوے سے ان میں چالیس منافق بھی تھے، عمار وہاں سے اُٹھ کر رسالت مآبؐ کے پاس آئے۔ حضرت نے فرمایا حذیفہ حفظِ دین کے لیے بھاگے شیطان سے اور بندگانِ شائستہ سے ہے لیکن تم نے اے عمار مجادلہ کیا اور میری خیر خواہی کی تُو بہترین جہاد کرنے والا ہے، ناگاہ یہودی آئے اور عمار کے دعوے کے متعلق بیان کیا اور کہ ''اگر آپ سچے نبی ہیں تو عمار سے کہیے کہ وہ اپنی پتلی ٹانگوں کے ساتھ یہ پتھر زمین سے اُٹھا لیں''۔ آنحضرتؐ اس وقت بیرون مدینہ تھے اور ایک پتھر اتنا وزنی تھا جسے ۲۰ آدمی ہلا نہ سکتے تھے۔ حضرتؐ نے عمار کو حکم دیا کہ میری اطاعت کرو اور خدا سے دعا کرو کہ مجھے قوت عطا فرما اور اس مشکل کو آسان کر دے جس طرح کالب بن یوحنا پر تو نے مشکل آسان کی تھی۔ عمار نے صدقِ دل سے یہ کلمات کہے اور وہ پتھر اٹھا لیا اور بہ قسم کہا کہ یہ پتھر سبک تر ہے پیغمبر نے حکم دیا۔ عمار نے اس پتھر کو ہوا میں پھینکا جو بقدرتِ خدا اس پہاڑ کی چوٹی پر جو ایک فرسخ کے فاصلے پر تھا عمار کے ہاتھ کی قوت سے پہنچ گیا۔

رسالت مآبؐ نے یہودیوں سے کہا دیکھا تم نے عمار کی قوت۔ پھر حضرتؐ نے عمار سے کہا ''اس پہاڑ کی چوٹی پر جاؤ اس پر ایک عظیم پتھر ہے جو اس پتھر سے کئی گنا وزنی ہے اسے اٹھا لاؤ''۔ عمار گئے اور وہ پتھر بغل میں دبا کر پیغمبرؐ کے پاس لائے۔ حضرتؐ نے زمین پر اس پتھر کو پھینکنے کا حکم دیا یہودی ڈرے اور بھاگے۔ عمار نے اُسے پٹک دیا، ریزہ ریزہ ہو گیا۔ پس بعض ایمان لائے۔

Presented by Ziaraat.Com

جب ابوجہل نے عمار پر سختی کی اللہ نے اس کی انگوٹھی کو اتنا تنگ کردیا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور پیراہن کو اس پر اتنا گراں کردیا جو آہنی زرہ سے زیادہ وزنی ہوگیا۔

ابوجہل نے عمار سے رہا کرنے کو کہا۔

عمار نے انگوٹھی اُتار دی اور پیراہن جدا کردیا۔

ابوجہل نے کہا مکے سے باہر چلے جاؤ تا کہ محمدؐ پر عیب نہ کرو کہ میں نے انگوٹھی اور پیراہن اتارا۔

عمار مدینہ آئے۔ اصحاب نے کہا ''کیا سبب ہے کہ تو نے بایں معجزہ نجات پائی اور تیرے والدین شہید ہوگئے''۔

عمار نے کہا ''یہ اللہ کی مرضی ہے کہ اِس نے ابراہیم کو آگ سے نجات دی اور یحییٰ وذکریا قتل ہوگئے''۔ رسالت مآبؐ نے کہا عمار تو بزرگ اور دانایوں میں ہے۔

''روضۃ الواعظین'' میں امام موسیٰ جعفرؑ سے مروی ہے کہ بروزِ قیامت ایک منادی ندا کرے گا ''کہاں ہیں حواریان محمدؐ جنھوں نے عہد نہیں توڑا اور اپنے عہد پر باقی رہے۔ پس اُٹھے عمرو بن حمق خزاعی، میثم تمار، محمد بن ابی بکر، اویس قرنی''۔

راوی نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا عمار کے بارے میں کیا حکم ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا۔ ''خدا رحمت نازل کرے عمار نے قتال کیا خدمت جنابِ امیرؑ میں اور شہید ہوئے''۔

راوی نے پوچھا اس سے عظیم منزلت نہ ہوگی۔

حضرت متوجہ ہوئے اور فرمایا ''تم خیال کرتے ہو وہ مثل تین نفر سلمان، ابوذر و مقداد کے ہوسکتا ہے ہیہات ہیہات''۔

راوی کہتا ہے عمار کیا جانتے تھے کہ اس روز شہید ہوں گے۔ حضرتؑ نے کہا جب اس روز آتشِ حرب مشتعل ہوئی اور کشتہ زیادہ ہوئے عمار صفِ جنگ سے

Presented by Ziaraat.Com

علیحدہ ہوئے اور خدمتِ جنابِ امیرؑ میں آئے اور کہا ''یا علیؑ میرے مرنے کا وقت آ گیا ہے''۔ حضرت نے صف میں واپس ہونے کا حکم دیا اس نے تین بار سوال کیا۔ حضرت نے وہی جواب دیا۔ آخر میں حضرت نے فرمایا ''ہاں''۔ پس مردانہ وار صف میں واپس ہوئے اور یقین کے ساتھ مصروف جنگ ہوئے اور کہا آج محمد اور ان کے دوستوں سے ملاقات کروں گا۔

رسالت مآبؐ نے فرمایا ''بہشت تین آدمیوں کی مشتاق ہے اے علی تیری، سلمان اور عمار کی جو جنگوں میں تمہارے ساتھ رہے گا اور مشہد میں اس سے نیکی ظاہر ہوگی اور اس کا نور عظیم اور اجر بزرگ''۔

''اختصاص'' میں عیسیٰ ابنِ حمزہ سے روایت ہے کہ انھوں نے صادقِ آلِ محمد سے پوچھا کہ ''وہ چار شخص کون ہیں جن کی مشتاق جنت ہے'' حضرت نے کہا۔ ''سلمان، ابوذر، مقداد، عمار''، راوی نے پوچھا ''ان میں سے کون بہتر ہے''۔

حضرتؑ نے کہا۔ سلمان پھر ان کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا۔

جابر بن عبداللہ انصاری نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا مختلف اصحاب کے بارے میں، جب عمار کے متعلق پوچھا تو حضرت نے فرمایا۔ ''وہ ہم سے ہے۔ خدا دشمن رکھے جو اُسے دشمن رکھے اور دوست رکھے اُسے جو اُسے دوست رکھے''۔

کتاب ''بشارۃ المصطفیٰ'' میں مرقوم ہے کہ ایک دن جناب رسالت مآبؐ بعد نمازِ عصر محراب میں بیٹھے تھے اصحاب کا ہجوم تھا ناگاہ ایک مردِ عرب بوسیدہ لباس، پریشان صورت حاضر ہوا، شدتِ مرض سے جسم میں رعشہ تھا۔ حضرت نے حال پوچھا اس نے عرض کیا ''یا حضرت بھوکا ہوں کھانا عطا فرمایئے، برہنہ ہوں کپڑا مرحمت فرمایئے، فقیر ہوں غنی کیجیے''۔ آپؐ نے فرمایا۔ ''خیر کا راستہ دکھلانے والا خیر کرنے والے کے مثل ہے تو فاطمہؑ کے گھر جا وہاں مراد برآئے گی''۔ یہ فرما کر

Presented by Ziaraat.Com

بلال کے ساتھ اسے خانۂ سیدہؑ پر بھیج دیا۔ بابِ فاطمہؑ پر اس نے سلام کیا۔ جواب سلام ملا۔ اعرابی نے اپنا ماجرا کہہ سنایا۔ سیدہ کے گھر میں تیسرا فاقہ تھا۔ پوست گوسفند جس پر ان کا اونٹ کھاتا اور رات کو حسنینؑ سوتے تھے اسے عطا کیا۔ سائل نے ''کہا میں بھوکا ہوں آپ گوسفند عطا فرماتی ہیں''۔ یہ سن کر سیدۂ عالیہ نے گلوئے اقدس سے گلوبند اتار کر سائل کو دے دیا۔ سائل لے کر مسجدِ رسول میں آیا اور کہا ''مخدومۂ عالم نے خادم کو یہ گلوبند بیچنے کو دیا ہے''۔ عمار نے اجازت طلب کی حضرت نے فرمایا ''خرید لو اگر تمام جن وانس بھی اس کی خریداری کریں تو سیدہ کی برکت سے نجات پائیں عذابِ الٰہی سے''۔

عمار نے قیمت پوچھی۔ اعرابی نے کہا ''اس قدر گوشت جس سے میں سیر ہو جاؤں۔ ایک لمبی چادر جس سے بستر کر سکوں اور دینار و طلا جو زادِ راہ میں کام آئے'' عمار یاسر نے کہا اس کے عوض بیس دینارِ طلا دو سو درہم ہجری ایک لمبی چادر اور اس قدر گوشت روٹی کہ تو سیر ہو جائے اور ایک اونٹ دینے پر رضامند ہوں'' عمار نے گلوبند لے لیا اور قیمت ادا کر دی۔ اعرابی نے دعا دی، پیغمبرؐ نے فاطمہ زہراؑ کی فضیلت اصحاب سے بیان کی اور زیارتِ فاطمہ کا فضل بیان فرمایا۔

الحاصل عمار نے اس گلوبند کو مشک سے معطّر کیا، لمبی چادر میں لپیٹ کر حصۂ غنیمت میں سے ایک مقدار کے ساتھ اپنے غلام سہم کو دیا اور کہا ''اسے خدمت نبوی میں لے جا، میں نے تجھے بھی حضرت ہی کو دیا''۔ غلام نے خدمتِ رسالت میں آکر عرض کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا ''تو فاطمہؑ کے پاس جا، یہ گلوبند فاطمہؑ کو دے دے میں نے تجھے بھی فاطمہؑ کو بخشا۔ معصومۂ عالم نے گلوبند لے لیا اور سہم کو آزاد کر دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

عمّارِ یاسر

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

گُلِ گلزارِ رفاقت ہے گلوبندِ حسَین   گوہرِ دُرجِ ریاضت ہے گلوبندِ حسَین
نکہتِ خلدِ مودّت ہے گلو بندِ حسَین   مخزنِ جود وسخاوت ہے گلوبندِ حسَین
پےَ امدادِ غلامی ہے گلوبندِ حسَین
عقدِ زہرا کی سلامی ہے گلوبندِ حسَین

ہے یہ منقول ، گلو بندِ بتولؑ عذرا   جوسدا مثلِ ہلال آپ کی گردن میں رہا
ایک سائل کو رہِ دینِ خدا میں بخشا   ان کا یہ فیض وترحم ،یہ شعار اُمّت کا
حلقہ رسی کا پےَ زینبِ ناشاد ملے
طوق لوہے کا پےَ گردنِ سجادؑ ملے

اُس گدا نے وہ عطیہ رکھا سر آنکھوں پر   کی دُعا اس سے زیادہ ہو کرم کا جوہر
بولیں زہراؑ کہ نہیں کچھ ہوسِ دولت وزر   طوقِ طاعاتِ الٰہی ہے ہمارا زیور
یہ دُعا دے کہ محمدؐ سے دعا لے زہراؑ
نار سے اُمتِ عاصی کو بچا لے زہراؑ

وہ گلو بند لئے پیشِ نبیؐ جب پہنچا   بولے احمدؐ کہ اِسے بیچ کے کام اپنا چلا
پوچھا عمار نے سائل سے کہ مول اس کا ہے کیا   عرض کی اُس نے عنایت جو کرے میرا خدا
نقد کچھ بہرِ علاجِ دلِ صد چاک ملے
پیٹ کو رزق ملے جسم کو پوشاک ملے

Presented by Ziaraat.Com

اپنے گھر لے گئے عمّار اُسے بہرِ کرم وہ غذا اُس کو کھلائی کہ ہوا تازہ دم
ایک ناقہ دیا، اک بُردِ یمانی اُس دم سُرخ دینار دیئے یک صد و پنجاہ دِرَم
بھوکے پیاسوں پہ یہ ہو لُطفِ گلو بندِ بتولؑ
اور اُدھر فاقے پہ فاقے کرے فرزندِ بتولؑ
لے کے پہنچا وہ گدا پیشِ نبیؐ مال و زر بولا یہ سب شہِؑ مُرسلؐ کی زباں کا ہے اثر
بولے احمدؐ کہ یہ ہے بخششِ زہراؑ کا ثمر فکرِ اُمت کی اُسے رہتی ہے ماں سے بڑھ کر
یہی اُمت مگر اس درجہ بدل جائے گی
باپ پر رونے نہ دے گی اسے تڑپائے گی
اُس گلو بند کو عمّار نے سائل سے لیا پھر اُسے چادرِ پاکیزہ میں ملفوف کیا
سہم تھا ایک غلام اُن کا، اُسے بلوایا دے کے چادر اُسے دربارِ نبیؐ میں بھیجا
پھر کہا اُس سے تو اب تک تھا مرے گھر کا غلام
آج سے تو بھی ہوا میرے پیمبرؐ کا غلام
سہم نے جا کے محمدؐ کو دیا یہ پیغام بھیجے زہراؑ کو نبیؐ نے وہ گلو بند و غلام
ہدیہ لے کر یہ کیا فاطمہؑ زہرا نے کلام جا تجھے کرتے ہیں آزاد ہم اللہ کے نام
سہم اب سہم نہ تُو قلب ترا شاد ہوا
حُر جسے ہم نے کہا نار سے آزاد ہوا
سہم خوش ہو گیا بولا کہ زہے شانِ خدا معجزہ ہے یہ گلو بندِ جنابِ زہراؑ
شاد سائل کو کیا جسم کو ملبوس مِلا سیر بھوکے کو کیا بندے کو آزاد کیا
کلمہ کیوں نہ پڑھوں شام و سحر بی بی کا
منبعِ نعمتِ کونین ہے گھر بی بی کا

Presented by Ziaraat.Com

غربت و فقر کا حامی ہے گلو بندِ حسینؑ　　نسبتِ حق سے دوامی ہے گلو بندِ حسینؑ
دیں کی تاریخ میں نامی ہے گلو بندِ حسینؑ　　پیشِ معبود گرامی ہے گلو بندِ حسینؑ
فیضِ زہراؑ سے یہ اعجاز نمائی کی ہے
اِس گلو بند نے بھی عُقدہ کُشائی کی ہے

شہیدِ معرکۂ صفّین حضرتِ عمّارِ یاسر

باقر رضوی امانت خانی

نازک ہے رگِ گل سے بھی پیمانِ محبت　　کانٹوں ہی کے اوپر ہے گلستانِ محبت
ڈوبا ہوا ہے خون میں دیوانِ محبت　　دل تلتے ہیں جس میں وہ ہے میزانِ محبت
آفات کا معیار ، محبت کی کسوٹی
تلوار کی ہے دھار محبت کی کسوٹی
اِس راہ میں ہر گام پہ کرتا ہے جگر آہ　　خود موت، مسافر کے رہا کرتی ہے ہمراہ
ہیں ایک ہی منزل پہ گدا ہوں کہ شہنشاہ　　ہے خون کے دھارے پہ محبت کی گزرگاہ
پیشانی پہ خود اپنی لہو ملتے ہیں عُشاق
سر لے کے ہتھیلی پہ یہاں چلتے ہیں عُشّاق
دل کا ہے لہو انجمن آرائے محبت　　طوفاں کی موجوں میں ہے دریائے محبت
گُل کہتے ہیں پُر خار ہے صحرائے محبت　　آئینۂ منزل ہے کفِ پائے محبت
منزل سے ہوا آتی ہے ایک ایک قدم پر
لَو عزم کی تھراتی ہے ایک ایک قدم پر

Presented by Ziaraat.Com

اِس راہ میں چلنے کے لیے دل ہو کُشادہ ثابت قدمی کی ہے یہاں سا کھ زیادہ
انساں کا یہاں چاہیئے پختہ ہو ارادہ کہتے ہیں محبت جسے کانٹوں کا ہے جادہ
کرتی ہے مظفر دلِ الفت کی صداقت
منزل کو بتاتی ہے محبت کی صداقت

محبوب سے محبوبِ خدا کے جو ہو الفت مومن کی نگاہوں میں ہو خود اپنی ہی رفعت
دل بن کے ہو سینے میں اگر اجرِ رسالت ہر سانس میں تحلیل ہو حیدرؑ کی محبت
آئینۂ اخلاص میں الفت کا ہو جوہر
نبضوں کی روانی میں محبت کا ہو جوہر

حیدرؑ کی محبت میں نہاں جوہرِ جنّت حیدرؑ کی محبت کا سبق دفترِ جنّت
حیدرؑ کی محبت میں ہے اک منظرِ جنّت حیدرؑ کی محبت ہے کلیدِ درِ جنّت
اس باغ میں ایمان کا شاداب شجر ہے
گُلوارِ جناں الفتِ حیدرؑ کا ثمر ہے

رکھّی دلِ عرفان کی بنا حُبِ علیؑ نے ایمان کو ایمان کیا حُبِ علیؑ نے
دل کو شرفِ کعبہ دیا حُبِ علیؑ نے لکھا سبقِ حُبِ خدا ، حُبِ علیؑ نے
صورت سے منافق کی نقاب اِس نے اُٹھا دی
کی ہیزمِ عصیاں پہ نظر آگ لگا دی

ہر شے میں یہی حُبِ علیؑ جلوہ نما ہے اس کے ہی سہارے سے تو ایماں کی بقا ہے
یہ ماحصلِ جذبۂ عرفانِ خدا ہے حیدرؑ کی ولایت کا سبق اس نے پڑھا ہے
معبود کی مرضی ہے ، رضا حق کے ولی کی
اسلام کی تکمیل ، ولایت ہے علیؑ کی

Presented by Ziaraat.Com

اقرارِ ولایت سے صدف میں بنے گوہر　اقرارِ ولایت ہی سے خنداں ہے گُلِ تر
اقرارِ ولایت سے بنا سنگ میں جوہر　اقرار کا حاصل ہیں اولو العزم پیمبر
موسیٰؑ کو عصا حق نے دیا اِس کے صلے میں
تمغہ یدِ بیضا کا ملا اس کے صلے میں

بستر پہ نبیؐ کے ہوا اظہارِ ولایت　سوتا تھا وہاں طالع ، بیدارِ ولایت
ہاتھوں پہ پیمبرؐ کے تھا شہکارِ ولایت　میدان میں خُم کے ہوا اقرارِ ولایت
ساغر کو مودّت کے لیا دستِ ولی سے
وہ پی گئے اخلاص جو رکھتے تھے علیؑ سے

میخوار ہیں میخانۂ خُم کے یہ سراسر　مقدادِ خوش انجام ، کمیلؔ اور ابوذر
حجرؔ و بنِ یاسرؔ سے جری میثمؔ و قنبرؔ　سلمانؔ و رشیدؔ ہجری ، مالک اشترؔ
کس اوج پہ ہے خلد کے میخوار کا رتبہ
کیا پوچھتے ہو حضرتِ عمّار کا رتبہ

تاریخ یہ کہتی ہے یمن تھا وطن ان کا　لکھا ہے کہ تھا والدہ کا نام سُمیّا
یاسرؔ تھے پدر ان کے جو تھے صاحب رُتبا　کفّار سے تا عمر پہنچتی رہی ایذا
ایسے ہیں مصائب کہ نہیں تاب بیاں میں
ٹوٹے ہیں پہاڑ اِن پہ مظالم کے جہاں میں

کُفّار نے یاسرؔ کو وہ پہنچائی اذیت　جس سے ہوئے اِس عالمِ فانی سے وہ رخصت
بوجہلؔ نے پہنچائی سُمیّہ کو جراحت　نیزے سے کیا وار ہوئی ان کی بھی رحلت
اسلام کی تھی روح سُمیّہ کے بدن میں
یہ پہلی ہیں خاتون شہادت کے کفن میں

Presented by Ziaraat.Com

عمّار کو دیتے تھے اذیت ستم آرا کوڑوں سے انھیں جلتی ہوئی ریت پہ مارا
خالق کے سوا کوئی نہ تھا ان کا سہارا وہ ظلم تھا اِن پر کہ نہ تھا ضبط کا یارا
دامن میں اجل کے وہ نظر آتے تھے اکثر
اِس ظلم سے بے ہوش وہ ہوجاتے تھے اکثر

اک دن انھیں کفّار نے ریتی پہ لِٹا کر سینہ پہ رکھا آگ سا تپتا ہوا پتھر
اِس حال میں کرتے تھے زدوکوب ستمگر مظلوم پہ وہ ظلم کیا بن گئی جاں پر
اصرار تھا ہو دین کے رہبر کی بُرائی
کہتے تھے کرو منہ سے پیمبرؐ کی بُرائی

آنکھوں میں تھی عمّارؔ کے ایمان کی تنویر کی جان بچانے کے لیے آپ نے تدبیر
بدگوئی اسلام تو کی دل میں تھی توقیر یوں قصرِ تقیہ کی ہوئی قلب میں تعمیر
اِس قصر پہ قرآن کے احکام تھے کندہ
دروازوں پہ اللہ کے سب نام تھے کندہ

دریائے وفا خون تھا طوفان تھا دل میں بُت، ہیچ تھے اللہ کا عرفان تھا دل میں
اسلام کے حق ہونے کا ایقان تھا دل میں تھا کُفر زباں پر مگر ایمان تھا دل میں
اسلام کے رُخ پر دلِ بینا کی نظر تھی
تلوار نہ تھی ساتھ تقیہ کی سپر تھی

مطلب جو ستمگاروں کا یوں ہوگیا پُورا عمّار کو اب ظلم کے زندان سے چھوڑا
خدمت میں پیمبرؐ کی جو پہنچے یہ قضارا آنکھوں میں تھے اشکوں کے گُہر جسم میں لرزا
فرمایا پیمبرؐ نے کدھر آئے ہو عمّارؔ
کچھ تو کہو، کیا آج خبر لائے ہو عمّارؔ

Presented by Ziaraat.Com

عمّارؔ نے کی عرض ، کہوں کیا خبرِ بد　　آقا ہوں خطا کار پشیمان ہوں بے حد
اب کیجے دعا ، رحم کرے خالقِ امجد　　دل کو ہے یقیں میں نہیں ہرگز ہوا مُرتد
جاں بچ گئی میری مرے اندازِ بیاں سے
بدگوئیِ اسلام نہ ہوئی میری زباں سے

فرمایا نبیؐ نے کہ ترے دل میں ہے اب کیا　　عمّار نے کی عرض ہے ایمان کا جلوا
ارشادِ پیمبرؐ ہوا کچھ غم نہ کھا اصلا　　آفت یہ پھر آئے تو عمل پھر یہی کرنا
کی مُہر صداقت کی جو قرآنِ مبیں نے
دی صاف تقیّہ کی اجازت شہِ دیں نے

آیت تو یہ کہتی ہے اگر خوف سے جاں کے　　الفاظ کوئی کُفر کے دانستہ ہی کہہ دے
اللہ کی درگاہ میں پُرسش نہیں اس سے　　ہے شرط کہ ہوں قلب میں ایمان کے جلوے
احکامِ تقّیہ کی جو حامل ہوئی آیت
خود شان میں عمّارؔ کی نازل ہوئی آیت

رکھتے تھے محبت کا جو طوفان وہ عمّار　　جو ہوگئے ایمان پہ قربان وہ عمّار
جس نے لیا صفین کا میدان وہ عمّار　　جو خلق میں چوتھے ہیں مسلمان وہ عمّار
احمدؐ کی زباں نے انھیں پاکیزہ کہا ہے
پہلے پہل ان سے ہی تو مسجد کی بنا ہے

دل اِن کا دُرِ معرفتِ حق کا تھا مخزن　　بوئے گُلِ ایماں سے مہکتا رہا دامن
ارشادِ پیمبرؐ سے ہوا صاف یہ روشن　　عمّار کا دشمن جو ہے وہ حق کا ہے دشمن
اصلاح کرو دہر میں کردار کی لوگو
فرمایا روش پر چلو عمّار کی لوگو

Presented by Ziaraat.Com

تھی جس پہ ظفر کُفر کو دشوار وہ عمار   میداں میں جو تھے آہنی دیوار وہ عمار
تھے رزمِ اُحد میں جو طرحدار وہ عمار   خندق میں جو تھے برسرِ پیکار وہ عمار
اِن کے دلِ مخلص میں تھا ہر رنگ کا جوہر
آئینۂ غزوات میں تھے جنگ کے جوہر

فرماتے تھے اصحاب سے مسجد میں پیمبرؐ   مامور ہوں میں چار کی الفت پہ سراسر
سلمانؓ ہیں اک دوسرے مقدادِ خوش اختر   اِن ہی میں ہیں عمار بھی اور حیدرِؑ صفدر
پروانے یہ ہیں شمعِ حرمِ حق کے ولی ہیں
یہ مثل ہیں تاروں کے، قمر اِن میں علیؑ ہیں

نقّاشِ ازل نے وہ عطا کی انھیں رفعت   کھینچی ورقِ قلب پہ تصویرِ محبت
حق بات بیاں کرتے ہیں پیغمبرِ رحمت   فرمایا کہ مشتاق ہے عمار کی جنّت
ارشاد ہے باطل سے یہ منہ پھیرے ہوئے ہے
عمار کو ہر سمت سے حق گھیرے ہوئے ہے

جس دن ہوئی اجماعی خلافت پہ چڑھائی   اسلام کی بگڑی ہوئی صورت نظر آئی
دی حق نے جو میداں میں پیمبرؐ کی دہائی   عمار کی پیری نے بھی شمشیر اُٹھائی
میدان میں اک آہنی دیوار بنے تھے
صفین میں حیدرؑ کی یہ تلوار بنے تھے

وہ گندمی رنگ اور وہ اُن کا قدِ بالا   آنکھیں وہ بڑی بینی الف سینہ کُشادا
بالوں کی سفیدی میں سحر کا وہ اُجالا   نظروں میں وہ صفین کے میدان کا نقشا
تصویرِ شجاعت کی وہ ابرو کی شکن میں
عکسِ رُخِ یوسفؑ کی ضیا چاہِ ذقن میں

Presented by Ziaraat.Com

عمار کا صفین کے میداں میں وہ آنا سیسے کی طرح رن میں پرا اپنا جمانا
افواج کی کثرت کو نگاہوں سے گرانا پیری میں جوانی کے وہ انداز دکھانا
شمشیر کے پانی میں روانی نظر آئی
صیقل میں زلیخا کی جوانی نظر آئی

دنیا ہے اُدھر رن میں اِدھر دیں کے ولی ہیں وہ جانِ اُمیہ ہے، نبیؐ کے یہ اُخی ہیں
وہ شام کا حاکم ہے یہ احمدؐ کے وصی ہیں اک سمت معاویہ ہے اک سمت علیؑ ہیں
میدان ہے یا جذبۂ عرفاں کی کسوٹی
صفین کی ہے جنگ کہ ایماں کی کسوٹی

عمار کا لکھتا ہے سراپا مرا خامہ بہزاد نے لکھا مجھے توصیف کا جامہ
اُجلا سا بہت چُست تنِ پاک میں جامہ روشن وہ جبیں، فرق پہ کالا وہ عمامہ
اُڑتا ہوا کپڑے کا پھریرا وہ سناں پر
حیدرؑ کی وِلا قلب میں قرآن زباں پر

گھوڑا وہ سفید اُس کی وہ شوخی وہ چھلاوا میدان ہتھیلی ہے تو یہ اُس پہ ہے پارا
کہتا ہے فلک عید کے دن کا ہے اُجالا انجم کا بیاں یہ تو سحر کا ہے ستارا
راکب کی طرح اس کو شہادت کی لگن ہے
خود اس کی سفیدی سے عیاں رنگ کفن ہے

صفین میں غازی یہ رسالوں کا ہے افسر شمشیر گلے میں تو کماں دوشِ جری پر
گر رات کو تلوار چلائے یہ غضنفر تا صبح تڑپتا ہی رہے شام کا لشکر
رعشہ ہے ضعیفی سے مجاہد کے بدن پر
وہ دیکھئے حملہ کیا عمار نے رن پر

Presented by Ziaraat.Com

انصار سے کہہ کر یہ بڑھاتے ہیں وہ ہمت　　یہ وقت ہے ہو جائے اب اظہارِ شجاعت
اے لوگو یہ حیدرؑ کی حمایت میں ہے نصرت　　تلوار کی ہے باڑھ کے نیچے ہی تو جنّت
سائے میں شہادت کے اماں تم کو ملے گی
سر اپنا کٹاؤ تو جناں تم کو ملے گی

فرماتے تھے اعدا سے یہ میدانِ وغا میں　　غزوات لڑے تین نبوت کی فضا میں
جنگیں یہ تھیں ہمراہیٔ شاہِ دوسرا میں　　اب جنگ یہ چوتھی ہے مری راہِ خدا میں
مطلب یہ تھا ہے شافعؑ محشر کی لڑائی
حیدرؑ کی لڑائی ہے پیمبرؐ کی لڑائی

دیتے تھے وہاں دادِ شجاعت کی جو حیدرؑ　　اعدا کو دکھاتے تھے یہ شمشیر کے جوہر
میدان میں حملے وہ کیا کرتے تھے بڑھ کر　　رہ رہ کے رجز تھے یہی غازی کی زباں پر
تاویل پہ ہم اِس طرح اَب آ کے اڑے ہیں
تنزیل پہ قرآن کی جس طرح لڑے ہیں

حملہ کیا عمّار نے لشکر کو بھگایا　　ہوتا رہا تلوار سے فوجوں کا صفایا
میدان میں جو سر کسی خودسر نے اُٹھایا　　سر کٹ کے گرا گود میں پھل جنگ کا پایا
تیروں کو کیا قطع کمانوں کو بھی کاٹا
اس بوڑھے صحابی نے جوانوں کو بھی کاٹا

ساقی وہ لگائی ترے غمخوار نے ضربت　　بسمل ہیں عدو دے مجھے اک جامِ مسرت
یوں مجھ میں بڑھے کیفِ مئے اجرِ رسالت　　ساغر میں اُترنے لگے عمّار کی صورت
نشہ میں ترے خاص صحابی کا بیاں ہو
چلتی ہوئی شمشیر مرے منہ میں زباں ہو

Presented by Ziaraat.Com

پی کر اسے اشعار کہا کرتے تھے حسّاں پُر کیف جو مالک ہوئے سر کرلیا میداں
مستی میں ابوذرؓ بھی ہوئے نزع میں خنداں سلمانؓ کا پینے ہی سے کامل ہوا ایماں
تنہا تھے کھڑے خون کی منجدھار پہ میثم
نشہ جو چڑھا، چڑھ ہی گئے دار پہ میثم
ساقی وہ گھرے نرغۂ افواج میں عمار زخمی ہے بدن چلتی ہے تلوار پہ تلوار
بہتا ہے لہو رخ پہ نقاہت کے ہیں آثار ہر قطرۂ خوں کہتا ہے یا حیدرؑ کرار
کس طرح لڑے فوج سے جس کو نہ کل آئے
حملہ کیا افواجِ عدو سے نکل آئے
ٹھہرا نہ گیا ضعف کے عالم میں فرس پر بھر کر، دیا خادم نے انھیں دودھ کا ساغر
کہنے لگے خادم سے یہ اُس جام کو پی کر صادق تھے وہ سچ کیوں نہ ہو ارشادِ پیمبرؐ
بولے تھے نبیؐ شیر کو پی کر ہی مرے گا
اک فرقۂ باغی ہی تجھے قتل کرے گا
یہ کہہ کے سُوئے خُلد سدھارا وہ غضنفر اطراف تھے میت کے سب انصار کھلے سر
مولا سے کہا حال یہ اسوار نے جاکر پاتے ہی خبر لاش پہ خود آ گئے حیدرؑ
زانو پہ رکھا فرق کو خالق کے ولی نے
عمار کو میدان میں کیا دفن علیؑ نے
باقرؔ دل اصحاب میں عمار کا غم ہے حیدرؑ کی حمایت میں یہ اعدا کا ستم ہے
صفین کے میدان میں طوفانِ الم ہے خود حیدرِؑ کرّار کی اب چشم بھی نم ہے
مژگان پہ بھی اب جانِ نبوت کی ہیں آنسو
کیا غم ہے کہ آنکھوں میں امامت کی ہیں آنسو

Presented by Ziaraat.Com

حذیفہ بنتِ حلیمہ سعدیہ

امیر المومنین حضرت علیؑ کے کمالات کی ایک شیدائی

نَسَبی وادبی اصول:

حذیفہ کے نام سے بہت کم لوگ آشنا ہوں گے لیکن ان کی ماں کے نام سے شاید ہی کوئی مسلمان نا واقف ہو۔ ان کی والدہ حلیمہ سعدیہ بنتِ ابوذیب (عبداللہ بن حارث بن شجنہ بن زرام بن ناضرہ بن سعد بن بکر بن ہوازن) کافی مشہور ہیں۔ عرب کے قدیم دستور کے مطابق شہری بچوں کی ابتدائی تربیت دیہات میں ہوتی تھی۔ جنابِ رسولؐ خدا نے بھی چھ سال تک حلیمہ کی آغوش کو سرفراز فرمایا۔ یہ نسبت قبیلہ ہوازن کے لیے ایک پروانۂ شرف بن گئی۔ جناب رسولؐ خدا حلیمہ کا ادب کرتے۔ ایک بار وہ حضرت سے ملنے آئیں۔ حضرت اطلاع پاتے ہی اُمّی اُمّی فرماتے ہوئے دوڑے اور ان کے لیے اپنی عبا بچھا دی (طبقات بن سعد)

ایک بار حلیمہ کو جنابِ رسولؐ خدا کی تاہلی زندگی کے دیکھنے کا بھی موقع ملا۔ حضرت خدیجہ کاشانۂ رسالت کا چراغ بن چکی تھیں۔ قبیلۂ ہوازن قحط کا شکار ہوا، حلیمہ کے جانور بھی مر گئے۔ وہ جنابِ رسولؐ کے پاس آئیں تو حضرت نے ان کو جنابِ خدیجہ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت خدیجہ نے اس نسبت کی وجہ سے انھیں

Presented by Ziaraat.Com

عقیدت و اخلاص کی نگاہ سے دیکھا۔ انھیں چالیس (۴۰) بکریاں، چالیس قیمتی اونٹ پورے ساز وسامان کے ساتھ دیئے (طبقات ابن سعد)

''مورخ مغلطائی'' کا خیال ہے کہ انھیں اسلام کی دولت نصیب ہوئی۔ حلیمہ پر موصوف نے ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔ حذیفہ کی ماں کا نام جس قدر مشہور ہے اتنا ہی ان کے والد حرث عبدالعزی بن رقاعہ مضری'' (۱/۱۹ مناقب ماثر ندرانی) کا نام گوشۂ گمنامی میں ہے۔ اصابہ ابنِ حجر سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ حُذیفہ کے ایک بھائی اور تین بہنیں تھیں (۱) عبداللہ (۲) انلیہ (۳) حذیفہ (۴) حذافہ (شیما) (طبقات ابن سعد ۹/۱۲۳ اصابہ ابن حجر عسقلانی)

ابنِ سعد عبداللہ اور شیما کے اسلام کا ذکر کرتے ہیں۔ حُذافہ جن کو شیما بھی کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ سب سے بڑی تھیں یہ ماں کے ساتھ رسولِ خدا کی تربیت میں حصہ لیتی تھیں، تاریخ میں ان کی لوریاں ابھی تک محفوظ ہیں، وہ جناب رسولؐ کی دلچسپی کے لیے کہا کرتی تھیں۔

(ترجمہ) یہ میرے رضاعی بھائی ہیں۔ میری ماں کے شکم اور میرے باپ اور چچا کے صلب سے نہیں ہیں۔ (زرقانی مواہب مدینہ ۱۷۶) ایک اور لوری میں یہ شعر ہیں۔ (ترجمہ) پروردگار محمدؐ کو زندہ رکھ، میں ان کو جوان دیکھوں، پھر میں ان کو سردار دیکھوں، پروردگار اس کو لافانی عزت عطا کر''۔ ان لوریوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حذافہ میں اجائیت کا عنصر کافی تھا فتح مکہ کے بعد قبیلہ ثقیف وہوازن نے متحدہ محاذ بنایا اور مسلمانوں پر حملہ کیا۔ اس معرکے کو جنگ حنین کہتے ہیں۔ یہ قبائل مغلوب ہوگئے۔ اسیروں میں شیما (حُذافہ) کا نام بھی آتا ہے۔ کافی عرصے کے بعد ملاقات ہوئی۔ انھوں نے خود ہی جنابِ رسولؐ سے اپنا تعارف کرایا۔ حضرت نے عزت سے انھیں اپنی چادر پر بٹھایا۔ قبیلۂ ہوازن کے بعض

Presented by Ziaraat.Com

افراد نے جنابِ رسولؐ سے کہا۔ اسیروں میں آپ کی خالائیں، پھوپھیاں اور بہنیں ہیں۔ حضرت نے اپنا اور بنی عبد المطلب کا حصہ واپس کر دیا۔ مسلمانوں نے بھی اس نسبت کا احترام کیا اور اپنے حصے واپس کر دیے۔ (۱/ ۳۷ طبقات بن سعد)

جنابِ رسولؐ نے شیما (حُذافہ) کو تین لونڈی غلام، کچھ روپیہ اور چند بکریاں دے کر رخصت کیا ۲/ ۷۶۲ ''استیعاب'' ابنِ عبدالبر اس موقعے پر بھی عبداللہ انلیہ کے نام تاریخ کی زبان پر نہیں آئے۔ غالباً شیما (حُذافہ) میں سب میں بڑی تھیں۔ انھیں سے جنابِ رسولؐ سے گفتگو ہوئی اور تاریخ کو ان کا نام یاد رہ گیا۔ علامہ ابنِ شہر آشوب نے (۱/ ۸۶) یہ لکھا ہے کہ جنابِ رسولؐ خدا کے رضاعی بھائی بہن حرث کی اولاد سے عبداللہ و انلیہ اور حُذافہ تھے۔

میرا خیال ہے کہ حلیمہ کی اولاد میں حُذیفہ ذہنی صلاحیتوں کے لحاظ سے سب میں ممتاز تھیں۔ انھوں نے اسلام کا آغاز دیکھا، ان کے سامنے جنابِ رسولؐ خدا کی مکی، مدنی زندگی اور خلفا کا دور اور امیر المومنینؑ اور امام حسنؑ کا زمانۂ خلافت، اموی دور کا اچھا خاصہ حصہ گزرا، انھوں نے عمر بھی کافی پائی۔ تاریخی تبدیلیوں پر ان کی نظر معلوم ہوتی ہے۔ حالات کے مطالعے نے ان میں بصیرت پیدا کر دی تھی۔

حذیفہ کے نام میں تصحیف:

حلیمہ کی ایک صاحبزادی کا نام بحار الانوار مجلسی (۱۱/ ۴۹) میں حرہ بنتِ حلیمہ مذکور ہے اور علامہ بہبانی نے منہج المقال (۴۰۰) میں حریرہ اور حویرہ لکھا ہے لیکن حلیمہ کی اولاد میں کسی کا نام حرہ یا حویرہ نہیں ملتا۔ غالباً حُذیفہ بگڑ کر حویرہ یا حریرہ اور حرہ ہو گیا ہے یا جس طرح حُذافہ کا ایک نام شیما بھی تھا حُذیفہ ہی کا نام حرہ بھی ہو سکتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

حذیفہ اپنی تقریر کے آئینے میں

زندگی کے آخری دور میں حذیفہ نے حجاج بن یوسف ثقفی کے سامنے جنابِ امیر المومنینؑ کے متعلق جو دلیرانہ بیان دیا ہے اس سے حذیفہ کی شخصیت کے خاکے میں رنگ بھرا جاسکتا ہے۔ حذیفہ کا یہ کارنامہ حلیمہ کی نسل کے لیے سرمایہ شرف ہے۔ اور تاریخ اسے ہمیشہ آنے والی نسلوں کے سامنے رکھے گی۔ حجاج نے اچانک حذیفہ کے سامنے ایک مسئلہ رکھا۔ یہ مسئلہ پیچیدہ تھا۔ اس کا صحیح جواب حجاج کے لیے ایک تلخ حقیقت تھا۔ ناگوار حالات میں حذیفہ نے اپنے عقیدے کو جس طرح استدلال سے مسلّح رہ کر پیش کیا ہے دل اس پر بے ساختہ آفرین کہنے لگتا ہے۔

بے شک وہ طلیق اللسان، جری، مخلص، وفادار تھیں۔ بادۂ ولائے آلِ محمدؐ سے سرشار تھیں۔ حجاج بن یوسف ثقفی ۹۵ھ ایک تاریخی ظالم تھا۔ ساداتِ کرام اور آلِ محمدؐ کے شیدائیوں کو جس قدر اس نے تہِ تیغ کیا ہے ایک قصاب اپنی پوری زندگی میں اتنے جانور نہ ذبح کرسکا ہوگا۔

علامہ فرید وجدی مصری نے دائرۃ المعارف القرآن القرین (۳ / ۵۳) میں لکھا ہے حجاج نے قتل و خوں ریزی میں ایسے نئے ڈھنگ نکالے جس کی مثال دوسری جگہ نہیں ملتی۔

عہدِ اموی کے وحشیانہ تشدد نے سرفروشوں کی نظر میں ظلم کی دہشت کم کردی تھی۔ واقعۂ کربلا نے دل و جگر میں ہمت و جرأت کا خون دوڑا دیا تھا۔ ایک قرشی سے جب کہا گیا کہ یزید کی غلامی کا اقرار نہ کرو ورنہ قتل کردیئے جاؤ گے تو اس نے یہ کہتے ہوئے جان دے دی کہ حسین بن علی بن رسول اللہ کے قتل کے بعد میرے قتل کی کیا حیثیت ہے۔ (۱ / ۱۱۰) (روضۂ کافی کلینی بحار الانوار مجلسی ۱۱ / ۴۰)

حذیفہ حجاج کے سامنے آئیں۔ اس نے دیکھتے ہی کہا تم ہو (حذیفہ) حذیفہ

Presented by Ziaraat.Com

نے کہاں ''ہاں میں وہی ہوں''۔ یہ ایک غیر مومن کی فراست ہے۔ حجاج کے طرزِ خطاب میں استبداد و آمریت کی بو تھی۔ حذیفہ نے محسوس کیا کہ اس کی رگِ نخوت پر نشتر زنی کا صحیح وقت یہی ہے۔

قتل کی دھمکی:

حجاج نے فوراً کہا خدا نے تم کو میرے پاس بھیجا ہے ان لفظوں میں حجاج نے قتل کی دھمکی دی۔ حجاج نے پھر کلام شروع کیا ''مجھے تمہارے متعلق یہ معلوم ہوا ہے کہ تم علی ابنِ ابی طالب کو ابوبکر و عمر و عثمان پر فضیلت دیتی ہو''۔

شوقِ شہادت نے حذیفہ کے عقیدت و عمل کے شعلے کو بھڑکا دیا۔ وہ عہد رسولؐ اور عہدِ خلفا اور خود حضرت علیؑ کے دور میں ان کی زندگی کے مطالعے کا پورا پورا موقع پا چکی تھیں۔ حجاج کے اس سوال کے بعد ان کے سامنے موت مجسم ہو کر آ گئی لیکن ان کا اطمینان اور انجام آخرت پر یقین دیکھنے کے قابل ہے۔

خوف و ہراس کا نام و نشان نہیں۔ نہ جسم میں تھرتھراہٹ نہ زبان میں لکنت، نہ آواز میں ارتعاش، وہ ہمہ تن سکون بنی ہوئی ہیں، وہ غور و فکر کے وقفے بھی نہیں چاہتی۔ ایسے پُرخطر موقع کے لیے جس میں خوف اور حقیقت سامنے آ جائے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ فرض شناسی اور وسیع علم، حذیفہ ان دونوں زیوروں سے مرصّع معلوم ہوتی ہیں۔

استدلال و منطق و حاضر جوابی:

حذیفہ نے جواب میں استعجابی پہلو پیدا کرتے ہوئے کہا ''جن لوگوں نے بالخصوص ان لوگوں پر حضرت علی کی تفضیل کو میری طرف منسوب کیا ہے وہ جھوٹے ہیں''۔ حجاج کے گمان میں بھی نہ تھا کہ حذافہ اس سے کچھ آگے کہہ سکیں گیں۔

Presented by Ziaraat.Com

جب حذافہ نے خود دعوے کو وسیع کیا تو حجاج نے کہا (میرے خیال میں حیرت سے کہا) کیا خلفا کے علاوہ اور بھی کسی پر ان کو فضیلت ہے۔

حذیفہ نے کہا۔ ''میں نہیں کہتی بلکہ خدا نے ان کو فضیلت دی۔ آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ داؤدؑ وعیسیٰؑ بن مریم پر''۔ حجاج نے خیال کیا کہ حذیفہ نے طیش میں آکر یہ دعویٰ کیا ہے وہ ثابت نہ کرسکیں گی۔ اس نے غالباً تشدد آمیز لہجے میں کہا اگر تم ثابت نہ کرسکیں تو قتل کردی جاؤ گی۔ حذیفہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا کہ اگر تم ثابت نہ کرسکیں تو قتل کردی جاؤ گی گویا ظاہر کیا کہ قتل کی دھمی سے وہ متاثر نہیں لیکن دعوے کے اثبات کو وہ بھی اہمیت دیتی ہیں۔ حذیفہ نے استدلال کی تمہید شروع کی۔

''قرآن میں حضرت آدمؑ وابراہیمؑ و داؤدؑ وسلیمانؑ وعیسیٰ بن مریم کا ذکر آیا ہے اور حضرت علی کا بھی ذکر ہے۔ ان مقامات کے مطالعے سے حضرت علیؑ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ حذیفہ نے استدلال شروع کیا اور کہا''۔

(۱) قرآن میں حضرت آدمؑ کے متعلق ہے آدمؑ نے امرِالٰہی کی مخالفت کی (ترکِ اولیٰ کیا) (۱۲/۱۶ طہ) اور حضرت علیؑ کے متعلق ہے تمہاری سعی مقبول ہوئی (۳۹/۹۱ دہر)

(۲) حضرت نوحؑ ولوطؑ کی بیویوں نے اپنے شوہروں سے دغا کی

(۱۰/۲۸ تحریم ۶۶)

حضرت علیؑ کی بیوی حضرت فاطمہ زہراؑ کے متعلق جنابِ رسولِ خدا کی حدیث ہے۔ فاطمہؑ کی رضا خدا کی رضا ہے۔ فاطمہ کی خفگی خدا کی خفگی ہے۔ (۸/۱۵۸) اصابہ ابنِ حجر عسقلانی)۔

(۳) حذیفہ نے کہا ابوالانبیا حضرت ابراہیمؑ کا قول ہے قرآن میں نے نقل کیا ہے۔ معبود مجھے دکھادے تو کس طرح مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔ خدا نے فرمایا کیا تم

Presented by Ziaraat.Com

ایمان نہیں لائے۔ کہا ہاں لیکن اطمینانِ قلب چاہتا ہوں۔ (۲/ ۳ بقرۃ) اور حضرت علیؑ کا ارشاد ہے اگر پردے میری نگاہ سے ہٹا دیے جائیں تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا۔ یقین کی آخری حد تک پہنچ گیا ہوں۔

(۴) حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے متعلق قرآن میں ہے۔ وہ شہر سے امید وبیم کی حالت میں نکل پڑے (۲۱/ ۲۰ قصص) اور حضرت علیؑ شبِ ہجرت (ہجومِ مشرکین) میں بسترِ رسولؐ پر سوئے اور خدا نے ان کی مدح میں فرمایا کچھ لوگ ایسے ہیں جو خدا کی مرضی کے عوض اپنے نفس کو بیچ دیتے ہیں (۶/ ۲ بقرۃ)۔

(۵) حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ کے متعلق قرآن میں ہے۔ اے داؤدؑ ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا تم لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلہ کرنا۔ (۱۲/ ۱۷، انبیاء) حضرت داؤدؑ کے پاس ایک مقدمہ آیا ایک کی بھیڑ نے دوسرے کے انگور کے درخت کھائے، حضرت داؤدؑ نے فرمایا بھیڑوں کو فروخت کر کے ان کی قیمت سے انگور کی کاشت کی جائے۔ حضرت سلیمانؑ بھی موجود تھے آپ نے یہ جواب سن کر فرمایا ان بھیڑوں کے دودھ اور صوف سے تاوان ادا کیا جائے۔ خدا نے حضرت سلیمان کے جواب کو القاءِ ربانی کہا۔

حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے عرش کے اوپر کی باتیں پوچھو، عرش کے نیچے کی باتیں پوچھو قبل اس کے کہ میں دنیا سے اُٹھ جاؤں مجھ سے پوچھ لو۔

فتحِ خیبر کے موقعے پر جنابِ رسولؐ خدا نے مجمعِ عام میں فرمایا تھا۔ علیؑ تم میں سب سے زیادہ عالم و فاضل اور سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔

(۶) حضرت سلیمانؑ کا قول قرآن میں ہے۔ پروردگار مجھے وہ ملک دے کہ میرے بعد کسی کو نہ شایاں ہو۔ (۱۱/ ۲۳ ص)

اور حضرت علیؑ نے فرمایا میں نے دنیا کو تین بار طلاق دی اور ان کی فضیلت

Presented by Ziaraat.Com

میں یہ آیت ہے آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لئے قرار دیا ہے جو زمین پر استیلا نہیں چاہتے۔ اور نہ فساد برپا کرتے ہیں۔ (۱۱ / ۲۰ قصص)

(۷) حضرت عیسیٰؑ کے متعلق قرآن میں ارشاد ہے۔ کیا تم نے کہا ہے کہ خدا کے مقابلے میں مجھے اور میری ماں کو خدا کہو۔

حضرت عیسیٰؑ نے کہا سبحان اللہ میں ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہوں۔ اگر میں کہتا تو تجھے ضرور علم ہوتا۔ (۵ / ۷ مائدہ)

حضرت عیسیٰؑ کی شان میں جن لوگوں نے مبالغہ کیا آپ نے ان کا فیصلہ حشر پر اٹھا رکھا اور حضرت علیؑ نے نصیری کو سزا دی۔ حجاج یہ استدلال سن کر مبہوت ہو گیا۔

اس کا اظہار اس کے طرزِ عمل سے ہوتا ہے کہ اس کی وہ تلوار جو آلِ محمدؐ کے ہزاروں فدائیوں کا خون پی چکی تھی آج نیام میں منہ چھپائے ہوئے ہے۔ حذیفہ کی قوتِ ایمان اور جرأتِ اظہار حجاج کے ارادۂ قتل پر غالب آ گئی۔

حذیفہ کے استنباط کی بنیاد:

قرآن میں جو آیتیں انبیاءِ علیہم السّلام کے متعلق ہیں حذیفہ نے ان کو سامنے رکھا اور حضرت علیؑ کے متعلق جو آیات و احادیث تھیں انھیں سامنے رکھا اور ان کو میزانِ فضیلت میں تولا اور اس کے نتائج حجاج کے سامنے رکھ دیے لیکن یہ استنباط قیاس پر مبنی نہ تھا۔ حدیثِ تشبیہ میں جنابِ رسولِؐ خدا نے انبیاء کرام کی اعلیٰ صفات کا حضرت علیؑ میں پتہ دیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ انبیاءِ کرام کی انفرادی صفات حضرت علیؑ کی ذات میں جمع ہو گئی تھیں۔ حدیث صنفِ انبیا میں حضرت علیؑ کو سر بلند کرتی ہے۔ علامہ فخر الدین رازی ۶۰۶ھ نے (اربعین فی اصول الدین میں) اس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ علیؑ انبیا کی ان صفات میں مساوی تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ انبیا کُل صحابہ سے افضل

Presented by Ziaraat.Com

تھے اور افضل کا مساوی افضل ہوتا ہے لہٰذا لازم آیا کہ علیؑ کُل صحابہ سے افضل ہوں۔

امام احمد بن حنبل نے ''کتاب المناقب'' میں لکھا ہے کہ جب جابر بن عبداللہ انصاری کافی بڈھے ہو چکے تو ان سے عقبہ بن سعد عوفی نے حضرت علیؑ کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے یہ کہا یہ خیر البشر ہیں۔

حذیفہ صحابیِ رسول سے روایت ہے کہ جنابِ رسولؐ خدا نے فرمایا۔ علی علیہ السلام خیر البشر من ابی فقد کفر۔ (ابن مردویہ)

حذیفہ صحابیِ رسولؐ نے جنابِ رسولؐ سے جو حدیث نقل کی حذیفہ صحابیہ۔ حلیمہ سعدیہ کی دختر نیک اختر نے اسے قرآن و احادیث سے اور مدلل کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ فضیلت کے اقسام نفس رسول حضرت علیؑ میں اس طرح سمو گئے تھے جس طرح برگِ گل میں خوشبو ہوتی ہے۔ خواہ نفسانی فضیلت ہو یا جسمانی یا خارجی حضرت علیؑ ان تینوں کا مرکز تھے اس لیے کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ جنابِ رسولِ خدا کا معجزہ ہیں یعنی حضرت رسولِ خدا نے امیر المومنینؑ کی تربیت و تکمیل اس طرح کی کہ وہ تاریخِ بشریت کے منفرد انسان بن گئے۔ حذیفہ بنتِ حلیمہ سعدیہ حضرت علیؑ کے کمالات کو امانتِ الٰہی سمجھتی تھیں۔ انھوں نے حجاج کی خوں آشام تلوار کے سامنے انتہائی جرأت کے ساتھ ان کمالات کو پیش کیا جنھوں نے اس کے ظلم کی تلوار کے لوہے کو پگھلا دیا۔ سچائی کے ساتھ ایسا خلوص بے حد گراں قدر ہے اور اعلیٰ معاشرے کی تعمیر کے لیے ہمیشہ اس کی ضرورت رہے گی۔

حذیفہ نے اس موقعے پر ثباتِ قدم دکھا کر تاریخ میں اپنی جگہ بنالی۔ حریت، آزادیِ ضمیر، وفاداری و اظہارِ حق کی صراحت و شہادت و جرأت کے لیے جب بھی زندہ مثالوں کی ضرورت ہوگی تو حذیفہ کا کردار شمع بن کر اندھیرے میں اجالا پیدا کرے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

صحابیات امیر المومنینؑ

حق و صداقت کی پرستاری، اعلائے کلمۂ حق کے لیے جان کی پروا نہ کرنا اور خون کے پیاسے دشمنوں کے سامنے بھی حق کا اعلان کرنے سے باز نہ رہنا صرف مردوں ہی سے مخصوص نہیں بلکہ عورتوں نے بھی اس میں کافی حصہ لیا۔ پیغمبر کے عہد میں جہاں وہ مخلص اصحاب تھے جنھوں نے مشرکین کی انتہائی ایذا رسانیوں کے باوجود کلمۂ اسلام کی اشاعت میں کمی نہ کی وہاں بہت سی خواتین بھی تھیں جنھوں نے قید و بند، مصائب و آلام، تباہی و بربادی سب کچھ برداشت کیا مگر پیغمبرِ اسلام کی اطاعت سے منہ نہ موڑا۔ یہی کیفیت عہدِ امیر المومنینؑ میں بھی رہی۔ شمعِ امامت کے پروانے اور جانشین رسولؐ کے فدائی جہاں ہزاروں اصحاب تھے وہاں سینکڑوں خواتین بھی اور وہ جو مثل ہے اول بآخر نسبتے دارد جس طرح صحابیانِ پیغمبر کو مشرکینِ قریش اور سردارانِ بنی اُمیّہ کے ہاتھوں مصائب و شدائد اٹھانے پڑے صحابیاتِ امیر المومنین کو بھی ان ہی کی اولاد کے ہاتھوں ہر ممکن ذلت و اہانت اور مصیبت و پریشانی اٹھانی پڑی۔ ہم یہاں صرف آٹھ خواتین کا ذکر کرتے ہیں تاکہ سرفراز کا یہ اصحابِ امیر المومنین نمبر صحابیات کے تذکرے سے خالی نہ رہ جائے۔ موقع ملا تو ہم انشاء اللہ جلد ہی اس موضوع پر تفصیلی حیثیت سے لکھیں گے۔

زرقاء بنتِ عدی:

زرقاء بنتِ عدی بن غالب، امیر المومنینؑ کی مشہور دوست دار اور پُرخلوص

Presented by Ziaraat.Com

صحابیہ اور فصاحت و بلاغت اور عقل و خرد میں ممتاز ترین خاتون تھیں۔ جنگ صفین میں اپنی آتش فشاں تقریروں سے لوگوں کو امیر المومنینؑ کی حمایت کی ترغیب دلاتیں اور دشمن سے جنگ کرنے پر ابھارا کرتیں۔ جب امیر المومنینؑ کی شہادت ہوگئی اور نیرنگیِ زمانہ کی بدولت معاویہ مملکتِ اسلامیہ کے مالک بن گئے تو انھوں نے حاکمِ کوفہ کو خط لکھا کہ زرقاء کو فوراً ہمارے پاس روانہ کردو۔ امیر معاویہ کے کانوں میں زرقاء کی آتشیں تقریریں ابھی تک گونج رہی تھیں بلا شرکتِ غیرے اتنی بڑی سلطنت کے مالک ہونے کے بعد بھی زرقاء کے لگائے ہوئے زخم ان کے دل پر تازہ تھے۔ حاکمِ کوفہ نے حکم کی تعمیل کی اور زرقاء، سپاہیوں کی نگرانی میں شام روانہ کردی گئیں۔ جب دربار میں داخل ہوئیں تو معاویہ نے پوچھا۔

''جانتی ہو میں نے تمہیں کس لیے بلایا ہے''؟

زرقاء: ''سبحان اللہ! مجھے غیب کی باتوں کی کیا خبر؟ دل کی باتیں تو اللہ ہی جانتا ہے''

معاویہ: ''میں نے تمھیں یہ پوچھنے کے لیے بلایا ہے کہ کیا تم ہی وہ نہیں ہو جو جنگِ صفین میں صفوفِ لشکر کے درمیان سرخ اونٹ پر سوار ہو کر اپنی شعلہ فشاں تقریروں سے لڑائی کی آگ بھڑکاتیں اور مجھ سے جنگ کرنے کے لیے لوگوں کو آمادہ کرتیں''؟

زرقاء: ''حضور۔ وہ شاخ ہی نہ رہی جس پر آشیانہ تھا۔ یہ دنیا نت نئے رنگ بدلتی رہتی ہے ایک بات کے بعد دوسری بات پیدا ہوتی رہتی ہے''۔

معاویہ: ''سچ کہتی ہو۔ اچھا یہ بتاؤ صفین کے دن کی اپنی وہ تقریر بھی تمھیں یاد ہے''؟

زرقاء: ''نہیں حضور میں نے یاد رکھنے کی کوشش ہی نہ کی''۔

معاویہ: ''لیکن مجھے خدا کی قسم حرف بہ حرف یاد ہے، میں نے تمھیں کہتے سنا تھا''۔

''اے لوگو! تم بہت بڑے فتنے سے دوچار ہو جس نے تم

Presented by Ziaraat.Com

لوگوں کو ظلم و جور اور تاریکی کی چادریں اُڑھا دی ہیں اور جس نے تم لوگوں پر ضلالت و شیطنت کے پردے ڈال دیئے ہیں اور تم کو سیدھے صاف راستے سے موڑ کر گمراہی کے گڑھے میں گرا دیا ہے۔ ہائے کتنی اندھی اور بہری یہ آزمائش و مصیبت ہے جو نہ اپنے پکارنے والے کی سنتی ہے اور نہ اپنے سوار کے قابو میں آتی ہے۔ چراغ آفتاب کے سامنے نہیں جلتا نہ ستارے چاند کے سامنے روشنی دیتے ہیں، خچر گھوڑے سے آگے نہیں بڑھ سکتا نہ ذرّہ پتھر کے برابر ہو سکتا ہے، لوہے کو لوہا کاٹتا ہے دیکھو جو ہم سے فلاح کا راستہ پوچھے گا ہم اس کی رہبری کرنے کو تیار ہیں، جو ہم سے حقیقتِ حال کا پتہ چلانا چاہے ہم اسے صحیح حالات بتانے کو آمادہ ہیں۔ حق اپنے کھوئے ہوئے مقصد کو ڈھونڈ رہا تھا اب اس نے اپنے مقصد کو پالیا ہے۔ گروہِ مہاجرین و انصار! صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ اب یہ پراگندگی دور ہی ہونے والی ہے، عدل و انصاف کا بول بالا ہونے والا ہے اور حق باطل پر غالب آنے کو ہے۔ دیکھو عورتوں کا خضاب مہندی ہے اور مردوں کا خضاب خون ہے اور صبر بہترین انجامِ کار! بڑھو لڑائی کی طرف بڑھو، پیر پیچھے نہ ہٹیں نہ عزم و ارادے میں کمزوری آنے پائے۔ آج کی مشقتوں کا بڑا اچھا صلہ آگے چل کر تمہیں نصیب ہوگا''۔

معاویہ یہ تقریر نقل کرتے جاتے اور غیظ و غضب سے چہرہ سرخ ہوتا جاتا۔ غصّے میں بھر کر بولے۔

Presented by Ziaraat.Com

''خدا کی قسم علیؑ نے جتنے خون بہائے تم ہر خون میں اُن کی شریک رہیں''۔

زرقاء: ''خدا آپ کا بھلا کرے اور آپ کو صحیح و سالم رکھے۔ آپ ایسے لوگوں کو بھلائی ہی کی خوش خبری ملتی رہے اور ان کے مصاحبوں کو خوشی ہی حاصل ہوتی رہے''۔

معاویہ: ''کیا اس بات سے تمہیں خوشی ہوئی''؟

زرقاء: ''ہاں خدا کی قسم آپ نے میری باتیں سنا کر مجھے نہایت درجہ خوش کیا اے کاش میں اپنے عمل سے بھی اپنی تقریر کی تصدیق کر دیتی (یعنی اس روز آپ کی فوج کے خلاف لوگوں کو ابھارنے کے علاوہ اپنے ہاتھ سے آپ کے لشکر والوں کو قتل بھی کیا ہوتا)''۔

معاویہ: امیر المومنین سے زرقاء کے اس بے پناہ خلوص اور حیرت انگیز وفاداری پر مبہوت ہو کر رہ گئے بولے۔

''خدا کی قسم علی کے مرنے کے بعد بھی ان سے تمہاری اتنی شدید وفاداری مجھے زیادہ پسند آئی بہ نسبت تمہاری اس محبت کے جو اُن کے جیتے جی ہوا کرتی تھی اچھا بتاؤ تمہاری کیا حاجت ہے''؟

زرقاء: میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ کسی ایسے امیر سے جس کی میں مخالف رہ چکی ہوں ہرگز سوال نہ کروں گی آپ کے ایسے آدمی کو تو بے مانگے ہی دینا چاہیے۔

(بلاغات النساء طبع نجف صفحہ ۴۲ المستطرف صبح اعشیٰ وغیرہ)

اُمُّ الخیر بارقیہ:

اُمُّ الخیر بنتِ حریش بارقیہ بھی بڑی معزز و محترم خاتون تھیں اور امیر المومنینؑ کی فدائی تھیں۔ جنگ صفین میں یہ بھی اپنے کمالِ خطابت سے لوگوں کو جوش دلاتیں اور معاویہ سے جنگ پر آمادہ کرتیں۔ معاویہ ان کی سرگرمیِ عداوت سے انتہائی نالاں رہے۔ امیر المومنینؑ کی شہادت اور اپنے اقتدار کے جم جانے کے بعد

Presented by Ziaraat.Com

انھوں نے اپنے گورنر کو لکھا کہ اُمّ الخیر کو ہمارے پاس روانہ کردو چنانچہ یہ بھی شام لائی گئیں۔ دربار میں پہنچیں تو سطوتِ شاہی سے مرعوب ہو کر امیر المومنین کہہ کے سلام کیا۔ معاویہ نے جوابِ سلام کے بعد کہا۔

معاویہ: ''امیر المومنین کہہ کر پکارتے ہوئے تو تمھیں بڑا کھلا ہوگا''۔

اُمّ الخیر: ''ایسی باتیں نہ کیجئے بادشاہ کے لیے زیبا نہیں''۔

معاویہ: ''خالہ! ٹھیک کہتی ہو اچھا یہ بتاؤ تمہارا سفر کیسا رہا''۔

اُمّ الخیر: ''بڑے آرام وسلامتی کے ساتھ میں یہاں تک آئی''۔

معاویہ: ''میں اپنی نیت ٹھیک ہونے ہی کی وجہ سے تم لوگوں پر فتح یاب ہوا''۔

اُمّ الخیر: ''آپ غلط سلط باتیں ہی کرنے پر تلے ہوئے ہیں نتیجہ کیا ہوگا اس کی پروا نہیں کرتے''۔

معاویہ: ''میرا یہ مقصد نہ تھا اور نہ اس پر بحث کرنے کے لئے تمھیں بلایا ہے''۔

اُمّ الخیر: ''میں تو آپ ہی کی چال چلتی ہوں جیسا آپ نے کہا ویسا میں نے جواب دیا آپ کو جو پوچھنا ہو پوچھیے''۔

معاویہ: ''جس دن عمار قتل ہوئے اس دن کیا تقریر کی تھی تم نے''۔

اُمّ الخیر: ''حضور! نہ تو تقریر کرنے کے پہلے میں نے وہ تقریر بنائی تھی نہ تقریر کرنے کے بعد اسے یاد رکھنے کی کوشش کی۔ چند فقرے تھے جو صدمہ پہنچنے پر زبان سے نکل گئے اگر آپ چاہیں تو دوسرے موضوع پر بات چیت کروں''۔

معاویہ: ''نہیں میں کچھ اور نہیں چاہتا''۔

اس کے بعد انھوں نے اپنے ساتھیوں سے مُڑ کر پوچھا تم لوگوں میں سے کس کس کو اُمّ الخیر کی اس دن والی تقریر یاد ہے؟

ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا ''حضور مجھے ان کی تقریر اسی طرح یاد ہے

Presented by Ziaraat.Com

جس طرح سورۂ حمد"۔ معاویہ نے کہا سناؤ اس شخص نے کہا۔

"لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، قیامت کا زلزلہ بڑا ہولناک ہوگا۔ خداوندِ عالم نے حق کو ظاہر، دلیل کو روشن، راستے کو واضح اور ہدایت کے علم کو ایستادہ کر دیا ہے۔ اس نے تمھیں ایسے اندھیرے میں نہیں رکھا جس میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے۔ خدا تم پر رحم کرے تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ کیا امیرالمومنینؑ سے فرار اختیار کرنا چاہتے ہو؟ یا معرکے سے پیٹھ موڑنے کا ارادہ ہے یا اسلام سے روگردانی کرنے پر تُلے ہو یا حق سے برگشتہ ہوجانے کا ارادہ ہے۔ کیا تم نے خداوندِ عالم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ۔

"ہم تمھیں آزمائش میں ڈالیں گے دیکھنے کے لیے کہ جہاد کرنے والے تم میں کتنے ہیں اور تمہارے نیکو کاروں کو آزمائیں گے......"

پھر اُمّ الخیر نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر کہا۔

خداوندا اب تابِ صبر باقی نہ رہی، یقین کمزور ہوگیا، مرعوبیت عام ہوگئی۔ دلوں کی باگ دوڑ تیرے ہاتھوں میں ہے۔ ہمارے شیرازے کو پرہیزگاری پر مجتمع کر دے اور ہدایت کے معاملے میں متحد کر دے اور حق کو حق دار کے پاس واپس لا۔ آؤ، آؤ خدا تم پر رحم کرے امامِ عادل کی طرف آؤ جو وصی پیغمبر ہیں، مجسمۂ وفا ہیں، صدیقِ اکبر ہیں۔ ارے یہ جنگِ بدر کے کینے، جاہلیت کی عداوتیں اور جنگِ احد کے غم و غصے ہیں

Presented by Ziaraat.Com

جن کو لے کر معاویہ پھاند پڑے ہیں تا کہ وہ بنی عبد شمس کا انتقام لیں......''۔

پھر اُمّ الخیر نے کہا۔

''لوگو! ان کفر کے اماموں سے جنگ کرو، ان کو ایمان سے کوئی واسطہ نہیں اسی طرح یہ لوگ راہِ راست پر آئیں گے، اپنی زیادتیوں سے باز رہیں گے۔ صبر کرو اے گروہ مہاجرین جنگ پر ثابت قدم رہو کہ تمھیں اپنے پروردگار سے بصیرت حاصل ہے۔ تم نے شام والوں کو یوں دیکھا جیسے وہ وحشی گدھے ہیں کہ شیر سے (دم دبا کر) بھاگتے ہیں۔ جنھیں یہ پتہ نہیں کہ زمین کا نشیب و فراز انھیں کہاں جا پہنچائے گا۔ ان لوگوں نے آخرت کو دنیا کے عوض بیچ دیا ہے، ہدایت کے بدلے میں گمراہی خرید لی ہے، بصیرت کے بدلے اندھا بننا اختیار کیا ہے، عنقریب ہی شرمسار اور نادم ہوں گے اور جب ان پر ندامت طاری ہوگی تو معافی کے خواہاں ہوں گے۔ کوئی شک نہیں اس میں کہ جو شخص حق سے بھٹکے گا وہ باطل ہی میں گرے گا اور جو جنت میں مقیم نہ ہوگا وہ جہنم میں جائے گا۔ اے لوگو! عقل والوں نے دنیا کی زندگی کو مختصر سمجھا اس لئے ٹھکرا دیا آخرت کی مدت کو طولانی سمجھا اس لیے اس کے لیے کوششیں کیں۔ خدا کی قسم اے لوگو اگر اس کا خدشہ نہ ہوتا کہ حقوق ضائع ہو جائیں گے، حدود معطل ہوں گے، ظالموں کو غلبہ ہوگا اور شیطان کی بات پوری ہوگی تو ہم راحت و آرام چھوڑ کر موت کے گھاٹ پر آنے کو اختیار نہ کرتے۔

Presented by Ziaraat.Com

کہاں کا ارادہ کرتے ہو تم لوگ خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔ ارے کیا رسولؐ کے چچا زاد بھائی آپ کی دختر کے شوہر اور آپ کے نواسوں کے باپ سے تم راہِ فرار اختیار کر رہے ہو جن کی خلقت پیغمبر کی طینت سے ہوئی، جن کی اصل وہی ہے جو پیغمبر کی اصل تھی، جنھیں پیغمبر نے اپنے رازوں سے مخصوص کیا، اپنے شہرِ علم کا دروازہ مقرر کیا، جس کی محبت مسلمانوں پر واجب قرار دی ہے، جن سے بغض رکھنے والے کو منافق کہا۔ جو اپنی یاری ونصرت سے ہمیشہ پیغمبر کی مدد کرتے رہے اور پیغمبر کے مقرر کردے جادہ پر برابر گامزن رہے، دنیاوی مزوں کی طرف کبھی رخ بھی نہیں کیا اسی کے ساتھ وہ سروں کو شگافتہ کرنے اور بتوں کو توڑنے والے ہیں انھوں نے اس وقت نماز پڑھی جب سب لوگ مشرک تھے اس وقت پیغمبرؐ کی اطاعت کی جب لوگوں کو آپ کی نبوت ہی میں شک تھا یہی کیفیت ان کی ابتدا سے رہی یہاں تک کہ بدر کے سورماؤں کو قتل کیا احد کے شہسواروں کو خاک میں ملایا، ہوازن کے گروہ پراگندہ کئے۔ ہائے یہی باتیں تھیں جنھوں نے ان لوگوں کے دلوں میں نفاق و ارتداد اور عداوت کی تخم ریزی کی۔ میں نے بہت کچھ کہا اور امکان بھر نصیحت کی۔ اللہ ہی مددگار ہے، تم پر سلام ہو اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں''۔

معاویہ کا وہ درباری اُمّ الخیر کی یہ تقریر دہراتا جاتا اور معاویہ کے غیظ وغضب کا پارہ چڑھتا جاتا۔ تقریر کے خاتمے پر آگ بگولا ہو کر بولے۔

Presented by Ziaraat.Com

''خدا کی قسم ام الخیر تم یہی چاہتی تھیں کہ میں مار ڈالا جاؤں، خدا کی قسم اگر میں تمھیں قتل کر ڈالوں تو کوئی حرج نہ ہوگا''۔

اُمّ الخیر نے بہت بے باکی سے جواب دیا۔

''ہند کے بیٹے خدا کی قسم مجھے ذرا بھی رنج نہ ہوگا، تمہاری شقاوت کے ذریعے مجھے اور سعادت نصیب ہوگی۔

معاویہ: ''ہائے ہائے بکواس عورت اچھا بتاؤ عثمان کے متعلق تم کیا کہتی ہو''۔

اُمّ الخیر: ''عثمان کے متعلق میں کیا کہوں۔ عثمان کو بادل ناخواستہ لوگوں نے خلیفہ بنایا اور خوشی خاطر قتل کر ڈالا''۔

اس کے بعد اور بہت سی باتیں ہوئیں آخر میں معاویہ نے ان کی جان بخشی کی اور انھیں گھر واپس جانے کی اجازت دے دی۔

(اعلام النسا صفحہ ۳۳۲، بلاغات النسا صفحہ ۳۶)

سودہ بنتِ عمارہ:

سودہ بنتِ عمارہ بن اشتر ہمدانی عراق کی بہت معزز و محترم صاحبِ علم و فضل اور فصیح و بلیغ خاتون تھیں۔ محبتِ امیر المومنینؑ ان کی گھٹی میں پڑی تھی اور حضرت کی جان نثاری و فداکاری اپنے باپ دادا سے میراث میں پائی تھی جن کی غیر معمولی عقیدت اور انتہائی اخلاص امیر المومنینؑ سے مشہورِ عالم ہے۔ یہ معاویہ کے کسی عامل کی شکایت لے کر معاویہ کے پاس پہنچیں جب یہ دربار میں داخل ہوئیں تو معاویہ نے کہا۔

''بروز جنگِ صفین کیا تم ہی نے یہ اشعار نہیں کہے تھے۔

شمر کفعل ابیك یا ابن عمارة

یوم الطعان و ملتقی الاقران

Presented by Ziaraat.Com

والضرر علیا والحسین ورھطه
واقصد لھندوابنھا بھوان
ان الامام اخا النبی محمد
علم الھدی و منارة الایمان
فقد الجیوش وسر امام لوائه
قد ما بابیض صارم سنان

اپنے باپ کی طرح اے عمارہ تم بھی اپنے دامن گردان لو
جنگ اور بہادروں سے مڈبھیڑ کے دن
علی اور حسنین اور ان کے ساتھیوں کی مدد کرو
اور ہند کے بیٹے کی ہر ذلت وخواری کی کوشش کرو
کوئی شک نہیں کہ امام اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کے بھائی
ہدایت کا پہاڑ اور ایمان کا منارہ ہیں
لہٰذا لشکر کی قیادت کرو اور امیر المومنینؑ کے علم کے آگے آگے چلو۔ صیقل دار تلوار اور چمکتے ہوئے نیزے کے ساتھ

سودہ: ہاں خدا کی قسم یہ اشعار میں نے ہی کہے تھے میرے ایسا آدمی حق سے انکار نہیں کرتا اور نہ جھوٹے بہانے بناتا ہے۔

معاویہ: کس چیز نے تم کو یہ اشعار کہنے پر آمادہ کیا۔

سودہ: علیؑ کی محبت اور حق کی اطاعت نے۔

معاویہ: علیؑ کے احسانات کا تو کوئی اثر میں تم میں نہیں دیکھتا۔

سودہ: حضور آں قدح بشکست آں ساقی نماند۔ جو باتیں گزر چکیں انھیں یاد کر کے یاد ہرا کے کیا کیجیے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ: نہیں نہیں تمھارے بھائی کا کردار ایسا نہیں جو بھلایا جاسکے۔ میں نے اتنی مصیبتیں کسی سے نہیں اٹھائیں جتنی تمہاری قوم اور تمہارے بھائی سے اٹھانی پڑیں۔

سودہ: سچ کہا آپ نے میرا بھائی کوئی ایسا ویسا نہیں تھا وہ تو ویسا ہی تھا جیسا خنساء شاعرہ نے اپنے بھائی کے متعلق کہا ہے۔

وان صخرا لتأتم الهداة به

كانه علم فی راسه نار

صخر وہ ہے جس کی رہبرانِ قوم اقتدا کرتے ہیں۔ گویا وہ پہاڑ کی بلند چوٹی ہے جس پر آگ روشن ہو۔

معاویہ: سچ کہتی ہو تمھارا بھائی ایسا تھا۔

سودہ: حضور بات رفت گزشت ہو چکی ہے میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر سوال کرتی ہوں کہ اب ان باتوں کو نہ چھیڑیے۔

معاویہ: اچھی بات ہے جانے دو بتاؤ تمہاری حاجت کیا ہے کس لیے آئی ہو۔

سودہ: حضور آپ اب لوگوں کے سردار و حاکم ہو چکے ہیں۔ خداوندِ عالم بروز قیامت ہماری راحت و تکلیف اور ہمارے حقوق کے متعلق آپ سے باز پرس کرے گا۔ ہم پر ہمیشہ ایسا ہی شخص حاکم بن کر آتا ہے جو آپ کی سطوت و شوکت کے سہارے ہم لوگوں پر جور و ظلم کرتا ہے اور یوں کاٹ ڈالتا ہے جس طرح خوشہ گندم کاٹا جاتا ہے ہمیں ذلیل باتوں پر مجبور اور عزت کے کاموں سے محروم کر دیتا ہے۔ یہ بسر ابنِ ارطاۃ آپ کی طرف سے ہمارا حاکم بن کر آیا ہے، اس نے ہمارے مردوں کو قتل کیا، ہمارا مال چھین لیا۔ اگر ہم اطاعت کا عہد و پیمان نہ کر چکے ہوتے تو ہم میں بھی تابِ مقاومت تھی اور ہم بھی اپنی عزت کے بچاؤ کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اگر آپ اسے معزول کر دیں تو ہم شکر گزار ہوں گے نہیں

Presented by Ziaraat.Com

معزول کریں گے تو آپ جیسے ہیں وہ ہم جانتے ہی ہیں۔

معاویہ: تم ہمیں اپنی قوم والوں کی دھمکی دیتی ہو۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تمھیں اونٹ پر سوار کر کے اسی بسر کے پاس بھیج دوں کہ جو چاہے سلوک تمھارے ساتھ کرے۔

سودہ نے نیچے سر جھکا لیا آنکھوں سے آنسو جاری تھے، صدمے کے مارے دل پھٹا جاتا تھا پھر شعر پڑھنے لگیں۔

صلی الا اله علی جسم تضمنه
قبر فاصبح فيه العدل مدفونا
قد حالف الحق لا يبغي به بدلا
فصار بالحق والايمان مقرونا

خداوندِ عالم اپنی رحمتیں نازل کرے اس جسم پر جو اب سپردِ لحد ہے اور جس کے ساتھ عدل و انصاف بھی دفن ہو کر رہ گیا۔ اس نے حق سے عہد و پیمان کر رکھا تھا حق کے سوا اور کچھ چاہتا نہ تھا، وہ اور حق لازم و ملزم ہو کر رہ گئے تھے۔

معاویہ: وہ کون؟

سودہ: علیؑ ابنِ ابی طالبؑ

معاویہ: علیؑ نے کیا سلوک تمھارے ساتھ کیا تھا کہ وہ اس درجے کے تمہارے نزدیک مستحق ہوئے۔

سودہ: میں اُن کے پاس ان کے ایک افسر کی شکایت لے کر آئی جنھیں آپ نے زکوٰۃ کی وصولی پر مامور کیا تھا، اس نے ہم پر زیادتی کی اور میں اس کے مظالم کی شکایت لے کر امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی، دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں۔ جب مجھے دیکھا تو آپ نے نماز ختم کر دی اور میری طرف مڑ کر بڑی شفقت اور مہربانی کے لہجے میں پوچھا "کیا تمھیں مجھ سے کوئی کام

Presented by Ziaraat.Com

ہے''؟ میں نے واقعہ بیان کیا، آپ سن کر رونے لگے اور آسمان کی طرف سر اُٹھا کر کہا۔ ''خداوندا تو میرا بھی گواہ ہے اور ان عاملوں کا بھی، میں نے انھیں ہرگز حکم نہیں دیا کہ وہ تیری مخلوق پر ظلم کریں نہ یہ کہا ہے کہ وہ تیرا حق چھوڑ دیں''۔ پھر آپ نے جیب سے چمڑے کا ایک ٹکڑا نکالا اور اس پر لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''تمہارے پاس اللہ کے پاس سے روشن دلیل آچکی ہے لہٰذا از روئے انصاف ناپ تول پورا رکھو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو۔ نہ زمین میں فتنہ و فساد پھیلاؤ بقیہ خدا تمہارے لئے بہتر ہے اگر ایمان والے ہو اور میں تمہارا کوئی پاسبان نہیں۔

دیکھو جب تم میرا یہ خط پڑھنا تو جو کچھ اموال و صدقات تمہاری تحویل میں ہیں انھیں محفوظ رکھنا یہاں تک کہ تمہارے پاس کوئی پہنچ کر چارج لے لے۔

میں نے حضرت سے وہ نوشتہ لے لیا، حضرت نے نہ اسے والسّلام سر بند کیا، نہ مہر لگائی۔ معاویہ اس واقعے کو سن کر مبہوت رہ گئے پھر اپنے کاتب کو حکم دیا کہ حاکم کو لکھ دو کہ اس عورت کے ساتھ انصاف کیا جائے۔

سودہ: یہ حکم خاص میرے لئے ہے یا میری پوری قوم کے لئے۔

معاویہ: تمھیں اوروں سے کیا سروکار۔

سودہ: تب تو یہ بڑی ذلّت و رسوائی ہے عدل و انصاف ہو تو سب کے لئے ورنہ جو سب کا حال وہ میرا حال۔

معاویہ: وائے ہو تم پر علیؑ ابن ابی طالب نے تم لوگوں کو بہت ڈھیٹ اور بادشاہ کے حضور بہت جری بنا دیا ہے اور ان کے اس قول نے تمھیں مغرور کر دیا ہے۔

فلو کنت بوابا علی باب جنة

لقلت لهمدان ادخلو السلام

Presented by Ziaraat.Com

اگر میں جنت کے دروازے کا نگران ہوتا تو ہمدان والوں سے کہتا کہ سلامتی کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ (اعلام النسا، جلد ۲ صفحہ ۲۶۳، العقد الفرید ج ۱ صفحہ ۲۱۱، بلاغات النسا صفحہ ۳۰)

اُمُّ البراء بنتِ صفوان:

یہ معظمہ بھی بڑی معزز و محترم، شستہ زبان، فصیح و بلیغ خاتون تھیں۔

امیر المومنینؑ کی بے حد مخلص و جاں نثار۔ جنگِ صفین میں انھوں نے بھی ایسے کارنامے انجام دیے جو آج تک تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں۔ یہ لشکر کو اپنی جوشیلی تقریروں سے جنگ پر ابھارتیں اور معاویہ سے جنگ کی ترغیب دلاتیں۔ معاویہ کے عہدِ حکومت میں انھیں بھی دربار شام میں آنا پڑا، جب یہ آئیں تو معاویہ نے کہا۔

معاویہ: دخترِ صفوان کہو کیسی ہو۔!

ام البراء: اچھی ہوں حضور۔

معاویہ: تمہارا حال کیا ہے؟

ام البراء: دلیری کے بعد کمزوری آگئی، چستی و مستعدی کے بعد سستی و کاہلی نے آگھیرا۔

معاویہ: آج کے دن اور اس دن میں تمھارے بڑا فرق ہو گیا ہے جس دن تم نے کہا تھا۔

یا عمرو دونك صارما ذا رونق
غضب المهزة ليس بالخوار
اسرج جوادك مسرعا و مشهراً
للحرب غير معود لفرار

Presented by Ziaraat.Com

اجب الامام ودب تحت لوائه
وافر العدو بصارم بتار
یا لیتنی اصبحت لیس بعورة
فاذ ب عنه عساکر الفجار

اے عمرو چمکدار کاٹنے والی تلوار ہاتھ میں اٹھالو جو بڑی برق رفتار ہے سست نہیں۔ جلدی سے اپنے گھوڑے پر زین کسو اور لڑائی کے لیے دامن گردان لو، فرار کا دھیان بھی نہ آنے پائے۔

امام کی آواز پر لبیک کہو اور ان کے رایت کے نیچے نیچے چلو اور دشمن کو کاٹنے والی تیز ترین تلوار کے ذریعے بھگاؤ۔

کاش میں عورت نہ ہوتی اور فاجروں کی فوجوں کو امیر المومنینؑ سے دفع کر سکتی۔

ام البراء: ہاں حضور یہ بات تو صحیح ہے آپ ایسے آدمی کو معاف ہی کر دینا چاہیے خداوندِ عالم کا ارشاد ہے:

عفا الله عما سلف گزری ہوئی باتوں کو خدا نے معاف کر دیا۔

معاویہ: ناممکن ہے ناممکن ہے اگر پھر ویسا ہی موقع پیش آ جائے تو تم پھر ویسی ہی ہو جاؤ گی لیکن پھر بھی میں درگزر کرتا ہوں۔

اچھا یہ بتاؤ جب علی شہید ہو گئے تو تم نے کیا کہا تھا۔

ام البراء: میں بھول گئی حضور۔

اس پر معاویہ کے درباریوں میں سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا حضور اس نے کہا تھا۔

باللرجال لعظم هول مصيبة
فدحت فلیس مصابها بالهازل
الشمس کاسفة لفقد امامنا
خیرالخلائق والامام العادل

Presented by Ziaraat.Com

یاخیر من رکب المطی ومن مشی

فوق التراب لحتف اونا علی

حاشا النبی لقد هددت قواء نا

فالحق اصبح خاضعا للباطل

اے لوگو! کتنی سخت مصیبت ٹوٹ پڑی یہ مصیبت کوئی ایسی ویسی نہیں۔

ہمارے امام کے آنکھوں سے اوجھل ہو جانے کی وجہ سے آفتاب کو گہن لگ گیا، ایسا امام جو بہترینِ خلائق اور امامِ عادل تھا۔

اے بہترین ان تمام لوگوں سے جو سوار ہوئے اور پیدل چلے، ہماری طاقتیں ختم ہو کر رہ گئیں اور حق باطل کے آگے سرنگوں ہو گیا''۔

ان اشعار سے معاویہ کے دل پر بڑی چوٹ لگی بولے ''خدا تمھیں ہلاک کرے دخترِ صفوان تم نے کسی کہنے والے کے لئے کچھ کہنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رکھی۔ بتاؤ تمہاری حاجت کیا ہے؟ کس لئے آنا ہوا۔

اُمّ البراء اس ذلت و اہانت کے سلوک سے برداشتہ خاطر ہو چکی تھیں، انھوں نے زبان سے عرضِ مدعا کرنا مناسب نہ سمجھا اور بولیں۔

''ان تمام باتوں کے بعد میں آپ سے کسی چیز کا سوال نہیں کرنا چاہتی''۔

جب یہ اُٹھ کر دربار سے جانے لگیں تو ٹھوکر لگی سنبھل کر فرمایا ''خدا دشمنِ علیؑ کو برباد کرے''۔ (بلاغات النسا صفحہ ۷۵ وصبح لاعشی)

بکارۂ ہلالیہ:

یہ معظمہ بھی معزز و محترم خاتون اور اُن عورتوں میں سے تھیں جو دلیری و بے خوفی کا مجسمہ اور فصاحت و بلاغت کا نمونہ تھیں جنگِ صفین میں امیرالمومنینؑ کے مددگاروں میں سے تھیں انھوں نے بھی بہت سی جوشیلی تقریریں کی تھیں اور اپنی

Presented by Ziaraat.Com

ان تقریروں میں لشکر والوں کو غیرت دلائی، امیرالمومنینؑ کی نصرت پر ابھارا اور معاویہ سے جنگ کرنے کی ترغیب دی۔ معاویہ کے زمانۂ حکومت میں یہ بھی دربارِ دمشق میں آئیں، بہت بوڑھی اور لاغر ہو چکی تھیں، دو نوکر تھے جن پر سہارا کئے ہوئے تھیں، ہاتھ میں عصا تھا انھوں نے معاویہ کو سلام کیا معاویہ نے کشادہ دلی سے جواب سلام دے کر بیٹھنے کی اجازت دی۔ حاشیہ نشینوں میں مروان بن حکم اور عمرو عاص بھی موجود تھے مروان نے انھیں پہچان لیا اور کہا۔

مروان: حضور آپ انھیں پہچانتے ہیں؟

معاویہ: کون ہیں یہ؟

مروان: یہ وہی ہیں جو جنگِ صفین میں لوگوں کو ہم لوگوں کے خلاف ابھارتی تھیں۔ انہی نے یہ اشعار کہے تھے۔

یا زید دونك فاستشر من دارنا

سیفا حساما فی التراب دفینا

قد كان مذخورا لكل عظیمة

فالیوم ابرزه الزمان مصونا

اے زید دیکھو گھر کے اندر زمین سے شمشیرِ براں کھود کر نکال لو۔

یہ تلوار بڑی مصیبت کے لیے ذخیرہ کر کے رکھی گئی تھی، آج کے دن زمانے نے اسے ہر طرح محفوظ برآمد کر دیا ہے۔

عمرو عاص نے کہا۔ حضور انھیں نے یہ اشعار بھی کہے تھے۔

اتری ابن هند للخلافة مالكا

هیهات ذاك وما اراد بعید

منتك نفسك فی الخلاء ضلالة

اغراك عمرو للشقاء و سعید

Presented by Ziaraat.Com

فارجع بانکد طائر بخوسها

لاقت علیا اسعد و سعود

کیا تم سمجھتے ہو کہ معاویہ خلافت پر قابض ہو جائیں گے، ناممکن ہے۔ معاویہ جو چاہتے ہیں وہ کبھی نہ ہوگا۔

معاویہ تمہارے نفس کو گمراہی نے تنہائی میں مبتلائے حرص و آز کیا اور عمرو بن عاص اور سعید بن عاص نے بدبختی پر ابھارا۔

تم اپنے منحوس پرندے کو اس کی نحوست سمیت لے کر پلٹ جاؤ۔

نیک ستارے علیؑ سے مل چکے ہیں۔

سعید نے کہا حضور! انھیں نے یہ اشعار بھی کہے تھے۔

قد کنت امل ان اموت ولا اریٰ

فوق المنابر من امیة خاطبا

فاللہ اخر مدتی فتطاولت

حتیٰ رایت من الزمان عجائبا

فی کل یوم لایزال خطیبھم

وسط الجموع لآل احمد عائبا

میں اس دن کی تمنا کیا کرتی تھی کہ مر جاؤں مگر بنی اُمیہ میں سے کسی آدمی کو منبر پر خطبہ پڑھتے نہ دیکھوں۔

مگر اللہ نے میری زندگی اتنی بڑھا دی کہ اب میں زمانے کی عجیب عجیب باتیں دیکھ رہی ہوں۔

ہر دن بھرے مجمعے میں ان کا مقرر اپنی تقریر میں آلِ محمدؐ پر عیب لگاتا ہے۔

بکارۂ ہلالیہ نے معاویہ سے کہا:

Presented by Ziaraat.Com

''آپ کے کتّے مجھ پر خوب بھونکے اور پوری یورش کی۔ حیرت کی زیادتی کے سبب بولنے کا یارا کمزور پڑ گیا آنکھوں تلے دھند چھا گئی خدا کی قسم ان لوگوں نے جتنے اشعار پڑھے ہیں وہ سب میں نے ہی کہے ہیں جھٹلانا نہیں چاہتی۔ آپ جو کچھ کرنا چاہیں کریں۔ امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب کے بعد اب زندگی میں مزا نہ رہا۔ (بلاغت النساصفحہ ۴۳ عقد الفرید)

اُروٰی بنتِ حُریث بن عبدالمطّلب:

یہ معظّمہ جنابِ عبدالمطلبؑ کی پوتی حضرت رسولؐ خدا کی چچا زاد بہن اور آپ کی صحابیہ تھیں۔ اپنے وقت کی خواتین کی سیّد و سردار اور شجاعت و بہادری، فصاحت و بلاغت کے زیوروں سے پوری طرح آراستہ تھیں جنگِ صفّین میں امیر المومنینؑ کے لشکر میں زبانی جہاد کے بڑے معرکے انجام دیئے تھے۔ ان کے بارے میں صاحب کتابِ ''ثمرات الاوراق'' لکھتے ہیں **کانت اغلظ الوافدات علی معاویة خطاباً**۔ معاویہ کے دربار میں جو عورتیں لائی گئیں ان میں معاویہ کے لیے سب سے زیادہ سخت و شدید یہی معظّمہ تھیں۔ جب یہ دربار میں پہنچیں تو معاویہ نے فرطِ مسرت سے کہا۔

معاویہ: آپ بھی آخر میرے یہاں تشریف لائیں۔ خالہ جان بتایئے تو کہ ہماری مخالفت کرنے کے بعد آپ کا کیا حال ہوا، کیسی گزرتی ہے اور مزاج کیسا ہے۔

اروٰی: میں تو خدا کے فضل و کرم سے بالکل اچھی ہوں مگر تمہارے متعلق البتہ افسوس ہوتا ہے کہ تم نے کفرانِ نعمت کیا اور اپنے ابن عم کی صحبت کا تم نے بُرا استعمال کیا اور وہ نام (خلیفہ) اپنے لیے اختیار کیا جو تمہارا نام نہ تھا نہ تم اس کے سزاوار تھے اور اس چیز (خلافت) پر تم نے قبضہ کر لیا جس پر تمہارا کوئی حق نہیں، اسلام میں نہ تو تم ہی نے کوئی سختی جھیلی نہ تمہارے باپ نے بلکہ تم لوگوں نے پہلے

Presented by Ziaraat.Com

رسولؐ کی رسالت ہی سے انکار کیا مگر خداوندِ عالم نے تمہارے نصیبے خراب کیے اور تمہارے چہروں کو خاک آلود کیا اور حق حقدار کی طرف پلٹ کر رہا اور خدا ہی کی بات اونچی رہی اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰؐ ہی اپنے دشمنوں پر مظفر و منصور رہے اگرچہ مشرکین جلتے ہی رہے۔ تو ہم اہلِ بیت پیغمبر دین میں بلحاظِ قدر و منزلت اور نصیبہ اور قسمت کے تمام لوگوں سے بزرگ و برتر رہے یہاں تک کہ خداوندِ عالم نے اپنے پیغمبرؐ کو اپنے پاس اٹھالیا، ان کے درجے کو بلند کر کے اور بہت ہی عزت و احترام کے ساتھ مگر اب ان کے انتقال کے بعد تم لوگوں کے سامنے ہم لوگوں کی وہی حالت ہوگئی جو فرعون والوں میں بنی اسرائیل کی ہوئی تھی۔ فرعون والے ان کے لڑکوں کو ذبح کر دیتے اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے اور پیغمبر کے ابنِ عم حضرت امیر المومنینؑ تم لوگوں میں بعد پیغمبر ایسے ہی ہو گئے جیسے جنابِ ہارون جناب موسیٰؑ کی قوم میں تھے کہ ہارون کی فریاد تھی یا ابن ام ان القوم استضعفونی و کادوا ان یقتلوننی۔ اے بھائی قوم والوں نے مجھے کمزور سمجھ لیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالیں۔ پیغمبر کے انتقال کے بعد ہمارا شیرازہ پھر مجتمع نہ ہو سکا نہ کوئی دشواری ہمارے لئے آسان ہو سکی ہمارا انجام جنت ہے اور تمہارا جہنم"۔

عمرو عاص اس وقت موجود تھے، ارویٰ کی گفتگو سے ان کے ہوش اُڑ گئے، کہنے لگے۔ "اے گمراہ بوڑھی عورت اپنی باتیں کم کر کہاں تک بکتی جائے گی۔

ارویٰ: تم کون ہو؟

عمرو عاص: میں عمرو عاص ہوں۔

ارویٰ: اے نابغہ کے بچے تمہاری بھی یہ مجال کہ تم مجھ سے ہم کلام ہو، تم چپکے ہی بیٹھے رہو اور اپنے کام سے کام رکھو، خدا کی قسم قریش میں نہ تو تیری ماں کو کوئی

Presented by Ziaraat.Com

حَسَب حاصل تھا نہ اس کی کوئی منزلت وتوقیر تھی۔ تمھارے باپ ہونے کا دعویٰ چھ شخصوں نے کیا ہر شخص مدعی تھا کہ وہی تمہارا باپ ہے میں نے حج کے زمانے میں مقامِ منیٰ میں تیری ماں کو ہر بدکار غلام کے ساتھ پھرتے دیکھا ہے۔

توتم انھیں غلاموں کی طرح رہو کہ انھیں سے تم مشابہ ہو۔

مروان بھی وہاں موجود تھا اس نے کہا۔

''ارے گمراہ عورت تیری آنکھوں کی روشنی جاتی رہی۔ اسی کے ساتھ عقل بھی رخصت ہوگئی ہے جس کی وجہ سے کسی معاملے میں تیری گواہی بھی جائز نہیں۔

اروی نے کہا۔

''صاحبزادے تم کیا بول رہے ہو تم حَکَم کی بہ نسبت سفیان بن حارث بن کلدہ سے زیادہ مشابہ ہو، تم آنکھوں کے نیلے پن، بالوں کی سرخی میں اس سے ملتے جلتے ہو اسی کے ساتھ تمہاری قامت بھی کوتاہ ہے اور کریہ المنظر بھی ہو۔ میں نے حَکَم کو بھی دیکھا تھا کہ طویل القامت ضعیف وحقیر اور پراگندہ مو تھا۔ تم میں اور اس میں ایسی ہی مشابہت ہے جیسے گھوڑے اور گدھے میں جی چاہے تو اپنی ماں سے جا کر پوچھ لو۔

پھر اروی نے معاویہ کی طرف مڑ کر کہا۔

''خدا کی قسم ان لوگوں کو تم نے ہی اس قدر شوخ اور گستاخ بنا دیا ہے اور تم ہی نے انھیں جرأت دلائی ہے کہ مجھ سے بدزبانی کریں۔ تمھیں یاد ہے کہ تمہاری ہی ماں ہند نے بروزِ جنگِ اُحد حمزہ کی شہادت پر یہ اشعار کہے تھے''۔

نحن جزیناکم یوم بدر

والحرب یوم الحرب ذات سعر

Presented by Ziaraat.Com

ماکان عن عتبة لی من صبر

ابی وامی واخی و صھری

شفیت وحشی غلیل صدری

شفیت نفسی و فضیلت نذری

فشکرو حشی علی عمری

حتی تغیب اعظی فی قبری

ہم نے تم لوگوں سے جنگِ بدر کا پورا پورا بدلہ لے لیا اور ایک لڑائی کے بعد دوسری لڑائی آگ بھڑکانے والی ہوتی ہی ہے۔ عتبہ کی ہلاکت پر مجھے صبر تو ہو ہی نہیں سکتا، نہ اس پر نہ اپنے باپ اپنے چچا اور اپنے داماد پر۔

اے وحشی (قاتلِ حمزہ) تو نے میرے سینے کی آگ بجھادی، میرا جی ٹھنڈا کر دیا اور میری نذر پوری کردی۔

تو اب زندگی بھر وحشی کا شکر ادا کرتے رہنا میرا فریضہ ہوگیا یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں پوشیدہ ہوجائیں۔

تو میں نے تیری ماں کے ان اشعار کا جواب دیا تھا۔

یا بنت رفاع عظیم الکفر

خزیت فی بدر وغیر بدر

صبحك الله قبیل الفجر

بالھا شمیین الطول الذھر

ھتك وحشی حجاب الستر

ما للبغایا بعدھا من فخر

اے ہندا اے بڑے کفر والے سرکش کی بیٹی تو ہمیشہ ذلیل وخوار رہے گی جنگِ

Presented by Ziaraat.Com

بدر میں بھی اور دوسری جنگوں میں بھی

سپیدۂ سحر نمودار ہوتے ہی خدا ہاشمیوں سے تیرا سامنا کرائے گا جو دراز قامت اور تابندہ رخ ہیں۔

وحشی نے پردہ دری کر دی اس کی بدکار عورتوں کے لیے کوئی فخر کی گنجائش نہیں"۔

معاویہ بدحواس ہو گئے اور عمرو عاص اور مروان کی طرف مُڑ کر بولے۔

"تم ہی لوگوں نے انھیں بولنے کا موقع دیا ایسی باتیں مجھے سنوائیں جن کا سننا مجھے گوارا نہ تھا۔

پھر اروی کی طرف مُڑ کر کہا۔

آپ اپنی ضرورت بیان کریں عورتوں کی باتیں جانے دیں۔

اروی نے اپنی ضرورت بیان کی جسے معاویہ نے پورا کر دیا۔ پورا کرنے کے بعد کہا۔

معاویہ: خدا کی قسم اگر علیؑ ہوتے تو کبھی نہ دیتے۔

اروی: سچ کہتے ہو علیؑ نے امانت داری کی اور خدا کے حکم پر عمل کیا اور اسی کے حکم کے پابند رہے اور تم نے امانت ضائع کی، خدا کے مال میں خیانت کی اور خدا کا مال ایسے لوگوں کو دیا جو اس کے مستحق نہ تھے۔ خداوندِ عالم نے اپنی کتاب میں صاحبانِ حقوق کے حقوق واضح طور پر بیان کر دیے ہیں تم نے اس پر عمل نہ کیا۔ علیؑ نے ہم لوگوں کو دعوت دی کہ ہم اپنے اس حق کو حاصل کریں جو خداوندِ عالم نے ہمارے لیے مقرر کیا ہے مگر تمہاری لڑائی کی وجہ سے وہ ہر چیز کو اس کے مقام پر نہ پہنچا سکے اور میں نے یہ جو کچھ تم سے مانگا ہے یہ تمہارے مال سے نہیں مانگا کہ تم اپنا احسان جتاؤ۔ یہ ہم نے اپنا حق طلب کیا ہے۔ اپنے حق کے ماسوا دوسری چیز کا لینا ہم جائز نہیں سمجھتے۔ کیا تم علیؑ کا ذکر کرتے ہو خدا تمہارے منہ کو توڑے اور تمہاری مصیبت کو سخت کرے۔ پھر رونے لگیں اور امیر المومنینؑ کا یہ دل دوز مرثیہ پڑھا۔

Presented by Ziaraat.Com

الا یاعین ویحك اسعدینا
الا وابکی امیرالمومنینا
رزینا خیر من رکب المطایا
وفارسها ومن رکب السفینا
ومن لبس النعال او احتذاها
ومن قرع المثانی والمثینا
اذا استقبلت وجه ابی حسین
رایت البدر راع الناظرینا
ولا واللہ لا انسی علیا
وحسن صلاته فی الراکعینا
افی الشهر الحرام فجعتمونا
بخیرالناس طرا اجمعینا

اے آنکھ ہمیں نیک بخت بنا امیر المومنینؑ پر اشک فشاں ہو۔

ہم ایسے شخص کے غم میں مصیبت زدہ ہوئے جوان تمام لوگوں سے بہتر تھا جو سواری پر سوار ہوئے یا کشتی پر بیٹھے۔

اوران تمام لوگوں سے بہتر تھا جنھوں نے نعلین پہنی یا ننگے پیر رہے اور جنھوں نے قرآن کی تلاوت کی۔

اگر تم ابوالحسن کے چہرے کا سامنا کرو تو چودھویں رات کا چاند پاؤ گے جو ناظرین کی آنکھوں کو خیرہ کردے۔

خدا کی قسم میں نہ تو علیؑ کو بھول سکتی ہوں اور نہ ان کی نمازوں کی عمدگی کو۔

ارے شہرِ حرام میں تم نے ہمیں صدمہ پہنچایا ایسے شخص کو ہلاک کر کے جو تمام

Presented by Ziaraat.Com

لوگوں سے بہتر و افضل تھا۔ (بلاغات النساء، صفحہ ۲۷، عقد الفرید، جلد ۱، صفحہ ۲۱۹)

معاویہ نے اروی کی تعظیم و تکریم کر کے چاہا تھا کہ ان کے دل کو اپنی طرف مائل اور علی سے برگشتہ کر دیں لیکن ان کی یہ کوشش ذرّہ برابر کامیاب نہ ہوئی اور جس کے خمیر میں علیؑ کی محبت اور ان سے خلوص داخل ہو مال دنیا اس کی محبت کو کیوں کر زائل کر سکتا ہے۔

ایسے ہی جذبات و احساسات ابوالاسود دوئلی کی لڑکی سے ظہور میں آئے۔ معاویہ نے بطور تحفہ ابوالاسود دوئلی کے پاس حلوا بھیجا، ابوالاسود دوئلی کی لڑکی نے اس میں سے تھوڑا سا منہ میں رکھ لیا۔ ابوالاسود نے کہا ''بیٹا اسے تھوک دو یہ زہر ہے معاویہ نے فریب سے بھیجا ہے اور وہ ہمیں محبتِ اہلِ بیتؑ سے باز رکھنا چاہتے ہیں''۔ لڑکی نے جب یہ فقرہ سنا تو بولی۔

''خدا ان کا ناس کرے۔ زعفرانی شہد دے کر پاک و پاکیزہ سیّد و سردار سے ہمیں برگشتہ کرنا چاہتے ہیں''۔

پھر اس نے دو (۲) شعر پڑھے۔

ابا لشهد المزعفر یا ابن هند
نبیع علیك احسابا و دینا
معاذ الله کیف یکون هذا
ومولینا امیر المومنینا

زعفرانی شہد کے عوض اے فرزندِ ہند ہم اپنی خاندانی شرافت اور اپنی دین داری تمہارے ہاتھ بیچ ڈالیں۔

خدا کی پناہ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے درانحالیکہ ہمارے مولا امیر المومنینؑ ہیں۔

(الکنی والقاب، ج ۱، صفحہ ۸)

Presented by Ziaraat.Com

عکرشہ بنت الاطرش:

یہ معظّمہ بھی عرب کی خواتین میں بڑی جلیل القدر خاتون، دلیری و بے خوفی اور قوت تقریر میں مشہورِ عالم تھیں۔ جنگِ صفّین میں انھوں نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے، امیر المومنینؑ کی حمایت اور معاویہ کی مخالفت میں بڑی جوشیلی تقریریں کیں۔ قسمت نے انھیں یہ دن بھی دکھلایا کہ معاویہ پوری مملکت ِاسلامیہ کے مالک بن بیٹھے اور انھیں دربار میں آنا پڑا اور اس طرح سلام کرنا پڑا جس طرح امیر المومنینؑ کو سلام کیا کرتیں تھیں۔ معاویہ کے دل میں صفّین کی یاد تازہ ہوگئی اور بولے۔

معاویہ: اب تو میں امیر المومنین ہو ہی گیا۔

عکرشہ: جی ہاں کیونکہ اب علیؑ زندہ نہیں رہے۔

معاویہ خاموش نہیں رہے انھوں نے صفّین کی باتیں چھیڑ دیں اور بولے۔

''کیا تم وہی نہیں ہو جو جنگِ صفّین میں عمامے کی طرح سر پر کپڑا لپیٹے جس کے دونوں سرے اِدھر اُدھر لٹکے ہوئے تھے، کمر کسے ہوئے اور تلوار کی نیام پر سہارا کیے دونوں صفوں کے درمیان کھڑی تھیں اور یہ تقریر کر رہی تھیں!

''اے لوگو! تم اپنے نفس کی خبر لو۔ اگر تم نے جنت کی راہ پالی تو گمراہ انسان تمھیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا اور جو جنت کا ساکن ہوگا وہ کبھی نہ تو اس سے نکلے گا اور نہ کبھی رنجیدہ و مغموم ہوگا۔ تم اس جنت کو خرید لو اس دارِ دنیا کے عوض جس کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی نہیں، نہ جس کے آلام ختم ہونے والے ہیں۔ تم دوراندیش جماعت بنو۔ دیکھو معاویہ تم پر عرب کے ان اوباشوں کو لے کر چڑھ دوڑے ہیں جو نہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان کیا ہے نہ یہ جانتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں کہ حکمت کیا ہے۔ معاویہ نے انھیں دنیا کی لالچ دی اور وہ دوڑ پڑے، باطل کی طرف بلایا اور وہ چل کھڑے ہوئے۔ بزرگانِ خدا اللہ سے ڈرو اور اس کے دین کا خیال کرو۔ خبردار تم میں سستی نہ آنے پائے کہ اس طرح اسلام کی رسی ٹوٹ جائے گی اور ایمان کا نور بجھ جائے گا، سنت زائل اور باطل غالب آجائے گا۔ یہ جنگِ بدرِ صغریٰ ہے، یہ دوسرا واقعۂ عقبہ ہے۔ اے گروہِ مہاجرین و انصار پوری دینی بصیرت کے ساتھ ان شامیوں سے جنگ کرو اور اپنے عزم و ارادے پر ثابت قدمی سے جے رہو۔ مجھے تو آنے والے کل کا یہ منظر دکھائی دے رہا ہے کہ تم نے عرصۂ جنگِ صفّین میں ان شامیوں کو اس طرح پایا جیسے وہ گدھے، خچر اور گائیں ہوں جو چیخیں، چلّائیں اور لید کریں......"

معاویہ عکرشہ کی جب یہ تقریر دُہرا چکے تو غصے میں بھر کر بولے۔

"خدا کی قسم اگر قضا و قدرِ الٰہی نہ ہوتی اور اسے یہ پسند نہ ہوتا کہ یہ حکومت ہمارے ہاتھوں میں آئے تو تمہاری تقریر کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ دونوں لشکر مجھ پر ٹوٹ پڑیں۔ کس چیز نے آخر تمھیں اس پر آمادہ کیا۔

عکرشہ نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"عقل مند جب کوئی بات ناپسند کرتا ہے تو پھر اسے دہراتا نہیں۔"

معاویہ: ٹھیک ہے اچھا بتاؤ کس غرض سے تمہارا آنا ہوا۔

(بلاغات النساء، صفحہ ۷۰، عقد الفرید، جلد ۱، صفحہ ۲۱۵، صبح الاعشیٰ)

Presented by Ziaraat.Com

دارمیہ حجونیہ:

یہ معظمہ بھی وہ نیکوکار خاتون تھیں جن کی فصاحت و بلاغت، دلیری و بے باکی اور محبتِ امیر المومنینؑ سے عرب کا بچہ بچہ واقف تھا۔ معاویہ اپنے زمانۂ حکومت میں حج کے ارادے سے جب مکہ معظمہ آئے تو بنی کنانہ کی اس خاتون دارمیہ حجونیہ کے متعلق پوچھا کہ آج کل کہاں ہیں۔ یہ دارمیہ حجونیہ سیاہ رنگ کی لحیم و شحیم خاتون تھیں، لوگوں نے بتایا کہ وہ زندہ ہیں، معاویہ نے پیادہ بھیج کر طلب کیا جب وہ آئیں تو پوچھا۔

معاویہ: اے حام کی بیٹی کیسے آنا ہوا (جناب نوحؑ پیغمبر کے تین فرزند تھے حام و سام و یافث دنیا انھیں تین کی نسل سے ہے) سیاہ رنگت کی قومیں حام کی نسل سے ہیں معاویہ نے ان کی کالی رنگت پر طنز کرتے ہوئے انھیں دخترِ حام کہا۔)

دارمیہ: اگر از راہِ استہزا تم مجھے حام کی بیٹی کہتے ہو تو میں حام کی نسل سے نہیں ہوں میں تو قبیلۂ کنانہ کی ایک عورت ہوں۔

معاویہ: سچ کہتی ہو۔ اچھا یہ جانتی ہو میں نے تمھیں کیوں بلایا ہے؟

دارمیہ: غیب کی باتیں تو بس اللہ ہی جانتا ہے۔

معاویہ: میں نے تمھیں یہ پوچھنے کے لیے بلایا ہے کہ آخر تم علیؑ سے اتنی محبت کیوں کرتی تھیں اور مجھ سے اتنی عداوت تمھیں کیوں تھی؟۔

دارمیہ: اس سوال کے جواب سے مجھے معاف ہی کر دیتے تو اچھا تھا۔

معاویہ: نہیں یہ نہیں ہو سکتا تمھیں بتانا ہی پڑے گا۔

دارمیہ: اچھا جب آپ جواب پر مجبور ہی کرتے ہیں تو سنیے۔ میں علیؑ سے اس لیے محبت کرتی تھی کہ وہ رعیت میں عدل و انصاف برتتے تھے اور سب کو برابر برابر دیتے تھے اور آپ کی دشمن اس لیے تھی کہ آپ اس شخص سے برسرِ پیکار تھے

Presented by Ziaraat.Com

جو آپ سے زیادہ حکومت کا سزاوار تھا اور آپ ایسی چیز کے خواہاں تھے جس کی اہلیت آپ میں قطعاً نہ تھی۔ میں علیؑ کی اطاعت اس لیے کرتی تھی کہ پیغمبر نے انھیں ہمارا حاکم و امیر مقرر کیا تھا اور علی فقرا و مساکین کو دوست رکھتے تھے، اہل دین کی عزت کرتے اور آپ سے دشمنی و بیزاری کی وجہ یہ تھی کہ آپ مسلمانوں کی خوں ریزی کرتے، فیصلوں میں نا انصافی برتتے اور اپنی خواہشِ نفسانی کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔

معاویہ: اچھا! تو اسی وجہ سے تمہارا پیٹ پھول گیا ہے، سینہ بڑھ گیا اور سرین اتنی پُر گوشت ہوگئی ہے۔

دارمیہ: خدا کی قسم یہ باتیں تو آپ کی اماں جان ہند کی بطور ضرب المثل بولی جاتی تھیں میرے متعلق بالکل نہیں۔

معاویہ: ٹھہرو ٹھہرو ہم نے تو اچھی ہی بات کہی ہے جب عورت کا پیٹ بڑا ہوتا ہے بچہ مکمل ہاتھ پیروں کا پیدا ہوتا ہے، جب سینہ بڑا ہوتا ہے تو بچّے کو دودھ پورا پورا پلاتی ہے اور جب سرین پر گوشت ہوتے ہیں تو اس کی نشست خوشنما معلوم ہوتی ہے۔

معاویہ: اچھا یہ بتاؤ تم نے کبھی علیؑ کی زیارت بھی کی ہے؟

دارمیہ: ہاں ہاں خدا کی قسم میں نے انھیں دیکھا ہے۔

معاویہ: انھیں کیسا دیکھا؟

دارمیہ: میں نے خدا کی قسم انھیں اس طرح دیکھا کہ حکومت نے انھیں سرگشتہ نہیں کیا جیسا کہ آپ حکومت کے نشے میں سرگشتہ ہو رہے ہیں اور منصبِ خلافت نے انھیں ایسا بےخود نہیں بنا دیا تھا جیسا کہ آپ آپے سے باہر ہو رہے ہیں۔

معاویہ: تم نے اُن کی گفتگو بھی کبھی سنی؟

دارمیہ: ہاں خدا کی قسم وہ اپنی باتوں سے دل کی تاریکیوں کو یوں روشن

Presented by Ziaraat.Com

کر دیتے تھے جیسے قلعی برتن کو چمکا دیتی ہے۔

معاویہ: سچ کہتی ہو اچھا بتاؤ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟

دارمیہ نے اپنی حاجت بیان کی، معاویہ نے پوچھا ''اگر میں تمہاری حاجت پوری کر دوں تو علیؑ ہی کے اتنا مجھے بھی مانو گی''۔ دارمیہ نے برجستہ کہا ''علیؑ کی بات تمھیں کہاں نصیب''۔ معاویہ نے اُن کا کام کر دیا اور کہا ''خدا کی قسم اگر علیؑ زندہ ہوتے تو کبھی تمھیں اتنا مال نہ دیتے۔ دارمیہ سچ کہتے ہو علیؑ ہرگز نہ دیتے وہ مسلمانوں کے مال سے ایک درہم بھی کسی کو ناجائز نہیں دیتے تھے''۔

(بلاغات النساء، صفحہ ۲۷، عقدِ فرید، ج ا صفحہ ۲۱۶)

❀❀❀

Presented by Ziaraat.Com

کنانہ بن بشر بن عتاب نجیبی

مصر میں جب محمد بن ابی بکر کے خلاف مسلمہ بن مخلہ انصاری اور معاویہ بن خدیج نے بغاوت کی اور نوبت جنگ و جدال تک آ گئی انھوں نے حضرت علیؑ کو اطلاع دی حضرت علیؑ نے محمد ابنِ ابی بکر کو جواب میں تحریر فرمایا کہ جو لوگ تمہارے ہم خیال ہیں ان کو اپنے ساتھ لے کر جنگ کرو اور اپنی امداد کے لیے کنانہ ابن بشر کو طلب کرو اس لیے کہ وہ خلوص نیت و شجاعت و بہادری میں مشہور و معروف ہیں۔ (طبری جلد ۲، صفحہ: ۵۸)

کنانہ بن بشر کے بارے میں حضرت علیؑ کا یہ ارشاد کنانہ کی عظمت و جلالت پر روشنی ڈالتا ہے۔

محمد بن ابی بکر نے اس کے بعد لوگوں کو جمع کیا ان کے سامنے ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا اور حسب ہدایت حضرت علیؑ دو ہزار کی فوج کنانہ کے ساتھ روانہ کی اور دو ہزار افراد کو لے کر خود مقابلہ میں آ گئے۔

عمرو بن عاص کی پہلے کنانہ ابن بشر کی فوج سے ٹکر ہوئی کنانہ نے ایسی شجاعت و بہادری سے جنگ شروع کی کہ جو فوج مقابل میں آتی تھی اسے عمرو کے پاس مار بھگاتے تھے اور عمرو بن عاص ان کے مقابلے میں فوج کے بعد فوج روانہ کرتا تھا، جب عمرو بن عاص نے یہ کیفیت دیکھی تو معاویہ ابن خدیج پاس کہلا بھیجا معاویہ بن خدیج ایک فوج کثیر لے کر کنانہ بن بشر کے مقابل آ گیا اور اس نے کنانہ کے ساتھیوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ پھر بھاگی ہوئی شامی فوج بھی

Presented by Ziaraat.Com

اس کی کمک کو آ گئی جب کنانہ نے یہ کیفیت دیکھی تو خود اور ان کے ساتھی گھوڑوں سے اُتر پڑے اور جنگ شروع کی کنانہ یہ آیت پڑھتے جاتے تھے۔

''جس کو بھی موت آئے گی خدا کے حکم سے آئے گی یہ خدا کی طرف سے تحریر ہے جو دنیا کا عوض چاہے گا اس کو عوض دنیا دیں گے اور جو ثواب آخرت چاہتا ہے ہم اس کو ثوابِ آخرت دیں گے ہم عنقریب شکر کرنے والوں کو جزا دیں گے''۔

یہ کہتے رہے اور جنگ کرتے رہے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے کنانہ کی موت کا اثر یہ ہوا کہ محمد ابنِ ابی بکر کے ساتھی ساتھ چھوڑ کر فرار ہو گئے اور محمد ابنِ ابی بکر کی بھی شہادت ہو گئی (طبری جلد ۲ صفحہ:۵۹)

اعین بن ضبیعہ مجاشعی

جب مصر میں محمد بن ابی بکر کی شہادت ہو گئی تو معاویہ نے عبداللہ بن عمرو بن حضرمی کو بصرہ روانہ کیا تا کہ وہ لوگوں کو اس کی ترغیب دلائے کہ عمرو بن عاص نے جو فیصلہ حکمین کا صادر کیا ہے اس کے پابند ہو جائیں قصہ یہ تھا کہ محمد ابنِ ابی بکر کی شہادت کے بعد عبداللہ بن عباس بصرہ سے کوفے محمد ابنِ ابی بکر کی تعزیت کے لیے آئے اور زیاد کو اپنا قائم مقام معین کر گئے جب عبداللہ بن عمرو بن حضرمی بصرہ آیا اور بنو تمیم میں آ کر قیام کیا زیاد نے ابن حضرمی کے میزبان مالک بن سمع کو جو بنو امیہ کی طرف مائل تھا اپنے امداد کی دعوت دی اس نے تامل کیا زیاد کو اندیشہ ہوا کہ کہیں قبیلہ ربیعہ کے لوگ بھی اس کی طرف مائل نہ ہو جائیں اس لیے وہ نافع کو مشورے سے صبرہ بن شیمان حدانی سے طالب اعانت ہوا زیاد نے اس سے کہلا بھیجا کہ جب تک امیر المومنین علیہ السلام کا حکم نہ آ جائے مجھے اور بیت المال کو

Presented by Ziaraat.Com

اپنی پناہ میں لے لو اس نے اپنی پناہ میں لے لیا زیاد مع بیت المال و منبر کے صبرہ کے یہاں آ گیا اور مسجد حدان میں نماز جمعہ پڑھنا شروع کیا اور اس کی اطلاع امیر المومنین علیہ السلام کو دی اور یہ بھی تحریر کیا کہ اکثر اہل بصرہ اس کی طرف مائل ہیں اور جنگ پر آمادہ ہیں میرے ساتھ تھوڑے سے لوگ ہیں جس سے میں اپنی بھی حفاظت نہیں کر سکتا ہوں اس لیے میں نے اپنے اور بیت المال کو صبرہ بن شیمان کی پناہ میں دے دیا ہے حضرت نے ہدایت دے کر اعین بن ضبیعہ مجاشعی کو روانہ کیا اس نے بصرہ پہنچ کر زیاد کے ساتھ قیام کیا پھر اپنے قبیلہ یعنی بنو تمیم میں آ گیا لوگوں کو بلایا ابن حضرمی کے پاس بھی آئے لیکن ان لوگوں نے ان کو برا بھلا کہا پھر قتل کر دیا زیاد نے اس کی اطلاع حضرت علی علیہ السلام کو دی آپ نے جاریہ بن قدامہ اور شریک بن اعور کو روانہ کیا بالآخر ابن حضرمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک گھر میں پناہ گزیں ہوا اور وہیں بری طرح قتل کر دیا گیا۔ (طبری جلد ۶، صفحہ: ۶۳ و ۶۴) (مقتول ۳۸ھ)

شریک بن شداد حضرمی

جناب شریک بن شداد حضرمی کی گرفتاری وغیرہ کے حالات کتب تاریخ و رجال میں مجھے نہیں ملے لیکن مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ بھی جناب حجر کے رفقاء میں تھے انھیں کے ساتھ گرفتار کر کے شام بھیجے گئے بارہ افراد میں یہ بھی شامل تھے اور سات آدمی جو مقام مرج عذراء میں شہید کیے گئے ان میں یہ بھی داخل تھے (طبری جلد ۶ صفحہ: ۴۹)

جناب حجر کے ساتھ محبت حضرت علیؑ میں گرفتار ہونا اور شہید ہونا بہترین شرف ہے۔ (مقتول ۵۱ھ)

Presented by Ziaraat.Com

محرز بن شہاب سعدی

جناب محرز بھی جناب حجر بن عدی کے رفقاء میں داخل تھے امیر المومنین علیہ السلام کے سچے دوست تھے جناب حجر بن عدی کے ساتھ جو بارہ آدمی گرفتار کر کے شام بھیجے گئے ان میں جناب محرز بھی تھے اور شہید محبتِ علیؑ ہونے والوں میں یہ بھی داخل تھے۔

کتب تاریخ و رجال میں ان کے حالات زندگی مرقوم نہیں ہیں۔

عبدالرحمان بن حسان عشری

جناب عبدالرحمان جناب حجر بن عدی کے ہم مسلک اور ساتھی تھے اور انھیں کے ساتھ جرم محبت امیر المومنین علیہ السلام میں گرفتار کر کے شام روانہ کئے گئے جب یہ قافلہ شام پہنچا اور مقام عذراء میں جو دمشق سے دو فرسخ دور تھا ٹھہرایا گیا تو معاویہ نے ان لوگوں کے پاس ہدبہ بن فیاض قضاعی حصین بن عبداللہ کلابی اور ابوشریف بدی کو سمجھانے بجھانے کے لیے شام کے وقت روانہ کیا ان میں ایک شخص یک چشم تھا رفقاء حجر میں سے کریم بن عفیف خشعمی نے ایک یک چشم کو بھی آتے دیکھ کر کہا کہ ہم میں سے نصف قتل کیے جائیں گے نصف کو نجات مل جائے گی سعد بن نمران جو جرم محبت کے گرفتاروں میں داخل تھے یہ سنتے ہی کہنے لگے پالنے والے مجھے نجات مل جائے لیکن تو راضی و خوشنود رہے اور عبدالرحمان بن

Presented by Ziaraat.Com

حسان نے کہا کہ پالنے والے مجھے تو معزز و محترم قرار دے اور ان کو ذلیل و رسوا کر اور تو مجھ سے راضی رہے پالنے والے میں نے بسا اوقات اپنے کو ہلاکت میں ڈالا ہے لیکن ہوا وہی جو تو نے چاہا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ پیامبر آ گئے اور معاویہ کا یہ حکم ان لوگوں کو سنایا (فلاں فلاں) چھ آدمی رہا کیے جاتے ہیں اور (فلاں فلاں) آٹھ آدمی قتل کیے جائیں گے اس کے بعد دوسرے دن بعد نمازِ صبح قتل ہونے والوں میں سے ایک ایک آدمی کو قتل کرنا شروع کیا یہاں تک کہ چھ آدمی جام شہادت پی کر راہیٔ جنت ہو گئے۔ اور صرف عبدالرحمان بن حسان اور کریم بن عفیف باقی بچے ان لوگوں نے قاصدوں سے کہا کہ ہم لوگ علیؑ بن ابی طالب کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو معاویہ کہتا ہے پیامبروں نے ان کی گفتگو معاویہ کے پاس کہلا بھیجی معاویہ نے حکم دیا کہ ان دونوں کو ہمارے پاس لاؤ چنانچہ یہ دونوں بزرگوار معاویہ کے پاس آئے جب سامنے پہنچے تو کریم بن عفیف خثعمی نے کہا کہ اے معاویہ خوف خدا کر کے تو بھی اس فانی گھر سے آخرت کے باقی گھر جائے گا تجھ سے ہمارے قتل کے بارے میں کیا کہتے ہو کریم نے جواب دیا جو تم کہتے ہو وہی میں کہتا ہوں معاویہ نے کہا علیؑ جس دین پر تھے اس سے برائت کرتے ہو کریم نے یہ سوال سُن کر کچھ جواب نہیں دیا معاویہ نے بھی یہ پسند نہیں کیا کہ وہ جواب دیں الغرض اپنے بعض اعزا کی سفارش سے وہ اس شرط سے رہا کر دیئے گئے کہ کوفہ واپس نہ جائیں۔

معاویہ اس کے بعد جناب عبدالرحمان کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ اے قبیلہ ربیعہ کی فرد تم علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو عبدالرحمان نے کہا اس کے بارے میں مجھ سے دریافت کرنا ہی تمہارے لیے بہتر ہے معاویہ نے کہا بتانا پڑے گا کہ علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو عبدالرحمان نے کہا جب حضرت علیؑ کے

Presented by Ziaraat.Com

متعلق اظہارِ خیال ضروری ہے تو سنو میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علیؑ ذکرِ خدا بہت کرتے تھے حق کا حکم دیتے تھے عدل و انصاف کو قائم کرتے تھے لوگوں کی خطائیں معاف کرتے تھے معاویہ نے کہا عثمان کے متعلق کیا کہتے ہو جناب عبدالرحمان نے کہا عثمان پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے ظلم کا دروازہ کھول دیا حق کا دروازہ بند کیا معاویہ نے کہا عبدالرحمان تم نے اپنے کو قتل کر دیا۔ عبدالرحمان بولے نہیں میں نے تجھ کو قتل کیا الغرض معاویہ نے عبدالرحمان کو زیاد کے پاس واپس کر دیا اور اسے تحریر کیا کہ تو نے جتنے افراد کو یہاں بھیجا تھا ان میں سب سے زیادہ برے عبدالرحمان ہیں اس لیے جس سزا کے مستحق ہیں ان کو وہ سزا دے اور ان کو بری طرح قتل کر جب عبدالرحمان زیاد کے پاس لائے گئے تو اس نے ان کو مقام قس ناطف بھیج دیا اور زندہ قبر میں دفن کر دیا۔

جناب عبدالرحمان اور کریم جب معاویہ کے پاس عذراء سے لے جائے جا رہے تھے تو جناب عبدالرحمان نے جناب حجر بن عدی سے کہا کہ خدا آپ کو ہمیشہ اپنے بارگاہ قدسی میں رکھے آپ بہترین اسلامی بھائی تھے۔

(طبری جلد ۶ صفحہ: ۱۵۴ و ۱۵۵)

جناب عبدالرحمان کا یہ عجیب و غریب جہاد ہے ان میں بھی ان کے دیگر رفقاء کی طرح عجب ثبات قدم تھا جوان کے سچے محب امیر المومنین اور مومن کامل ہونے کی دلیل ہے۔

کاش ہمارے زمانے کے شیعوں میں ایسے افراد پیدا ہو جائیں کاش نفسِ خبیث پر بھی ان کے نفس نورانی کی ایک چھوٹ پڑ جائے۔

حیرت ہے علمائے رجال شیعہ سے کہ انھوں نے نہ معلوم کن اسباب سے جناب حجر کے رفقاء کے حالات زندگی کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور سوائے بعض

Presented by Ziaraat.Com

کے کسی کا تذکرہ اپنی کتب میں نہیں کیا ہے حالانکہ ان لوگوں نے امتحان گاہِ محبت امیر المومنین علیہ السلام میں عجیب وغریب قربانی پیش کی ہے۔

جویریہ ابن مسہر عبدی

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے مخصوص فدائی جانباز اصحاب میں جناب جویریہ ابن مسہر بھی شامل تھے اور یہ بھی ان سرفروشان محبت میں داخل تھے جن کے محبِ علیؑ ہونے کے سبب سے ہاتھ پیر کاٹے گئے اور سولی دی گئی۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی حیات میں ان سے ان کی کیفیتِ شہادت کو بیان کر دیا تھا۔ اور جیسا حضرت نے بتایا تھا حرف بحرف اس کے مطابق ان کی شہادت واقع ہوئی۔

جناب جویریہ اس پائے کہ صحابی ومحب امیر المومنینؑ حضرت علیؑ تھے کہ جس طرح یہ حضرت کو دوست رکھتے تھے حضرت بھی ان کو دوست رکھتے تھے۔ اصحابِ پیغمبر اسلام واصحابِ آئمہ معصومین علیہم السّلام میں معدودے چند ایسے حضرات ہیں جن کیلئے بصراحت معصوم نے یہ فرمایا ہو کہ میں تم کو دوست رکھتا ہوں اور جس سے نبی یا امام یہ فرمادے اس کے رفعت مراتب و بلندی درجہ و علومقام کو کوئی کیا بیان کرسکتا ہے۔ جناب جویریہ کے بارے میں کُتب اہلِ سنّت میں بھی وارد ہے کہ حبہ عرنی راوی ہیں کہ جویریہ بن مسہر عبدی مردِ صالح اور حضرت علی علیہ السلام کے دوست تھے۔ حضرت علی علیہ السلام بھی ان کو دوست رکھتے تھے ایک دن یہ حضرت کے ساتھ کہیں جارہے تھے راستے میں حضرت نے آواز دی جویریہ میرے پاس آجاؤ اس لئے کہ میں جب تم کو دیکھتا ہوں تو میرا دل تمہاری طرف مائل ہوتا ہے، دوسری روایت حبہ عرنی ہی سے وارد ہے کہ ایک دن ہم

Presented by Ziaraat.Com

لوگ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جا رہے تھے جویریہ پیچھے پیچھے چل رہے تھے حضرت یک بیک جویریہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آواز دی جویریہ میرے پاس آجاؤ تم کو معلوم نہیں ہے کہ میں تم کو دوست رکھتا ہوں، جویریہ دوڑ کر حضرت کے پاس پہنچے آپ نے فرمایا جویریہ میں تم کو کچھ باتیں بتاتا ہوں تم ان کو یاد کرلو اس کے بعد حضرت نے ان سے چپکے چپکے باتیں شروع کیں جویریہ نے عرض کیا مولاؑ میں بھولتا بہت ہوں اس لیے ان واقعات کو مجھ سے پھر بیان کر دیجئے حضرت نے فرمایا میں پھر سے بیان کرتا ہوں تاکہ تم اسے یاد کرلو ان باتوں کے آخر میں حضرت نے جویریہ سے فرمایا جویریہ جب تک ہمارا دوست ہم کو دوست رکھے تم بھی دوست رکھو لیکن جب وہ ہمارا دشمن ہو جائے تو تم بھی اس کو دشمن رکھو لیکن جب پھر ہم کو دوست رکھنے لگے تو پھر تم اس کے دوست ہو جاؤ جن لوگوں کے دلوں میں حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں شکوک تھے انھوں نے کہنا شروع کیا دیکھتے ہو حضرت علیؑ نے جویریہ کو اسی طرح اپنا وصی بنا دیا ہے جس طرح وہ خود اپنے لیے وصی رسولؐ ہونے کے مدعی ہیں۔

جناب جویریہ کے لیے لوگ یہ باتیں اس لیے کہا کرتے تھے کو جویریہ کو حضرت سے بہت زیادہ اختصاص حاصل تھا حد یہ ہے کہ ایک دن حضرت علی علیہ السلام سو رہے تھے آپ کے کچھ اصحاب حاضرِ خدمت تھے کہ جویریہ حاضر ہوئے پکار کر کہنے لگے اے سونے والے اُٹھ اس لیے کہ تیرے سر پر ایسی ضربت لگائی جائیگی کہ جس سے تیری ڈاڑھی تیرے خون سے خضاب ہوگی حضرت علی علیہ السلام مسکرائے اور فرمانے لگے جویریہ آؤ میں تم سے تمہارا واقعہ بیان کروں جویریہ تم ایک سرکش حرام زادے کے پاس زبردستی لائے جاؤ گے وہ ضرور تمہارے ہاتھ پیر کاٹے گا اور ایک کافر کے خرمہ کے تنے پر تم کو سولی دے

Presented by Ziaraat.Com

گا۔ حبہ عرنی بیان کرتے ہیں کہ خدا کی قسم زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ زیاد نے جناب جویریہ کو گرفتار کیا اور ہاتھ پیر کاٹے اور ابن بکعبر کے لمبے خرمے تنے کے پہلو میں ایک خرمے کے تنے پر سولی دے دی۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ا، صفحہ: ۲۱۰)

اس روایت کو علامہ مجلسی نے بحار الانوار جلد ۹، صفحہ: ۲۰۰، پر تھوڑے سے تغیر کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اور آخر میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ جب معاویہ کے زمانۂ حکومت میں زیاد حاکمِ کوفہ ہوا تو اس نے ان کے ہاتھ پیر کاٹ کے سولی دی تھی۔

جناب جویریہ کو حضرت امیر صرف دوست ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ حضرت کے موثق و معتبر اصحاب میں بھی یہ داخل تھے چنانچہ کتاب معدن الحکمہ اور رسائل میں علی بن ابراہیم قمی سے ایک حدیث طولانی کے ضمن میں منقول ہے کہ ایک دن حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے منشی ابورافع کو حکم دیا کہ میرے معتبر و موثق افراد سے دس آدمیوں کو میرے پاس لاؤ ابورافع نے عرض کیا ان کے نام بتا دیجئے تو آپ نے فرمایا اصبغ بن نباتہ ابوطفیل عامر بن واثلہ کنانی، زریں بن جیش اسدی، جویریہ بن مسہر عبدی، خندف بن زہیر اسدی، حارث بن مقرفہ ہمدانی حارث بن اعور ہمدانی قبیلہ نخع کے چراغ، علقمہ بن قیس، کمیل بن زیاد، عُمیر بن زرارہ کو میرے پاس لے آؤ۔

رجال، مامقانی جلد ا صفحہ: ۱۵۰ حالات اصبغ بن نباتہ جناب جویریہ حضرت علی علیہ السلام کے موذن بھی تھے جیسا کہ بحار جلد ۹ صفحہ: ۲۹۷ پر درج ہے اور مناقب ابن شہر آشوب ۲ صفحہ: ۱۶۲ پر تحریر ہے۔

جناب جویریہ وہ باکمال محب امیر المومنین علیہ السلام تھے کہ جن کو حضرت علی علیہ السلام نے تین مرتبہ بشارت دی ہے۔ چنانچہ خود جویریہ ناقل ہیں میں نے حضرت کو یہ

Presented by Ziaraat.Com

ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ محمدؐ کے محب کو دوست رکھو اور جب وہ ان کو دشمن رکھنے لگے تو اس کے دشمن ہو جاؤ۔ اور آلِ محمدؐ کے دشمن کو دشمن رکھو اور جب وہ آلِ محمدؐ کا دوست ہو جائے تو اس کے دوست ہو جاؤ۔ اس کے بعد تین مرتبہ ارشاد فرمایا میں تم کو بشارت دیتا ہوں میں تم کو بشارت دیتا ہوں میں تم کو بشارت دیتا ہوں۔

(رجال کشی صفحہ: ۷۰)

چونکہ جناب جویریہ کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے یہ اختصاص تھا اور انتہائی قُربت و منزلت بارگاہِ علوی میں حاصل تھی اسی لئے بخوشی یہ مصیبت گوارا کر لی ہاتھ پیر کٹوا دیئے اور سولی پر چڑھائے جانے کے بعد بھی ان کی پیشانی پر بل نہیں پڑے۔

کتب رجال و تاریخ میں ان کی تاریخِ شہادت میری نظر سے نہیں گزری لیکن کوفے میں زیاد کی حکومت ۵۱ھ سے ۵۳ھ تک باقی رہی اس لیے اسی عرصے میں ان کی دردناک شہادت واقع ہوئی ہوگی۔

مرزع

امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں مرزع نام کے ایک بزرگ تھے جو لوگوں کو آئندہ کی باتیں بتایا کرتے تھے۔ ابو اراکہ طیالسی اپنے اس ابو الغالیہ سے روایت کرتے ہیں کہ یقیناً ایک لشکر آنے والا ہے جب وہ صحراء میں پہنچے گا تو ان کے ساتھ زمین دھنس جائیگی میں نے کہا کہ مرزع تم نے تو غیب کی خبر بیان کرنا شروع کر دی مرزع نے کہا کہ میں جو تم سے بیان کر رہا ہوں اسے یاد رکھو اس لیے یہ مجھ سے سب سے معتبر و موثق بزرگ حضرت علی علیہ السلام نے بیان کیا ہے نیز

Presented by Ziaraat.Com

مجھ سے ایک چیز اور بھی بیان کی ہے حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ تم ضرور گرفتار کیے جاؤ گے اور قتل کیے جاؤ گے اور مسجد کے دونوں کنگروں کے درمیان تم کو دار پر چڑھایا جائے گا۔ ابو الغالیہ کہتے ہیں کہ اس تذکرہ کو ایک جمعہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ مرزع گرفتار کیے گئے قتل کیے گئے اور مسجد کے دونوں کنگروں کے درمیان ان کو سولی دے دی گئی۔

اس روایت کو علامہ ابی ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ جلد ۱، صفحہ: ۲۱ پر حضرت علیؑ کے غیب دانی کے واقعات میں تحریر کیا ہے۔ اس واقعے میں جناب مرزع نے دو خبریں دی ہیں پہلے اپنے شہادت کی نوعیت اور دوسرے صحرا کی زمین کا دھنسنا، شہادت اور کیفیتِ شہادت کا حال تو اس روایت میں اختصار کے ساتھ موجود ہی ہے لیکن زمین کے دھسنے کے بارے میں موصوف کہتے ہیں کہ صحیح مسلم اور بخاری میں بھی جناب اُمّ المومنین اُمّ سلمہؓ سے زمین کے دھسنے کی روایت موجود ہے۔ نیز یہ کہ ایک روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی نقل کی ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے مدینے کے قریب کسی وادی میں ایسا واقعہ رونما ہوگا۔

جناب مرزع کی تاریخ شہادت کتبِ رجال و تاریخ میں میری نظر سے نہیں گزری لیکن ان کے لیے بھی یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ ۵۱ھ سے ۵۳ ہجری تک ہی کے کسی سن میں شہادت واقع ہوئی ہوگی۔

خالد بن مسعود

خالد بن مسعود جلیل القدر اصحاب امیر المومنین علیہ السلام میں شامل تھے حضرت پر دل و جان سے فدا تھے میثم تمار کی طرح ان کو بھی عبید اللہ بن زیاد نے جرم محبت

Presented by Ziaraat.Com

امیر المومنین علیہ السلام میں شہید کیا تھا اور سولی دے دی تھی۔ ان کی شہادت کا پتہ امام علی رضا علیہ السلام کی اس روایت سے چلتا ہے جس میں آپ نے امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کیا ہے علامہ کشی معرفتہ اخبار الرجل صفحہ ۵۶ پر امام رضا علیہ السلام ایک روایت جناب میثم کے حالات میں نقل کرتے ہیں۔ جس میں پہلے میثم نے حضرت کے شہادت کی خبر دی ہے پھر حضرت نے فرمایا۔ میثم تم سچ کہتے ہو کہ تمہارے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹی جائے گی اور کناسہ کا درخت خرمہ بھی ضرور کاٹا جائے گا جس کو پھاڑ کے چار ٹکڑے کئے جائیں گے ایک چوتھائی پر تم کو سولی دی جائے گی ایک چوتھائی پر رشید ہجری کو اور ایک چوتھائی پر محمد بن اکثم کو ایک چوتھائی پر خالد بن مسعود کو۔

علامہ مامقانی نے خالد بن مسعود کے حالات میں مذکر رہ بالا روایت کی طرف اشارہ کر کے ان کے بارے میں صرف اس قدر تحریر فرمایا ہے کہ یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ جناب خالد منفرد شیعوں میں داخل تھے اور ان لوگوں میں داخل تھے جنھوں نے اپنی جان امیر المومنین علیہ السلام کی محبت میں دے دی جو مرتبہ عدالت سے بھی بالاتر ہے۔

غالباً ان کی شہادت بھی زمانہ شہادت میثم تمار ہی کے لگ بھگ زمانے میں واقع ہوئی ہوگی اور ان کا قاتل بھی عبد اللہ بن زیاد ملعون ہی ہوگا۔

محمد بن اکثم

محمد بن اکثم کے حالات کتب رجال و تاریخ میں نہیں ملتے ہیں صرف امام علی رضا علیہ السلام کی جس روایت کی طرف ہم خالد بن مسعود کے حالات میں اشارہ کر چکے ہیں اس میں کناسہ کے درخت خرمہ کے تنے کے ایک چوتھائی حصے پر ان

Presented by Ziaraat.Com

کے سولی دیئے جانے کا ذکر ہے۔

جس سے پتہ چلتا ہے کے یہ بھی بڑے پائے کے شیعہ تھے اور ایسے جانباز و فدائی تھے کہ آپ کی محبت میں سولی پر چڑھا دیئے گئے۔

کشی میں میثم کے حالات میں ان کا تذکرہ بھی ہے میثم کی شہادت کے زمانے سے کچھ قبل یا بعد ان کی شہادت واقع ہوئی ہوگی اور عبید اللہ بن زیاد ہی قاتل رہا ہوگا۔

عبداللہ بن عفیف اِزدی

عبداللہ ابنِ عفیف حضرت علیؑ کے خاص صحابی تھے، جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں مولا علیؑ کے ہم رکاب تھے۔ نصرتِ علیؑ میں خوب شجاعت کے جوہر دکھائے۔

جناب عبداللہ بن عفیف کی شہادت بعدِ واقعہ کربلا اس وقت واقع ہوئی جب کربلا کا لٹا ہوا قافلہ کوفے آیا۔ عبید اللہ ابنِ زیاد نے شہادت امام حسینؑ کے بعد ان کو شہید کیا۔ جناب عبداللہ بن عفیف بڑے عابد و زاہد و متقی تھے۔

اس وقت مسجدِ کوفہ میں موجود تھے اس لیے کہ کثرت زہد و وِرع و عبادت کے سبب سے مسجد میں برابر رہا کرتے تھے۔ ان کی ایک آنکھ جنگِ جمل اور ایک صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی نصرت میں شہید ہو چکی تھی ان کا واقعہ شہادت یہ ہے کہ۔

جب ابنِ زیاد نے سر امام حسین علیہ السلام کو فے کے گلی کوچوں میں پھرانے کے بعد مسجد کوفہ میں خطبہ شروع کیا اور کہا خدا کا شکر ہے کہ جس نے حق کو غالب اور (معاذ اللہ) کذاب بن کذاب کو ناکامیاب اور قتل کیا یہ سُن کر عبداللہ بن عفیف کو تاب ضبط نہ رہی، کھڑے ہوئے اور کہا تو اور تیرا باپ جھوٹا ہے اور جس نے تجھ

Presented by Ziaraat.Com

کو حکم دیا ہے وہ اور اس کا باپ جھوٹا ہے ابنِ زیاد نے کہا یہ کون ہے انھوں نے جواب دیا میں عبداللہ بن عفیف ازدی ہوں یہ سنتے ہی انتہائے غیض و غضب میں ابنِ زیاد کے گلے کی رگیں پھول گئیں اور اس نے پولیس کو حکم دیا کہ ان کو گرفتار کرے لوگ عبداللہ کی گرفتاری کے لیے بڑھے اُدھر ان کے قبیلہ والے ان کی حمایت کے لیے کھڑے ہو گئے اور سپاہیوں کے نیچے سے چھڑا کر ان کے گھر پہنچا دیا ابنِ زیاد نے حکم دیا عبداللہ بن عفیف کو گرفتار کر کے لایا جائے جب فوج گرفتاری کے لیے گئی تو قبیلہ ازد کے لوگ ان کی حمایت کے لیے میدان میں آ گئے ابنِ زیاد نے کچھ اور قبائل کی امداد حاصل کر کے روانہ کیا بالآخر قبیلہ ازد اور ابنِ زیاد کی فوج سے جنگ ہوئی اور اس سلسلہ میں قبیلہ ازد کے بہت سے افراد قتل ہوئے فوج دروازہ توڑ کر عبداللہ بن عفیف کے گھر میں داخل ہو گئی عبداللہ کی بیٹی نے باپ سے کہا بابا فوج گھر میں آ گئی ہے فرمانے لگے بیٹی پریشان نہ ہو مجھے میری تلوار دے دے اور بتاتی جا کہ فوجی کس طرف سے حملہ آور ہیں غرض بیٹی بتاتی جاتی تھی عبداللہ رجز پڑھ پڑھ کر حملہ کرتے تھے لیکن ایک نابینا تنہا کہاں تک لڑتا گرفتار کر لیے گئے اور بیٹی فریاد ہی کرتی رہی۔ گرفتاری کے بعد عبداللہ نے کہا آج اگر میری آنکھ میں بینائی ہوتی تو تمہاری کیا مجال تھی کہ مجھے گرفتار کرتے۔

الغرض ابنِ زیاد کے سامنے لائے گئے اس نے کہا تم عثمان بن عفان کے بارے میں کیا کہتے ہو جناب عبداللہ نے جواب دیا تجھے ان سے کیا مطلب انھوں نے جو کچھ کیا ہے اس کے بارے میں خدائے عادل عدل و انصاف سے فیصلہ کرے گا لیکن اے مرجانہ و سمیّہ کے بیٹے تو مجھ سے اپنے اور اپنے باپ اور یزید اور اس کے باپ کے بارے میں دریافت کر لو میں بیان کروں ابنِ زیاد نے کہا میں ان چیزوں کے بارے میں تم سے کچھ نہ پوچھوں گا لیکن تم کو بری

Presented by Ziaraat.Com

طرح قتل کروں گا، یہ سُن کر عبداللہ ابنِ عفیف خوش ہو گئے، فرمانے لگے ابنِ زیاد میں تیری نجس پیدائش سے پہلے سے دعا کیا کرتا تھا کہ میری شہادت بدترین خَلق کے ہاتھوں واقع ہو لیکن جمل و صفین میں آنکھوں کی شہادت کے سبب سے میں مایوس ہو گیا تھا لیکن خدا کا شکر کہ میری دعا قبول ہو گئی بالآخر عبید اللہ ابنِ زیاد نے عبداللہ ابنِ عفیف کو قتل کرا کے ان کی لاش مقام سخہ میں سولی پر لٹکا دی۔

(خلاصہ لہوف، سے لیا گیا۔)

جناب عبداللہ کی شہادت ابتداء ۶۱ھ میں واقع ہوئی۔ کتب رجال میں ان کے حالات مذکور نہیں ہیں۔

عبداللہ ابنِ عفیف نے مولا علیؑ سے فرمایا تھا کہ میری دونوں آنکھیں مجھے عطا کر دیجئے، مولا علیؑ نے فرمایا کہ عبداللہ میں تمہیں آنکھیں عطا تو کر سکتا ہوں لیکن میرے بعد جو ہونے والا ہے وہ تم جب دیکھو گے تو خدا سے دعا کرو گے کہ پروردگار میری آنکھیں واپس لے لے کیا میں اِس منظر کو دیکھنے کے لئے زندہ ہوں۔

۶۱ ہجری میں جب آلِ محمدؐ کا لٹا ہوا قافلہ کوفے میں داخل ہوا عبداللہ ابنِ عفیف ابنِ زیاد کے دربار میں موجود تھے، ابنِ زیاد پر لعنت کرنے کے بعد دربار سے نکلے اور جب بازارِ کوفہ آئے تو کان میں ایک آواز آئی کوئی خطبہ دے رہا تھا۔ عبداللہ ابنِ عفیف نے گھبرا کر کہا یہ تو میرے مولا علیؑ کی آواز آرہی ہے کہ قیامت برپا ہو گئی۔

عبداللہ ابنِ عفیف ۲۰ رمضان ۴۰ ہجری کو مولا علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوے تھے اس وقت مولا علیؑ نے عبداللہ ابنِ عفیف کو یہ کہہ کر رخصت کیا تھا کہ عبداللہ اب آج کے بعد تم میری آواز نہ سُن سکو گے، اب میری آواز قیامت کے دن محشر کے میدان میں سُنو گے۔

Presented by Ziaraat.Com

کوفے کے بازار میں عبداللہ ابنِ عفیف نے جو آواز سُنی وہ مولا علیؑ کی آواز سے مشابہ تھی اس لئے انھوں نے یہ کہا کہ کیا قیامت برپا ہوگئی، یہ تو علیؑ بول رہے ہیں۔

عبداللہ ابنِ عفیف کو بتایا گیا کہ یہ علیؑ کی بیٹی زینبِ کبریٰ ناقے پر خطبہ دے رہی ہیں۔ رسولؐ اللہ کے گھر کی عورتوں کو بے پردہ قیدی بنا کر کربلا سے کوفے لایا گیا ہے۔

اُس وقت عبداللہ نے کہا اب میری سمجھ میں یہ بات آگئی کہ جب میں نے مولا علیؑ سے اپنی اندھی آنکھوں کے لئے دعا کرنے کو کہا تو آپ نے فرمایا تھا عبداللہ تم وہ سب دیکھ نہ سکو گے۔

عبداللہ ابنِ عفیف نے اُسی وقت تلوار نکال کر حملہ کر دیا۔ اُن کے قبیلے کے لوگ انھیں بچا کر گھر لے آئے۔ اُن کے گھر پر حملہ ہوا اور انھوں نے جہاد کیا۔ بے انتہا بہادر تھے کہ آنکھوں سے محروم مجاہد نے بھی خوب جہاد کیا۔ بیٹی سے کہا مجھے پکار کر بتاتی جا کہ دشمن کدھر سے آرہا ہے میں حملہ کرتا جاؤں گا۔

ہمدان غلام حضرت امیر المومنینؑ

جناب ہمدان حضرت علیؑ کے زر خرید غلام تھے اور جناب جویریہ بن مسہرد ابن النباح کی طرح یہ بھی حضرت کے موذن تھے۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب جلد ۲ صفحہ: ۱۹۲)

جناب ہمدان کے حالات کتب رجال و تاریخ میں نہیں ملتے ہیں نہ یہ ملتا ہے کہ حجاج نے کب اور کہاں گرفتار کیا اور کس طرح شہید کیا مناقب ابنِ شہر آشوب جلد ۳، میں صفحہ: ۱۶۲ پر صرف اتنا مرقوم ہے کہ ان کو حجاج بن یوسف ثقفی نے شہید کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

فہرست مصادر و ماخذ

ذیل میں ان کتابوں کی مختصر فہرست دی جاتی ہے جو اصحاب امیر المومنینؑ کے تذکروں کی ترتیب میں میرے مطالعہ میں رہی ہیں تاکہ ضرورت کے وقت ان کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

۱۔ الاخبار الطوال، دینوری، لیدن ۱۸۸۸ م

۲۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، حیدرآباد، ۱۳۳۶ ھ

۳۔ اسد الغابہ ابن اثیر جزری، مصر، ۱۲۸۵ ھ

۴۔ اصابہ ابن حجر عسقلانی، کلکتہ ۱۲۳۵ ھ

۵۔ اغانی ابوالفرج اصفہانی، مصر ۱۳۲۲ ھ

۶۔ امالی شیخ صدوق، ایران، ۱۲۸۶ ھ

۷۔ امالی شیخ الطائفہ، ایران، ۱۳۱۳ ھ

۸۔ امالی ابو اسمٰعیل قالی، مصر، ۱۳۲۴ ھ

۹۔ الامامت والسیاست، ابن قتیبہ، مصر ۱۳۲۷ ھ

۱۰۔ بحار الانوار مجلسی، ایران، ۱۰۳۴ ھ

۱۱۔ البدایہ والنہایہ ابن کثیر، مصر ۱۹۳۲ ھ

۱۲۔ تاریخ ابن خلدون، مصر، ۱۲۸۴ ھ

۱۳۔ تاریخ ابن عساکر، دمشق، ۱۳۲۹ ھ

۱۴۔ تاریخ الطبری، مصر، ۱۳۲۶ ھ

Presented by Ziaraat.Com

۱۵۔ تاریخ کامل، ابنِ اثیر، مصر ۱۳۰۸ھ
۱۶۔ التوحید شیخ صدوق، ایران، ۱۳۳۱ھ
۱۷۔ تہذیب التہذیب، حیدر آباد، ۱۳۲۶ھ
۱۸۔ حلیۃ الاولیا، ابونعیم، مصر، ۱۳۵۱ھ
۱۹۔ خصائص الائمہ قلمی کتاب خانہ رام پور
۲۰۔ خلاصۃ الاقوال حلّی، طہران، ۱۳۱۱ھ
۲۱۔ ذیل المذیل الطبری، مصر، ۱۳۲۶ھ
۲۲۔ رجال کشی، بمبئی، ۱۳۱۷ھ
۲۳۔ رجال نجاشی، بمبئی ۱۳۱۷ھ
۲۴۔ سیر الصحابہ، اعظیم گڑھ
۲۵۔ شذرات الذھب، مصر، ۱۳۵۰ھ
۲۶۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ایران
۲۷۔ صبح الاعشی، مصر، ۱۳۳۱ھ
۲۸۔ صفۃ الصفوۃ، حیدر آباد، ۱۳۵۵ھ
۲۹۔ طبقات ابن سعد، لیدن، ۱۹۲۱ھ
۳۰۔ العقد الفرید قاہرہ، ۱۹۴۰ھ
۳۱۔ عیون الاخبار، مصر، ۱۳۴۳ھ
۳۲۔ فتوح البلدان بلاذری، لیدن ۱۸۶۶ھ
۳۳۔ مجالس المومنین، طہران
۳۴۔ المجالس والمساوی بیہقی، مصر، ۱۳۲۵ھ
۳۵۔ محاضرات الابرار و سامرۃ الاخبار، مصر ۱۲۸۲ھ

Presented by Ziaraat.Com

۳۶۔ مرآۃ الجنان، یافعی، حیدر آباد، ۱۳۳۷ھ
۳۷۔ مروج الذہب مسعودی، مصر، ۱۲۸۳ھ
۳۸۔ منتہی المقال۔
۳۹۔ منہج المقال، مخطوطہ رام پور
۴۰۔ میزان الاعتدال، لکھنؤ، ۱۳۰۱ھ
۴۱۔ نہج البلاغہ، بیروت۔

Presented by Ziaraat.Com

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی کی کتابیں

نمبر	کتاب کا نام	صفحات	قیمت
	......《سوانح حیات》......		
۱۔	سوانح حضرت فاطمہؑ (انڈونیشیا پیپر)	1040	700/=
۲۔	ایران کی شہزادی جنابِ شہربانوؑ	472	400/=
۳۔	شہزادہ قاسمؑ ابنِ حسنؑ (جلد اوّل)	640	500/=
۴۔	شہزادہ قاسمؑ ابنِ حسنؑ (جلد دوم)	400	500/=
۵۔	سوانح حیات شہزادہ علی اصغرؑ	960	800/=
۶۔	اُمّ البنینؑ	400	300/=
۷۔	سوانح حیات حضرت اُمِّ کلثومؑ	544	600/=
	......《تاریخ》......		
۸۔	شہزادۂ قاسمؑ کی مہندی	400	500/=
۹۔	شہزادی زینبؑ اور تاریخ ملکِ شام	224	200/=
۱۰۔	امام حسنؑ کی فتح اور دشمنِ خدا کی شکست	144	200/=

Presented by Ziaraat.Com

۱۱۔	غمِ حسینؑ اور عزاداروں کی شفاعت	224	200/=
۱۲۔	ذوالجناح	720	600/=
۱۳۔	شہید علمائے حق	144	200/=
	……﴿ادبیات﴾……		
۱۴۔	معصوموں کا ستارہ شہزادہ علی اصغر (فرنچ سے ترجمہ)	288	300/=
۱۵۔	اردو غزل اور کربلا	240	200/=
۱۶۔	احساس (علمی، ادبی مضامین)	384	300/=
۱۷۔	نوادراتِ مرثیہ نگاری (جلد اوّل)	338	300/=
۱۸۔	نوادراتِ مرثیہ نگاری (جلد دوم)	368	300/=
۱۹۔	کلامِ ضمیر (مرثیے، نوحے، سلام)	304	200/=
۲۰۔	شعرائے اُردو اور عشقِ علیؑ	912	500/=
۲۱۔	شاعرِ اعظم (میر انیسؔ)	720	500/=
۲۲۔	میر انیسؔ کی شاعری میں رنگوں کا استعمال	416	300/=
۲۳۔	میر انیس بحیثیت ماہرِ حیوانات	408	400/=
۲۴۔	میر انیسؔ (انگلش)	366	500/=
۲۵۔	اُردو مرثیہ پاکستان میں	544	500/=
۲۶۔	خاندانِ میر انیسؔ کے نامور شعرا	992	500/=
۲۷۔	ضمیرِ حیات	1232	1000/=

Presented by Ziaraat.Com

۲۸۔	دبستانِ ناسخ	968	700/=
	......《عشرۂ مجالس》......		
۲۹۔	عظمتِ حضرتِ زینبؑ (۱۵ مجالس)	368	300/=
۳۰۔	حضرت علیؑ میدانِ جنگ میں	224	200/=
۳۱۔	معراجِ خطابت (۵ جلدیں)	(مکمل سیٹ)	1400/=
۳۲۔	حضرت علیؑ کی آسمانی تلوار ذوالفقار	368	300/=
۳۳۔	امام اور اُمت (اُردو)	272	200/=
۳۴۔	امام اور اُمت (انگریزی ترجمہ)	307	200/=
۳۵۔	احسان اور ایمان	336	200/=
۳۶۔	ولایتِ علیؑ	336	200/=
۳۷۔	مجالس محسنہ (جلد اوّل)	400	200/=
۳۸۔	مجالس محسنہ (جلد دوم)	368	200/=
۳۹۔	معجزہ اور قرآن	320	200/=
۴۰۔	ظہورِ امام مہدیؑ	272	200/=
۴۱۔	عظمتِ صحابہ	288	200/=
۴۲۔	تاریخِ شیعیت	304	200/=
۴۳۔	قاتلانِ حسینؑ کا انجام	352	250/=
۴۴۔	علم زندگی ہے	352	300/=

Presented by Ziaraat.Com

۴۵۔	عظمت حضرت ابوطالبؑ	296	250/=
۴۶۔	اسلام پر حضرت علیؑ کے احسانات	257	250/=
۴۷۔	قرآن کی قسمیں	344	250/=
۴۸۔	معرفتِ الٰہی اور سیرتِ معصومینؑ	256	300/=
۴۹۔	بُت شکن اور بُت تراش	304	300/=
۵۰۔	انسان اور حیوان	272	300/=
۵۱۔	اقوامِ عالم اور عزاداریٔ حسینؑ	304	300/=
۵۲۔	علیؑ وارثِ انبیاءؑ	328	300/=
۵۳۔	محسنینِ اسلام	312	300/=
۵۴۔	عورت اور اسلام	256	300/=
۵۵۔	حیاتِ حضرتِ عباس علمدارؑ	312	300/=
۵۶۔	علی وسیلۂ نجات	288	300/=
۵۷۔	حُسینی معاشرہ اور تاریخ انبیاء	320	300/=
۵۸۔	سیرتِ معصومینؑ	384	300/=
۵۹۔	حیاتِ امام حسینؑ	256	300/=
۶۰۔	معصومین کا علم لسانیات	320	300/=
۶۱۔	سیرتِ معصومینؑ	384	300/=
۶۲۔	اصحابِ امیرالمومنینؑ	840	300/=
۶۳۔	دو ہزار سال کی کہانی نئی صدی کی زبانی	320	300/=

Presented by Ziaraat.Com

عشرۂ مجالس شائع ہو گیا ہے

عشرۂ مجالس

دو ہزار سال کی کہانی
نئی صدی کی زبانی

------{ بمقام }------

امام بارگاہِ خیمہ سادات۔ لاہور

------{ بمطابق }------

۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۰۰۰ء

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

Presented by Ziaraat.Com